اکابر علمائے برصغیر پاک و ہند کے علوم و معارف، کلماتِ حکمت اور
ملفوظات و واقعات کا گراں قدر اور نایاب ذخیرہ

معارفِ الاکابر

مجلس

① اِفاداتِ حضرت حاجی اِمداد اللہ مُہاجر مکیؒ، قُدِّس سرہٗ (معارفِ امدادیہ)
② اِفاداتِ حضرت مولانا شیخ مُحمّد مُحدِّث تھانوی قُدِّس سرہٗ
③ اِفاداتِ حضرت حافظ مُحمّد ضامن شہید قُدِّس سرہٗ
④ اِفاداتِ حضرت مولانا فتح مُحمّد تھانوی قُدِّس سرہٗ
⑤ اِفاداتِ حضرت مولانا مُحمّد قاسم نانوتوی قُدِّس سرہٗ (معارفِ نانوتوی)
⑥ اِفاداتِ حضرت مولانا مُحمّد یعقوب نانوتوی قُدِّس سرہٗ (معارفِ یعقوبی)
⑦ اِفاداتِ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قُدِّس سرہٗ (معارفِ گنگوہی)
⑧ اِفاداتِ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مُرادآبادی قُدِّس سرہٗ
⑨ اِفاداتِ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن قُدِّس سرہٗ (معارفِ شیخ الہند)

بروایت حکیم الاُمّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قُدِّس سرہٗ

جمع و ترتیب

مُحمّد اقبال قریشی صاحب مدظلہٗ

اِدارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور پاکستان

فون : ۷۳۲۴۷۸۵، ۷۲۴۳۹۹۱، ۷۳۵۳۲۵۵

فہرست مضامین معارف الاکابر

اظہارِ تشکّر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ واھل بیتہٖ
وَاولیاء ہٖ اجمعین ۔ امابعد !

"معارف الاکابر" کا سلسلہ اولاً ماہنامہ "الحق" اکوڑہ خٹک اور ماہنامہ "الرشید" ساہیوال میں بالاقساط شائع ہوتا رہا۔ بعدہٗ متعدد اداروں سے کتابی صورت میں بھی شائع ہوا۔ لیکن بعض ناشرین نے پہلا یا دوسرا ایڈیشن ختم ہونے کے بعد باوجود درخواست کے شائع نہ کیا، تو احقر نے مالکانؔ ادارۂ اسلامیات" لاہور سے "معارف الاکابرؔ کو یکجا شائع کرنے کی درخواست کی تو ان حضرات نے اسے فوراً قبول فرمالیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو فلاح دین ودُنیا نصیب فرمائیں اور اپنی مرضیات پر ہمیشہ چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

الحمد للہ ! اس ایڈیشن کے لئے احقر نے جانفشانی سے متعدد اضافے کئے ہیں حق تعالیٰ اسے قبول فرمالیں اور زادِ آخرت اور وسیلۂ نجات بنائیں۔

آخر میں مالکانِ ادارۂ اسلامیات لاہور" کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جزاھم اللہ خیرًا۔ اور اُمید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ اب یہ کتاب میری موت کے بعد بھی شائع ہوتی رہے گی۔ فقط

نیک دعاؤں کا ازحد محتاج

بندہ محمد اقبال غفرلہٗ

۴ ربیع الاوّل ۱۴۱۵ھ

ناشر اوّل

مولانا عبدالرشید صاحب ارشد

مدیر "مکتبہ رشیدیہ" لاہور

انبیاء علیہم السلام کے سارے علوم و معارف وہبی ہوتے ہیں۔ انسانوں میں ان کا کوئی استاد نہیں ہوتا۔ ان کی براہ راست اللہ تعالیٰ رہنمائی فرماتے ہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے پیروکاروں میں بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو بظاہر کم پڑھے لکھے ہوتے ہیں لیکن عشق و محبت الٰہی، سوزِ دروں، اتباعِ سُنّت اور اپنی عملی زندگی کی وجہ سے ایسا روحانی مقام حاصل کر لیتے ہیں کہ بڑے بڑے علماء اُن سے روحانی تربیت حاصل کرتے ہیں۔ امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ایسے سینکڑوں افراد گزرے ہیں جن میں تین شخصیتیں آفاقی شہرت کی حامل ہوئی ہیں۔ ایک مولانا جلال الدین رومیؒ کے شیخ حضرت شمس تبریزؒ، دوسرے شیخ عبدالعزیز دباغ اور تیسرے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ۔

پھر یہ بات بھی عجیب مماثلت رکھتی ہے کہ مولانا رومؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "مثنوی" اپنے مُرشد کے فیض و تربیت سے لکھی اور مولانا رومؒ شمس تبریز کی زبان تھے۔ حضرت حاجی صاحبؒ کو مثنوی سے عشق تھا اور اُن کی زبان بقول اُن کے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند تھے۔

حضرت حاجی صاحبؒ نے (جن کے معارف و حکم پر مشتمل یہ کتاب ہے) شاید کافیہ تک کتابیں پڑھی تھیں لیکن جذب و عشقِ الٰہی کی بدولت اپنے دَور کے نابغۂ روزگار علمائے کرام کے شیخ تھے اور بجا طور پر آپ کو شیخ المشائخ اور شیخ العرب والعجم کہا جا سکتا ہے۔ بعض اہم شخصیتوں کے نام آپ آئندہ ملاحظہ فرمائیں گے۔

"معارفِ امدادیہ" آپ پڑھیں گے تو آپ کو حضرت حاجی صاحبؒ کے مقام کا کچھ اندازہ ہو سکے گا۔ یہاں دو ایک باتیں ملاحظہ فرمائیں۔

مراتبِ یقین مراتبِ یقین تین ہیں: علم الیقین[1] مرتبہ ادنیٰ۔ عین الیقین[2]، مرتبہ وُسطیٰ، حق الیقین[3]، مرتبہ اعلیٰ ہے۔ عین الیقین سے علم الیقین میں جانا حسنات الابرار سئیات المقربین ہے۔ حق الیقین مرتبۂ فناء فی الفناء ہے۔ مثال اس کی یوں ہے کہ علم حرارتِ آتش کا "علم الیقین" اور جب اُس پر اُنگلی رکھی جائے عین الیقین پیدا ہو اور جب لوہے کو خوب آگ میں سُرخ کیا جائے اور اس وقت لوہا اَنَا النّٰار (میں آگ ہوں) کہے، بجا ہے۔ یہ مرتبہ حق الیقین ہے"۔ (بیس بڑے مسلمان ص۹۵)

ایک کشف خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی بھی مکہ معظمہ میں آپ کے تبرک کا بیعت ہوئے۔ خواجہ صاحبؒ حج پر گئے اور وہیں رہنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ حاجی صاحبؒ نے آپ کو اس سے منع کیا۔ خواجہ صاحبؒ نے خود اس کا تذکرہ فرمایا ہے:-

"در ہندوستان عنقریب یک فتنہ ظہور کند شما در ہند خاموش نشستہ باشید۔ تاہم آں فتنہ ترقی نہ کند و در ملک آرام ظاہر شود"۔ (ملفوظات طیبہ ص۱۲۶)	"ہندوستان میں عنقریب ایک فتنہ نمودار ہوگا تم ضرور اپنے وطن واپس چلے جاؤ۔ اگر بالفرض تم ہندوستان میں خاموش بیٹھے رہو گے تو وہ فتنہ ترقی نہ کرے گا اور ملک میں سکون رہے گا"۔

پیر صاحب، حاجی صاحب کے اس کشف کو فتنۂ قادیانی سے تعبیر فرمایا کرتے تھے۔

صوفی محمد اقبال قریشی جنہوں نے ہزارہا صفحات کا مطالعہ کر کے مُنتشر موتیوں کو یکجا کر کے "معارف امدادیہ" کے نام سے پرو دیا ہے، لائق صد تحسین ہیں۔ وہ اس سے قبل "جواہراتِ یعقوبی"، "خیر الافادات" ترتیب دے کر شائع کروا چکے ہیں۔ "معارف امدادیہ" کو جس محنت سے ترتیب دیا ہے یہ اُن کی لگن اور اپنے سلسلہ سے عشق کا نتیجہ ہے۔ یہ اُن کی مہربانی ہے کہ انھوں نے اپنی اس کاوش کو ہمیں عطا فرمایا۔ ادارہ اُن کا ممنون ہے اور اُمید رکھتا ہے کہ وہ آئندہ بھی مکتبہ کو اپنی نوازشات سے محروم نہیں فرمائیں گے۔

عبدالرشید ارشد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارُف

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم ہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ واولیائہ
وبارک وسلّم وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً ہ اما بعدُ!

معارف وحکم اور علوم ومعارف گراں مایہ، ملفوظات سیّد الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ کا اندازہ اکابرین وعلماء کی تقاریظ یا فہرست مضامین پر ایک نظر ڈالنے سے ہوگا۔ لیکن صحیح اندازہ اور حقیقی لُطف مکمل مطالعہ کے بعد ہی حاصل ہوگا جو اس کے مصداق ہوگا:

ع شنیدہ کے بود مانندِ دیدہ

اس لئے اس کے مختصر تعارف کے لئے حضرت مولانا سید نجم الحسن صاحب تھانوی مدظلہم، صدر مرکزی صیانۃ المسلمین لاہور کے وہ تاثرات پیش کرتا ہوں جو انہوں نے مجھے جواہراتِ یعقوبی کے مطالعہ کے بعد تحریر فرما کر ارسال کئے ہیں:

"جب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی قدس سرہٗ (اول صدر مدرس دارالعلوم دیوبند) کے ملفوظات اور کلماتِ حکمت میں اتنا اثر ہے تو اُن کے شیخ اور پیر ومُرشد سیّد الطائفہ حضرت حاجی صاحب کے حکیمانہ و عارفانہ کلماتِ طیّبات میں کتنا ہوگا؟ یقیناً اُن سے زیادہ ہوگا کیونکہ اکثر حضرات مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی قدس سرہٗ بھی اپنے شیخ کے ملفوظات بیان فرماتے تھے۔ وہ تاثرات یہ ہیں ؎

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب گر دلیلت باید از وے رو متاب

کتاب کے مطالعہ سے اطمینان وسکینۂ قلب اور تعلق مع اللہ کی دولتیں غیر

معلوم طریقے سے دل میں گھر کرتی چلی جاتی ہیں اور بفضلہٖ تعالےٰ خاموشی کے ساتھ نہایت آسان طریقے سے انسان اصلاحِ نفس کی راہ پر گامزن ہو جاتا ہے جو پیش خیمہ ہے عملِ صالح اور خاتمہ بالخیر کا۔

اللہ تعالیٰ جامع سلّمہٗ کی اس مخلصانہ خدمت اور کوشش کو شرفِ قبول بخشے اور احقر اور جملہ ناظرینِ کرام کو اس رسالہ سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!"

حقیقت یہ ہے کہ اس رسالہ کی خوبیاں، اوصاف اور فوائد معرضِ تحریر میں آ ہی نہیں سکتے بلکہ مطالعہ کے بعد خود بخود قلب اور رُوح پر کیفیات و حالات کی صورت میں منکشف ہوتے ہیں جن کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا جیسے کسی پھل کی لذت اور مزے کو سمجھانے کے لئے الفاظ ناکافی ہیں۔ مثلاً اگر کوئی چاہے کہ آم کی لذت کو لفظوں میں بیان کرے تو کیا کہے گا؟ آم میٹھا ہے۔ پوچھا جائے گا گُڑ کی طرح، کہے گا نہیں بلکہ اس کی شیرینی بہت لطیف ہوتی ہے۔ پوچھا جائے کہ پھر چینی کی طرح کہے گا یہ بھی نہیں بلکہ اس میں تو خاص قسم کی خوشبو ہوتی ہے۔ پوچھا جائے کہ شہد کی طرح؟ کہے گا یہ بھی نہیں، غرض یہی کہنا پڑے گا کہ میاں کھاؤ تو پتہ چلے کہ کیسا ہوتا ہے؟

بس اسی طرح ان جواہرات کے فوائد اور لطائف کا علم مطالعہ کے بعد ہی ہو گا جو بمنزلہ مشاہدہ کے ہے کہ جیسے آم کو دیکھ لیا۔ اس کے بعد ان ارشادات پر عمل کر کے جو حلاوت اور خیر و برکت نصیب ہو گی وہ گویا آم کھانے کے بعد کی حالت کے مترادف ہے کہ اُس کی لذت اور حلاوت پُوری طرح معلوم ہو گئی اور اب زندگی بھر آم کے عاشق ہو گئے۔ غرض:

ع ذوقِ ایں بادہ ندانی بخدا تا نچشی

اور: ؎

دامانِ نگہ تنگ و گل حُسن تو بسیار — گلچیں بہار تو ز داماں گلہ دارد

اور ؎

ز فرقِ تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم — کرشمہ دامنِ دل مے کشد کہ جا اینجاست

انشاء اللہ مطالعہ کے بعد ایسا ہی محسوس ہو گا۔

الحمد للہ مسودہ ہذا کی تکمیل کے لئے اکابرؒ نے دعائیں بھی فرمائی ہیں۔ چنانچہ وفات سے چند روز قبل حضرتِ اقدس سیدی و مرشدی مولانا خیر محمد صاحب جالندھری قدس سرہٗ بانی خیر المدارس ملتان کو احقر ناکارہ نے لکھا کہ اگر حضور والا اس پر تقریظ تحریر فرماویں تو بندہ مسودہ لے کر ملتان حاضر ہو گا تو اس پر حضرت سیدی علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا:

"میں مطالعہ نہیں کر سکتا لیکن دل سے دعا کرتا ہوں کیونکہ یہ کام اچھا ہے۔"

اسی طرح کی درخواست پر مفتی اعظم پاکستان حضرت اقدس سیدی و مرشدی مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا:

"اب ضعفِ بصارت شدید ہو گیا کہ کوئی اچھا رسالہ پڑھا نہیں جاتا بہرحال دعائے خیر کرتا ہوں۔"

والسلام محمد شفیع عفی عنہ ۲۴/۶/۱۱ھ

رسالہ ہذا کی چند خصوصیات

۱۔ شروع میں سید الطائفہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کی نہایت مختصر مگر جامع سوانح لکھی گئی ہے۔

۲۔ رسالہ ہذا میں اس چیز کا خاص اہتمام کیا گیا ہے کہ ہر ملفوظ پر سرخی قائم کی گئی ہے جسے فہرست میں "عنوان" سے درج کر دیا گیا ہے تاکہ ضرورت پر فہرست کی مدد سے

لہ حال ہی میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مرشدی مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی مدظلہم کا یہ والا نامہ موصول ہوا ہے۔ "عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ! آپ کی مرسلہ دونوں کتابیں معارف گنگوہیؒ و معارف نانوتویؒ وصول ہوئیں۔ اگرچہ اب نگاہ پڑھنے کے قابل نہیں رہی تاہم کچھ کچھ دیکھا دل سے دعا نکلی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مزید خدمت دین کی توفیق اخلاص کے ساتھ عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ معارفِ امدادیہ کی بھی تکمیل فرمادیں۔" والسلام محمد شفیع عفی عنہ جمعہ ۱۱ھ
افسوس کہ مؤلف سلمہ کے مربی و مرشد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب بھی انتقال فرما گئے۔ اگر یہ مجموعہ انکی زندگی میں شائع ہوتا تو وہ مرتب اور ناشر کو بہت دعائیں دیتے۔ (ارشد)

فوراً نکالا جاسکے اور تلاش نہ کرنا پڑے۔

۳۔ اس بات کا بھی خاص اہتمام کیا گیا ہے کہ کوئی ملفوظ دو مرتبہ درج نہ ہو۔ اس کے لئے احقر نے سخت محنت برداشت کی ہے تاہم شاذ و نادر اگر کہیں تکرار ہو تو اس کا عنوان الگ ہے اور تشریح بھی علیحدہ جس کے دوبارہ لکھنے کی ضرورت تھی۔

۴۔ ہر ملفوظ کے آخر میں ماٰخذ کا حوالہ بقیدِ صفحات درج کر دیا گیا ہے تاکہ اشتباہ کی صورت میں اصلی ماٰخذ کی طرف رجوع کیا جاسکے۔

۵۔ احقر ناکارہ نے اس کا ثواب اپنے پیر و مرشد اُستاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری قدس سرہٗ کے لئے وقف کر دیا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ قبول فرمائیں اور حضرتؒ کی برکت سے اس کا نفع عام و فیض تام ہو۔ آمین ثم آمین !

اسکی اشاعت کی توفیق بھی حق تعالیٰ شانہٗ نے اُن ہی کے شاگردِ رشید مولانا عبدالرشید صاحب ارشد مدظلہٗ (فاضل خیر المدارس) مینجنگ ڈائرکٹر مکتبہ رشیدیہ لیمیٹڈ ۳۲ اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور و ایڈیٹر ماہنامہ "الرشید" لاہور کو دی ہے جنہوں نے پہلے "بیس بڑے مسلمان" لکھ کر عظیم خدمت انجام دی اور اب حال ہی میں "الرشید کا دار العلوم دیوبند نمبر" نکال کر ہر دیوبندی پر احسانِ عظیم فرمایا۔ دِل و جان سے دُعا ہے کہ حق تعالیٰ اُن کی خدمات کو شرفِ قبول بخشیں اور ان کی عمر میں برکت عطا فرمائیں اور آئندہ بھی ایسی خدمات کی توفیق بخشتے رہیں۔ آمین ثم آمین !

جو صاحب اس رسالہ سے نفع حاصل فرمائیں وہ احقر سراپا گناہ کو ضرور دُعا میں یاد رکھیں کہ حق تعالیٰ اپنی مرضیات پر چلنے اور نا مرضیات سے بچنے کی توفیق بخشتے رہیں اور شرورِ اعداء و حاسدین سے محفوظ و مصئون رکھیں اور اپنی رحمتِ کاملہ سے خاتمہ بالخیر فرمائیں۔ آمین ثم آمین !

بندۂ ناکارہ۔ طالب دُعائے خیر !

مُحمّد اقبال قریشی عفی عنہ

ناظم مجلس صیانۃ المسلمین ہارون آباد ضلع بہاولنگر

تحریر ۸ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ قبل مغرب پنجشنبہ

مولانا سمیع الحق صاحب

ایڈیٹر ماھنامہ "الحق" اکوڑہ خٹک

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ کے ملفوظاتِ طیبات کی چند اقساط ماہنامہ "الحق" اکوڑہ خٹک میں شائع ہوئی تھیں۔ پہلی قسط کی ابتداء میں خود حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے اپنے نوٹ سے اُسے شائع فرمایا تھا۔

"حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کی ذات والا صفات تمام اکابرِ دیوبند کے لئے سرچشمۂ فیض، مورثِ اعلیٰ اور پورے مکتبِ فکر کے لئے سید الطائفہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، فقیہہِ وقت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حکیم الاُمت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور آخری دَور میں جُنیدِ وقت، نابغۂ عصر شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی جیسے یکتائے رُوزگار اکابر نے حضرت حاجی صاحب مرحوم سے اصلاحِ نفس اور مدارجِ قرب طے کرنے میں رہنمائی حاصل کی۔ ایسے عارفِ کامل اور دانائے بزرگ کے علوم و معارف اس دَور کے علمی و دینی حلقوں کے لئے بلاشُبہ اکسیرِ ہدایت ہیں۔ حکیم الاُمت مولانا تھانوی نے اپنے مواعظ و تصانیف میں جگہ جگہ اپنے مُرشدِ روحانی، حضرت حاجی صاحب مرحوم، حضرت مولانا نانوتویؒ اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب مرحوم کے ارشادات اور ملفوظات بیان فرماتے ہیں۔ محترم مضمون نگار نے معارف تھانویؒ کے بحرِ بیکراں سے ان موتیوں کو سمیٹ کر "الحق"، کے ذریعہ عام کرنا چاہا ہے"...... الی انتہاء

سمیع الحق

(ماخوذ ماہنامہ "الحق" ربیع الاول ۱۳۸۹ھ صـ۴۸)

٭

صاحبزادہ حضرت مولانا محمد شریف صاحب جالندھری قدس سرہٗ

سابق مہتمم خیر المدارس ملتان شہر

مجدد الملت، حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ کو تین بزرگوں سے نہایت ہی خصوصی والہانہ تعلق و شغف تھا :-

۱۔ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالی۔

۲۔ فقیہِ عصر، جُنیدِ وقت حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۳۔ قطبِ دَوراں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

ایک موقعہ پر حضرت حکیم الامت ؒ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے زیادہ کتب بینی کی عادت نہیں کسی نے عرض کیا کہ پھر اتنے علوم و معارف کی نشر و اشاعت و تصنیف کیسے ہوئی ؟ فرمایا کہ مَیں نے صرف تین کتابیں پڑھی ہیں۔ ایک حضرت حاجی صاحبؒ، دوسری حضرت گنگوہیؒ، تیسری حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ۔

واقعی قابلِ اعتماد اور نافع علم کی تحصیل کا اصل طریق صحبت ہی ہے۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ اپنے مواعظ اور ملفوظات کی مجالس میں اولیائے اُمّت کے ارشادات بالعموم اور اکابرِ ثلاثہ کے بالخصوص ذکر فرماتے رہتے تھے۔ ان تین بزرگوں کے ملفوظات نہایت مزہ لے لے کر عجیب کیفیت سے بیان فرمایا کرتے۔ ان حضرات کے یہ جواہرات حضرت حکیم الامتؒ کے مواعظ و ملفوظات میں بکثرت ملتے ہیں۔

مولانا محمد اقبال صاحب قریشی زید مجدہٗ (خلیفۂ ارشد مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی قدس سرہٗ) کو حق تعالیٰ جزائے جزیل عطا فرمائیں کہ نہایت محنت و عرق ریزی کر کے ان ملفوظاتِ منتشرہ کو یکجا جمع کرنے کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں اور حضرت حاجی صاحبؒ کے ملفوظات کا ثواب حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لئے وقف فرمایا ہے۔ مجھے اس کے مطالعہ سے بہت ہی حظ حاصل ہُوا۔ حق تعالےٰ جناب مؤلف صاحب اور قارئین کرام کو ان سے

حظِ وافر عطا فرمائیں اور انہیں اس خدمتِ جلیلہ کی تکمیل کی سعادت سے بہرہ مند فرمائیں۔

اہل اللہ کے ملفوظات کا مطالعہ صحبتِ معنوی ہے جو صحبتِ حسّی کا قائم مقام ہے۔ حق تعالےٰ ہم سب کو ان کے مطالعہ پر دوام اور صحیح اخذ و استفادہ کی توفیق بخشے۔ ع

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

احقر

محمد شریف عفا اللہ عنہ

مہتمم خیر المدارس (رجسٹرڈ) ملتان شہر ۳۰ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ

۱۱ر جون ۱۹۷۵ء

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے اجمالی سوانح

ابتدائی حالات شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رح ۲۲ صفر ۱۲۳۳ھ[1] (مطابق ۱۸۱۴ء) بروز پیر قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ننہال نانوتہ میں تھی لیکن آبائی وطن ضلع مظفر نگر کا مشہور قصبہ تھانہ بھون تھا۔ والد ماجد کا اسم گرامی حافظ محمد امین اور والدہ ماجدہ کا بی بی حسینی (بنت شیخ علی محمد صدیقی نانوتوی) تھا۔ والد ماجد نے آپ کا نام نامی امداد حسین رکھا تھا۔ لیکن حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلویؒ نے بدل کر "امداد اللہ" رکھ دیا۔ تاریخی نام ظفر احمد ہے۔ کہیں کہیں مصالح کی بناء پر اپنا نام عبدالکریم بھی استعمال فرمایا ہے۔ آپ کے چار بھائی اور ایک بہن تھی۔ سب سے بڑے بھائی ذوالفقار علی، منجھلے فدا حسین، تیسرے خود حضرت، سب سے چھوٹے بہادر علی اور ہمشیرہ بی بی وزیر النساء تھیں۔

تعلیم و تربیت ابتدائی عمر میں قرآن پاک حفظ کرنا شروع فرمایا۔ کئی حافظوں کو استاد بنایا مگر ہندوستان سے ہجرت کے بعد ۱۲۵۸ھ میں قیام مکہ معظمہ کے دوران قرآن پاک حفظ فرمایا۔ ۱۲۴۹ھ میں مولانا مملوک علی صاحب (صدر علوم شرقیہ دِلّی کالج) کے ہمراہ دہلی کا سفر کیا تو اسی زمانے میں فارسی کی چند کتابیں پڑھیں اور صرف ونحو کا بھی علم حاصل کیا۔ علوم ظاہری کی آپ تکمیل نہ فرما سکے۔ مگر حق تعالیٰ شانہٗ نے

---

[1] "تذکرۃ الرشید" میں تاریخ پیدائش سن ۱۲۳۰ھ لکھی ہے مگر "اردو ڈائجسٹ" بابت جنوری فروری ۱۹۷۶ء میں مقبول جہانگیر صاحب نے عمر شریف کا حساب کر کے ۱۲۳۳ھ نکالی ہے جو زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔ بندہ احقر قریشی غفرلہٗ

اس کے عوض آپ کو جو علمِ لدنی عطا فرمایا اس کے اندازہ اگلے مقالہ یا رسالہ ہذا کے مطالعہ کے بعد آپ پر واضح ہو گا۔

مولانا رحمت علی تھانوی سے تکمیل الایمان کی قرأت آغذ کی اور حضرت منشی عبدالرزاق صاحب جھنجھانوی سے مثنوی شریف پڑھی جو خاتم مثنوی حضرت مفتی الٰہی بخش صاحب جھنجھانوی کے صاحبزادہ کے مثنوی میں شاگرد تھے۔

نکاح حضرت حاجی صاحب نے تین نکاح فرمائے۔ اوّل جناب بی بی خدیجہ صاحبہ، یہ بی بی مکہ معظمہ میں رہتی تھیں۔ دوسرا بی بی خیر النساء۔ یہ بی بی تھانہ بھون کی تھیں۔ انہوں نے بھی مثنوی مولوی عبدالرزاق صاحب سے پڑھی تھی۔ بی بی خدیجہ کے انتقال کے بعد احباب نے نکاح کا مشورہ دیا تو فرمایا تھانہ بھون کی بی بی خیر النساء اگر منظور کر لیں تو مضائقہ نہیں۔ اتفاق سے یہ تھانہ بھون پہنچ گئیں اور نکاح ہو گیا۔ ان کی بینائی اور اعضاء کے جواب دینے کے بعد بی بی اُمتہ اللہ جو حضرت حاجی صاحب سے بیعت تھیں اور خانگی خدمت انجام دیتی تھیں، حضرت حاجی صاحب کی آمد پر ہاتھ پکڑ کر اوپر لانا چاہتیں تو حضرت فرماتے۔ ہیں! ہیں! کیا کرتی ہو اجنبی مرد کو ہاتھ لگاتی ہو۔ انہوں نے ایک مرتبہ عرض کیا۔ حضرت کو تو خدمت کی حاجت ہے اور مجھ سے اجنبیت ہے تو بے تکلف خدمت کے لئے مجھ سے نکاح کر لیجئے۔ چنانچہ حضرت حاجی صاحب نے اُن سے نکاح فرمالیا۔ یہ دونوں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے وقت بقیدِ حیات تھے۔

حج بیت اللہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے پہلا حج ۱۲۶۱ھ میں ادا فرمایا تھا۔

تصانیف اوراد و اشغال کے بیان میں رسالہ ضیاء القلوب تالیف فرمایا جو مقبولِ خواص و عام ہے۔ اس کا عربی اور اردو میں بھی ترجمہ کیا گیا ہے اور کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ ارشادِ مُرشد، فیصلہ ہفت مسئلہ، اور وحدت الوجود بھی آپ کی تالیفات ہیں۔ نظم پر بھی آپ کو قدرت تھی۔ چنانچہ نظم میں آپ کے رسائل تحفتہ العشاق، گلزارِ معرفت، رسالہ دردِ غمناک، جہادِ اکبر اور نالۂ امداد غریب جسکا

عوام اور علماء بصد شوق مطالعہ کرتے ہیں۔

اصلاح احوالِ نفس کے لئے آپ طالب کے لئے دینی کتب کا مطالعہ ضروری سمجھتے تھے۔ اس سلسلے میں جہاں خود تالیفات فرمائیں وہاں حضراتِ سلف کی چند مفیدِ عام تصانیف کا ترجمہ قطبِ عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ گنگوہی اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے بھی کروایا۔ چنانچہ اکسیر فی اثبات التقدیر اور امداد السلوک کا ترجمہ آپ ہی کے حکم سے کیا گیا ہے۔

مثنوی شریف کا مختصر حاشیہ خود تحریر فرمایا تھا جس کی مدد سے حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے مثنوی شریف کی مکمل شرح کلید مثنوی کے نام سے تحریر فرمائی۔ حضرت حکیم الامت فرماتے تھے کہ بڑے سے بڑے اشکال کا جواب آپ کے چند حرفی حاشیہ سے ہو جاتا ہے جس کے بعد مزید مطالعہ کی ضرورت نہیں پڑتی۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے مکتوبات کا مجموعہ "مکتوباتِ امدادیہ" کے نام سے شائع فرمایا تھا۔

بیعت و سلوک

پہلے آپ نے حضرت شاہ نصیر الدین صاحب دہلویؒ خلیفہ حضرت شاہ محمد آفاق صاحبؒ سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت فرمائی۔ لیکن تکمیل سے قبل ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد اشارۂ غیبی کی بناء پر حضرت میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانوی قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے اور سلسلہ اربعہ میں خرقۂ خلافت اور اجازت نامہ حاصل کیا۔

جہادِ آزادی میں حصّہ

۱۸۵۷ء کی جہادِ آزادی میں حصّہ لیا بلکہ آپ کو اس کا امام مقرر کیا گیا مگر بد قسمتی سے یہ تحریک کامیاب نہ ہو سکی اور قصبۂ تھانہ بھون جو تحریک کا مرکز تھا تباہ و برباد کر دیا گیا اور اس پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا تو آپ نے ہجرت کا مصمم ارادہ کر لیا اور عازم بیت اللہ ہوئے۔

قیامِ مکّہ معظمہ

آپ نے اپنی زندگی کے آخری چالیس سال بیتُ اللہ کے پڑوس میں بسر فرمائے اور حارۃ الشاب میں اُس مکان میں قیام

فرمایا جہاں کبھی شیخ اکبرؒ رہا کرتے تھے۔ مکہ معظمہ میں آپ کا شغل احباب و متوسلین کے درخواست پر مثنوی شریف پڑھانا تھا۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے بھی مکہ معظمہ ہی میں آپ سے مثنوی شریف پڑھی تھی۔

اولاد | آپ سے صلبی اولاد کوئی نہیں ہوئی۔

خلفاء و مجازین | آپ نے بظاہر علومِ ظاہری کی تکمیل نہیں فرمائی تھی لیکن بڑے بڑے متبحر علماء نے آپ سے اصلاحِ نفس کے لئے رجوع کیا اور مستفیض ہوئے۔ چنانچہ آپ نے ۴۲ حضرات کو بیعت و تلقین کی اجازت فرمائی تھی جس میں بڑے بڑے متبحر علماء شامل ہیں۔ چنانچہ آپ کے مشاہیر خلفاء مجازین میں امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ، استاذ العلماء حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نانوتوی، حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھانویؒ، حضرت مولانا محب الدین صاحبؒ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوریؒ اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین شامل ہیں۔

وصال مبارک | حضرت حاجی صاحبؒ خلقۃً کچھ نحیف و ضعیف واقع ہوئے تھے، اس پر ریاضات اور مجاہدات، تقلیلِ طعام و منام اور کثرتِ ہجومِ خواص و عوام نیز شورش باطنی نے مزید نحیف و نزار کر دیا۔ آخری ایام میں اسہال شروع ہو گئے اور ۱۲ رجمادی الآخر ۱۳۱۷ھ بوقت صبح صادق بروز چہار شنبہ اپنے محبوبِ حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے مادۂ تاریخ وفات حَتّٰی دَخَلَ الْخُلْدَ سے نکالا ہے اور جنت المعلٰی میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ الباری کے آخری آرامگاہ کے ساتھ آپ کو سپردِ خاک کر دیا گیا ع پیوندِ خاک زہد و سخا ہوں ہزار حیف

(نوٹ: یہاں کوئی مفصل سوانحعمری لکھنے کا موقع نہیں صرف اجمالی تعارف مقصود تھا۔ مزید تفصیل کیلئے مولانا انوار الحسن صاحب شیر کوٹی کی "حیات امدادیہ" یا برادرم مولانا عبدالرشید ارشد صاحب مدظلہ، مدیر ماہنامہ "الرشید" لاہور کی کتاب "بیس بڑے مسلمان" میں حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کا تذکرہ ملاحظہ فرمائیں۔"

محمد اقبال قریشی غفرلہ

شیخ العرب والعجم ـــــ راوی ملفوظات کی نظر میں

اس مختصر مضمون میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے ارشادات کی روشنی میں حضرت حاجی صاحبؒ کا مختصر تعارف اور شیخ و مُرید کے باہمی تعلقات اُنس و محبت وغیرہ بیان کئے گئے ہیں۔

شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ اگرچہ اصطلاحی عالم نہ تھے لیکن حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ فقیہ ملت حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ، استاذ العلماء حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ، حکیم الامت مجدد الملت، محی السنتہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ، رئیس الاحرار شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بحرِ ذخار علماء اور اکابر کے پیر و مُرشد اور ہادی تھے۔ ڈاکٹر علامہ اقبال مرحوم نے غالباً اسی لئے فرمایا ہے ؎

علم کی حد سے پرے بندۂ مومن کیلئے لذتِ شوق بھی ہے نعمتِ دیدار بھی ہے

کسی نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ سے پوچھا کہ کیا حضرت حاجی صاحب مولوی تھے؟ آپ نے جواباً فرمایا کہ مولوی گر (یعنی مولوی بنانے والے) تھے۔[۱] مرشدنا حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے تھے کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے تو صرف کافیہ تک پڑھا تھا اور ہم نے اتنا پڑھا ہے کہ ایک کافیہ اور لکھ دیں۔ مگر

---

[۱] ارواح ثلاثہ صد ۲۲۱۔ ۱۲

حضرت کے علوم ایسے تھے کہ آپ کے سامنے علماء کی کوئی حقیقت نہ تھی ہاں اصطلاحات ضرور نہیں بولتے تھے۔ اسی لئے حضرت[1] مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں علم[2] کی وجہ سے حضرت حاجی صاحبؒ کا معتقد ہوا ہوں۔ حضرت سعدیؒ نے سچ کہا ہے ؎

درکنز و ہدایہ نتواں یافت خدا را   آئینۂ دل بین کہ کتابے بہ ازیں نیست

طالبین سے شفقت و محبّت

حضرت حاجی صاحبؒ نہایت شفقت اور محبت سے طالبین کی تربیت فرماتے تھے۔

آپ کے یہاں ظاہری محاسبہ نہ تھا اور نہ کبھی سختی یا ڈانٹ ڈپٹ کرتے تھے مگر برکت ایسی تھی کہ از خود اصلاح ہو جاتی تھی۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ آپ[1] نے مریدوں اور معتقدوں سے اتنی شفقت کرنے والا شیخ میں نے نہیں دیکھا اور یہ شعر پڑھتے تھے ؎

ہم نے اُلفت کی نگاہیں دیکھیں   جانیں کیا چشمِ غضب ناک کو ہم

اس لئے آپ کی وفات کے بعد[3] حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ بار بار آپ کو یاد کرکے فرماتے تھے کہ ہائے رحمۃ للعلمین، ہائے رحمۃ للعلمین[4]

---

[1] کوثر العلوم ص۳۵ ۱۲ [2] حضرت حاجی صاحبؒ کے علم کے لئے اس کتاب کا ملفوظ نمبر ۲ تا ۴ دیکھئے۔ ۱۲ [3] الاتفاق ص۳۱ ۱۲

[4] "رحمۃ للعالمین" ان معنی کر کے کہ وہ اپنے عصر کے تمام بڑے علماء کے شیخ تھے، جیسے کہا جاتا ہے کہ "موت العالِم موتُ العالَم" (عالم کی موت جہاں کی موت) یا جیسے پیر مہر علیشاہؒ کو "مہر منیر" میں جگہ جگہ قبلۂ عالم لکھا ہے۔ اور بانیٔ جماعت اسلامی جب امریکہ سے علاج کرا کے واپس آئے تو اُن کے عقیدتمندوں نے ہزاروں کے جلسہ میں ان کی (سید ابوالاعلیٰ مودودی) موجودگی میں "شاہوں کے شاہ" کا بار بار نعرہ لگایا۔ یا علامہ اقبال نے ایک بزرگ کی وفات پر مادۂ تاریخ "وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین" نکالا۔ ایک زمانہ میں مولانا ابوالکلام آزاد کے نام کے ساتھ قائد اعظم کا لقب لکھا جاتا تھا جو بعد میں بانیٔ پاکستان کے لئے مخصوص ہو گیا حالانکہ قائد اعظم تو صرف حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن یہ تاویل کیجاتی اور کیجا سکتی ہے کہ اسطرح کے الفاظ جب بولے جاتے ہیں تو ممدوح کا زمانہ مراد ہوتا ہے خود قرآن پاک میں اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کے متعلق فرمایا "فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ" اسپر تقریبًا سب مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے بنی اسرائیل مراد اپنا زمانہ مراد ہے۔ (ارشد)

طالبین کو حضرت حاجی صاحب سے تعلق رکھنے سے بے حد استفاضہ

حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے فرمایا[1] جو حالات اور جگہ برسوں کے مجاہدہ میں بھی پیدا نہیں ہوتے ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ کے یہاں بفضلہٖ تعالےٰ ہفتوں میں حاصل ہو جاتے ہیں۔ نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو بلاواسطہ[2] حضرت سے بیعت ہوا اس کا بفضلہٖ تعالےٰ خاتمہ بہت اچھا ہوتا ہے یہاں تک کہ بعض متوسلین کو مرید ہونے کے بعد بھی دُنیا دار ہی رہے لیکن ان کا خاتمہ بفضلہٖ تعالےٰ اولیاء اللہ کا سا ہوا۔

حضرت حاجی صاحب کا مقام اکابر کی نظر میں

حضرت شیخ المشائخ نے انیسویں صدی کے حالات سے متاثر ہو کر روحانیت اور سیاست کی امتزاج سے ایک ایسی جماعت قائم کی جو ایک طرف بزمِ علم و عرفان اور رُشد و ہدایت کی روشن شمع تھی تو دوسری طرف جنگ و پیکار اور میدانِ سیاست کی شہسوار تھی۔ گذشتہ پوری ایک صدی میں اس جماعت نے اپنے علم و عمل اور اصلاح و ہدایت کے ساتھ ساتھ ۱۸۵۷ء سے لیکر ۱۹۴۷ء تک حصول آزادی کے ملک و ملت کی زبردست خدمات سرانجام دیں[3]۔"

بنابریں حضرت حکیم الامتؒ آپ کو صدیقِ اعظم اور امامِ[4] وقت کہا کرتے تھے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ[5] نانوتویؒ نے بھی شجرہ عالیہ چشتیہ امدادیہ میں آپ کے متعلق فرمایا ہے ؎

بحقِ مقتدائے عشق بازاں	رئیس پیشوائے مقتدایاں
امامِ راست بازاں شیخ عالم	ولیٔ خاص صدیقِ معظم
شہِ والا گہر امدادُ اللہ	کہ بہر عالم است امداد اللہ

حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ[6] مولانا گنگوہیؒ، حضرت حافظ محمد ضامن صاحبؒ

---

[1] اشرف السوانح جلد دوم صہ ۱۵۶ ۱۲ [2] ایضاً جلد ۳ صہ ۱۴۳ ۱۲ [3] بیس بڑے مسلمان [4] سواۃ الحزین صہ ۱۹ ۱۲
[5] استمرار التوبہ صہ ۳۲ ۱۲ [6] مناجات مقبول صہ ۲۲۴ ۱۲ [7] ارواحِ ثلاثہ صہ ۲۲۵ ۱۲ ❖

کی بہت تعریف فرما رہے تھے۔ بعد میں فرمایا مگر جو بات اس شخص (حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ) میں تھی کسی میں نہ تھی۔ حالانکہ گفتگو سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ حضرت حافظ صاحبؒ کو ترجیح دے رہے ہیں۔

قطب عالم حضرت[1] مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے پاس جب حضرت حکیم الامت تشریف لے جاتے تو حضرت گنگوہیؒ فرمایا کرتے کہ جب تم آتے ہو تو قلب زندہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب حضرت حکیم الامت پہنچتے تھے تو حضرت حاجی صاحبؒ کا ذکر بکثرت ہوتا کیونکہ مولانا جانتے تھے کہ اس نے حضرت حاجی صاحبؒ کی زیارت کی ہے اور یہ حضرتؒ کے حالات سُن کر مسرور ہوگا۔ حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا کہ اتنا بڑا شخص[2] (حضرت گنگوہیؒ) جو خود امامِ وقت ہوا تنے تھوڑے پڑھے بزرگ یعنی قطبِ عالم حضرت حاجی صاحبؒ کا ایسا معتقد ہو جائے۔

نیز فرمایا حضرت[3] حاجی صاحبؒ پر آج کل کے نوجوان مولوی اعتراض کرتے ہیں اور حضرت مولانا گنگوہیؒ حالانکہ امامِ وقت[4] تھے مگر کبھی آپ کی زبان سے اعتراض نہیں نکلا اور اعتراض تو کیا مولانا تو بالکل عاشقِ فانی تھے۔ ایک دفعہ مولوی صادق الیقینؒ سے فرمانے لگے کہ فلاں صاحب نے کیسی بُری بات کہی کہ حضرت تو بدعتوں میں مبتلا ہیں۔ ہماری نسبت تو قطع ہو گئی۔ دیکھو کیسی رنج کی بات ہے؟ بھلا ان باتوں سے نسبت قطع ہوتی ہے۔ بھلا حضرت حاجی صاحبؒ بدعتی ہیں؟ حضرت حکیم الامتؒ نے مرض الوفات ۲۰ رجمادی الاول ۱۳۶۲ھ کو فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ حجۃ اللہ فی الارض اور ظل اللہ فی الارض تھے۔ مگر میں کہتا ہوں چاہے کوئی دعویٰ سمجھے کہ اس کو سب نے سمجھا۔ سب نے نہیں۔ ہاں جن لوگوں کو انہوں نے سمجھنا چاہا، اللہ تعالےٰ نے اُن کی مراد پوری فرما دی۔

یُوں تو ہر ملفوظ حضرت حاجی صاحبؒ کی بلند پایہ شخصیت کی غمازی کرتا ہے،

---

[1] ارواحِ ثلاثہ صـ ۳۴۸ ۱۲ [2] ایضاً ۱۲ [3] ایضاً صـ ۳۵۱ ۱۲

[4] اشرف الملفوظات فی مرض الوفات خاتمۃ السوانح صـ ۲۲

چند ملفوظات کی طرف ہم نشاندہی کرتے ہیں جن سے حضرت حاجی صاحبؒ کے اخلاقِ حسنہ کا اندازہ ہوتا ہے:۔

(شانِ تحقیق و کمال) ملفوظ ۶ تا ۹ و ۶۴، ۸۱ (برکت) ملفوظ ۳۱ تا ۳۶۔ (شانِ عبدیت) ملفوظ ۱۱ تا ۲۵ (غیبت سے اظہارِ نفرت) ملفوظ ۱۴ تا ۱۸۔ (فراست) ملفوظ ۴۲ و ۴۳ و ۵۵ (شفقت) ملفوظ ۸۷ (اخلاقِ حسنہ) ۹۸ (امام مثنوی) ملفوظ ۱۰۹ تا ۱۱۱ (واقعہ بیعت) ملفوظ ۸۵ (کسی کی دل شکنی نہ فرمانا) ملفوظ ۶۲ و ۹۸ (جامعیت) ملفوظ ۱۱۶ (جن پر حکومت) ملفوظ ۶۷۔

حضرت حاجی صاحبؒ کا حضرت حکیم الامتؒ سے خصوصی برتاؤ

حضرت حاجی صاحبؒ کو حضرت حکیم الامتؒ سے بے حد محبت تھی۔ ۱۹ برس کی عمر میں جب آپ اپنے والد صاحب کے ساتھ حج کو تشریف لے گئے تو بیعت فرمالیا اور فرمایا کہ چھ ماہ میرے پاس رہ جاؤ۔ لیکن آپ کے والد صاحب نے مفارقت گوارہ نہ کی۔ اس لئے حضرت حاجی صاحبؒ نے واپسی کی اجازت فرمادی۔ اس کے بعد ۱۳۱۰ھ آپ دوبارہ اپنے شیخ کے پاس تشریف لے گئے تو حضرت بہت مسرور ہوئے۔ آپ کو حضرت حکیم الامتؒ کا اتنا خیال تھا کہ دورانِ قیامِ مکہ جب حضرت حکیم الامتؒ کو اپنے عیال کے لئے تبدیلِ مطوف کی ضرورت ہوئی کیونکہ ناواقفی سے ایک اجنبی کو مطوف کرلیا تھا۔ اس لئے حضرت حکیم الامت کو شیخ المطوفین کے پاس جانا پڑا جو بہت بد دماغ مشہور تھا۔ واپسی پر حضرت حاجی صاحبؒ نے سوال کیا کہ وہ کس طرح پیش آیا؟ حضرت حکیم الامتؒ نے عرض کیا کہ حضرتؒ کی دعا اور توجہ کی برکت سے بہت اخلاق سے پیش آیا۔ یہ سن کر حضرت حاجی صاحبؒ بہت مسرور ہوئے۔ غایت شفقت کی بناء پر حضرت حاجی صاحبؒ نے دور کا رشتہ بھی بتلایا

---

[۱] اشرف السوانح ص۲۵ ج ۱ - ۱۲ [۲] ایضاً ص ۲۹۲ ج ۱ - ۱۲ [۳] ایضاً ص ۲۰۳ ج ۱ - ۱۲
[۴] ایضاً ص ۳۰۶ جلد ۱ - ۱۲

اور اپنا پوتا فرمایا کرتے۔ لیکن چونکہ روحانی کے مقابلہ میں اس کی کوئی حقیقت نہیں اس لئے حضرت حکیم الامتؒ کو نہ اس سے دلچسپی ہوئی نہ تفصیل یاد رہی۔

ایک[1] دفعہ فرمایا کہ اگر اب میں تھانہ بھون جاؤں کو کہاں ٹھہروں پھر خود ہی فرمایا کہ اشرف علی کے یہاں ٹھہروں۔ دورانِ قیامِ مکہ حضرت بڑی پیرانی صاحبہ (اہلیہ حضرت حکیم الامتؒ) مع اپنی خالہ کے مکہ معظمہ پہنچ گئیں تو خالہ صاحبہ نے حضرت حکیم الامت کی اولاد کے لئے حضرت[2] حاجی صاحبؒ سے دُعا کی درخواست کی۔ حضرت نے باہر آکر حضرت حکیم الامتؒ سے فرمایا کہ تمہاری خالہ مجھ سے دُعا کے لئے کہتی تھیں سو دُعا تو میں نے کر دی لیکن بھائی میرا تو جی یہی چاہتا ہے کہ جیسا میں ہوں ویسے ہی تم رہو۔ پھر دیر تک اس زمانہ میں اولاد کی خرابیاں بیان کرتے رہے۔ حضرت حکیم الامت نے عرض کیا جو حالت حضرت کو پسند ہے وہی حالت میں اپنے لئے پسند کرتا ہوں۔ یہ سُن کر حضرت مسرور ہوئے کہ صحیح جانشین مل گیا۔ حضرت حاجی صاحب حضرت حکیم الامتؒ سے فرمایا کرتے۔ بس[3] تم پورے پورے میرے طریق پر ہو۔ جب کوئی تحریر یا تقریر دیکھنے یا سُننے کا اتفاق ہوتا تو خوش ہو کر فرمانے لگتے۔ جزاکم اللہ تم نے تو بس میرے سینہ کی شرح کر دی۔ اگر دورانِ علوم و معارف کوئی کچھ سوال کرتا تو بجائے خود جواب دینے کے حضرت حکیم الامت کی طرف اشارہ فرما دیتے کہ ان سے پُوچھ لینا۔ یہ اچھی طرح سمجھ گئے ہیں۔ حالانکہ حضرت حکیم الامتؒ فرماتے کہ غایتِ ادب کی وجہ سے حضرت کے سامنے ہمیشہ خاموش رہتا تھا اور بہت کم کبھی ضرورت کے وقت بولنے کا اتفاق ہوتا تھا۔ حضرت حاجی صاحبؒ کی فرمائش پر حکیم الامتؒ نے "اکسیر فی اثبات التقدیر" کا ترجمہ دورانِ قیامِ مکہ ہی کیا تھا۔ حضرت حاجی صاحبؒ ہر لفظ ترجمہ سُنتے اور مقدار کی زیادتی پر فرماتے کہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے وقت میں برکت رکھی ہے۔ حضرت[4] حاجی صاحبؒ نے اپنا کتب خانہ بھی حضرت حکیم الامتؒ

---

[1] اوج قنوج ص ۳۵ ۱۲ [2] اشرف السوانح ص ۳۰۳ جلد ۱ و حیات اشرف ص ۶۵ ۱۲
[3] اشرف السوانح ص ۱۹۳ ج ۱ ۱۲ [4] ایضاً ص ۲۹۴ ج ۱ ۱۲

کے حوالے کرنا چاہا لیکن حضرت حکیم الامتؒ نے غلبۂ فیضِ روحانی کے باعث عرض کیا۔ حضرت کتابوں میں کیا رکھا ہے؟ اس کو لے کر کیا کروں گا۔ اپنے سینۂ مبارک سے کچھ دولت عطا فرمائیے۔ یہ سُن کر حضرت حاجی صاحب کو جوش آگیا اور فرمایا سچ تو ہے کتابوں میں کیا رکھا ہے ؎

صد کتاب و صد ورق در نار کن سینہ را از نورِ حق گلزار کن

چونکہ حضرت حکیم الامتؒ نے غلبۂ حال میں انکار فرمایا تھا اس لئے حضرت حاجی صاحبؒ نے اس حال کی رعایت سے بالکل اصرار نہ فرمایا لیکن کچھ عرصہ بعد ایک رئیس عازمِ ہندوستان ہوئے تو انہوں نے وہ کتب روانہ بھیجنا چاہا لیکن بعض حاسدینِ حضرت حکیم الامتؒ نے ان کتابوں کا وقف نامہ جس میں حاجی صاحب کی خُفیہ مہر ثبت کرلی تھی پیش کر دیا۔ اس لئے حضرت حاجی صاحبؒ مجبور ہو گئے لیکن بار بار یہی فرماتے رہے کہ مجھے وقف کرنا یاد نہیں۔

مرضِ وفات میں مولوی محمد سعید صاحب کیرانویؒ کو وصیت فرمائی کہ وہ کتابیں حضرت حکیم الامتؒ کو بھیج دیں۔ اگر حضرت حکیم الامت نہ لینا چاہیں تو کتابیں مدرسہ صولتیہ میں رہیں۔ چنانچہ آپ کی وفات کے بعد مولوی صاحب موصوف نے خط لکھا جو گُم ہو گیا۔ چنانچہ سب کتب مدرسہ میں ہی رہیں۔ بعد اطلاع حضرتؒ نے فرمایا کہ اگر خط مجھے مِل جاتا تو مَیں بھی یہی تجویز کرتا۔ حق تعالیٰ نے از خود حضرت حکیم الامتؒ کی مُراد پوری فرما دی۔

حضرت حاجی صاحبؒ حضرت حکیم الامت کی بے حد قدر فرماتے تھے۔ حضرت حکیم الامت کا مقام حضرت حاجی صاحب کے ہاں کیا تھا؟ مکتوباتِ امدادیہ سے مکتوب ۳۸ نقل کرتا ہوں۔ ناواقف یہ دیکھ کر یقین نہیں کر سکتا کہ حضرت حاجی صاحبؒ حضرت کے پیر و مرشد تھے اور یہ شیخ کا خط مُرید کے نام ہے۔

"۱۶ رمضان المبارک۔ بخدمت فیض درجت عمدۃ السالکین تحیۃ الواصلین

---

[۱] اشرف السوانح ص ۳۱۹ ج ۱۔ ۱۲

حضرت العالم الحاج القاری الشاہ محمد اشرف علی التھانویؒ ادام اللہ عرفانہ ومحبتہ'۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ !
خط آپ کا پہنچا۔ نہایت مسرت حاصل ہوئی اور قلب کو فرحت' اللہ تعالےٰ آں عزیز کو ترقی ظاہر و باطن عطا فرمائے اور خلق اللہ کو مستفید بفوائد صوری ومعنوی کرے۔ آمین ! انشاء اللہ میں ہر وقت دُعا کرتا ہوں کہ آپ سے خلقتِ کثیرہ کو فائدہ پہنچے گا اور سلسلہ جاری رہے گا۔ مہر و مدرسہ ومسجد وحجرہ کے احوال سے نہایت خوشی ہوئی۔ وقت آخر ہے۔ دُعائے خاتمہ بالخیر کا طالب ہوں۔ کُتبِ کثیرہ یہاں موجود ہیں۔ مستحسن یہ ہے کہ اگر ہوسکے تو ایک دفعہ یہاں تشریف لائیں کہ اس بہانہ سے مُلاقات ہوجائے اور کُل کتابیں اپنے ہمراہ لیتے جائیں، والّا بالضرور کسی کے ہمراہ روانہ کردوں گا۔"

حضرت[1] تھانویؒ کی تجدیدی مساعی اور آپ کے فیض کا اطرافِ ہند میں پھیلنا حضرت حاجی صاحبؒ کے ارشاد کی کُھلی دلیل[2] ہے۔ غالباً حضرت حکیم الامتؒ نے اپنی وفات سے ایک روز پہلے اسی بشارت کی طرف اشارہ فرمایا۔ چنانچہ فرماتے ہیں میں نے تو اپنے آپ کو مواشی سے بھی بدتر اور کمتر سمجھا لیکن حضرت حاجی صاحب کی جوتیوں کی برکت سے مجھے اوّل یوم ہی وہ بات نصیب ہوگئی کہ حضرتؒ نے ایک بشارت دی جس کو میں نے اس لئے کبھی ظاہر نہیں کیا کہ گالیاں پڑیں گی۔ بڑے بڑے اکابر کا

---

[1] (بقول خلیق احمد نظامی، مؤلف "تاریخ چشت") باطنی اصلاح و تربیت کے لئے اُنیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے شروع میں دو بزرگوں کی کوششیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ، حاجی امداد اللہ صاحب کے خلیفہ تھے، نصف صدی سے زیادہ انھوں نے ایک پرانے قصبہ کی ایک کہنہ مسجد کے گوشہ میں بیٹھ کر مسلمانوں کی زندگی کے مختلف گوشوں میں اصلاح کا کام کیا (آگے حضرت مولانا محمد الیاسؒ کا ذکر ہے۔)

[2] وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ؕ

[3] خاتمۃ السوانح صـ۱۲۔

نام لے کر فرمایا، جن کی جُوتیوں کے برابر بھی میں اپنے آپ کو نہیں سمجھتا کہ یہ اُن سے بھی بڑھ چلے ہیں۔ مَیں نے ہمیشہ اس کو آئندہ کے لئے بشارت سمجھا، تو اب تک تو اس قابل میری حالت نہیں ہوئی۔

حضرت حکیم الامتؒ کی حضرت حاجی صاحبؒ سے محبّت اور اپنے کمالات کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرنا

حضرت حکیم الامت فرماتے تھے کہ حضرت[1] حاجی صاحبؒ کے ادنیٰ تذکرہ سے بھی میرے اندر ایک ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ مَیں اس وقت اپنے حواس میں نہیں رہتا، گو دیکھنے والوں کو پتہ نہ چلے مگر مجھ پر تو وہ حالت طاری ہوتی ہے جس کا مجھے خوب اندازہ ہے۔ اسی[2] لئے مشتاق احمد صاحب پٹواری نے جب حضرت حکیم الامت سے درخواست کی کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے حالات اس قدر رفیع ہیں کہ قابو میں نہیں آتے۔ اس لئے آپ کچھ لکھئے۔ اس پر حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا کہ ہمیں یہ پتہ بھی نہ تھا کہ اور لوگ بھی حضرت کے حالات کو اس درجہ کا سمجھتے ہیں اور امداد المشتاق (حضرت حاجی صاحبؒ کے سوانح حیات) تحریر فرمائی۔

حضرت حکیم الامت کو حضرت حاجی صاحب سے اس قدر محبّت تھی کہ دورانِ[3] قیامِ مکہ آپ زیارت کے لئے خلوت کے وقت میں ہی پہنچ گئے اور غایت اشتیاق کا عذر کر کے معذرت کی کہ مَیں اس وقت خلوت میں مخل ہُوا۔ حضرت حاجی صاحب نے غایت خصوصیت کی بناء پر فرمایا ؏

خلوت از اغیار نہ از یار

حضرت حکیم الامت اپنی ہر نعمت کو حضرت حاجی صاحبؒ کی جُوتیوں کی برکت فرماتے۔[4]

---

[1] اشرف السوانح ص۲۱ ج ۱ و خاتمۃ السوانح ص۱۹۵ [2] ارواح ثلاثہ ص۱۲۱ - ۱۲
[3] اشرف السوانح ص۳۱ ج ۱ خاتمۃ السوانح ص۱۹۵ ۱۲ [4] ایضاً ص۱۵۶ ج۲ - ۱۲

کبھی اپنی طرف منسوب نہ کیا۔ چنانچہ وفات سے ایک روز قبل کا ارشاد پچھلی سُرخی کے آخر میں نقل ہو چکا ہے۔ حضرت حکیم الامت نہایت وثوق سے فرمایا کرتے کہ مجھے اپنی حالت خُوب معلوم ہے۔ آخر حضرت[1] حاجی صاحبؒ کی خدمت میں حاضری کے قبل بھی تو میں تحصیلِ علوم اور مدرسی کئے ہُوئے تھا لیکن وہ باتیں جو حضرت[1] حاجی صاحب کی خدمت میں حاضری کے بعد ذہن میں آنے لگیں وہ اس سے پہلے کبھی خواب و خیال میں بھی نہ آتی تھیں، یہ حضرت حاجی صاحب کا فیض نہیں تو اور کیا ہے؟ غرض حضرت حکیم الامت اپنے سارے کمالات کو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہی طرف منسوب فرماتے تھے۔

حضرت حکیم الامتؒ خود[1] بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت حاجی صاحبؒ کے ملفوظات اور حالات بیان کر رہا تھا۔ اسی جلسہ میں ایک وکیل صاحب حضرت حاجی صاحبؒ کے معتقد بیٹھے تھے جو بہت مزے لے رہے تھے اور ایک حالت طاری تھی (اس سے حضرت حاجی صاحبؒ کے ملفوظات کے اثر کا اندازہ لگائیے) انہوں نے اسی حالت میں مجھے مخاطب کر کے یہ شعر پڑھا ؎

تُو منوّر از جمال کیستی　　　تو مکمّل از کمال کیستی

تو میں نے فی البدیہہ یہ جواب دیا ؎

من منوّر از جمالِ حاجیم　　　من مکمّل از کمالِ حاجیم

ملفوظات کا اثر

چونکہ حضرت حکیم الامت اس دارِ فانی سے عالمِ جاودانی تشریف لے گئے۔ اس لئے اُن کے مواعظِ حسنہ، تصنیفات اور ملفوظات سے حضرت حاجی صاحبؒ کے اقوال بغرضِ استفادہ و استفاضہ نقل

---

[1] ارواحِ ثلاثہ ص۱۵۲، اشرف السوانح ص۱۵ ج ۲ - ۱۲

[2] حضرت حکیم الامتؒ نے قیامِ مکّہ کے دوران ایک نظم لکھی تھی، اُس کا ایک شعر ہے ؎

حقیقت کیا تمہاری تھی میاں آہ　　　بہ سبب امداد کے لُطف و کرم تھی

کر رہا ہوں ؎

چونکہ گل رفت و گلستاں شد خراب بوئے گل را از کہ جویم از گلاب

چونکہ شد خورشید مارا کرد داغ چارہ نبود در مقامش جز چراغ

حضرت حکیم الامتؒ کے کلمات میں جو برکت اور اثر ہے اس سے انشاء اللہ شیخ کامل کی مجلس کا فائدہ مرتب ہوگا۔ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسریؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر شیخ کی صحبت نہ مل سکے تو حضرت حکیم الامت کے ملفوظات دیکھے ؎

نقلِ ارشادات مُرشد مے کنم آنچہ آدم میکنم بوزینہ ہم

نقل کی برکت سے لیکن کیا عجب نقل سے بھی ہو وہی فیضِ اتم

اہل اللہ کی صحبت میں بیٹھنے کا اہتمام بہت ضروری ہے تاکہ انسان خود نیک بن جائے۔ اکبر الہ آبادی مرحوم نے سچ کہا ہے ؎

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

لیکن جس کو یہ میسّر نہ ہو وہ بزرگوں کے ملفوظات کا مطالعہ اور ذکر اللہ کرتا رہے۔ انشاء اللہ محروم نہ رہے گا ؎

دریں زمانہ رفیقے کہ خالی از خلل است

صراحی مے ناب وسفینۂ غزل است

اسی لئے حضرت حکیم الامت نے حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ کو تحریر فرمایا تھا، کہ معذور[۱] کو اسی (مطالعۂ ملفوظات) میں صحبت کا آثار ہو جاتے ہیں۔ چونکہ[۲] یہ طبعی امر ہے کہ جن بزرگوں سے انسان کو خاندانی انتساب اور محبت ہوتی ہے، ان کی حکایات وحالات سے خاص اُنس اور اُن کے اعمال واقوال کے اِتباع کی جانب خاص کشش ہوتی ہے نیز چونکہ قریبی زمانہ کے بزرگوں کے حالاتِ خاصّہ[۳] طبائع و مذاق واستعداد کے اعتبار سے

---

[۱] القول العزیز صد۹۱ [۲] خاتمۃ السوانح صد ۳۸ ۱۲ [۳] ارواحِ ثلاثہ (مقدمہ) صد۱۲

[۴] مقدمہ کمالاتِ اشرفیہ صد ۱۹ ۱۲ ✣

اصلاحِ قلب و تہذیبِ نفس میں سب سے زیادہ معین ہوتے ہیں۔ چونکہ حضرت حاجی صاحب ہمارے سب اکابر کے مُرشد ہادی ہیں اور اسی صدی میں ہوئے ہیں اِس لئے اُن کے ملفوظات سے نفعِ عام اور فیضِ تام کی بہت زیادہ توقع ہے، اس لئے حضرت حکیم الاُمت کے مواعظِ حسنہ، تصانیف اور ملفوظات سے منتخب کر کے حضرت حاجی صاحبؒ کے ملفوظات جمع کئے گئے ہیں۔

ملفوظات کے مطالعہ کے فوائد

ملفوظات کے مطالعہ سے یہ فوائد بھی حاصل ہوں گے:۔

(۱) اپنے عیوب[1] پر نظر ہو گی (۲) نفس و شیطان کے مکائد کا علم ہو گا۔ (۳) اپنی غلطیوں پر تنبیہ ہو گا (۴) بہت[2] سے غلط خیالات رفع ہو جائیں گے (۵) بہت سی علمی و عملی پیچیدگیاں حل ہو جائیں گی (۶) بہت سے دستور العمل اور طرقِ سلوک معلوم ہو جائیں گے۔ (۷) علوم و معارف سے آگاہی ہو گی۔

شروع میں "فرمایا" لکھوں گا، اس سے مُراد ہو گی حضرت حکیم الامت نے فرمایا تشریح بھی حضرت حکیم الامتؒ کی ہی ہو گی۔ راقم الحروف صرف جامع ہے۔ ع

ع نقل ارشادات مُرشد مے کنم

اس رسالہ کا ثواب احقر نے اپنے پیر و مُرشد اور ہادی استاذ العلماء، عارف باللہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ و دامت برکاتہم کے لئے وقف کر دیا ہے۔ انشاء اللہ اس سے مزید خیر و برکت ہو گی۔

---

[1] مقدمہ کمالاتِ اشرفیہ صد ۱۹ ۱۲ [2] ایضاً ۱۲

وصایا جامعہ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ

طالب حق پر لازم ہے کہ (۱) اول مسائل ضروری و عقائد اہل سنت و الجماعت حاصل کرے۔ (۲) ان رذائل کو دور کرے۔ حرص؎، امل، غضب، جھوٹ، غیبت، بخل، حسد، کبر، ریا، تکبر، کینہ وغیرہ (۳) اور یہ اخلاق پیدا کرے۔ صبر، شکر، قناعت، علم، یقین، تفویض، توکل، رضا، تسلیم (۴) اور شرع کا پابند رہے (۵) اور اگر گناہ ہو جائے جلدی توبہ کر کے نیک عمل سے تدارک کرے (۶) نماز با جماعت وقت پر پڑھے (۷) کسی وقت یادِ الٰہی سے غافل نہ ہو (۸) لذتِ ذکر پر شکر بجا لائے (۹) کشف و کرامات کا طالب نہ ہو (۱۰) اپنا حال یا سخن تصوف غیر محرم سے نہ کرے (۱۱) دنیا و مافیہا کو دل سے ترک کرے (۱۲) خلافِ شرع فقراء کی صحبت سے بچے۔ (۱۳) لوگوں سے بقدرِ ضرورت خلق کے ساتھ ملے۔

؎ ایک بزرگ نے اسے ایک رباعی میں بیان فرمایا ہے :

خواہی کہ شود دلِ تو چو آئینہ ۔۔۔ دہ چیز بروں کن از درونِ سینہ

حرص و امل و غضب و دروغ و غیبت ۔۔۔ بخل و حسد و ریاء و کبر و کینہ

کسی نے اس شعر کا اردو میں یوں ترجمہ کیا ہے ؎

گر تو چاہے اپنے دل کو ہو آئینہ ۔۔۔ دس چیز سے خالی کرے اپنا سینہ

حرص و امل و غضب و دروغ و غیبت ۔۔۔ بخل و حسد و ریا و کبر و کینہ

دوسری رباعی میں اخلاقِ حمیدہ کو بیان فرمایا ہے ؎

خواہی کہ شوی بمنزلِ قربِ مقیم ۔۔۔ نہ چیز بہ نفس خویش فرما تعلیم

صبر و شکر و قناعت و علم و یقین ۔۔۔ تفویض و توکل و رضا و تسلیم

جس کا اردو ترجمہ یہ ہے : ؎

جو چاہے کہ ہو منزلِ قربت میں مقیم ۔۔۔ نو چیز کرے اپنے نفس کی تعلیم

صبر و شکر و قناعت و علم و یقیں ۔۔۔ تفویض و توکل و رضا و تسلیم

(بندہ احقر قریشی عفرلہٗ)

(۱۴) اپنے کو سب سے کمتر جانے (۱۵) کسی پر اعتراض نہ کرے (۱۶) بات نرمی سے کرے (۱۷) سکوت و خلوت کو محبوب رکھے (۱۸) اوقات منضبط رکھے (۱۹) تشویش کو دل میں نہ آنے دے (۲۰) جو کچھ پیش آوے حق کی طرف سے سمجھے (۲۱) غیر اللہ کا خطرہ دل میں نہ آنے دے (۲۲) دینی کاموں میں نفع پہنچاتا رہے (۲۳) نیّتِ خالص رکھے (۲۴) خورد و نوش میں اعتدال رکھے (۲۵) نہ اتنا زیادہ کھائے کہ کسل ہو اور نہ اس قدر کم کہ عبادت سے ضعف ہو جائے (۲۶) کسبِ حلال افضل ہے اگر توکل کرے تو بھی مضائقہ نہیں بشرطیکہ کسی سے طمع نہ رکھے (۲۷) نہ کسی سے اُمید و خوف کرے (۲۸) حق تعالیٰ کی طلب میں بے چَین رہے (۲۹) نعمت پر شکر بجالائے (۳۰) فقر و فاقہ سے تنگ دل نہ ہو (۳۱) اپنے متعلقین سے نرمی برتے ان کی خطاء و قصور سے درگزر کرے (۳۲) غیبت و عیب جُوئی نہ کرے (۳۳) عیب پوشی کرے اور اپنے عیوب پر نظر رکھے (۳۴) کسی سے تکرار نہ کرے (۳۵) مہمان نواز و مسافر پرور رہے (۳۶) غرباء و مساکین، علماء و صلحاء کی صحبت اختیار کرے۔
(۳۷) قناعت و ایثار کی عادت رکھے، بھوک پیاس کو محبوب رکھے (۳۸) کم ہنسے زیادہ روئے۔
(۳۹) عذابِ الٰہی اور اُسکی بے نیازی سے لرزاں رہے (۴۰) موت کا ہر وقت خیال رکھے (۴۱) روزانہ اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا رہے[۱] (۴۲) نیکی پر شکر، بدی پر توبہ کرے (۴۳) صدقِ مقال اکلِ حلال اپنا شعار رکھے (۴۴) غیر مشروع مجلس میں نہ جائے (۴۵) رسومِ جہل سے بچے (۴۶) شرمگیں کم گو، کم رنج، اصلاح جُو، نیکو کار، نیکو رفتار، باوقار، بُردبار رہے (۴۷) گاہ گاہ مسلین کی قبر پر جاکر ایصالِ ثواب کرے (۴۸) مُرشد کا ادب اور فرمانبرداری کامل طور پر بجالائے (۴۹) اور ہمیشہ استقامت کی دُعا کرتا رہے۔

(ماخوذ از ضیاء القلوب ص۵۹ تا ص۶۲، تعلیم الدین ص۱۶۱، ص۱۶۲ شریعت و طریقت ص۵۳ و نماز حنفی مترجم ص۸)

٭

---

[۱] دن کا محاسبہ عشاء کے بعد اور رات کا محاسبہ فجر کے بعد کرے۔ اس دوران جو گناہ ہُوئے اُن سے استغفار و توبہ کرے اور جو نیکیاں ہُوئیں اُن کی قبولیت کی دُعا کرے۔

معارف و حِکَم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَبَارِکۡ وَسَلِّمۡ وَسَلِّمۡ تَسۡلِیۡمًا کَثِیۡرًا کَثِیۡرًا

۱۔ ریاء ہمیشہ ریاء نہیں رہتی

فرمایا: محققین ذکر کے لئے یُوں ہی فرماتے ہیں کہ خلوصِ قلب کا انتظار نہ کرنا چاہیئے بلکہ جس طرح ہو ذکر کرنا چاہیئے۔ اس کی برکت سے شُدہ شُدہ خلوص بھی پیدا ہو جائے گا۔ یہ سب باتیں حاجی صاحب قدس اللہ سرہم کے یہاں جا کر حل ہُوئیں۔ چنانچہ حاجی صاحبؒ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ریاء ہمیشہ ریاء نہیں رہتی، پہلے ریاء ہوتی ہے پھر عادت ہو جاتی ہے، پھر عبادت بن جاتی ہے۔ غرض ریاء ہمیشہ ریاء نہیں رہا کرتی۔ آخر کار مبتدل بہ خلوص ہو جاتی ہے۔ پھر وہ خلوص موجب قُرب ہو جاتا ہے۔

(شکر النعمہ بذکر رحمۃ الرحمہ صہ، فَاِنَّ الۡجَنَّۃَ ھِیَ الۡمَاۡوٰی صہ۳۸، فروع الایمان صہ)

۲۔ رسُوم کی قید

فرمایا: مَیں سچ کہتا ہوں کہ ان رسُوم نے لوگوں کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد سے بہت بہت روک رکھا ہے۔ مَیں نے ایک واقعہ خود دیکھا کہ حضرت حاجی صاحبؒ سے ایک شخص نے بیعت کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ دُوسرے وقت پر رکھو۔ دوسرے وقت اور چند آدمی بیعت ہوتے آئے۔ حاجی صاحبؒ نے اُن صاحب سے بھی فرمایا کہ بھائی آؤ

تم بھی بیعت ہو جاؤ، تو وہ کہتے ہیں حضرت میں ابھی بیعت نہیں ہوتا میں تو مٹھائی لاکر بیعت ہوں گا۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ ان رسوم نے کیسا لوگوں کی راہ مار رکھی ہے۔ بھلا اس سے بڑھ کر کیا خوش نصیبی تھی کہ شیخ خود بلاوے کہ آؤ ہم تمہارے خریدار ہیں اور عاشق ہیں کہ مٹھائی نہ ہونے کی وجہ سے رُکے جاتے ہیں۔ بس سوا اس کے کہ تعلق کی کمی ہے اور کیا کہا جا سکتا ہے تو بس اگر محبت ہے تو یہ قیود خود ہی معلوم ہو جائیگا کہ کس قدر مانع ذکر ہیں۔ (شکر النعمہ بذکر رحمۃ الرحمہ صـ۱۳)

۳۔ رسومات کی قید سے نقصانِ عظیم

فرمایا: میرے ایک دوست کا قصہ ہے کہ ایک مدت تک انہوں نے حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس خط نہیں بھیجا۔ میں نے اُن سے وجہ پوچھی تو کہا میں اس عرصہ میں خالی ہاتھ تھا، فکر میں ہوں کچھ روپیہ کہیں سے مل جائے تو عریضہ لکھوں۔ میں نے کہا اس خیال میں مت پڑو۔ اب تو ضرور بلا ہدیہ خط لکھو۔ اب دیکھ لیجئے ایک عرصہ تک اس خیال نے ان کو استفادہ سے روک دیا۔ فی نفسہٖ حسن ہو مگر قیدِ رسم سے قبح آگیا۔

(تطہیر رمضان صـ۲)

۴۔ نفس سے ہمیشہ خوف مضرت ہے

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ کا قول ہے کہ میں اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ اور اگر مخلوق میں کچھ ڈر ہے تو اپنے نفس کا۔ ان میں ایک خوف عظمت کا ہے یعنی وہ خوف جس کی وجہ عظمت ہو یہ تو اللہ تعالیٰ سے چاہیئے اور ایک خوف مضرت کا یعنی نقصان کا ہے۔ یہ خوف نفس سے چاہیئے۔ بس اس کے سوا کوئی خوف مسلمان کے پاس نہیں آسکتا۔ اسی بارے میں کہا ہے ؎

موحد چہ در پائے ریزی زرش　　چہ شمشیر ہندی نہی بر سرش
اُمید و ہراسش بنا شد زکس　　ہمیں است بُنیاد توحید بس

موحد اور عارف کے قدموں میں خواہ سونا بکھیر دیں یا اس کے سر پر تلوار رکھیں اُمید و خوف

اس کو بجز اللہ تعالیٰ کے کسی سے نہیں ہو سکتا۔ توحید کی بُنیاد اسی پر ہے۔

(الظاہر صفحہ ۲)

۵۔ آج کل کی درویشی دو پیسے میں آتی ہے

فرمایا: ہمارے حضرت (حاجی صاحبؒ) فرمایا کرتے تھے کہ آج کل درویشی دو پیسہ میں آتی ہے۔ ایک پیسہ کا گیرو لیا اور ایک پیسہ کی تسبیح۔ گیروا کپڑے پہن لئے اور تسبیح گھُمانا شروع کی اور درویشی حاصل ہو گئی۔ اگر زندگی میں بھی ولی نہ ہُوئے تو مرنے کے بعد ولی بنا دینا طوائف کے قبضہ میں ہے۔ جس کی قبر پر ایک بار مُجرا کر لیا وہ ولی ہو گیا۔

(الظاہر صفحہ ۵)

۶۔ ترکِ ملازمت کا مشورہ

فرمایا: یہ مسئلہ حاجی صاحبؒ کے یہاں حاصل ہُوا۔ حاجی صاحبؒ سے جب کوئی کہتا کہ حضرت نوکری چھوڑ دوں؟ تو آپ ارشاد فرماتے نوکری مت چھوڑو۔ تم کام میں لگے رہو۔ کام کرتے کرتے پھر تم خود ہی چھوڑ دو گے۔ کسی سے پُوچھو گے بھی نہیں۔ سبحان اللہ! بڑے محقق تھے۔ (شکر النعمۃ بذکر رحمۃ الرحمہ صفحہ ۱۱)

۷۔ ذکر اللہ کے لئے ملازمت چھوڑنا ضروری نہیں

فرمایا: حضرتؒ فرماتے تھے، ملازمت ترک کرانے کی کیا ضرورت ہے، جب اللہ تعالیٰ کا نام دل میں گھر کرے گا وہ خود ہی چھڑوا دے گا ؎

عشق آں شعلہ ست کو چوں برفروخت ہر کہ جز معشوق باقی جُملہ سوخت

مشہور ہے کہ "آب آمد تیمم برخاست" یہ حکم ایسے شخص کے لئے ہے جس کے پاس کھانے پینے کی کوئی سبیل نہ ہو کہ ایں بلا دافع بلاہائے بزرگ۔ اور کسی شخص کا کوئی ایسا ذریعہ موجود ہو تو اس کو یہی مناسب ہے کہ اس پر قناعت کرے اور یادِ خدا میں مشغول ہو۔ مولانا نظامیؒ فرماتے ہیں ؎

خوشا روزگارے کہ دارد کسے | کہ بازار حرصش نباشد کسے
بقدرِ ضرورت یسارے بود | کند کارے مرد کارے بود

(تفاضل الاعمال ص۱۹)

۸۔ تردُّد دلیل خامی ہے

فرمایا: کہ ایک دفعہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرّہٗ نے حضرت حاجی صاحبؒ نور اللہ مرقدہٗ سے عرض کیا کہ حضرت میں ملازمت چھوڑنا چاہتا ہوں۔ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا مولوی صاحب ابھی تو پُوچھ رہے ہو۔ پُوچھنا دلیل تردّد کی ہے اور تردّد دلیل خامی کی ہے اور خامی میں نوکری چھوڑنا مناسب نہیں۔ (ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ)

اس ملفوظ سے حضرت حاجی صاحبؒ کی اعلیٰ تحقیق کمال ظاہر ہے۔

۹۔ ظاہری سہارے کو نہ چھوڑو

فرمایا: ہمارے حضرت حاجی صاحب قدس سرّہٗ سے جب کوئی خادم عرض کرتا کہ حضرت جی چاہتا ہے کہ ملازمت چھوڑ دوں تو فرماتے کہ بھائی ایسا نہ کیجئو نوکری بھی کرو، اللہ تعالیٰ کی یاد میں بھی لگے رہو۔ اور جانتے تھے کہ قلب میں قوتِ توکل ہے نہیں۔ ظاہری سہارے کو چھوڑ کر خدا جانے کن مصیبتوں میں پھنس جائے اور حالت کیا ہو جائے؟ اکثروں کو ایسے واقعات پیش آئے کہ انھوں نے معاش کی تنگی کی وجہ سے نصرانیت یا یہودیت کو اختیار کیا۔ بعض کے دل میں خدا کی شکایت پیدا ہو گئی۔ وہ یوں دین سے برباد ہو گئے تو اگر نوکری پر لگے رہے تو زیادہ سے زیادہ کسی معصیت ہی میں مبتلا رہیں گے، کفر و شرک سے تو بچے رہیں گے۔

پس یہ حضرات چونکہ چہار طرف نظر رکھتے ہیں اس لئے "من ابتلی ببلیتین فلیختر اَهْوَنَهُمَا"، جو شخص دو مصیبتوں میں پھنس جائے ایک کو اختیار کرنا ضروری ہو تو اس مصیبت کو اختیار کرے جو آسان ہو"۔

اس لئے کبھی ضعفاء کو ترکِ تعلق کی رائے نہیں دیتے اور جن لوگوں کو گوشہ نشینی اور ترکِ تعلقات کا حکم انھوں نے کیا ہے وہ ایسے لوگ ہیں جن کو انھوں نے پورے طور

سے جانچ لیا ہے اور دیکھ چکے ہیں کہ اُن کی قوتِ توکل کامل ہے ایسوں کے لئے نہ ترکِ تعلقات کی ترغیب مضر اور نہ اس پر عمل کرنا نقصان دہ ہے۔

(ضرورۃ التوبہ صد ۲۵)

۱۰۔ عوام کو اشغال نہ بتائے جائیں

فرمایا: (اپنے شیخ کو) کوئی فرمائش خود کرنا بدتمیزی ہے۔ شیخ سے کوئی حالت اگر مخفی ہو تو کہہ دے۔ باقی طریقۂ تعلیم اس کی رائے پر چھوڑ دے۔ اوّل تو شیخ محقق خود ہی تحقیق کر لیتا ہے تاکہ اس کے موافق علاج کر سکے۔ چنانچہ ہمارے حضرت طالبین سے اتنے حالات معلوم کر لیتے تھے۔ فرصت[۱] کتنی ہے؟ آمدنی کیا[۲] ہے اور کتنی[۳] ہے؟ صحت[۴] کیسی ہے؟ تعلقات[۵] کیا کیا ہیں؟ قوّت کتنی ہے؟ کیونکہ قوّت سے زیادہ کام نہیں بتانا چاہیئے۔

؎ خستگاں را چوں طلب باشد و قوت نبود گر تو بیداد کنی شرط مروّت نبود

اور اسی طرح وہ عوام کو اشغال نہیں بتلاتے، اعمال بتلاتے ہیں کیونکہ وہ اشغال کے ثمرات کے متحمل نہیں ہوں گے ؎

چار پارا قدرِ قوّتِ بار نہ برضعیفاں قدرِ ہمت کار نہ

چار پاؤں پر بقدرِ قوت بوجھ لادو۔ کمزوروں کو بقدر ان کی ہمت کے کام بتاؤ۔ کیونکہ ؎

طفل را گر ناں دہی برجائے شیر طفلِ مسکیں را ازاں ناں مُردہ گیر

طِفل کو اگر بجائے دُودھ کے روٹی دو گے، بے چارہ طِفل کو اس روٹی سے مُردہ جان لو۔ (النظاہر صد ۲۹)

۱۱۔ عاشق کی تین قسمیں

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہم لوگ عاشقِ احسانی ہیں، عاشقِ ذاتی یا صفاتی نہیں۔ کیونکہ عاشق کی تین قسمیں ہیں۔ عاشق ذاتی[۱]، عاشق صفاتی[۲]، عاشق احسانی[۳]۔ عاشق ذاتی تو محض محبوب کی ذات کو ہی محبت کے قابل سمجھتا ہے۔ چاہے اس میں کوئی کمال نہ ہو اور عاشق صفاتی محبوب سے بوجہ اس کے کمالات کے محبت کرتا ہے، تو فرمایا کہ

بھائی ہم لوگ عاشق احسانی ہیں۔ جب تک راحت سے گزرتی ہے تو محبت قائم رہتی ہے اور اگر ذرا اُدھر سے عطار میں کمی ہو جائے تو ہماری محبت کمزور ہو جاتی ہے۔ اسی لئے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ترکِ لذات کا امر نہ فرماتے تھے بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ خوب کھاؤ پیئو اور کام بھی خوب کرو۔ اس کا راز یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں لوگوں میں قوت تھی اس لئے راحت، تکلیف دونوں حالت میں ان کو حق تعالیٰ سے یکساں تعلق رہتا تھا اور اب ضعف ہے۔ اگر مزید ار نعمتیں ملتی رہیں تو حق تعالیٰ سے محبت رہتی ہے اور نہیں تو مشقت و تکلیف میں وہ حالت نہیں رہتی۔ اور فرمایا کہ یہی راز ہے شریعت میں حج کے واسطے زاد وراہ کی شرط لگائی۔ کیونکہ ہم لوگ عاشقِ احسانی ہیں۔ جب راحت کے ساتھ حج کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت زیادہ ہو گی اور اگر زاد وراحلہ نہ ہو تو بجائے محبت کے اور دل میں رکاوٹ پیدا ہو گی۔ مگر یہ زاد وراحلہ کی قید انہی ضعفاء کے لئے ہے جو کہ عاشقِ احسانی ہیں ورنہ اقویا کی بابت تو خود نص میں ذکر ہے :۔

وَاَذِّنۡ فِی النَّاسِ بِالۡحَجِّ یَاۡتُوۡكَ رِجَالًا وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاۡتِیۡنَ مِنۡ كُلِّ فَجٍّ عَمِیۡقٍ ۔ (پ ۱۷ ع ۱۱)

حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ لوگوں میں حج کا اعلان کر دو۔ لوگ آپ کے پاس پیدل اور دُبلی اُونٹنیوں پر سوار ہو کر آئیں گے معلوم ہُوا کہ بعض لوگ پیدل بھی آئیں گے جن کے پاس زاد وراحلہ نہ ہو گا اور اُن کو پیدل جانے میں گناہ بھی نہ ہو گا۔ کیونکہ حق تعالیٰ اس مقام پر اُن آنے والوں کی مدح فرما رہے ہیں تو معلوم ہُوا کہ پیدل آنے والے بھی حق تعالیٰ کے یہاں ممدوح ہوں گے تو یہ لوگ ضعفار نہیں اقویا ہیں جن کے واسطے زاد وراحلہ کی کوئی قید نہیں۔ ان کو سفر کی کلفت سے پریشانی نہیں ہوتی ۔

(شکر النعمۃ بذکر رحمۃ الرحمہ ص۵۶)

۱۲۔ نظر وسیع ہو تو اعتراض کم ہو جاتا ہے

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ کا ارشاد ہے کہ جس قدر نظر وسیع ہوتی جاتی ہے اعتراض کم ہوتا جاتا ہے ۔ (ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ ص۵۹)

۱۳۔ ایضاً

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ کے نزدیک اس قدر حُسنِ ظن تھا کہ اتنا کسی کے اندر نہیں دیکھا۔ جن لوگوں کو ہم کافر سمجھتے ہیں، حضرت اُن کو صاحبِ باطن فرماتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ جس قدر نظر وسیع ہوتی جاتی ہے اعتراض کم ہوتا جاتا ہے۔ عبدالوہاب شعرانی زمخشریؒ کی بابت لکھا ہے کہ کیا تم لوگ گمان کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ زمخشریؒ کو عذاب کریں گے اور جو اس کا خلقِ افعال کا عقیدہ ہے اس کا منشاء صرف تنزیہ باری تعالیٰ ہے۔ گو غلطی ہو گئی۔

(الدوارح ثلاثہ صـ۲۲۸)

۱۴۔ غیبت کے بارے میں عجیب معمول

فرمایا: حضرت حاجی صاحب کے یہاں کسی کی شکایت نہیں سُنی جاتی تھی اور نہ کسی سے بدگمان ہوتے تھے۔ اگر کوئی کہنے لگا، حضرت بوجہ حلم منع بھی نہ فرماتے مگر جب وہ کہہ لیتا تو فرماتے کہ وہ شخص ایسا نہیں ہے (یعنی تم جھوٹے ہو)

(کمالاتِ اشرفیہ صـ۵۴)

۱۵۔ ایضاً

فرمایا: حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ تو روایات سُنتے ہی نہ تھے۔ شروع ہی میں روک دیتے اور حضرت حاجی صاحبؒ کا عجیب معمول تھا کہ سب سُن لیتے تھے۔ دوسرے دیکھنے والوں کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ حضرت پر بڑا اثر ہو رہا ہے اور جب بیان کرنے والا خاموش ہو جاتا تو حضرت بے تکلف فرما دیتے کہ سب غلط ہے وہ شخص ایسا نہیں اور اس کہنے کا مطلب یہ تھا کہ چاہے واقع میں صحیح ہو مگر چونکہ شرعی شہادت نہیں اس لئے اُس کے ساتھ جھوٹے کا سا معاملہ کیا جائے۔ یہی محمل ہے اس آیت کا:

فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ (النور آیت ۱۳)

"سو یہ لوگ جب چار گواہ نہیں لائے تو بس یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹے ہیں"

عند اللہ سے یہاں مُراد فی دین اللہ، فی قانون اللہ ہے۔ یعنی شریعت کے قانون کی رُو سے تم جھُوٹے ہو۔ تمہارا کہنا سب غلط ہے۔

بس اس تقریر کے بعد یہ شُبہ نہ رہا کہ متحمل الصدق کو کیسے کاذب فرما دیتے تھے۔ اس سے یہ مسئلہ بھی صاف مستنبط ہے کہ حُسنِ ظن کے لئے تو کسی دلیل کی ضرورت نہیں، سُوءِ ظن کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔ (کمالاتِ اشرفیہ صہ ۳۸)

۱۶۔ غیبت کا علم وحکمت میں تبدیل ہونا

فرمایا: ایک دفعہ کسی نے شریفِ مکہ اور حکام کی شکایت حاجی صاحبؒ کی مجلس میں کی جو صورۃً غیبت تھی کہ یوں ظلم کرتے ہیں یوں پریشان کر رکھا ہے۔ حضرتؒ نے سُنتے ہی فرمایا کہ ہاں بھائی آج کل اسماء جلالیہ کا ظہور ہو رہا ہے۔ وہاں تو دل میں بس ایک ہی بسا ہُوا تھا۔ اس کے بعد مسئلہ توحید اور وحدت الوجود اور مسائل سلوک کی تحقیقات شروع ہوگئیں جس سے وہ غیبت علم وحکمت بن گئی۔

آج کل گودڑ کا کاغذ بنتا ہے، ہم نے حاجی صاحبؒ کے یہاں گودڑ کی کتاب بنتے ہُوئے دیکھا ہے کہ کیسی ہی لغو اور فضول بات کسی نے کہی مگر حضرتؒ نے اس پر ایک علم عظیم متفرع کر دیا۔ اسی لئے مَیں کہتا ہوں کہ حضرتؒ وقت کے امام تھے اور اکثر محققانِ سلف سے بڑھے ہُوئے تھے۔ (جمال الجلیل صہ ۳۸ النور صہ ۹)

جلالیہ وجمالیہ کے وہ معنی نہیں جو عاملین کہتے تھے جن میں اُن کے نزدیک گوشت چھوڑ دینا ضروری ہے۔ وہ تو ایک مخترع اصطلاع ہے بلکہ مراد اسماء جلالیہ سے اسماء قہریہ اور اسماء جلالیہ سے اسماء لطیفہ ہیں تو یہ جو سختی وغیرہ ہوتی ہے، یہ اللہ تعالےٰ کے اسماء کا ظہور ہوتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہوتی ہیں۔

(النور صہ ۹)

۱۷۔ خود کو غیبت سُننے سے بچانا

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس ایک شخص کی شکایت کی گئی کہ اُس نے فلاں

عورت سے زنا کیا ہے۔ حضرتؒ نے بے ساختہ فرمایا کہ اس پر اس وقت تجلی جلالی غالب تھی۔ اس لئے اس سے یہ حرکت صادر ہو گئی (ترجمہ دُرِّ منضود بحوالۂ ماہنامہ النور تھانہ بھون ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ) جامع شریعۃ وطریقت حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ تحریر فرماتے ہیں۔ اور حضرت حاجی صاحبؒ کی حکایت میں جو صرف تجلی جلالی کا ذکر ہے اور زنا کار کو فعلِ وارده پر ملامت نہیں تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ شخص خود حضرتؒ کے سامنے حاضر نہ تھا بلکہ دوسروں نے پیٹھ پیچھے اُس کی غیبت کی تھی۔ حضرتؒ نے تجلی جلالی کا ذکر کر کے اپنے کو غیبت سُننے سے بچا لیا۔ اور اگر وہ شخص سامنے ہوتا تو حضرت اس کو ملامت ضرور فرماتے۔

(حاشیہ ماہنامہ النور مذکورہ صہ۳)

۱۸۔ مخلوق کو دیکھ کر عمل نہ کرنا ریاء ہے

فرمایا: حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرّہٗ کا ارشاد ہے کہ جیسے مخلوق کو دکھانے کے لئے عمل کرنا ریاء ہے، اسی طرح اُن کے دیکھنے کی وجہ سے عمل نہ کرنا بھی ریاء ہے کیونکہ یہ اس کی دلیل ہے کہ ہنوز تمہاری نظر مخلوق پر ہے اس سے نظر قطع نہیں ہوئی ورنہ آدمیوں کو اور درخت و دیوار کو برابر سمجھتے۔ پس عمل نہ مخلوق کے لئے کرو اور نہ[1] نہ کرو۔

(ترجمہ الدر المنضود ماہنامہ النور صہ۳ حاشیہ شوال المکرم ۱۳۵۱ھ)

۱۹۔ رَدّ و کَدّ میں نفسانیت آجاتی ہے

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ جب کوئی مدعی تم سے جھگڑا کرے تو سب رطب و یابس اُس کے سامنے کر کے یہ کہہ کر الگ ہو جاؤ کہ تم حق و باطل کا خود ہی انصاف کر لو۔

(حاشیہ الدر المنضود، حاشیہ ماہنامہ النور صہ۳۴ محرم الحرام ۱۳۵۲ھ)

---

[1] یعنی کوئی عمل مخلوق کے دیکھنے کے سبب نہ کرو۔

۲۰ - ایضاً

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا تھا کسی سے اُلجھنا مت اور اگر کوئی اُلجھے تو سب رطب و یابس سامنے رکھ کر الگ ہو جاؤ۔ واقعی اس قیل وقال اور ردّ وکد میں نفسانیت ضرور آجاتی ہے اور ایک باطل کا ردّ ہوتا ہے، نیک نیتی سے اور حدود کے اندر یہ تو مامور بہ ہے اور ایک ہوتا ہے محض جدال اور بدنیتی سے۔ یہ مامور بہ نہیں بلکہ اندیشہ ہے کہ اس پر مواخذہ ہو۔ (کمالاتِ اشرفیہ صـ۲۵۷)

۲۱ - اللہ کے واسطے کی چیز کھانے سے نُور پیدا ہوتا ہے

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص کسی کے پاس اللہ واسطے کوئی چیز لائے تو ضرور کھانا چاہیئے۔ اس سے نُور پیدا ہوتا ہے۔

(کمالاتِ اشرفیہ صـ۵۷)

۲۲ - ہر خادم کو اپنے سے افضل جاننا

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ کی یہ حالت تھی کہ اپنے ہر ہر خادم کو اپنے سے افضل سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ آنے والے کے قدموں کی زیارت کو اپنے لئے ذریعۂ نجات سمجھتا ہوں۔ حضرتؒ پر شانِ عبدیت کا غلبہ رہتا تھا۔ مطلب یہ کہ اپنی اہلیت کا اعتقاد نہ رکھتے تھے۔ تمنا کی ممانعت نہیں۔

(ملفوظاتِ کمالاتِ اشرفیہ صـ۲۷۹)

۲۳ - آنے والوں کو اپنے لئے ذریعۂ نجات جاننا

فرمایا: کبھی چھوٹوں کو وہ بات نصیب ہو جاتی ہے کہ بڑوں کو کبھی وہ خواب میں بھی نہ آئی ہوگی۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو بڑے بڑے ہی نہ رہتے کیونکہ نفس مدح سُن سُنکر فرعون ہو جاتا اور اب یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری ضرورت چھوٹوں کو ہے، اسی طرح ہمیں ضرورت

اُن کی ہے۔ چنانچہ ہمارے حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں آنے والوں کی زیارت کو اپنے لئے ذریعۂ نجات سمجھتا ہوں۔ (کمالاتِ اشرفیہ صـ۲۱۷)

۲۴۔ ایضاً

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ میرے پاس جو لوگ آتے ہیں اُن کے قدموں کی زیارت کو موجبِ نجات جانتا ہوں کیونکہ وہ یقیناً اچھے ہیں۔ اور اُن کے اچھے ہونے کی میرے پاس دلیل یہ ہے کہ وہ میرے ساتھ باوجود میرے ناچیز ہونے کے حُسنِ ظن رکھتے ہیں۔

(کمالاتِ اشرفیہ صـ۱۱۵)

حضرت حاجی صاحبؒ کی انتہائی تواضع ظاہر ہے ؎

نہد شاخ پُر میوہ سر بر زمین

۲۵۔ بیعت کرنے کی نیّت

فرمایا: حضرت حاجی صاحب قبلہ فرماتے تھے کہ میاں ہم اس نیت سے بیعت کر لیتے ہیں کہ وہ زور دار ہوگا تو ہم کو لے جائے گا اور ہم زور دار ہوں گے تو اُس کو لے جائیں گے ؎

بخت گر مدد کند دامنش آدرم بکف — گر بکشد زہے طرب و بکشم زہے طرب

قسمت اگر یاوری کرے تو کسی طرح اُس کا دامن ہاتھ میں آجائے۔ پھر اگر وہ مجھے کھینچ لے تو نہایت خوشی اور اگر میں اُسے کھینچ لوں تو نہایت عزت۔ جو مشائخ اہلِ ادراک ہیں وہ رات دن دیکھتے ہیں کہ مُریدین سے اُن کو کیا کیا فیض ہوئے ہیں لیکن اُن سے کہتے اس لئے نہیں کہ کہیں اُن کا دماغ نہ بگڑ جائے اور عجب و کبر کی بلا میں مُبتلا نہ ہو جائیں۔ غرض یہ کہ جب چھوٹوں سے فیوض پہنچتے ہیں تو اپنے اکابر سے استغناء کی گنجائش نہیں۔ اس لئے کسی اہل اللہ کا اتباع کرنا علاجِ اعظم ہے اتباعِ شریعت میں (ذم ہویٰ صـ۳۲) یہ بھی فرماتے اگر پیر مرحوم ہوگا مرید کو جنّت میں لے جائے گا اور اگر مُرید مرحوم ہوگا تو پیر کو جنّت میں لے جائے گا۔

(الافاضات الیومیہ صـ۱۳۱ جلد ۲)

۲۶۔ طریق کا حاصل باطن میں عشق وسوز اور ظاہر میں اتباع

فرمایا: حاجی صاحبؒ کے طریق کا حاصل یہ ہے کہ باطن میں عشق وسوز ہو اور ظاہر میں اتباع ہو۔ اور بزرگی وہ ہے جس میں بزرگی مٹ جائے مگر بدون بزرگی پہلے ہوئے فنا حاصل نہیں ہوتی۔ جیسے انبہ میں شیرینی جب آتی ہے کہ پہلے ترشی آئے۔ شیرینی کی قابلیت ترشی سے ہوتی ہے جیسے انبہ میں ترشی نہ آئے تو وہ شیریں نہیں ہوتا بلکہ اس کا مزہ خراب رہتا ہے۔ بزرگی درمیان میں آتی ہے۔ پھر فناء حاصل ہوتا ہے۔

(کمالاتِ اشرفیہ ص۱۲۷)

۲۷۔ محققین ہمیشہ بدنام ہوتے ہیں

فرمایا: جتنا کوئی محقق ہوگا اتنا ہی بدنام ہوگا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اس کی نظر گہری ہوتی ہے۔ لوگ وہاں تک پہنچتے نہیں۔ بظاہر اس کی باتیں ان کو خلاف معلوم ہوتی ہیں اس لئے کفر تک کا فتویٰ قائم کر دیتے ہیں اس لئے محققین ہمیشہ بدنام ہوتے ہیں مگر کیسے لوگ تھے کہ بڑی بڑی تصنیفات کی ہیں کہ عادۃً قلیل عمر میں ایسا ہونا دشوار ہے۔ پھر یہ کہ عبادات بکثرت کرتے تھے۔ ہم لوگ اگر دو سو رکعت نفل پڑھیں تو اور سب کاموں کو چھوڑ دیں تو ایسا کر سکتے ہیں۔ حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ جب انسان کو عالمِ ارواح سے مناسبت ہو جاتی ہے تو وہ زمان اور مکان کے ساتھ مقید نہیں رہتا۔ اس کے کام میں برکت ہونے لگتی ہے۔ یہ حضرات متقدمین ایسے ہی تھے اور اس برکت میں زیادہ دخل تقویٰ کو ہے۔ (کمالاتِ اشرفیہ ص۱۵۴)

(حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً ایک ہزار ضخیم کتابیں تحریر فرمائیں۔ اس کے علاوہ علمی وعملی کام (تدریس اور تصوف) اس قدر کیا کہ جو بڑی بڑی جماعتیں سرانجام نہیں دے سکیں بلکہ اس کا عشرِ عشیر نہیں کر سکیں۔)

۲۸۔ سب مُردوں کو برابر ثواب پہنچتا ہے

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ کے وجدان میں مُردوں کو برابر ثواب پہنچتا ہے لیکن حضرت مولانا گنگوہیؒ کا گمان اس کے خلاف تھا۔ عرض کیا گیا کہ حضور (حضرت حکیم الامتؒ) کا گمانِ غالب کیا ہے؟ فرمایا کہ میرا گمان یہی ہے کہ کسی گمان کی ضرورت نہیں۔ پھر فرمایا کہ ادب یہ ہے کہ کچھ پڑھ کر علیحدہ بھی صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو ثواب بخش دیا کرے خواہ زیادہ کی ہمت نہ ہو، مثلاً تین بار قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھے ایک کلام مجید کا ثواب پہنچ جائے گا۔ پھر اپنا معمول بیان فرمایا کہ میں جو کچھ روزمرہ پڑھتا ہوں اس کا ثواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور تمام انبیاء علیہم السلام و صلحاء و عام مسلمین و مسلمات کو جو مر چکے ہیں یا موجود ہیں یا آئندہ پیدا ہوں سب کو بخش دیتا ہوں۔ استفسار پر فرمایا کہ زندوں کو بھی عبادت کا ثواب پہنچتا ہے۔

(کمالاتِ اشرفیہ ص ۱۹۱)

۲۹۔ ایصالِ ثواب کی تقسیم و عدمِ تقسیم

فرمایا: ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ نے ایصالِ ثواب کے بارے میں جس کے تقسیم و عدمِ تقسیم کے باب میں کوئی نصِ قطعی نہیں اور اسی وجہ سے اُس میں اختلاف ہوا ہے یہی فرمایا تھا کہ ہم کو اللہ تعالیٰ سے امید یہی ہے کہ جب ہم چند آدمیوں کو ایک عمل کا ثواب پہنچاتے ہیں تو سب کو برابر ہی پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں کچھ کمی تھوڑا ہے۔

(آداب المصاب تسلیۃ الاحباب ص ۳۲)

حدیث قدسی میں ہے: "أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ (اخرجہ الطبرانی فی الکبیر) میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں"۔ حق تعالیٰ سے ہمیشہ اچھا گمان کرنا چاہیئے۔ اگر حاجی صاحبؒ کے قول پر گمان بلکہ یقین ہو تو ایسا ہی انشاء اللہ ثواب پہنچ جائے گا۔

۳۰۔ جائے بزرگان بجائے بزرگان

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے جائے بزرگان بجائے بزرگان (بزرگوں

کی جگہ بزرگوں کے قائم مقام ہے) اس پر جناب خواجہ صاحب (حضرت عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ) نے عرض کیا کہ حضور حضرت حاجی صاحبؒ کے حجرے میں کبھی نہیں بیٹھے۔ فرمایا مجھ پر توحید کا غلبہ ہے اس لئے ایسے امور کی طرف مجھے التفات نہیں۔ مجھے عقیدت تو بے حد ہے بزرگوں کے ساتھ مگر جوش کے درجہ میں نہیں۔ عرض کیا گیا حضور کو عقیدتِ عقلی ہے طبعی نہیں۔ فرمایا کہ جی نہیں عقیدتِ طبعی ہے۔ عرض کیا گیا عقیدتِ طبعی میں تو جوش لازم ہے۔ فرمایا کہ تاثیر تو ہے جوش نہیں ہے۔ اسی طرح بزرگوں کے تبرکات کے ساتھ مجھ کو شغف نہیں مثلاً کرتہ وغیرہ۔ یہ خیال ہوتا ہے کہ اس میں کیا رکھا ہے، اصل چیز تو بزرگوں کا اتباع ہے۔ گو برکت کا میں نے خود مشاہدہ کیا ہے لیکن اہتمام جس کو کہتے ہیں وہ قلب میں نہیں۔

(ملفوظاتِ کمالاتِ اشرفیہ ص ۲۶۲)

۳۱۔ حضرت حاجی صاحبؒ کی برکت

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ کے یہاں ظاہری محاسبہ نہ تھا مگر برکت اتنی زبردست تھی کہ محاسبہ میں وہ کام نہ بن سکتا جو حضرتؒ کے یہاں بلا محاسبہ ہی بن جاتا تھا۔ یہ حضرتؒ کی برکت تھی۔ (کمالاتِ اشرفیہ ص ۲۶۲)

۳۲۔ ایضاً

فرمایا: ایک مولوی صاحب جو کہ بھوپال کے تھے حج کو گئے تھے، بیان کرتے تھے کہ میرے ہمراہ بھوپال کے ایک غیر مقلد بھی گئے تھے۔ انہوں نے حضرت سے بیعت کی خواہش کی۔ اور یہ بھی کہا کہ میں غیر مقلدی نہ چھوڑوں گا۔ حضرتؒ نے فرمایا کیا مضائقہ ہے (وہاں ایسی باتوں کو پوچھتے ہی نہ تھے۔ فرماتے تھے کہ بھائی اللہ تعالےٰ کے نام میں برکت ہے سب اصلاح ہو جائے گی۔ جہاں ایسی برکت ہو وہاں شرائط وغیرہ کی کچھ ضرورت نہیں) مگر ایک شرط ہماری ہے کہ کسی غیر مقلد سے کوئی مسئلہ نہ پوچھنا بلکہ مولوی ایوب صاحب سے پوچھنا جو حنفی تھے۔ اس کے بعد حضرتؒ نے بیعت فرمالیا۔ ایک دو رات کے بعد یہ اثر ہوا کہ ایک لخت آمین بالجہر اور رفع یدین چھوڑ دیا۔ حضرت کو اطلاع کی گئی تو اُسے بلا کر

فرمایا کہ اگر تمہاری رائے بدل گئی تو خیر یہ بھی سُنّت ہے وہ بھی سُنّت ہے اور اگر پیر کی وجہ سے چھوڑا ہے تو مَیں ترکِ سُنّت کا وبال اپنے اُوپر لینا نہیں چاہتا۔ یہ رنگ تھا حضرتؒ کا، خود حضرت فرماتے تھے کہ لوگ مجھے اپنے رنگ پر سمجھتے ہیں مگر مَیں سب سے جُدا ہوں جیسے کسی رنگدار بوتل میں پانی بھر دیا جاتا ہے وہ پانی بھی اس رنگ کا نظر آنے لگتا ہے حالانکہ پانی بے لون ہے۔ وفی مثل ذٰلک قال العارف الرومی ؎

ہر کسے از ظن خود شُد یارِ من — وز دُرونِ من نہ جُست اسرارِ من
سِرِّ من از نالہ من دُور نیست — لیک چشم و گوش را آں نُور نیست
در نیابد حالِ پختہ ، ہیچ خام! — پس سخن کوتاہ باید والسلام

(ارواحِ ثلاثہ ص ۳۲۱)

۳۳۔ ایضاً

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ نے جس وقت تھانہ بھون کی مسجد پیر محمد والی میں قیام فرمایا اُس وقت یہاں سہ دری نہ تھی، کچھ قبریں تھیں، کچھ درخت تھے اور اس جگہ ایک بزرگ بیٹھا کرتے تھے جن کا نام حسن علی شاہ تھا، صاحبِ سماع تھے مگر دُنیادار نہ تھے، سچے تھے۔ حضرت جب یہاں تشریف لائے تو اُنہوں نے اتنا ادب کیا کہ خود اُٹھ کر شاہ ولایت صاحب میں چلے گئے۔ حالانکہ حضرتؒ اس وقت جوان تھے اور یہ بوڑھے تھے ان کے چلے جانے کے بعد حضرت یہاں رہنے لگے۔ حضرت میانجو نُور محمد صاحب قدس سرہٗ بھی یہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ یہاں ایک خاندان تھا اُن کی زمین ضبط ہو گئی تھی اور وہ لوگ کوشش کر رہے تھے۔ حضرت میانجو رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھی وہ لوگ دُعا کے واسطے حاضر ہوئے تو حضرت میانجوؒ نے فرمایا کہ میرے حاجی کو بیٹھنے کی تکلیف ہے یہاں اُن کے لئے ایک سہ دری بنا دو۔ مَیں دُعا کروں گا۔ انہوں نے سہ دری بنانے کا وعدہ کر لیا اور وہ مقدمہ الہ آباد میں جا کر موافق ہو گیا جس کی اطلاع ایک خاص خط سے ہوئی۔ انہوں نے حضرت میانجوؒ سے تذکرہ کیا تو حضرتؒ نے فرمایا کہ کیا وعدہ بھی یاد ہے؟ اُنہوں نے کہا حضرت پُوری سہ دری بنانے کی تو قوت نہیں آدھی بنا دیں گے۔ حضرتؒ نے فرمایا بہت اچھا

آدھی سہی۔ پھر الہ آباد سے باضابطہ حکم آیا کہ تاحیات تو معاف تمہارے بعد پھر ضبط۔ پھر اُنہوں نے آکر میانجو رحؒ سے عرض کیا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ تمہی نے تو آدھا کیا ہے میں کیا کروں؟ حضرت حاجی صاحبؒ کی عجیب برکت ہے، جہاں جہاں حضرتؒ کی نسبت تعمیر میں بنی ہیں سب محفوظ ہیں۔ یہاں تک کہ ہمارے بھائی صاحب نے جب اپنا مکان بنایا جس میں حضرتؒ کا سکونتی قطعہ بھی آگیا۔ اُنہوں نے ایک انجنیئر سے نقشہ بنوایا اُس نے نہایت آزادی سے نقشہ بنایا تھا مگر حضرت رحمۃ اللہ کے سکونتی حصہ کی عمارت ٹوٹنے کی نوبت نہیں آئی۔ سچ ہے ؎

اگر گیتی سراسر باد گیرد — چراغِ مقبلاں ہرگز نمیرد

(ارواحِ ثلاثہ ص ۲۲۳)

۴۳۔ ایضًا

فرمایا: ہمارے حاجی صاحبؒ اور حافظ محمد ضامن صاحبؒ کی رائے میں بیعت کے متعلق اختلاف تھا۔ حافظ صاحبؒ کی رائے یہ تھی کہ طالبِ طریق کو اصلاحِ اخلاق کا طریقہ اوّل بتلا دیا جائے جب اخلاق درست ہو جائیں تب داخلِ سلسلہ کیا جائے اور حاجی صاحبؒ کی رائے یہ تھی کہ اوّل سلسلہ میں داخل کرتے پھر اصلاح فرماتے تھے۔ پھر اصلاح یا تو شیخ کی برکت سے ہو جائے یا کسی کی حرکت سے ہو جائے یعنی وہ حرکت یا مُرید کی طرف سے ہو یا شیخ کو اجازت دو کہ وہ حرکت کر کے تمہاری مرمت کرے تو صاحب حاجی صاحبؒ میں تو برکت بہت زیادہ تھی اس لئے وہاں داخلِ سلسلہ کرتے ہی مرید کی اصلاح ہو جاتی تھی اور ہم لوگوں میں یہ برکت کہاں؟ یہاں تو حرکت سے کام چلے گا۔ ایک رِند صاحب مجھ سے خود اپنا قصہ بیان کرتے تھے کہ وہ حضرتؒ کی خدمت میں بیعت ہونے آئے اور کہنے لگے میں اس شرط پر بیعت ہوتا ہوں کہ ناچ دیکھنا نہ چھوڑوں گا اور نماز نہیں پڑھوں گا۔ حضرتؒ نے یہ شرط منظور فرمالی اور فرمایا ایک شرط ہماری بھی ہے وہ یہ کہ ہم کچھ مختصر سا ذکر بتلا دیں گے تم روزانہ اُسے بلا ناغہ کر لیا کرنا۔ اُس نے یہ شرط منظور کر لی اور حضرتؒ نے اُسے بیعت کر لیا۔ یہاں اہلِ ظاہر کو شبہ ہوگا کہ حضرتؒ نے اس شخص کو ناچ دیکھنے اور نماز نہ

پڑھنے کی اجازت دے دی مگر یہ محض ظاہر میں اجازت دی تھی اور باطناً اس کو اچھی طرح جکڑ لیا تھا۔ یہ واقعہ اُس واقعہ کی نظیر ہے جو حدیث شریف میں آتا ہے کہ وفد بنی ثقیف نے اسلام لانے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے یہ شرط کی تھی کہ ہم زکوٰۃ نہ دیں گے اور جہاد نہ کریں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس شرط کو منظور فرما لیا۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اشکال پیش آیا تو انہوں نے آپؐ سے دریافت کیا تو فرمایا اُن کو اسلام تو لانے دو۔ اسلام لانے کے بعد وہ سب کچھ کریں گے۔ واقعی اسلام لانے کے بعد اُنھوں نے سب کچھ کیا۔

اسی طرح حاجی صاحبؒ کو حق تعالیٰ کے بھروسہ پر اعتماد تھا کہ اللہ تعالیٰ کا نام لینا جب یہ شروع کرے گا تو نماز بھی پڑھے گا اور ناچ بھی چھوڑ دے گا۔ چنانچہ حضرتؒ کا خیال درست ہُوا۔ حضرت کی برکت و دُعا و توجہ کا اس طرح حق تعالیٰ نے ظہور فرمایا کہ جب بیعت ہونے کے بعد پہلی ہی نماز کا وقت آیا تو اُس شخص کے بدن میں خارش پیدا ہوئی۔ گویا ایک غیبی سپاہی مسلط ہو گیا۔ خارش اس طرح بڑھی کہ ذرا سی دیر میں بے چین ہُوا اور جو تدبیریں کی زیادتی ہوتی چلی گئی۔ پھر معاً یہ خیال آیا کہ ذرا ٹھنڈے پانی سے مُنہ دھولیں شاید اس سے گرمی کو کچھ سکون ہو۔ ہاتھ پاؤں پر پانی ڈال کر خیال ہُوا لاؤ وضو ہی کر لیں۔ وضو کا پُورا ہونا تھا کہ آدھی خارش کم ہو گئی۔ پھر خیال ہُوا لاؤ نماز بھی پڑھ لیں، کوئی نماز پڑھنے سے قسم تو نہیں کھائی۔ ہاں پیر سے یہ شرط کر لی ہے کہ نماز کی پابندی نہ کرنے پر مجھے ٹوکا نہ جائے چنانچہ نماز کو کھڑے ہو گئے۔ نماز کا شروع کرنا تھا کہ خارش کو بالکل سکون ہو گیا۔ ایک وقت تو اس کو اتفاقی امر سمجھا مگر جب دوسرے اور تیسرے وقت یہی کیفیت ہوئی کہ نماز کے وقت خارش اُٹھتی اور آدھی تو وضو سے کم ہو جاتی اور نماز سے بالکل سکون ہو جاتا تو وہ شخص سمجھ گیا کہ یہ پیر کی کرامت ہے۔ مجھ سے تو یہ کہہ دیا کہ شرط منظور ہے اور اندر ہی اندر ایک سپاہی مسلط کر دیا۔ پھر وہ نماز کے پابند ہو گئے۔ پھر یہ خیال ہُوا کہ پانچ وقت دربارِ الٰہی میں حاضری دے کر پھر ناچ کیا دیکھیں۔ سو ناچ سے بھی اُن کو نفرت ہو گئی۔

تو حضرت کی ایسی برکت تھی کہ دوسرا کچھ کرنا بھی نہ چاہے جب بھی وہ دوسرے طریقہ

سے کام لیا کرتے تھے لیکن اب ایسی برکت کہاں ؟ اب تو اس کی ضرورت ہے کہ طالب خود بھی کچھ کرے اور جو طریقہ بتلایا جائے اُس پر عمل کرے خواہ کامل مجاہدہ نہ کرے۔ اس سے تو انشاء اللہ چند روز میں محبت پیدا ہو جائے گی اور چونکہ میرے شیخ کا یہی طرز تھا کہ وہ اوّل طالب کے اندر محبت پیدا کرتے تھے پھر اعمال وغیرہ کی اصلاح کرتے تھے۔ یہی طرز مجھے بھی پسند ہے تو محبت قائد ہے۔ اس سے انسان خود بخود حق تعالیٰ کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے اور خوف سائق ہے وہ پیچھے سے ہانکتا ہے کہ گو جی نہ چاہے مگر زبردستی چلا پڑتا ہے۔ (خیر الحیات وخیر الممات صہ۳۳ تا صہ۳۶)

۳۵۔ بزرگ بڑی ترکیب سے امر بالمعروف کرتے ہیں

فرمایا: بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ بزرگ امر بالمعروف ونہی عن المنکر نہیں کرتے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ یہ لوگ بڑے قاعدے اور ترکیب سے نصیحت کرتے ہیں۔ ایک غیر مقلد جو کہ پیرزادہ تھا حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کی خدمت شریف میں آیا۔ حضرتؒ نے فرمایا۔ حزب البحر تمہارے بزرگوں کا معمول ہے تم اسے کیوں نہیں پڑھتے ؟ اُنہوں نے کہا اس میں جو اشارات ہیں وہ بدعت ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ اشارات کو چھوڑ دو۔ وہ (حزب البحر) تمہارے گھر کی چیز ہے برکت کی چیز ہے۔ تھوڑے دنوں میں اُن کی غیر مقلدی سب دُور ہو گئی۔ (ارواحِ ثلاثہ صہ۲۳)

۳۶۔ وساوِس کو مرآۃِ خداوندی بنانا

ایک مولوی صاحب نے حضرت حکیم الامتؒ سے حدیث کی اس دُعا کا مطلب دریافت کیا "اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ وَسَاوِسَ قَلْبِیْ خَشْیَتَکَ وَذِکْرَکَ وَاجْعَلْ ھِمَّتِیْ وَھَوَایَ فِیْمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی"۔ (یا اللہ کر دے میرے دل کے خیالات کو اپنا خوف اور اپنی یاد اور کر دے میری ہمت اور میری خواہش کو اس چیز میں جسے تُو اچھا سمجھے اور پسند کرے)

فرمایا: اس کے تین معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ بجائے (وسواس) خشیت و ذکر قلب میں پیدا ہو جائے اور جَعَلَ ایسا ہو گا جیسا اس حدیث میں ہے " مَنْ جَعَلَ الْھُمُوْمَ

هَمَّا وَّ احِدًا" یعنی پہلی چیز زائل ہو جائے اور دوسری چیز پیدا ہو جائے۔

دُوسرے یہ کہ وساوس ذریعہ خشیت و ذکر کا بن جائے جیسا کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ وساوس کو مرآۃِ جمالِ خداوندی بنالے۔ اس طرح سے کہ جب وساوس بند نہ ہوں مراقبہ کرے۔ اللہ اکبر! قلب کو بھی کیسا بنایا ہے کہ اس کے خیالات کی انتہا ہی نہیں رہی۔ پس اس صفت کے مراقبہ میں لگ جائے۔

تیسرے یہ کہ حق تعالیٰ کو یہ بھی قدرت ہے کہ خود وساوس ہی کو خشیت و ذکر کر دیں جیسا کہ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

کیمیا داری کہ تبدیلش کُنی | گرچہ جُوئے خون بود نیلش کُنی
این چنیں میناگریہا کارِ تُست | این چنیں اکسیر باز اسرارِ تُست

(کمالاتِ اشرفیہ ص۱۴۱)

۳۷۔ خشوع وخضوع کا مفہوم

ایک صاحب نے سیّدنا حضرت حکیم الامتؒ سے دریافت کیا کہ خشوع وخضوع عطفِ تفسیری آیا ہے۔ فرمایا کہ خشوع متعلق قلب کے ہے اور خضوع متعلق جوارح کے۔ خشوع کے معنی ہیں سکون۔ چنانچہ کلام مجید میں ہے: وَتَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً۔ خشوع عمل یہ ہے کہ قلب میں سکون ہو یعنی غیر مقصود میں حرکتِ فکریہ نہ ہو اور جو چیز موصل الی اللہ ہو وہ غیر مقصود نہیں۔ گو

لہ سبحان اللہ قلب کو بھی کیسا بحرِ مواج بنایا ہے کہ خطرات موجوں کی طرح اُمڈے ہی چلے آتے ہیں روکے نہیں رُکتے کیا خدا کی قدرت ہے، کیا خدا کی صفت، خیالات کا ایک دریا ہے جو روکے نہیں رُکتا۔ جو کچھ قلب پر وارد ہو منجانب اللہ سمجھے۔ اس طرح یہ وساوس مرآۃ قدرتِ حق بن جائیں گے پھر مضر نہ ہوں گے بلکہ ذریعۂ معرفت بن جائیں گے۔ جیسا کہ ایک عارف کہتا ہے:

؎ ہر چہ بینم در جہاں غیرے تو نیست
یا توئی یا خوئ تو یا بوئ تو!

(ارضاء الحق ص۱۵ ج ۲، اشرف العلوم ص۴۳)

مقصود بالذات نہ سہی گو ظاہر میں وہ غیر معلوم ہو۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نماز میں تجہیز جیش[۵] کر لیتا ہوں تو وہ تجہیز منافی خشوع نہ تھی جیسا کہ ظاہراً معلوم ہوتا ہے۔ اسی بنا پر ایک مولوی صاحب نے کہا پھر تو خشوع کی ضرورت نہیں کیونکہ حضرت عمرؓ نماز میں تجہیزِ جیش کر لیتے تھے۔ اس پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ منافی خشوع نہیں۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے وزیر دربار میں جاتا ہے اور امورِ سلطنت پیش کرتا ہے تو وہ امور حضوریٔ بادشاہی کے خلاف نہیں سمجھے جاتے کیونکہ اس کی حضوری یہی ہے۔

(کمالاتِ اشرفیہ صـ۱۴۲)

---

۵ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں:
"سو بخیال احقر اس کی دل لگتی وجہ یہی نظر آتی ہے کہ نماز خود ایک جنگی اسپرٹ اپنے اندر رکھتی ہے اسکے ہر ہر رکن کو جہاد سے مشابہت کامل ہے۔ گویا ایک نماز گزار اگر حقیقت صلوٰۃ کو پیش نظر رکھ کر نماز ادا کرے تو وہ خود ہی تمام مراحل جہاد سے گزرے گا۔ گو وہ معنوی اور غیر حسی ہوں مگر نوعیت تو جنگ ہی کی رکھتے ہیں کہ جہادِ معنوی ہے۔ سو اگر اس کی طبیعت جہادِ معنوی سے جہادِ حسی کی طرف منتقل ہو جائے اور وہ ان مختلف جہادی مقامات پر گزرتے وقت وہ جہادِ حسی کے انہی مقامات پر توجہ کرے کہ جن کی طرف قدرتاً بھی اس کی طبیعت متوجہ ہے اور پھر اُن حسی جہادیات کی وہی ترتیب و تشکیل سوچنے بھی لگے کہ جس کی نوعیت کی طرف بلا سوچے سمجھے اس کی طبیعت چل رہی ہے تو نہ صرف غیر عجیب ہی نہیں بلکہ ہونا بھی یونہی چاہیئے۔ کیونکہ نماز کو اگر کسی چیز سے جزئی جزئی مطابقت ہے تو وہ صرف جہاد ہی سے ہے۔ اسلئے فاروق اعظمؓ کو خاص کر نماز میں جہاد کی تشکیلات سوچ لینا کسی بے فکری یا خشوعِ صلوٰۃ سے اعراض کی دلیل نہیں بلکہ عین صلوٰۃ میں توجہ کی دلیل ہے کہ صلوٰۃ و جہاد اصولاً ایک دوسرے پر کلیتہً منطبق اور ایکدوسرے سے بالکلیتہ متشابہ ہیں۔ پس فاروقِ اعظمؓ کا یہ مقولہ درحقیقت نماز و جہاد کی ایک مستقل مشابہت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔"

(فلسفۂ نماز صـ۸۶ تقریر مدرسہ خیر المدارس جالندھر کا بارھواں سالانہ جلسہ منعقدہ ۲۵ رجب ۱۳۶۱ھ)

۳۸۔ شیخ سے مناسبت صحبت پر موقوف ہے

فرمایا: مَیں اہلِ طریق کے لئے ہمیشہ اس کا خیال رکھتا ہوں کہ ہر کام سہولت سے ہو جائے حتّٰی کہ بڑے بڑے مقاصد سہولت سے حاصل ہو جاتے ہیں اور یہ موقوف ہے صحبت پر۔ مُرید کو شیخ کی خدمت میں ایک خاص مُدت تک رہنا ضروری ہے۔ اس مقصود میں خاص خاص سہولت ہو جاتی ہے۔ رہا یہ کہ کس قدر مُدت میں کام ہو جاتا ہے اس کا تعین مشکل ہے۔ یہ مناسبت پر موقوف ہے۔ اگر اہلِ استعداد ہوتا ہے تو بہت جلد کام ہو جاتا ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں مولانا گنگوہیؒ کل پینتالیس روز رہے۔ اس کے بعد حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم دے چکے جو کچھ دینا تھا۔ اُس وقت سمجھ میں نہ آیا کہ کیا دیا مگر پندرہ برس کے بعد معلوم ہُوا کہ یہ دیا تھا۔ اس پر مولانا گنگوہیؒ نے مزاحًا فرمایا کہ اگر ہم جانتے کہ یہ چیز ہے تو اتنی محنت کیوں کرتے۔ اس پر حضرت مولانا تھانویؒ نے مزاحًا فرمایا کہ مِل جانے پر فرماتے تھے ورنہ پندرہ برس تو معلوم ہی ہونے میں لگ گئے۔ (کمالاتِ اشرفیہ صہ ۲۵۹)

۳۹۔ صاحبِ الفاظ صاحبِ معانی کا محتاج ہے

ایک شخص نے دریافت کیا کہ مولویوں کو کیا ہُوا جو حضرت حاجی صاحبؒ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہ لوگ تو خود پڑھے لکھے ہیں، وہاں کیا چیز ہے جس کے لئے وہاں جاتے ہیں۔ فرمایا کہ مَیں ایک مثال بتاتا ہوں۔ فرض کرو کہ ایک شخص تو وہ ہے جس کے پاس تمام مٹھائیوں کی فہرست موجود ہے مگر اُس نے چکھی ایک بھی نہیں۔ اور ایک وہ شخص ہے کہ نام تو ایک مٹھائی کا بھی اُس کو یاد نہیں مگر ہاتھ میں لئے ہُوئے کھا رہا ہے۔ بتلاؤ تو مٹھائی کے فوائد حاصل کرنے میں آیا وہ نام یاد رکھنے والا محتاج ہے یا حقیقت جاننے والا اس نام یاد رکھنے والے کا۔ ظاہر ہے کہ پہلا دوسرے کا محتاج ہے نہ کہ برعکس۔ اسی طرح ہم اہلِ الفاظ ہیں اور حضرت صاحبِ معنیٰ تو صاحبِ معنیٰ محتاج نہیں ہوتا اور صاحبِ الفاظ صاحبِ معانی کا محتاج ہوتا ہے۔ واقعی خوب حقیقت واضح ہوگئی جس سے علماء اور عرفاء میں فرق سمجھ آگیا۔

(کمالاتِ اشرفیہ صہ ۳۰۷)

۴۰۔ ترکِ حیوانات سے چلّہ بدعت ہے

فرمایا: حاجی صاحبؒ کے سامنے ایک بڑے[1] متبحر عالم نے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ ترکِ حیوانات کے ساتھ چلّہ کھینچوں۔ حضرتؒ نے ارشاد فرمایا مولانا توبہ کیجئے بدعت ہے۔ حالانکہ یہ مسائل کے بہت بڑے عالم اور محدث تھے مگر ان کی نظر اُس پر نہ پہنچی مگر حاجی صاحبؒ نے فوراً فرمایا یہ بدعت ہے۔ حاجی صاحب اصطلاحی عالم نہ تھے مگر عالم گر تھے۔ اسی لئے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ لوگ حضرت حاجی صاحبؒ کے مختلف کمالات سے معتقد ہیں مگر میں علم کی وجہ سے معتقد ہوں۔ اصل یہ ہے کہ قوّتِ حاسہ درست اور صحیح ہو تو کھانے میں کتنا ہی باریک بال کیوں نہ ہو محسوس ہو جاتا ہے۔ اسی طریق سے جب فہم درست ہو تو حق و باطل میں فوراً امتیاز ہو جاتا ہے۔

حضرت اپنے زمانہ میں صدیقِ اعظم تھے (جو بہت بڑا مرتبہ ہے ولایت میں) ہم لوگ اگر ترکِ حیوانات کو بدعت کہتے تو کچھ تعجب نہ تھا کیونکہ رات دن درس و تدریس و اُفتاء کا شغل رہتا ہے۔ کتابیں دیکھ کر بدعت و سُنّت کا علم ہر ایک کو ہو سکتا ہے مگر حضرت تو درسی عالم بھی نہ تھے۔ حضرت نے محض نورِ قلب اور ذکاوتِ فہم سے فوراً اس کو بدعت فرما دیا۔

(صلوٰۃ الحزین صہ ۱۹)

۴۱۔ علم اور معلومات کا فرق

فرمایا: آج کل لوگوں نے کثرتِ معلومات کو علم سمجھا ہے حالانکہ علم اور چیز ہے معلومات اور چیز ہیں۔ مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے علم اور معلومات کا عجیب فرق منقول ہے۔ ایک بار مولانا نے فرمایا کہ لوگ تو حاجی صاحب کے معتقد ہوتے زُہد و تقویٰ سے یا کثرتِ عبادت سے یا کرامات سے اور میں معتقد ہوا علم سے۔ اس پر لوگوں کو حیرت ہوئی کہ حاجی صاحبؒ میں اتنا علم کہاں تھا کہ مولانا معتقد ہو جائیں۔ ظاہر میں تو حاجی صاحبؒ سے مولانا کا علم بڑھا ہوا تھا حاجی

---

[1] حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھانویؒ مراد ہیں۔ ۱۲

صاحبؒ نے تو کافیہ تک ہی پڑھا ہے مگر علم کی یہ حالت تھی کہ کافیہ پڑھنے ہی کے زمانہ میں حضرت حاجی صاحبؒ مشکوٰۃ شریف کے درس میں بیٹھ جایا کرتے تھے جو مولوی قلندر صاحب جلال آبادیؒ کے یہاں ہوتی تھی۔ درس کے بعد جب طلباء میں کسی حدیث کے متعلق اختلاف ہوتا تو حاجی صاحبؒ اس کا مطلب بیان فرماتے۔ بعض دفعہ طلباء حاجی صاحبؒ سے اُلجھتے کہ نہیں یہ مطلب نہیں ہے اور تقریر میں آپ کو دبا لیتے۔ کیونکہ حضرت حاجی صاحبؒ کی عادت مناظرہ کی نہیں تھی مگر جب مولوی قلندر صاحبؒ کو اس اختلاف کی خبر ہوتی تو ہمیشہ حاجی صاحبؒ کی بات کو ہی صحیح بتاتے تھے۔ اسی طرح ایک دفعہ مولانا شیخ محمد صاحب تھانویؒ سے مثنوی کے ایک شعر میں اختلاف ہُوا۔ حاجی صاحبؒ کے بیان کئے ہوئے مطلب کو مولانا شیخ محمد صاحب تھانویؒ نے نہ مانا۔ مگر ایک بار مثنوی کے درس میں وہ شعر آیا تو مولانا نے وہی مطلب بیان فرمایا۔ حاجی صاحب حجرہ میں تھے، باہر نکل کر سلام کیا۔ مولانا نے اقرار کیا کہ واقعی میں غلطی پر تھا۔ آخر یہ کیا بات تھی؟ یہ وہی علم حقیقی تھا جو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تقویٰ کی بدولت عطا ہُوا تھا۔

اسی کو مولانا محمد قاسم صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں علم کی وجہ سے حاجی صاحبؒ کا معتقد ہُوا ہوں۔ لوگوں نے اس کا راز پوچھا تو فرمایا کہ علم اور چیز ہے اور معلومات اور چیز ہیں اور یہ فرق بیان فرمایا کہ ایک تو ابصار ہے اور ایک مبصرات ہیں۔ ان دونوں میں فرق ہے۔ یعنی ایک شخص نے تو سیاحت بہت کی ہے مگر اس کی نگاہ کمزور ہے اور ایک شخص نے سیاحت تو کم کی ہے مگر نگاہ بہت تیز ہے تو جس کی نگاہ کمزور ہے اور اُس نے سیاحت بہت کی ہے اس کی مبصرات تو زیادہ ہیں مگر کسی مبصر کی پوری حقیقت سے آگاہ نہیں کیونکہ اس نے کسی چیز کو اچھی طرح دیکھا ہی نہیں۔ ہر چیز کو سرسری طور پر یونہی دیکھا ہے اور جس کی نگاہ تیز ہے اور سیاحت زیادہ نہیں کی اس کے مبصرات گو کم ہیں مگر جس چیز کو دیکھتا ہے اس کی پوری حقیقت پر مطلع ہو جاتا ہے۔

بس یہی فرق ہے ہمارے میں اور حاجی صاحبؒ میں کہ ہماری معلومات تو زیادہ ہیں مگر بصیرتِ قلب زیادہ نہیں اور حاجی صاحبؒ کی معلومات گو قلیل ہیں مگر بصیرتِ قلب بہت زیادہ ہے اس لئے اُن کے جتنے علوم ہیں سب صحیح ہیں۔ وہ ہر معلوم کی حقیقت تک پہنچ جاتے ہیں اور

ہم حقیقت تک نہیں پہنچتے۔ اسی فرق کو ایک دفعہ یوں بیان فرمایا کہ ہمارے ذہن میں تو اوّل مقدّمات ہیں پھر اُن سے نتیجہ خود نکلتے ہیں جو کبھی صحیح ہوتا ہے کبھی غلط اور حاجی صاحبؒ کے قلب میں اوّل نتائج صحیح وارد ہوتے ہیں اور مقدمات اس کے تابع ہوتے ہیں۔ غرض جیسے کثرتِ مبصرات کا نام ابصار نہیں۔ اسی طرح کثرتِ معلومات کا نام علم نہیں بلکہ علم یہ ہے کہ ادراک سلیم اور قوی ہو جس سے نتائج صحیحہ تک جلد وصول ہو جاتا ہے۔ یہی حقیقتِ علم ہے جو فقط پڑھنے پڑھانے سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کے اور اسباب ہیں جیسے دُعا، تقویٰ، عباداتِ بدنیہ و مالیہ۔ (کوثر العلوم ص۳۵)

۴۲۔ حضرت حاجی صاحبؒ کی فراست

فرمایا: اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ "مومن کی فراست سے ڈرو، اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نُور سے دیکھتا ہے۔"

مَیں نے سُنا ہے کہ ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں ایک شخص آئے۔ انہوں نے مشورہ کیا کہ مجھے مدینہ جانا ہے کس طرف کو جاؤں؟ فرمایا کہ ینبوع کو جاؤ۔ ایک اور آیا اُس نے بھی مشورہ لیا۔ اس کو فرمایا کہ سلطانی راستے سے جاؤ۔ سو جس کو ینبوع کے راستہ جانے کے لئے فرمایا تھا وہ بھی کسی مصلحت سے سلطانی ہی راستے کو گیا اور حضرتؒ کے مشورہ پر عمل نہ کیا اس کو ویسے بھی تکلیف ہوئی اور بدوؤں سے سابقہ بھی پڑ گیا۔ اور جس کو سلطانی راستہ کا مشورہ دیا تھا وہ راحت سے چلا گیا۔ حضرتؒ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی کہ آپ نے اس کو اس راستہ کا مشورہ دیا اور اُس کو دوسرے راستہ کا۔ فرمایا کہ جب پہلا آیا میرے دل میں وہی آیا جو اس کو بتلایا اور جب دُوسرا آیا میرے دل میں اس وقت یہی آیا جو اس کو مشورہ دیا۔ سو ایسے شخص سے واقعی غلطی کم ہوتی ہے۔ (ذمّ ہویٰ ص۱۷)

۴۳۔ عارفین کو شرک کا احساس جلد ہوتا ہے

فرمایا: ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس ایک شخص روتا ہوا آیا اور کہنے لگا حضرت

میری بیوی مَر رہی ہے دُعا کیجئے کہ تندرست ہو جائے۔ حضرتؒ نے فرمایا عجیب بات ہے کہ ایک شخص تو قید سے چھُوٹ رہا ہے اور یہ رو رہا ہے کہ تُو قید سے کیوں چھُوٹ رہا ہے اور فرمایا کہ تم بھی اسی طرح چھُوٹ جاؤ گے۔ سبحان اللہ! عارفین کی ہر بات میں معرفت ہوتی ہے۔ کہنے لگا حضرت وہ میری روٹی پکاتی تھی۔ فرمایا کہ ہاں بھائی جب تم ماں کے پیٹ میں تھے وہ روٹی پکاتی ہوئی تمہارے ساتھ آئی تھی۔ حضرتؒ نے یہ باتیں اس طرح فرمائیں کہ یہ مشاہدہ و استحضار حضرت کا حال ہو۔

ان باتوں پر تو حضرت کو تکدر نہیں ہُوا بلکہ ہر بات کا ہنس کر جواب دیتے رہے۔ اس کے بعد اُس نے ایک اور بات کہی جو ظاہر بینوں کے نزدیک دین کی بات تھی مگر حضرت بگڑ گئے۔ کہنے لگا، حضرت ایک شخص نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مجھ کو مدینہ اپنے ساتھ لے جائے گا۔ اب وہ اس بات سے پھر گیا ہے۔ دُعا فرما دیجئے کہ وہ اپنے ساتھ مجھے لے جائے۔ اس پر حضرت خفا ہو گئے اور فرمایا کہ ہمارے سامنے شرک کی باتیں نہ کرو۔ غیر اللہ پر اتنی نظر۔ ظاہر بینوں کے نزدیک یہ بات بگڑنے کی نہ تھی۔ بظاہر اس سے حُبِّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوتا ہے، مگر جس نے سُوئی دیکھی ہو کہ پتلی پتلی چمکتی ہے مگر اس کی نوک نہ دیکھی ہو اُسے کیا خبر وہ تو سُوئی کو یہ سمجھے گا کہ خوبصورت تنکا ہے۔ مگر جس کو سُوئی کی نوک کا بھی احساس اور ادراک ہو وہ واقعی اُسے معمولی چیز نہ سمجھے گا۔ اس واقعہ میں ہمارے نزدیک بگڑنے کی کوئی بات نہیں مگر عارفین کو جن باتوں سے شرک کی بُو آتی ہے اس میں غیر اللہ پر نظر ہونے کا حضرت کو احساس ہُوا۔ وہ تو ان کو نشتر سے بھی زیادہ ایذا دہ سمجھیں گے۔ گو دُوسرے کو احساس نہ ہو۔

(آداب المصاب لتسلیۃ الاحباب ص۳۵ سلوۃ الحزین ص۴ عصم الصنوف عن رغم الانوف ص۲۲)

۴۴۔ عارف کا مقصود رضاءِ الٰہی ہے

فرمایا: ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس ایک بیمار شخص آیا اور اُس نے عرض کیا کہ حضرت میں بیمار ہو گیا تھا اور افسوس ہے کہ مسجدِ حرام میں نماز نہ پڑھ سکا۔ آپ نے اس کے واسطے دُعائے صحت فرمائی اور رُخصت کیا۔ اس کے چلے جانے کے بعد جب عرفاء کا مجمع رہ

گیا تو فرمایا کہ یہ شخص عارف ہوتا تو ہرگز قلق نہ کرتا کیونکہ جس طرح وصول کی یہ صورت ہے حرم میں نماز پڑھو یہ بھی ایک صورت ہے کہ عذر سے گھر میں نماز پڑھ کر حرم کو ترستے رہو۔ اس لئے عارف کی نظر میں دونوں حالتیں وصول کا سبب ہیں اور یکساں ہیں۔ عارف تو ایک بندۂ رضا جُو ہے۔ اس کا مقصد اداءِ صلوٰۃ ہے۔ اگر مسجدِ حرم میں ہو سکتا تو وہاں ادا کرتا اور عذر یا بیماری کی وجہ سے وہاں ادا نہ کر سکتا تو اپنے گھر پر کرتا اور حسبِ حدیث نماز کا وہی اجر ملتا جو تندرستی کی حالت میں حاضری حرم سے ملتا۔

(زاد الدنیا والآخرۃ صد ۹۲ المورد الفرسخی فی المورد البرزخی صد ۹ وقلع التمنی صد ۲۴)

۴۵۔ حضرت حاجی صاحبؒ کی دنیا سے بے رغبتی

فرمایا: واقعی انتظام کے پہلو کی نظر سے دُنیا کی طرف توجہ یہ بھی دینا ہے۔ دُنیا کو ہیچ سمجھنا تو یہی ہے کہ اس کے انتظام کی بھی فکر نہ کریں گے۔ پھر فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں ایک شخص نے چھ ہزار روپے بھیجے۔ حضرتؒ کو پہلے سے اطلاع تھی کہ فلاں شریف کو کچھ پریشانی ہے۔ حضرت نے فوراً اُن کو بُلا کر یکمشت سب روپے دے دیئے۔ حضرتؒ کا جب انتقال ہُوا ہے تو کچھ بھی نہ تھا اور حضرتؒ اس کا بھی اہتمام رکھتے تھے کہ قرض نہ ہونے پائے۔ (کمالاتِ اشرفیہ صد ۳۳۵)

ملفوظ ہذا سے حضرت حاجی صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کے انتظام میں کمال احتیاط سخاوت اور عدمِ التفات من الدنیا اظہر من الشمس ہے۔

۴۶۔ رذائل نفس کا امالہ کرنا چاہیئے

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ کی عجیب وغریب تحقیق ہے کہ رذائل نفس کا ازالہ نہ کرے امالہ کر دے۔ یعنی مصرفِ شر سے مصرفِ خیر کی طرف ازالہ کی ضرورت نہیں اس لئے صفاتِ رذیلہ کی بعض وقت ضرورت پڑتی ہے۔ جن امور میں ذاتاً قبح ہے بعض اوقات ان میں بھی عوارض کے اعتبار سے حُسن آ جاتا ہے۔ یعنی بُخل رہے بُخل ہی مگر اس کا محل بدل جائے۔ بُخل کو کھو کر سخاوت پیدا نہ ہو۔ اسی طرح سمجھو کہ غصہ بڑے کام کی چیز ہے۔ اگر غصہ نہ

ہوتا تو اسلام ہی نہ پھیلتا۔ اسلام جو پھیلا تو غصہ ہی کی بدولت۔ کیونکہ مقابلہ میں کافروں کے غصہ میں ہی جان دینا اور جان لینا آسان ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اگر بُخل نہ ہو تو رنڈیوں، بھڑوؤں اور بدمعاشیوں میں خُوب مال لُٹتا۔ یہاں تک کہ مستحقین کی بھی نوبت نہ آتی۔ یہ بُخل کی ہی تو برکت ہے غیر مستحقین کو نہ دینا۔ لیکن یہ بُخل جو ہے سخاوت کی ماں ہے۔ سخاوت خود محتاج ہے اس بُخل کی۔

(کمالاتِ اشرفیہ صہ ۲۷۲، ذمّ ہویٰ صہ ۶۱، اعانۃ النافع صہ ۳۲، ارضا الحق حصہ دوم صہ ۶۴)

بُخل سے متعلق مرزا غالب مرحوم کا ایک شعر یاد آ گیا ؎

دل سے بے جا ہے تنگیٔ جا کا گلہ　　یہ اگر تنگ نہ ہوتا تو پریشاں ہوتا

۴۷۔ جبلّی صفات سب محمُود ہیں

فرمایا: حضرت حاجی صاحب قدس سرّہٗ فرماتے تھے کہ انسان کے اندر جتنی جبلّی صفات ہیں وہ سب محمود ہیں البتہ اُن کا بے موقعہ استعمال کرنا مذموم ہے اس لئے شیوخ کاملین ملکات رذیلہ کا ازالہ نہیں کراتے، امالہ کراتے ہیں، جیسے انجن اگر اُلٹا چل رہا ہو تو اُس کے اندر جو بھاپ ہے اس کو تو باقی رکھنا چاہیئے کیونکہ بھاپ تو فی نفسہ بڑے کام کی چیز ہے۔ ہاں انجن کی کَل کو موڑ دینا چاہیئے تاکہ بجائے اُلٹا چلنے کے وہ سیدھا چلنے لگے اور بہت جلد منزلِ مقصود تک پہنچ جائے۔　(اشرف السوانح جلد دوم صہ ۲۹۸)

۴۸۔ زُہد ترکِ لذّات کا نام نہیں

فرمایا: زُہد ترکِ لذّات کا نام نہیں بلکہ محض تقلیلِ لذّات زُہد کے لئے کافی ہیں یعنی لذّات میں انہماک نہ ہو کہ رات دن اسی کی فکر ہے کہ یہ چیز پکنی چاہیئے وہ چیز منگانا چاہیئے۔ غرض یہ کہ نفیس نفیس کھانوں، کپڑوں کی فکر میں رہنا منافی زُہد کے ہیں ورنہ بِلا تکلّف و بلا اہتمام خاص کچھ لذّات میسّر ہو جائیں تو حق تعالیٰ کی نعمت ہے شکر کرنا چاہیئے۔ بُہت کم کھانا بھی زُہد نہیں ہے نہ یہ مقصود ہے۔ اس کے کم کھانے سے کوئی اللہ تعالیٰ کے خزانہ میں توفیر نہ ہو جائے گی۔ یہ نہ ہو گا کہ بھائی بڑے خیر خواہِ سرکار ہیں کہ پُوری تنخواہ بھی نہیں لیتے لیکن اتنا

بھی نہ کھائے کہ پیٹ میں درد ہو جائے۔ حضرت حاجی صاحبؒ کا مذاق یہ تھا کہ نفس کو خوب آرام سے رکھے لیکن اس سے کام بھی لے، میرا یہ خیال ہے کہ ؎

مزدور خوش دل کند کار بیش

(کمالاتِ اشرفیہ صد ۱۹۵)

۴۹۔ ٹھنڈا پانی بھی ایک نعمت ہے

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے۔ میاں اشرف علی ٹھنڈا پانی پیا کرو۔ جب ٹھنڈا پانی پیُوگے ہر بُن مُو سے الحمدللہ نکلے گا اور اگر گرم پانی پیُوگے تو زبان تو الحمدللہ کہے گی مگر اندر سے دل ساتھ نہ دے گا۔ پھر فرمایا جس طرح ٹھنڈا پانی نعمت ہے اسی طرح پیاس بھی نعمت ہے کیونکہ اِس سے اُس نعمت کی قدر ہوتی ہے۔ چنانچہ مشاہد ہے کہ رمضان میں افطار کے وقت سرد پانی سے کتنی مسرت ہوتی ہے بلکہ اہتمام سے برف وغیرہ سے سرد کیا جاتا ہے۔ سبحان اللہ یہ ہیں علوم اس ارشاد سے پیاس کا نعمت ہونا معلوم ہُوا حالانکہ وہ بھی آثارِ بشریت اور شہواتِ دُنیا میں سے ہے۔

(الیسر مع العسر صد ۱۹، اعانۃ النافع صد ۱۹، اشرف السوانح جلد ۲ صد ۲۰۸)

۵۰۔ جاہ عندالخالق کا قصد بھی مذموم ہے

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ جاہ عندالخلق تو سب کے نزدیک مذموم ہے لیکن عارفین کے نزدیک جاہ عندالخالق کا قصد بھی ناپسندیدہ ہے۔ کیونکہ اس کا حاصل تو یہ ہُوا کہ یہ شخص حق تعالیٰ کے نزدیک کبیر بننا چاہتا ہے تو گویا یہ اپنے نزدیک ایسی شان رکھتا ہے کہ حق تعالیٰ کی نظروں میں باوقعت ہو سکے۔ اور میرے ذہن میں اس کی ایک مثال آئی ہے جس سے اس مضمون کی بابت پُورا شرح صدر ہو گیا ہے۔ وہ یہ کہ ایک معشوق فرض کیجئے کہ جو دُنیا بھر کے حسینوں سے حسین وجمیل ہو اور اُس کے مقابلہ میں اس کا ایک عاشق تصور کیجئے کہ جس سے بڑھ کر دُنیا میں کوئی بدشکل اور بھونڈی صورت نہ ہو۔ اندھا ہو، لُنجا ہو، گنجا ہو، ناک بھی پچکی ہوئی ہو، ہونٹ موٹے موٹے، دانت باہر نکلے ہُوئے،

کالا بھجنگا، چیچک کے گہرے گہرے داغ، غرض کوئی عیب نہیں جو اس میں موجود نہ ہو۔ اب اگر ایسا شخص عملِ محبت کراتا پھرے کہ کسی طرح اُس کا حسین وجمیل معشوق خود اُس کے اُوپر عاشق ہو جائے تو کیا لوگ اس کو پاگل نہ سمجھیں گے؟ اور کیا اس کی آرزُو کو خللِ دماغ ہی نہ بتلائیں گے۔ اس سے بڑھ کر کہیں تفاوت حضرت حق سبحانہٗ وتعالےٰ کی شان اور ایک بندے کی شان میں ہے۔

(کمالاتِ اشرفیہ صـــ ۱۹۶)

۵۱۔ مثنوی مولانا روم کا خلاصہ

فرمایا: جیسے تمام قرآن شرح ہے صرف تین مضمونوں کی توحید، رسالت، معاد، اسی طرح حضرت حاجی صاحبؒ نے ساری مثنوی کا خلاصہ نکالا تھا کہ تمام مثنوی میں دو مضمون اصل مقصود ہیں، ایک توحید دُوسرے حقوقِ شیخ۔

(کمالاتِ اشرفیہ صـــ ۱۹۶)

۵۲۔ دُنیا اور آخرت کی مثال

فرمایا: ہمارے حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ دُنیا کی مثال آخرت کے ساتھ ایسی ہے جیسے پرندہ اور سایہ۔ آخرت پرندہ ہے اور دُنیا سایہ ہے۔ اور اگر سایہ کو پکڑو گے تو وہ قبضہ میں نہ آئے گا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ طالبِ آخرت کے پاس مال بہت آجاتا ہے بلکہ حق تعالےٰ اپنے چاہنے والوں کو راحت اور چین دیتے ہیں اور ایسی راحت دیتے ہیں کہ بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں ہوتی۔ چاہے اس کے پاس مال ودولت کچھ نہ ہو مگر اطمینان اور انشراحِ قلب سب سے زیادہ ہوتا ہے۔[1]

(کمالاتِ اشرفیہ صـــ ۴۲)

---

[1] شیخ ابراہیم ذوقؔ نے خوب کہا ہے ؎

اے ہما پیشِ فقیری سلطنت کیا چیز ہے
بادشاہ آتے ہیں پابوسِ گدا کے واسطے

۵۳۔ دُنیاداروں اور علماء کو ہجرت سے منع فرمانا

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ دو شخصوں کو ہجرت سے منع فرماتے تھے۔ ایک تو کتے دُنیا داروں کو، کیونکہ یہ لوگ مکّہ کے حقوق کیا ادا کریں گے؟ دُوسرے علماء و مقتداؤں کو، کیونکہ ان کی ہجرت سے ہندوستان مفلس ہو جائے گا۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

"دل بمکّہ وجسم بہ ہندوستان بہ از آنکہ جسم بہ مکّہ ودل بہ ہندوستان"

ترجمہ: دل مکّہ میں اٹکا ہو اور جسم ہندوستان میں ہو یہ اس سے بہتر ہے کہ جسم مکّہ میں ہو اور دل ہندوستان۔

اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ حج سے فارغ ہونے کے بعد لوگوں سے کہتے پھرتے تھے کہ اب حج ہو چکا۔ اب گھر کا راستہ لو:

یَا اَهْلَ الْيَمَنِ يَمَنُكُمْ وَيَا اَهْلَ الشَّامِ شَامُكُمْ وَيَا اَهْلَ الْعِرَاقِ عِرَاقُكُمْ۔

"یعنی یمن والے یمن جاؤ، شام والے شام کو واپس جاؤ اور عراق کے رہنے والے عراق واپس جاؤ"

حضرت عمرؓ بڑے حکیم تھے وہ جانتے تھے کہ حج کے بعد قدرتی طور پر وطن کا اشتیاق دلوں میں پیدا ہو جاتا ہے، تو اب ایسی حالت میں مکّہ کے اندر قیام کرنا باطن کے لئے مضر ہے۔ اس دربار میں اپنے گھر کو یاد کرتے ہوئے نہ رہنا چاہیئے۔ یہ بڑی گستاخی ہے۔

(کمالاتِ اشرفیہ صد ۵۴ تفاضل الاعمال صد ۱۲ محاسن الاسلام صد ۶۰)

۵۴۔ اپنے نفس سے ہمیشہ سوءِ ظن رکھے

فرمایا: اَلْحَزْمُ سُوْءُ الظَّنِّ کی تفسیر میں حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ آسے بِنَفْسِہٖ یعنی دانائی اور احتیاط یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس سے سُوءِ ظن ہی رکھے کسی وقت مطمئن نہ ہو ہمیشہ کھٹکتا رہے۔ اگرچہ حکماء نے اس جملہ کے دوسرے معنی بھی لئے ہیں۔ وہ یہ کہ انسان کو کسی پر اعتماد نہ چاہیئے۔ ہر شخص سے بدگمان رہے، احتیاط رکھے۔ وہ کیسا ہی مخلص دوست ہو۔ معاملہ کے اعتبار سے یہ بھی صحیح ہے مگر عارفین یہ کہتے ہیں کہ دوسروں سے تو حُسنِ ظن رکھے

اور اپنے نفس سے سوءِ ظن رکھے ۔ (کمالاتِ اشرفیہ ص۱۱۴)

۵۵۔ مُبتدی کو صدقہ کا اہتمام مُضر ہے

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ نے نواب محمود صاحب رئیس چھتاری کو لکھا تھا کہ آپ مکہ میں بہ نیتِ ہجرت آنا چاہتے ہیں تو یہاں رہ کر اپنے لئے صرف اتنی رقم منگانے کا انتظام کیجئے جو آپ کے خرچ کے لئے کافی ہو۔ تقسیم کے واسطے نہ کوئی رقم ساتھ لانا نہ وہاں سے منگانے کا انتظام کرنا۔ حالانکہ یہ صدقہ تھا جو موجبِ ثواب ہے مگر مُبتدی کو یہ بھی مضر ہے کہ اس جھگڑے میں پڑے کہ صدقہ کس کو پہنچا اور کون رہا اور رقم اب تک کیوں نہیں آئی؟ کہاں دیر ہوئی اور اپنے آپ کو دینے والا اور دوسروں کو محتاج سمجھے۔ ہاں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما جیسے اقویاء کو یہ تعلقات مضر نہیں۔ ان کی نسبتیں راسخہ تھیں اس لئے ان تعلقات سے ان کی توجہ الی اللہ کم نہیں ہوتی ۔ (علاج الحرص ص۲۴)

۵۶۔ شیخ کو مُرید سے زیادہ محبت ہوتی ہے

فرمایا: ایک بزرگ سے اُن کے مُرید نے محبّت کا اظہار کیا۔ فرمایا تمہیں کیا محبت ہوتی ہے ہم کو ہی تم سے محبّت ہے۔ اگر ہم اپنی توجّہ کو ہٹا لیں تو کبھی ہمارے پاس نہیں آسکتے۔ چنانچہ مُرید کو تنبیہ کے لئے انھوں نے ایک بار توجّہ ہٹا لی۔ کئی مہینے پاس آنے کی توفیق نہیں ہوئی۔ حالانکہ تھا اسی شہر میں پھر توجّہ کی آموجود ہوئے۔ فرمایا دیکھا بھائی یہ ہے تمہاری محبّت کی حقیقت ۔ اس پر ہمارے حضرتؒ فرماتے تھے کہ جب ثابت ہُوا کہ تمہاری محبّت دراصل ان مقبولین ہی کی محبّت ہے جو تمہارے ساتھ ہے تو اس میں ایک اور بڑی بشارت ہے۔ وہ یہ کہ معلوم ہُوا کہ آپ اُن کے دل میں رہتے ہیں اور اُن کے دل تجلّی گاہ حق ہیں تو تمہاری حالت کچھ بھی ہو مگر انشاء اللہ انوارِ تجلّی سے محروم نہ رہو گے۔ اس واسطے کوشش کرو کہ کسی کے دل میں جگہ کرلو اور اس بات کا پتہ کہ محبّت انہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ ان کے برتاؤ سے پتہ چلتا ہے۔ اتنی محبّت مُرید کی طرف سے نہیں ہوتی جتنی ان کی طرف سے ہوتی ہے۔ اہل اللہ منتسبین پر گویا فدا ہوتے ہیں ۔ ہمارے حضرتؒ نے ایک دفعہ

فرمایا کہ اگر اب میں تھانہ بھون جاؤں تو کہاں ٹھہروں ؟ پھر خود ہی فرمایا کہ اشرف علی کے یہاں ٹھہروں۔ دیکھئے کسی عزیز قریب کا نام نہیں لیا، لیا تو ایک خادم ہی کا نام لیا۔ یہ شفقت ہوتی ہے بزرگوں کو خدام پر۔ ایک مرتبہ حضرت نے میری اہلیہ کو ایک کپڑا بطور تبرک دیا۔ اس پر ایک خادمہ نے عرض کیا کہ فلانی آپ کی رشتہ دار ہوتی ہے۔ فرمایا ہم کسی بیٹی یا پوتی کو نہیں جانتے۔ ہمارے بیٹے پوتے وہی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے لئے ہم سے تعلق ہے۔

(اوج قنوج صد ۳۵)

۵۷۔ واقعۂ بیعت حضرت حاجی صاحبؒ

فرمایا: حافظ محمد ضامن صاحبؒ اور ہمارے حاجی صاحبؒ میں یہ معاہدہ قرار پایا تھا کہ جہاں ایک صاحب بیعت ہوں، دوسرے کو خبر کر دیں۔ وہ بھی انہی بزرگ سے بیعت ہوں گے۔ پھر حضرت حاجی صاحبؒ لوہاری جاکر میاں جی صاحب (حضرت مولانا میانجو نور محمد صاحب جھنجھانوی شہر لوہاری) سے بیعت ہو گئے اور حافظ صاحبؒ سے تذکرہ کرنا بھول گئے۔ جب حافظ صاحبؒ نے دیکھا کہ یہ بار بار لوہاری جاتے ہیں تو دریافت کیا کہ آپ بار بار لوہاری کیوں جاتے ہیں؟ تو فرمایا میں ایک بزرگ سے بیعت ہو گیا ہوں۔ فرمایا ہم سے تو معاہدہ ٹھہرا تھا کہ دونوں ایک جگہ بیعت ہوں گے ہم سے تذکرہ کیوں نہ کیا۔ حاجی صاحبؒ نے فرمایا اب چلے چلو۔ جب آپ لوہاری پہنچے تو میاں جی صاحبؒ نے دریافت کیا کہ حافظ صاحب کیسے آئے؟ عرض کیا۔ حضرت بیعت کے ارادہ سے آیا ہوں۔ فرمایا بھائی میں تو بزرگ نہیں ہوں ایک میاں جی ہوں بچوں کو پڑھاتا ہوں کسی بزرگ سے بیعت ہونا چاہیئے۔ حافظ صاحبؒ نے کہا میں نے تو اپنا ارادہ عرض کر دیا۔ آگے آپ کو اختیار ہے۔ اس کے بعد حافظ صاحبؒ ہمیشہ لوہاری آتے جاتے رہے اور بیعت کے لئے پھر عرض نہیں کیا۔ آخر میاں جی صاحبؒ نے ایک بار خود ہی فرمایا کہ حافظ صاحب کیا اب بھی وہی خیال ہے؟ حافظ صاحب نے عرض کیا۔ حضرت میں تو دل سے بیعت ہو چکا ہوں کیونکہ بیعت اعتقادی ہے باقی بزرگوں پر اصرار کرنا بے ادبی ہے۔ اس لئے صورتِ بیعت پر میں نے اصرار نہیں کیا۔ فرمایا اچھا وضو کر کے آجاؤ اور بیعت ہو جاؤ۔

دیکھئے حافظ صاحبؒ نے صورتِ بیعت پر اصرار نہیں کیا۔ بس اپنے اعتقاد اور انقیاد کو کافی سمجھا۔ پھر خود ہی شیخ نے بیعت کے لئے فرمایا تو صورتِ بیعت بھی نصیب ہو گئی مگر جیسے حافظ صاحبؒ کو شیخ نے دیر سے بیعت کیا تھا ایسے وہ بھی بہت دیر سے بیعت کرتے تھے۔ اُنہوں نے اپنے مُریدوں سے کسر نکالی۔ چنانچہ عمر بھر میں آٹھ سے زیادہ آپ کے مُرید نہیں۔ مَیں تو کہا کرتا ہوں کہ آپ نے حاملانِ عرش کی تعداد پُوری کر دی۔ کیونکہ وہ بھی آٹھ ہیں۔ اور حضرت حاجی صاحبؒ بہت جلد بیعت کر لیتے تھے کیونکہ آپ کو میاں جی صاحبؒ نے فوراً بیعت کر لیا تھا۔

حضرت حاجی صاحبؒ پہلے شاہ نصیر الدین صاحبؒ سے بیعت ہوئے تھے پھر تکمیل سے پہلے اُن کا وصال ہو گیا اور شاہ سلیمان صاحبؒ سے کبھی کبھی بیعت کا ارادہ ہوتا تھا کیونکہ وہ اُس وقت مشہور تھے۔ اسی عرصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یا اپنے مشائخ میں سے کسی کو (اَلشَّكُّ مِنِّيْ) خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک بزرگ ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاجی صاحبؒ کا ہاتھ اُن کے ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ یہ تمہارے شیخ ہیں۔ حاجی صاحبؒ خواب سے بیدار ہُوئے تو بڑے پریشان تھے کہ یا اللہ کون بزرگ ہیں اور کہاں رہتے ہیں؟ کیونکہ خواب میں کچھ پتہ نہیں بتلایا تھا۔ آخر ایک دن کسی شخص سے میاں جی صاحبؒ کا تذکرہ سُنا تو قلب کے اندر میاں جی صاحبؒ کی طرف سے ایک خاص کشش پائی۔ معلوم ہُوا کہ وہ یہاں سے قریب ہی لوہاری میں رہتے ہیں تو حضرتؒ نے زیارت کا ارادہ کیا۔ اب حالت یہ تھی کہ جُوں جُوں لوہاری کی طرف بڑھتے جاتے ہیں اسی قدر دل میں کشش بڑھتی چلی جاتی۔ جب لوہاری پہنچے اور میاں جیؒ کی صُورت دیکھی تو بعینہٖ وہی صورت تھی۔ اب تو حاجی صاحبؒ کی اور ہی حالت ہوئی۔ قریب جا کر سلام عرض کیا تو میاں جی صاحبؒ نے دریافت فرمایا کہ صاحبزادے کیسے آنا ہُوا؟ بس حاجی صاحبؒ پر گریہ طاری ہُوا اور جوش میں آکر عرض کیا۔ کیا حضرت کو معلوم نہیں ہے؟ (نہ معلوم اُس وقت حاجی صاحبؒ پر کیا حالت تھی) اس کے جواب میں میاں جی صاحبؒ نے ارشاد فرمایا۔ صاحبزادے خواب و خیال کا کیا اعتبار؟ اور اس میں خواب کی طرف اشارہ تھا۔ اب تو حاجی صاحبؒ کو اور بھی

یقین ہوگیا اور زیادہ گریہ طاری ہوگیا۔

اب میاں جی صاحبؒ نے تسلی فرمائی کہ میاں گھبراؤ نہیں جو تم چاہتے ہو، ہو جائے گا۔
چنانچہ فوراً بیعت فرمالیا۔ حضرت حاجی صاحبؒ پر یہی اثر غالب تھا کہ طالب کو پریشان نہیں کرتے تھے مگر دونوں صاحبوں کی نیت بخیر تھی۔ حاجی صاحبؒ کی نیت وسعتِ رحمت پر تھی اس لئے فیض کو عام کر رکھا تھا اور حافظ صاحبؒ کی نظر اس پر تھی کہ سلسلہ کی بے قدری نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اچھی طرح طالب کا امتحان کرنے کے بعد بیعت کرنا چاہیئے۔

(علاج الحرص صـ ۲۲)

۵۸۔ بانی دارالعلوم دیوبند کو بشارت

فرمایا: ہمارے حاجی صاحبؒ کی خدمت میں ایک بار مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور بہت سے شاغلین ابتدائی تعلیم کے زمانہ میں حاضر تھے۔ سب لوگ حضرتؒ سے اپنے حالات کہتے اور حضرتؒ اس پر کچھ ارشاد تلقین فرماتے تھے مگر مولانا کوئی حال بیان نہ کرتے ایک دفعہ حضرتؒ نے خود پوچھا کہ آپ کچھ حال نہیں کہتے تو مولانا رونے لگے اور کہا:

ع تہی دستاں قسمت را چہ سود از رہبر کامل

حال تو کیا کہوں وہ تو در کنار، مجھ سے ذکر تک بھی نہیں ہوتا۔ جب بیٹھتا ہوں زبان جیسے جکڑ جاتی ہے اور قلب پر ایسا بوجھ ہوتا ہے کہ بارہ تسبیح بھی پوری نہیں ہوسکتی۔ حضرت نے بالبدیہہ فرمایا۔ مبارک ہو یہ حالت ثقل وحی کا نمونہ ہے۔ انشاء اللہ علومِ نبوت سے آپ کو حصہ ملے گا۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ مولانا نے علوم و حقائق میں ایک سطر بھی نہیں لکھی تھی۔ اس وقت کون سا ایسا ظاہرا قرینہ موجود تھا جس سے اندازہ کیا جاسکے کہ اس کی تعبیر یہ ہے اور ایسا ہونے والا ہے۔ یہ شیخ کامل کا کام تھا۔ (اقوال الاعمال صـ ۲۹)

۵۹۔ حضرت تھانویؒ کو بشارت

فرمایا: جب میں حضرت حاجی صاحبؒ سے رخصت ہو کر ہندوستان واپس آنے لگا

تو فرمایا کہ وہاں بھی انشاء اللہ فیض پہنچتا رہے گا۔ کیونکہ اصل فیض پہنچانے والے تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں اور شیخ محض واسطہ اور اُن کے اسمِ ہادی کا مظہر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فیض زمان و مکان کی قید نہیں۔ (خاتمۃ السوانح ص ۱۴۳)

(حضرت حکیم الامتؒ کی ذات والا صفات سے جو نفع عام اور فیضِ تام ہوا اُس کی مثال نہیں ملتی۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے اپنی فراست سے اس کی بشارت بہت پہلے دے دی تھی۔)

۶۰۔ سیّئات کے متبدّل بہ حسنات ہونے کا مفہوم

فرمایا: (قولہ تعالیٰ) اُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ (پ ۱۹)
"یعنی اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے گناہوں کی جگہ نیکیاں عنایت فرما دے گا"

چنانچہ اس کے متعلق حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا۔ کہ اس آیت میں سیئات سے مراد وہ طاعات و عبادات ہیں جو پورے حکم کے موافق نہ ہوں اور یہ ضرور مشکل کام ہے کہ طاعات و عبادات پورے پورے حکم کے موافق ہوا کریں۔ کیونکہ اوّل ہم تو اس کا ارادہ و اہتمام نہیں کرتے اور یہ کھلا ہوا جرم ہم پر ہر وقت موجود ہے۔ دوسرے اہتمام کر بھی لیں تو بے پرواہی ہو جائے گی۔ اپنے نماز اور روزہ کو دیکھ لیجئے کہ ان کی کیا حالت ہے؟ اخلاص پایا نہیں جاتا۔ دوسرے آداب مہمل رہتے ہیں۔

غرض یہ اعمال ہماری نظر میں حسنات ہیں اور در حقیقت حسنات نہیں۔ ایک قسم کے مکروہات ہیں اور آیت مذکورہ بالا میں حسبِ ارشاد حاجی صاحبؒ سیئات سے مراد یہی ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کو حسنات میں لکھ دیں گے۔

(شوق اللقاء ص ۲۴)

۶۱۔ جنّ و انس کا مقصدِ تخلیق

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ کے سامنے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (پ ۲۷ ع ۲)

"یعنی میں نے جنّ اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا کہ میری عبادت کریں" کہ اس میں جنّ و انس کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ اللہ تعالیٰ کی عبادت تو ساری مخلوق ہی کرتی ہے کچھ جنّ و انس کی تخصیص نہیں۔ جیسا کہ دوسری آیات سے فرشتوں کے متعلق معلوم ہوتا ہے: يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَهُمْ لَا يَفْتُرُونَ (پ ۱۷ ع ۲) "یعنی وہ پاکی بیان کرتے ہیں رات اور دن اور اس سے تھکتے نہیں" اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ (پ ۱۵ ع ۵) "یعنی کوئی بھی چیز نہیں جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تعریف نہ کرتی ہو لیکن ان کی تسبیح کو ہم لوگ نہیں سمجھ سکتے"۔

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ایک تو عبادت ہے اور ایک طاعت ہے۔ اوّل ایک مثال سے ان دونوں میں فرق سمجھ لو۔ وہ یہ کہ ایک تو نوکر ہے اور ایک غلام ہے۔ نوکر کا کام تو معیّن ہوتا ہے خواہ ایک یا متعدد۔ مثلاً باورچی ہے کہ اس کے لئے کھانا پکانے کی خدمت معیّن ہے یا سپاہی ہے مکان پر بازار اور گھر کام کرنے کے لئے کوئی نوکر ہے تو جس خدمت کے واسطے یہ لوگ نوکر ہیں اُن سے وہی خدمت لی جا سکتی ہے۔ خود آقا بھی اس کا لحاظ رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ اگر آقا باورچی سے کہے کہ یہ خط لے کر گنگوہ جاؤ تو نوکر ضابطہ میں انکار کر سکتا ہے اور غلام کی کوئی خدمت معیّن نہیں ہے بلکہ تمام خدمات اس کے ذمہ ہیں جس کا بھی حکم ہو جائے۔ چنانچہ ایک وقت اُس کو آقا کا پاخانہ بھی اُٹھانا پڑتا ہے اور ایک وقت میں آقا کی پوشاک پہن کر آقا کا قائم مقام اور نائب بن کر جلسہ یا دربار میں جانا پڑتا ہے۔ غرض یہ کہ غلام کو کسی وقت بھی کسی خدمت سے انکار نہ ہوگا۔

اسی طرح جنّ و انس کے سوا تمام مخلوق کی اطاعت معیّن ہے، ہر شئی مخلوقات میں سے ایک خاص کام پر معیّن ہے کہ اس کے سوا دوسرا کام اس سے نہیں لیا جاتا مگر انسان کی کوئی خدمت معیّن نہیں۔ چنانچہ ایک وقت میں انسان کا سونا عبادت ہے۔ ایک وقت میں پاخانہ پھرنا بھی عبادت ہے مثلاً جماعت تیار ہو اور پیشاب، پاخانہ کا زور ہو تو اس وقت پیشاب پاخانہ سے فراغت حاصل کرنا واجب ہے اور نماز پڑھنا اس وقت حرام ہے۔ اگر پیشاب پاخانہ سے فراغت حاصل نہ کی تو حرام فعل کا مرتکب ہوا، اس وقت اس کا بیت الخلاء میں جانا عبادت ہے۔ ایک وقت انسان کی یہ حالت

ہے اور ایک وقت انسان کی یہ شان ہے کہ مظہرِ حق بنا ہُوا ہے۔ اُس وقت اُس کی زبان سے مُردہ دل زندہ ہوتے ہیں۔

غرض جو شان غلام کی ہوتی ہے وہی انسان کی ہے۔ عبد شُدن کے لئے انسان ہی ہے باقی تمام مخلوق ذاکر، شاغل ہے مگر عابد صرف انسان ہی ہے۔ یہ کسی خاص حالت اور خاص کام کو اپنے لئے تجویز نہیں کر سکتا بلکہ حضرت حق جس حالت میں رکھے اسی میں اس کو رہنا چاہیئے۔ (سلوۃ الحزین ص۵۱ تفاضل الاعمال ص۱۸ الرحیل الی الخلیل ص۱۷)

۶۲۔ مکان بنانا مذموم نہیں

فرمایا: خود مکان بنانا مذموم نہیں بلکہ وہ تو اگر بقیدِ ضرورت ہو تو محمود ہے۔ ہاں بناء الفاسد علی الفاسد نہ ہو۔ وجہ یہ ہے کہ بغیر مکان کے گزر نہیں ہو سکتی اور سخت تکلیف ہوتی ہے۔ ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ جب مکہ تشریف لے گئے تو فاقوں کو تو جھیل لیا مگر مکان کی تکلیف برداشت نہ فرما سکے۔ دُعا کی کہ اے اللہ! ایسی بیٹھنے کی جگہ مرحمت فرمائیے کہ جس سے کوئی اُٹھا نہ سکے۔ ایک روز مطاف میں تشریف رکھتے ہُوئے ذکر میں مشغول تھے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ تشریف لائے اور کچھ پیسے ہاتھ پر رکھے اور فرمایا تمہارے ہاتھوں لاکھوں کا خرچ رکھا گیا ہے۔ حضرتؒ نے عرض کیا کہ میں اس کا متحمل نہیں البتہ ایک ایسا گھر چاہیئے۔ فرمایا یہ بھی ہو جائے گا جس کا غیب سے یہ سامان ہُوا کہ ایک شخص نے حضرتؒ کے نام مکان خرید کر دیا۔ حضرتؒ نے اس مکان میں بیٹھتے ہی معاً وقف نامہ لکھا کہ حیات تک رہوں گا۔ میرے بعد یہ مکان اغراضِ محمودہ کے لئے وقف ہے۔ اور اس طرح یہ شرط لگانا وقف میں جائز ہے کہ اپنے انتفاع کی یا اپنی اولاد کی یا اپنی اولاد کی اولاد کی انتفاع کی شرط لگا سکتے۔ یہ بھی ثواب کا مرتبہ ہے۔ مگر میں اس کا مشورہ کسی کو نہیں دیتا۔ کیونکہ بعض دفعہ وقف کرنے کے بعد اولاد کو کوئی ایسی تکلیف ہوتی ہے مثلاً کسی وقت وہ محلہ ویران اور خطرناک ہو گیا یا ہمسائے شریر ہو گئے۔ اب مکان بدلنے کی ضرورت ہوتی ہے مگر وقف کی وجہ سے اُس کو بیع نہیں کر سکتے۔ ہر شخص اپنی مصلحت سمجھ سکتا ہے۔

(تاسیس البنیان علی تقویٰ من اللہ و رضوان ص۳۲)

۶۳۔ دو دل یک شوند بشکنند کوہ را

فرمایا: دو دل یک شوند بشکنند کوہ را۔ ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ رات کو تہجد میں اکثر سورۂ یٰس پڑھا کرتے تھے اور اس کی حکمت میں یہ شعر پڑھتے تھے کہ جب دو دل مل جائیں تو پہاڑ کو بھی توڑ دیتے ہیں اور یہاں تین دل ایک ہو جاتے ہیں۔ اس طرح سے کہ ایک مصلی کا دل، دوسرا قلب اللیل، تیسرا قلب القرآن یعنی یٰسین جس کو حدیث میں قلب القرآن فرمایا ہے تو تین دل مجتمع ہو کر شیطان کو کیسے نہ بھگا دیں گے۔

(الرحیل الی الخلیل صـ۵۲)

۶۴۔ چشتیت اور نقشبندیت الوانِ طریق کا نام ہے

فرمایا: یہ چشتیت اور نقشبندیت محض الوانِ طریق کا نام ہے کہ چشتیہ کا الوان یہ ہے وہ اول تخلیہ کرتے ہیں پھر تحلیہ اور نقشبندیہ کا لون یہ ہے کہ اول تحلیہ کرتے ہیں پھر تخلیہ اور یہ بھی متقدمین کا مذاق تھا۔ اب تو دونوں طریق کے محققین کا فیصلہ یہ ہے کہ تخلیہ اور تحلیہ ساتھ ساتھ کرنا چاہیئے۔ اب ہر محقق چشتی ہے اور نقشبندی بھی۔ لیکن یہ فرق ضرور ہے کہ باوجود دونوں کو جمع کرنے کے چشتیہ تخلیہ کا زیادہ اہتمام کرتے ہیں اور نقشبندیہ تحلیہ کا اور اس فرق مذاق کی وجہ سے پہلے یہ قاعدہ تھا کہ جس طالب کو جس لون سے مناسبت ہوتی تھی مشائخ اس کو ایک دوسرے کے پاس بھیج دیا کرتے تھے۔ نقشبندیہ بعض مریدوں کو چشتیہ کے ہاں بھیج دیتے اور چشتیہ بعض طالبوں کو نقشبندیہ کے ہاں بھیج دیتے لیکن آجکل تو ہٹر بونگ ہو رہا ہے کہ اکثر مشائخ سب کو ایک ہی طرف کھینچنا چاہتے ہیں۔ باقی جو محقق ہیں وہ اب بھی طالب کو اس کی مناسبت کے موافق مشورہ دیتے ہیں۔

مولوی محمد منیر صاحب نانوتویؒ نے حضرت حاجی صاحبؒ سے پوچھا کہ حضرت میرے لئے خاندانِ چشتیہ میں بیعت ہونا مناسب ہے یا نقشبندیہ میں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ پہلے تم ہمارے ایک سوال کا جواب دو پھر بتلائیں گے۔ ایک شخص ایسی زمین جس کے اندر جھاڑ جھنکاڑ کثرت سے ہیں تخم پاشی کرنا چاہتا ہے تو بتلاؤ تمہاری رائے میں اسکو پہلے جھاڑ جھنکاڑ صاف

کر کے بعد میں تخم پاشی کرنا چاہیئے یا اول تخم پاشی کر دے۔ پھر رفتہ رفتہ جھاڑیوں کو بھی صاف کرتا رہے۔ مولوی صاحب نے کہا میرے نزدیک تو اُسے اوّل تخم پاشی کر دینا چاہیئے تاکہ کچھ تو ثمرہ حاصل ہو جائے ایسا نہ ہو کہ جھاڑیوں کے صاف کرنے میں ہی عمر ختم ہو جائے۔

حضرتؒ نے فرمایا بس تم نقشبندیہ سلسلہ میں بیعت ہو جاؤ تم کو انہی کے مذاق سے مناسبت ہے۔ سبحان اللہ! حضرت نے دقیق مذاق کو کتنی سہل مثال سے حل فرمایا۔ پھر طالب کے مذاق کی کیسی رعایت فرمائی کہ صاف کہہ دیا کہ تم نقشبندیہ سے بیعت ہو جاؤ یہ نہیں کہ سب کو اپنے یہاں ہی بھرتی کرنے کی فکر کریں۔ جیسا کہ آج کل اکثر ہو رہا ہے۔

(الرحیل الی الخلیل ص۴۲، تزکیۃ النفس ص۳۲)

۶۵۔ حضرت حسن شاہ صاحبؒ کا تھانہ بھون چھوڑنا

فرمایا: جب حاجی صاحبؒ نے اس مسجد (پیر محمد والی) میں قیام کا ارادہ کیا۔ پہلے یہ سہ دری بنی ہوئی نہ تھی۔ حضرت میاں جی صاحب قدس سرہٗ کے حکم سے بنی ہے تو حاجی صاحبؒ کے بیٹھنے سے پہلے اس مسجد میں ایک بزرگ حسن شاہ صاحبؒ رہتے تھے وہ صاحب سماع تھے مگر سچے آدمی تھے دوکاندار نہ تھے۔ جب اُنہوں نے حضرت حاجی صاحبؒ کو یہاں قیام کرتے دیکھا تو وہ اپنا بستر لپیٹ کر شاہ ولایت میں جا پڑے اور فرمایا کہ اب بستی میں شیخ کامل آگیا ہے اس کے سامنے مجھے بستی میں رہنے کی ضرورت نہیں۔ وہ جنگل میں جا بسے اور وہیں زندگی کے دن پورے کیے۔ وَاللہ! میں اس ادا کا عاشق ہوں۔ افسوس ہمارے اندر اب یہ باتیں نہیں رہیں۔

اسی طرح حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتیؒ اپنے شیخ علی احمد صابرؒ کے حکم سے پانی پت تشریف لائے اور یہاں قیام کا ارادہ کیا تو پانی پت میں شاہ بُوعلی قلندرؒ پہلے سے موجود تھے۔ اُنہوں نے اپنے ایک مُرید کے ہاتھ کٹورے میں پانی بھر کر شیخ شمس الدین صاحبؒ کے پاس بھیجا شیخ شمس الدینؒ نے اُس پر ایک پھول رکھ کر واپس کر دیا۔ لوگ اس رمز کو نہ سمجھے تو انہوں نے

ؔلہ حضرت حاجی صاحبؒ کا اس مسجد میں قیام اور حسن شاہ صاحب کا واقعہ ملفوظ ۳۲ ص پر بھی مندرج ہے۔ ۱۲ ،،

قلندر صاحب سے دریافت کیا کہ یہ کیا بات تھی ؟ فرمایا کہ میں نے شیخ شمس الدین سے یہ کہا تھا کہ پانی پت میرے اثر سے بھرا ہوا ہے جیسے یہ کٹورا پانی سے بھرا ہوا ہے اس میں کسی دوسرے کی گنجائش نہیں، آپ فضول تشریف لائے، تو انہوں نے جواب دیا کہ میں اس طرح رہوں گا جیسے پانی پر پھول رہتا ہے۔ پانی کی جگہ کو نہیں گھیرتا یعنی میں آپ کے اثر میں تصرف نہیں کروں گا۔ اس کے بعد شاہ بوعلی قلندرؒ خود بستی چھوڑ کر جنگل کی طرف تشریف لے گئے۔ گویا حضرت شیخ شمس الدین کو اجازت دے دی کہ تم جس طرح چاہو تصرف کرو اب ہماری ضرورت نہیں رہی۔ کیونکہ دوسرا صاحبِ کمال آگیا ہے۔

(ارشاد الحق حصہ دوم صـ۵۲)

۶۶۔ جنّت سے حضرت آدم علیہ السّلام کے نکلنے کی مصلحت

فرمایا: جو مصلحت (جنت سے نکلنے میں) حضرت آدم علیہ السلام کے حق میں تھی اس کو حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ عارفوں کے لئے بڑی نعمت معرفت ہے اور معرفت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علمی اور ایک عینی۔ معرفت علمی تو یہ ہے کہ صفاتِ کمال پر اس کے آثار کا علم ہو جائے اور معرفت عینی یہ ہے کہ اس صفت کے اثر کا مشاہدہ ہو جائے تو اس وقت حضرت آدم علیہ السلام کو معرفتِ علمی تو حاصل تھی لیکن معرفت عینی صرف بعض صفات کی حاصل تھی جیسے منعم کہ اس صفت کا اس وقت مشاہدہ ہو رہا تھا لیکن بعض صفات کا مشاہدہ اس وقت نہ تھا مثلاً تَوَّابٌ کہ اس صفت کی معرفتِ علمی تو حاصل تھی باقی معرفتِ عینی حاصل نہ تھی اور معرفتِ عینی افضل ہے معرفتِ علمی سے تو جنت سے علیحدہ کر کے اللہ تعالےٰ کو حضرت آدم علیہ السلام کی تکمیلِ عرفان مقصود تھی۔ پس یہ اخراج حقیقت میں عقوبت نہ تھی بلکہ تکمیل تھی اور بعض قرائن سے حضرت آدم علیہ السلام کو اس کا کچھ پتہ چل گیا۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ جب آدم علیہ السلام کی ناک میں رُوح داخل ہوئی تو آپ کو چھینک آئی۔ ارشاد ہوا کہو "الحمد للہ"، اور فرشتوں کو حکم ہوا کہو "یرحمک اللہ" تو بعض روایات میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام روئے کہ دُعائے رحمت سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی لغزش ضرور ہوگی اور توبہ کے بعد رحمت ہوگی

اور اس کمالِ معرفت کی مصلحت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے اتنا بخار چڑھتا تھا جتنا دو آدمیوں کو چڑھتا ہے کیونکہ جس اسم کا یہ مظہر ہے اس کی معرفت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علیٰ وجہ الکمال عطا فرمائی تھی۔ غرض حضرت آدم علیہ السلام کا جنت سے آنا بھی رحمت ہے۔ (النور ص۲۲ المعد د الفرسخی فی المورد البرزخی ص۱۷)

۶۷۔ ساری جائداد وقف نہ کرو

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ سے ایک بی بی نے عرض کیا کہ میں اپنی جائداد وقف کرنا چاہتی ہوں۔ حضرتؒ نے فرمایا نہیں نہیں ایسا نہ کرو کچھ رکھ لو، نفس کو کبھی پریشانی ہو جایا کرتی ہے پھر وہ پریشانی دین تک مقتضی ہوتی ہے۔ حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ وہ زمانہ گیا کہ درہم و دینار رکھنا تقویٰ و توکل کے خلاف تھا۔ اب تو اگر کسی کے پاس مال ہو تو اس کو حفاظت سے رکھنا چاہیئے۔ کم ہمت انسان جب مفلس ہوتا ہے تو اوّل اُس کا دین ہی برباد ہوتا ہے۔ (الاستغفار ص۱۰)

۶۸۔ ایضاً

فرمایا: حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حافظ ضامن صاحبؒ کا قصہ ہے کہ ایک شخص نے جس کو کسی ظالم نے جائداد کے مقدمہ میں پریشان کر رکھا تھا، حضرت حاجی صاحبؒ سے کہا کہ میں اپنا حق ہی چھوڑ دوں۔ حضرتؒ نے فرمایا بہتر ہے صبر کرو۔ حافظ ضامن صاحبؒ نے کہیں سُن لیا اور بڑے زور کے ساتھ اس سے منع کیا کہ ہرگز صبر نہ کرنا۔ مقدمہ کرو ہم دُعا کریں گے۔ اور حضرت حاجی صاحبؒ کی طرف خطاب کیا کہ یہ آپ نے اس کو کیا بتلادیا؟ آپ کے تو بیوی نہ بچہ، آپ نے دُنیا کو چھوڑ دیا۔ وہ دُنیا کو چھوڑے گا تو بیوی بچوں کا کیا حشر ہوگا یہ بھی تو سوچ لیا ہوتا۔ یہ سُن کر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ خاموش ہو گئے اور اپنے حجرے میں چلے گئے۔

(جلاء القلوب ملقب بہ جام جمشید ص۵۳)

۶۹۔ شادی ایک ماہ کی خوشی کا نام ہے

فرمایا: حضرت علیؓ سے کسی نے دریافت کیا کہ شادی کیسی چیز ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا سُرُوْرُ شَھْرٍ یعنی ایک ماہ کی خوشی ہے۔ سائل نے کہا ثُمَّ مَاذَا پھر کیا ہوتا ہے؟ فرمایا لُزُوْمُ مَھْرٍ مہر کا لازم ہونا۔ اُس نے پوچھا ثُمَّ مَاذَا پھر کیا ہوتا ہے؟ فرمایا کَسْرُ ظَھْرٍ کمر کا ٹوٹنا۔ اس نے کہا ثُمَّ مَاذَا۔ پھر کیا ہوتا ہے؟ فرمایا غُمُوْمُ دَھْرٍ یعنی عمر بھر کا غم لگ جاتا ہے۔ حضرت علیؓ بڑے فصیح تھے کیا فصیح اور مقفّی جواب دیتے ہیں۔ حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے جب تک آدمی مجرّد رہتا ہے انسان ہے اور جب شادی ہوتی ہے تو چار پایہ ہو گیا۔ بہرحال سب مصیبت ہی مصیبت ہے۔

(ازالۃ الغین عن آلۃ العین صفحہ ۳۷)

۷۰۔ بعض شیوخ تربیّت کے لئے سزا بھی دیتے ہیں

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ کے ایک مُرید بیان کرتے تھے کہ حضرت ایک مرتبہ حرم میں تشریف رکھتے تھے۔ ایک شخص کو دیکھا کہ وہ دُوسرے[1] کو مار رہا ہے۔ ہم لوگ سمجھتے تھے کہ یہ کوئی نوکر ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ یہ پیر مُرید ہیں اور فرمایا پیر ایسے ہوتے ہیں کبھی ہم نے بھی تم لوگوں کو مارا ہے؟ واقعی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اس قدر رحمت و شفقت تھی کہ کہیں نہ دیکھی ؎

ہم نے اُلفت کی نگاہیں دیکھیں
جانیں کیا چشمِ غضب ناک کو ہم

مَیں نے حضرتؒ کو دیکھا کہ اپنے مریدوں کے ساتھ وہ برتاؤ فرماتے تھے جیسا کہ لوگ اپنے پیروں کے ساتھ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرتؒ سے فیض زیادہ ہُوا۔ خیر یہ تو حضرت کی خاص حالت تھی مگر مُجھ کو ان حضرت پیر کے قصّہ سے استدلال کرنا ہے کہ وہ مرید بڑی

---

[1] یہ بھی ایک مرتبہ فرمایا کہ شیخ مُرید کو اُٹھک بیٹھک کرا رہے تھے۔ ۱۲ (رجاء اللقاء صفحہ ۳۷)

خوشی سے ہٹ رہا تھا جو بدونِ محبتِ کامل کے کوئی انسان اس کو گوارا نہیں کر سکتا اور اس محبت کا منشاء صرف یہی ہے کہ اس کو اللہ والا بلفظ دیگر کامل الایمان، کامل العمل سمجھتے ہیں۔ حضرت فرماتے تھے کہ ایک مولوی صاحب فرماتے تھے کہ خدا جانے یہ فقیر کیا گھول کر پلا دیتے ہیں۔ ہم طالب علموں کو کھلاتے ہیں پلاتے ہیں، سبق پڑھاتے ہیں، کتاب اپنے پاس سے دیتے ہیں، اُن کے تمام ناز نخرے اُٹھاتے ہیں اور جب پڑھ لکھ کر چلے جاتے ہیں تو کوئی پُوچھتا نہیں اور ان فقیروں کے پاس جو آتا ہے مُنہ سے بولتے تک نہیں۔ وہ خانقاہیں پڑے ہیں اور اُن کو خبر بھی نہیں ہے۔ کبھی شاہ صاحب ہنس پڑے تو عید آگئی۔ برسوں کے بعد کچھ بتلا دیا تو بہت ہی خوش ہیں حالانکہ پیر صاحب پر کون سی محنت پڑی۔ ذرا زبان ہلا دی۔ ساری محنت مُرید ہی کرتا ہے نہ اُس کے کھانے کی خبر اور نہ ہی محنت کی خبر۔ خدمتیں علیحدہ کرو۔ اگر پیر کے ہاں بھینس ہے تو سانی کرو، چارہ لاؤ اور بھینس چراؤ اور پیر صاحب جب چاہیں بھینس کی وجہ سے مُرید کو نکال دیں، جب چاہیں ماریں، مگر وہ ہے کہ ٹلتا نہیں۔ زندگی تک تو یہ حال رہتا ہے اور جب پیر صاحب مر گئے بیوی بچّوں کو چھوڑ کر قبر کا مجاور بن گیا۔ غرض خدا جانے کیا پلا دیتے ہیں کہ وہ سریش ہو کر لپٹ جاتا ہے۔ حضرت اُن کے پاس ایک مقناطیس ہے وہ اس سے جذب کر لیتے ہیں۔ وہ ہے اللہ تعالےٰ کی اطاعت۔ شیخ (سعدی) شیرازیؒ فرماتے ہیں ؎

تو ہم گردن از حکمِ داور مپیچ
که گردن نه پیچد ز حکم تو ہیچ

"تُو بھی حق تعالیٰ کے حکم سے گردن نہ پھیر کہ تیرے حکم سے کوئی گردن نہ پھیرے گا۔"

عارف رومیؒ کہتے ہیں ؎

ہر کہ ترسید از حق و تقوےٰ گزید
ترسد از وے جن و انس ہر چہ دید

"جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرا اور اُس نے تقویٰ اختیار کیا تو اس سے جنّ و انس اور جو چیز اس کو دیکھتی ہے، ڈرتی ہے۔"

(الاتفاق ص ۳۲)

۷۱۔ بعض اوقات مُرید پر سختی کی ضرورت بھی ہوتی ہے

فرمایا : آخر بہت سے مشائخ و مرشدین بھی تو کبھی فلاح کے لئے یا کسی اعلیٰ مقام پر متوجہ کرنے کے لئے مُرید پر سختی کرتے ہیں۔ گو ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ کے یہاں صورۃً بھی رحمت غالب تھی۔ ایسے شدید واقعات نہیں ہوتے تھے جیسے دوسرے مشائخ کے یہاں ہوتے ہیں۔ مگر پھر بھی کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا تھا۔ اگر نشتر نہ تو پلٹس تو ضرور ہو گی تاکہ زخم سے مواد نکل جائے۔ بچہ کے دنبل میں جب نشتر لگایا جاتا ہے تو بچہ روتا ہے مگر ماں باپ خوش ہوتے ہیں کہ اب جلدی آرام آجائے گا ؎

طفل مے لرزد زنیش احتجام ‏ ‏ ‏ ‏ مادرِ مشفق ازاں شاد کام

اسی طرح مشائخ کی سختی سے ناواقف رنجیدہ ہوتا ہے مگر اہلِ فہم خوش ہوتے ہیں کیونکہ مشائخ اپنی تعظیم اور پرستش نہیں کراتے کہ خواہ مخواہ لوگوں پر سختی کریں اور حکومت کا سکہ بٹھائیں بلکہ کبھی طالب کی کسی غلطی کی اصلاح کرتے ہیں اور تجربہ ہے کہ اکثر کامل اصلاح سختی ہی سے ہوتی ہے۔ ہر جگہ نرمی کام نہیں دیتی۔ جس زخم میں مواد بھرا ہو اس پر مرہم نہیں رکھا جاتا بلکہ پلٹس اور نشتر ہی سے کام لیا جاتا ہے اور بعض دفعہ شانِ محبوبیت کی وجہ سے طالب کا امتحان کرتے ہیں کہ اس کو طریق سے محبت ہے یا نہیں ؟ اور اس طریق محبت کا معیار محبتِ شیخ ہے۔ جس کو شیخ سے جتنی محبت ہو گی اتنی ہی طریق سے محبت ہو گی۔ پس اس کو شیخ سے محبت کا عنوان کہو یا طریق سے محبت کا عنوان، دونوں میں باہم تلازم ہے ؎

بخت اگر مدد کند دامنش آورم بکف
گر بکشد زہے طرب ور بکشم زہے طرب

(آداب المصاب لتسلیۃ الاحباب صلا)

۷۲۔ حکایت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

فرمایا : ایک اور حکایت ہے کہ ایک تاجر بغداد میں اتنا قیمتی کپڑا لایا کہ خلیفہ بھی نہیں

خرید سکتا تھا، وہاں کوئی بزرگ بھی تھے غالباً حضرت غوثِ اعظمؒ ہی تھے۔ انہوں نے اس سے وہ کپڑا خرید لیا۔ بادشاہ کو خبر پہنچی تو نہایت ناگوار ہوا۔ وزیر کو حکم دیا کہ شاہ صاحبؒ کو پکڑ لاؤ۔ اُنہوں نے ہماری اہانت کی۔ جب وزیر شاہ صاحب کے ہاں پہنچا تو اُس نے دیکھا کہ اس کپڑے کی عبا بونتی جا رہی ہے اور اس میں ایک کلی کم ہے تو شاہ صاحبؒ نے حکم دیا کہ ایک کلی ٹاٹ کی لگا دو۔ یہ حال دیکھ کر وزیر واپس آ گیا اور خلیفہ سے سب حال کہا اور کہا جس کی نظر میں ٹاٹ اور قیمتی کپڑا برابر ہے اس کو آپ نہیں پکڑ سکتے۔

ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ نے اس کی حقیقت کے متعلق ایک آسان سی بات فرمائی کہ عارف ان نعمتوں میں آخرت کی نعمتوں کا مشاہدہ کرتا ہے اس لئے ان کی طرف توجہ کرتا ہے۔ فقہاء نے بھی اس کے قریب قریب اُسے سمجھا ہے۔ چنانچہ چار اُنگل حریر کی دلیل ہدایہ میں بھی بیان فرمائی ہے:-

لِيَكُوْنَ اَنْمُوْذَجًا لِحَرِيْرِ الْجَنَّةِ "تاکہ حریر جنّت کا نمونہ بن جائے۔"

اور باری تعالےٰ کا یہ ارشاد بھی اسی بناء پر ہے:-

وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ - (پ ۳۰۔ ع ۸)

"کہ ان نعمتوں کے بارے میں رغبت کرنے والوں کو رغبت کرنا چاہیئے۔"

اس سے معلوم ہُوا کہ نعمائے آخرت کی رغبت واجب ہے۔ اس رغبت کی وہ چیز بھی مرغوب ہو گی، تو جیسے جنّت کے لباس کی رغبت ہو اُس کے واسطے چار اُنگل حریر کا استعمال مستحسن ہو گا، مگر اس کے لئے محض الفاظ کافی نہیں کہ ہمیں بھی لباسِ آخرت کی رغبت ہے اس سے کیا ہوتا ہے بلکہ حال سے ہونا چاہیئے ورنہ زبان سے کہہ دینے سے کیا ہوتا ہے دل میں بھی تو اُس کا اثر ہو۔

(اشرف العلوم صد ۴۵)

۴۷۔ قبض کے بعد بسط

مولانا فرماتے ہیں ؎

چوں قبض آید تو در وے بسط بیں   تازہ باش و چیں میفگن بر جبیں

"اے سالک! جب تجھ پر قبض طاری ہو تو اس کے بعد بسط دیکھ، خوش و خرم رہو۔
پیشانی پر بل مت ڈال۔"

مولانا نے یہاں در وے بسط میں فرمایا ہے کہ عین قبض میں تم بسط دیکھو۔ جیسا کہ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :۔

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۔ (پ ۳۰ ع ۱۹) "یقیناً سختی کے بعد آسانی ہے۔"

آیت میں مَعَ بمعنی بَعْدُ ہے۔ اس طرح مولانا کے کلام میں در وے بمعنی بعد وے
ہے جس کو مبالغۃً زیادت تسلّی کے لئے در وے سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور ہمارے حضرت
حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ جب قلب پر وساوس و خطرات کا ہجوم ہو اور کسی طرح
بند نہ ہوتے ہوں۔ اور یہی قبض کی حالت میں پیش آتا ہے تو تم اس وقت ان خطرات
ہی کو حضور و دل جمعی کا اس طرح سبب بناؤ کہ یوں سوچو کہ اللہ تعالیٰ کی کیا قدرت ہے
کہ میرے دل میں ایک دریا خیالات کا بہا دیا جس کے بند کرنے سے بندہ عاجز ہے۔
اس وقت تم ان خطرات ہی کا مراقبہ کرو اور انہی سے قدرتِ حق کا مطالعہ کرو۔ اب
یہ خطرات جو اوّل سببِ بُعد تھے سببِ قُرب بن جائیں گے اور عین قبض کی حالت میں
در وے بسط بین کا منظر سامنے ہوگا کہ وساوس بھی جو قبض ہیں اور قدرت کا مشاہدہ
بھی ہے جو بسط ہے۔ سبحان اللہ! یہ ہیں علوم جن کو علوم کہنا چاہیئے۔ پھر قبض کے
بعد جو بسط ہوتا ہے اُس وقت جو فرحت سالک کو ہوتی ہے اس کا اندازہ نہیں
ہو سکتا۔ (الیسر مع العسر ص۳۱)

۴۷۔ معراج کی صُورت اور حقیقت

فرمایا: ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ صورت و حقیقت دونوں کے جامع ہیں
اس لئے آپ کو معراج بصورتِ عروج ہوئی۔ جس میں حقیقت اور صورت دونوں کو جمع
کر لیا گیا۔ پھر آپ کی معراج میں جس طرح عروج تھا، نزول بھی تھا اور نزول میں بھی
صورت و معنی دونوں مجتمع تھے۔ صورت تو یہ کہ آپ بلندی سے زمین کی طرف تشریف لائے
اور حقیقت یہ کہ فناء کے بعد بقاء حاصل ہوا اور یہ نزول ہے جس کو اہلِ سلوک جانتے

ہیں۔ اس جامعیت کے متعلق حضرت حاجی صاحبؒ نے بڑے مزے کی بات فرمائی۔

ایک دفعہ شریفِ مکّہ کچھ حضرت سے بدظن ہو گیا۔ کسی نے کچھ شکایت پہنچا دی تھی۔ اس اثناء میں ایک دن حضرت کی مجلس میں شریف صاحب کے ایک درباری حاضر ہوئے۔ باتوں باتوں میں کچھ اس کا تذکرہ ہوا۔ حضرتؒ نے ان شکایات کا بے اصل ہونا ظاہر فرمایا، پھر حضرتؒ کو جوش آگیا اور فرمایا کہ اگر شریف صاحب کو ان شکایات کا یقین آگیا ہے تو پھر میرا وہ کیا کر سکتے ہیں۔ بس یہی نا، کہ مکّہ سے نکال دیں گے تو میرا اس میں کوئی ضرر نہیں میں جہاں بیٹھوں گا وہی مکّہ ہو گا اور وہاں ہی مدینہ ہو گا کیونکہ مکّہ کی حقیقت ہے تجلّی الوہیت اور مدینہ کی حقیقت ہے تجلّی عبدیت، اور یہ عارف کے ساتھ ساتھ ہوتی ہے تو جہاں وہ بیٹھے گا مکّہ مدینہ اُس کے ساتھ ہے کیونکہ ہر وقت تجلّی الوہیت و عبدیت کا مشاہدہ کرتا ہے تو وہ ہر جگہ خوش ہے۔ کیونکہ مقصود سے ہر دم اُس کو قُرب حاصل ہے ؎

ہر کجا دلبر بود خرّم نشیں … فوق گردوں است نے قعرِ زمیں

"جس جگہ محبوب ہو خوش و خرم بیٹھ، وہ جگہ مرتبہ میں آسمان سے بلند ہے نہ زمین سے پست۔"

پھر شریف صاحب میرا کیا بگاڑیں گے۔

اگر کوئی سڑبھنگ ہوتا تو بس اتنے کلام پر اکتفا کرتا۔ مگر قربان جائیے حضرت حاجی صاحب قدّس سرّہٗ کے کہ وہ واقعی محقق تھے۔ اتنی بات پر کلام کو ختم نہیں کیا، بلکہ اس کے بعد یہ بھی فرمایا کہ "جو محقق عارف ہیں وہ معنی کے ساتھ صورت کی بھی قدر کرتے ہیں اور جب تک اُن سے ہو سکتا ہے مکّہ، مدینہ کی صورت کو بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ ہاں کوئی مجبوری آپڑے تو خیر۔"

سبحان اللہ! جوش کی حالت میں بھی فن پر پُوری نظر رہی اور سنبھل کر مسئلہ کو پُورا فرما دیا جس پر اب کوئی اشکال نہیں ہو سکتا ورنہ سب سے پہلے حضرت پر اشکال وارد ہوتا کہ جب حقیقت مکّہ، مدینہ کی آپ کے ساتھ ہے تو پھر صورتِ مکہ میں آپ نے کیوں قیام اختیار فرمایا۔ تو اس جامعیت کی وجہ سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم

کو معراج بصورتِ عروج ہوئی۔ (الیسر مع العسر ص۳۹)

(اس ملفوظ سے حضرت حاجی صاحبؒ کے شانِ استغناء کا اظہار ہوتا ہے کہ ببانگِ دہل فرمایا کہ شریفِ مکّہ میرا کیا بگاڑ سکتا ہے۔)

۷۵۔ لوگوں کے اعتقاد یا بداعتقاد کا کُچھ فکر نہیں

فرمایا: ہمارے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ حضرت کو ایک شخص نے رُقعہ دیا ہے کہ آپ کا فلاں مُرید ایسے ایسے کام کرتا ہے اس کو منع کر دیجئے ورنہ اندیشہ ہے کہ لوگ حضرت سے بے اعتقاد ہو جائیں گے۔ حضرتؒ نے فرمایا۔ بھائی دوسروں پر کیا رکھتے ہو؟ اگر تمہارا جی بے اعتقاد ہونے کو چاہتا ہے تو تم بے اعتقاد ہو جاؤ اور مجھے تم لوگوں کی بے اعتقادی سے کیا ڈراتے ہو۔ میں تو اللہ تعالیٰ سے چاہتا ہوں کہ مخلوق مجھے چھوڑ دے اور مردود سمجھ کر مجھ سے سب الگ ہو جائیں۔ ارے مجھے تو تمہارے اعتقاد نے پریشان کر دیا ہے کہ مجھے اپنے اللہ کو بھی یاد کرنے کا یکسوئی کے ساتھ وقت نہیں ملتا۔ واقعی عاشق تو چاہتا ہے کہ اُس کا یہ حال ہو ؎

چہ خوش وقتے و خرم روزگارے
کہ یارے برخورد از وصل یارے!

(الافاظ القرآن ص۱۱)

۷۶۔ کسی کی دِل شکنی نہ فرمانا

فرمایا: ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جو کوئی مشورہ دیتا تو ہر شخص کے مشورے پر فرما دیتے، اچھا جیسی مرضی۔ چاہے وہ حضرت کی رائے کے موافق ہوتا یا خلاف؟ کسی کی دل شکنی نہ فرماتے تھے اور ہر ایک کے جواب میں جیسی مرضی ہی فرماتے تھے۔

(تکمیل الانعام فی صورۃ ذبح الانعام ص۸)

☆

۷۷۔ دوستوں سے بہ نیّت رضاء الٰہی باتیں بھی عبادت ہے

فرمایا: ایک مرتبہ مولانا فتح محمد صاحب کو حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں زیادہ دیر لگ گئی تو اُٹھتے وقت بطور معذرت کے حضرتؒ سے عرض کیا کہ آج حضرتؒ کا بہت حرج ہُوا کہ یہ وقت عبادت کا تھا۔ فرمایا کہ میاں کیا تسبیح چلانا ہی عبادت ہے دوستوں سے باتیں کرنا بھی تو عبادت ہے (کیونکہ اس میں تطییبِ قلب مسلم ہے) اور ایک بار میرا نام لے کر فرمایا کہ میاں اشرف علی جب ہم مجلس میں باتیں کرتے ہوں اُس وقت بھی تم ہمارے باطن کی طرف متوجہ رہا کرو۔ یہ مت سمجھنا کہ اس وقت تو باتوں میں مشغول ہیں اس لئے باطن سے فیض نہ ہو گا۔ بھائی ہمارا باطن اس وقت بھی مشغول بحق ہوتا ہے۔ تو بات کیا ہے؟ اس کا راز یہی ہے کہ کامل، باتیں بھی عبادت ہی کی نیت سے کرتا ہے اس کا باطن اس وقت بھی مشغولِ بحق ہوتا ہے۔ اسی سے اس کو معلوم ہوتا رہتا ہے کہ اب خاموشی کا وقت ہے اور اس وقت بولنے کی ضرورت ہے۔ اس وقت مزاح کی ضرورت ہے، تو اس کا قول وفعل عبادت وذکر سے خالی نہیں ہوتا۔ اسی سے کامل کو ہنسی مزاح اور زیادہ باتوں میں مشغول دیکھ کر اپنے اُوپر قیاس کر کے اُس پر اعتراض نہ کرنا چاہیئے۔ جن باتوں کو تم فضول سمجھتے ہو وہ کسی حکمت یا ضرورت کی وجہ سے ان میں مشغول ہوتا ہے ؎

درنیابد حال پختہ ہیچ خام پس سخن کوتاہ باید والسلام

"تجربہ کار آدمی کی حالت کو غیر تجربہ کار آدمی نہیں سمجھ سکتا۔ لہٰذا بات کو طول نہ دے اور زبان بند کر ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر وشیر

"پاک لوگوں کے کام کو اپنی طرح نہ سمجھو اگرچہ شیر اور شیر (دودھ) ایک طرح لکھتے ہیں لیکن ان میں بڑا فرق ہے۔"

(تفاضل الاعمال صـ۱۳، ماعلیہ الصبر صـ۲۲)

۷۸۔ مولانا مُنیر نانوتویؒ کی ظرافت

فرمایا: مولانا مولوی محمد مُنیر صاحب نانوتویؒ بڑے ظریف تھے۔ فرماتے تھے، ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحبؒ نانوتہ تشریف لائے۔ دو، چار خادم بھی ہمراہ تھے اور ان پر کیفیات طاری ہو رہی تھیں۔ مولانا فرماتے ہیں میں نے عرض کیا حضرتؒ یہ کیفیتیں ہم کو کبھی نصیب نہ ہوئیں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ چاہتے ہو تو آؤ تم بھی بیٹھ جاؤ۔ مولوی صاحبؒ نے فرمایا، حضرت اس طرح تو ہم کو منظور نہیں۔ مولوی صاحب نے بڑی فہم اور دانائی کی بات کہی۔ اس لئے کہ اس توجہ سے دو صورتوں میں سے ایک صورت پیدا ہوتی یا تو کچھ اثر نہ ہوتا تب تو فضول وقت ضائع ہوتا اور اگر کچھ اثر ہوتا تو وہ پائدار نہ ہوتا۔ اس کے زوال کے بعد حسرت اور افسوس اور زیادہ ہوتا یا اگر قوی توجہ ہوتی تو اندیشہ جسمانی ضرر کا بھی تھا۔ اگر کوئی کہے کہ توجہ سے مر جائیں گے تو کچھ پرواہ نہیں۔ ایسی موت تو بہت اچھی ہے۔ مرنا وہی اچھا ہے جو طریقہ کے ساتھ ہو۔ اپنے ہاتھوں سے جان دینے سے کیا فائدہ؟ اور یہ کوئی کمال نہیں مقصود تو زندہ رہ کر اعمالِ صالحہ اور اطاعت کرنا ہے۔ بہرحال اگر کوئی شخص ایسی توجہ دے بھی تو ہرگز نہ لو۔

(اسباب الفضائل ص ۱۶)

۷۹۔ طلبِ صادق کی ضرورت

فرمایا: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو عمل کی وجہ سے جنت میں جائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا وَلَا اَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یعنی اے اللہ کے رسولؐ! آپ بھی عمل سے جنت میں نہ جائیں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں سر مبارک پر ہاتھ رکھ کر فرمایا وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰہُ بِرَحْمَتِہٖ یعنی میں بھی عمل سے جنت میں نہ جاؤں گا جبکہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اپنی رحمت سے ڈھانپ نہ لیں۔

پس جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید الاولین والآخرین یہ فرمائیں تو آج کون شخص ہے،

جو اپنے عمل پر اعتماد کرے حالانکہ عمل آپؐ کے برابر تو کوئی کیا کرے گا۔ قریب بھی آپؐ کے کوئی نہیں بلکہ بعید اور ابعد بھی نہیں کہا جا سکتا۔ کہاں ہمارا عمل کہاں حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کا عمل۔ کوئی یہ نہ کہے میں ساری رات جاگتا ہوں۔ اور حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سوتے بھی تھے، جاگتے بھی تھے اس لئے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کی دو نفلیں ہم سب کی تمام عمر کی عبادت سے کہیں زیادہ ہیں۔ ہمارے اندر وہ اخلاص اور وہ محبّت کہاں اور حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کا تو بڑا مرتبہ ہے۔ ہمارے حضرتؒ پیر و مُرشد فرماتے تھے کہ عارف کی ایک رکعت غیر عارفؒ کی لاکھ رکعت سے افضل ہے۔ اسی واسطے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک مد، اَوروں کے اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرنے سے افضل (بہتر) ہے۔ اگر کوئی کہے کہ فضل ہی پر مدار ہے تو ہم کو کیوں تکلیف دی ؟ بات یہ ہے کہ دیں گے تو فضل ہی سے۔ لیکن عمل توجہ فضل کی شرط ہے۔ مؤثر مستقل نہیں لیکن فضل و رحمت عملِ خالص سے متوجّہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے :۔

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ۔

"یعنی بے شک اللہ تعالےٰ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب ہے۔"

اور احسان سے مُراد عمل خالص ہے جس کی تفسیر حدیث میں یہ آئی ہے :

اَنْ تَعْبُدَ رَبَّکَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ ۔ تو خدا تعالیٰ کی عبادت کرتے وقت یوں خیال کرو کہ گویا تُو خدا کو دیکھ رہا ہے اور اس عمل کا موقوف علیہ طلبِ صادق ہے وہ اس کو دیکھتے ہیں کہ بندہ ہماری طرف متوجّہ بھی ہُوا یا نہیں۔ اگر طلب نہ ہو تو عمل نہیں ہوتا اور عمل نہ ہو تو فضل متوجّہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ ارشاد ہے :۔

اَنُلْزِمُکُمُوْھَا وَ اَنْتُمْ لَھَا کٰرِھُوْنَ ۔ یعنی کیا ہم تم کو اپنی رحمت چپکا دیں گے اور تم اس سے کراہت کرنے والے ہو۔"

پس اوّل طلبِ صادق ہے۔ اس کے بعد عمل ہے پھر جو کچھ عطا ہوتا ہے وہ فضل ہے۔

؎ تا نگرید طفل کے جوشد لبن   تا نگرید ابر کے خندد چمن

" یعنی جب تک بچہ نہ روئے ماں کے دُودھ کو جوش نہیں ہوتا اور جب تک بادل نہ روئے (گرجے) باغ میں بہار نہیں آتی۔"   (اسباب الفضائل صہ ۲۸، تذکیر الآخرۃ صہ ۳۱، حب العاجلہ صہ ۲)

(حاشیہ اگلے صہ پر)

۸۰۔ گرمِ بازاری عشق کا رونا

فرمایا: جب حاجی لبّیک کہتے ہیں تو پتھر بھی موم ہو جاتا ہے۔ جب مکہ پہنچتے ہیں اور کعبۃ اللہ پر نظر پڑتی ہے تو نظر کے ساتھ ہی آنکھوں سے گھڑوں پانی بہنے لگتا ہے کیا یہ سب باتیں ہی باتیں ہیں۔ کوئی چیز تو ہے جو یُوں بے تاب کر ڈالتی ہے۔ یہ رونا نہ معلوم خوشی کا ہے نہ غم کا۔ ہمارے حاجی صاحبؒ نے ارشاد فرمایا تھا کہ یہ رونا گرم بازاری عشق کا ہے جس کا ذکر ان اشعار میں ہے ؎

بلبلے برگِ گلے خوش رنگ در منقار داشت
واندراں برگِ نوا صد نالہائے راز داشت

گفتمش درعین وصل ایں نالہ و فریاد چیست
گفت مارا جلوہ معشوق دراین کار داشت

"ایک بُلبُل ایک خوبصورت پھول کی پتی چونچ میں لئے ہُوئے تھی اور اس پتی میں سینکڑوں نالوں کی صدائے رکھے ہُوئے نالہ کر رہی تھی میں نے اُس سے عین وصال کے وقت کہا یہ نالہ و فریاد کیسا۔ اُس نے جواب دیا کہ جلوہ معشوق نے اسی کام کا رکھا ہے۔

(محاسن الاسلام صـ۱۹)

۸۱۔ عارفین مخلوق کو مرأۃ خداوندی سمجھتے ہیں

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ٥ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ج قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ج فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ٥ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ج فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ٥ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا

حاشیہ صـ سے

؎ وجہ یہ ہے کہ عارف کو علم معرفت حاصل ہے غیر عارف کو حاصل نہیں۔ (حب العاجلہ صـ۷)

رَبِّیْ هٰذَآ اَکْبَرُ ج فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ ۝ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ (الانعام آیت ۷۵ تا ۷۹)

”اور ہم نے ایسے ہی طور پر ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات دکھلائیں تاکہ وہ عارف ہو جائیں اور تاکہ کامل یقین کرنے والے ہو جائیں۔ پھر جب رات کی تاریکی اُن پر چھا گئی تو اُنہوں نے ایک ستارہ دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ میرا رب ہے سو وہ جب غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ مَیں غروب ہو جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔ پھر جب چاند کو دیکھا چمکتا ہُوا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے۔ سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر مجھ کو میرا رب ہدایت نہ کرتا رہے تو مَیں گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں پھر جب آفتاب کو دیکھا چمکتا ہُوا تو فرمایا کہ یہ میرا ربّ ہے یہ تو سب میں بڑا ہے سو جب وہ غروب ہو گیا۔ آپ نے فرمایا اے میری قوم! مَیں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔ مَیں یکسُو اپنا رُخ اُس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور مَیں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔“

فرمایا: مشہور تفسیر تو یہ ہے کہ یہ ارخاء عنان بطورِ الزام ہے کہ ستاروں کو دیکھ کر فرمایا۔ ہاں لو یہ خُدا ہے۔ پھر جب وہ غروب ہو گئے تو اُن کے نقائص کو ظاہر کر کے توحید کو ثابت کیا کہ اللہ تعالےٰ بھی کوئی ایسا ہوتا ہے کہ کبھی عالی کبھی سافل۔ حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو کوکب میں اوّل ظاہر پر نظر پڑی۔ اس کی نسبت فرمایا هٰذَا رَبِّیْ پھر مظہر کی طرف التفات ہُوا۔ اسکی نسبت فرمایا: لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ۔ مطلب یہ تھا کہ اس کوکب کے اندر جو مجھے نظر آرہا ہے وہ میرا اللہ ہے۔ اور تم جو کوکب کی پرستش کرتے ہو مَیں اس سے بیزار ہوں۔ غرض عارفین مخلوق کو مرآۃ سمجھتے ہیں سو دوسرے لوگ تو اوّل مرآۃ کو دیکھتے ہیں اور عارفین اوّل مرآۃ کے اندر محبوب کو دیکھتے ہیں طبعًا مرآۃ پر بھی نظر پڑ جاتی ہے۔ (المورد الفرسخی فی المورد البرزخی صد ۹۶)

۸۲- اتفاق کی جڑ تواضع ہے

فرمایا: ہمارے مُرشد حضرت حاجی صاحبؒ نے ایک مرتبہ ایسی عجیب اور گہری بات فرمائی جو آج تک کسی رفامر کی زبان پر نہیں آئی- فرمایا لوگ اتفاق اتفاق پکارتے ہیں اور اتفاق کی جڑ اُن میں نہیں۔ محض باتوں سے اتفاق کرنا چاہتے ہیں۔ اتفاق کی جڑ ہے تواضع، جو لوگ متواضع ہوں گے اُن میں نزاع ہو ہی نہیں سکتا۔ جب ہر شخص میں تواضع ہوگی تو ہر شخص اپنے اُوپر دوسرے کے حقوق سمجھے گا اور ان میں اپنے کو قاصر پائے گا تو سب کے سب ایک دوسرے کے سامنے پچھیں گے اور یہی اتفاق ہے -

(فوائد الصحبت صہ۲۹، محاسن الاسلام صہ۹۲)

۸۳- اُمراء سے خواہ مخواہ خشونت کا برتاؤ بُرا ہے

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ بعض درویش امراء کی تحقیر کرتے ہیں- خواہ مخواہ خوشونت کا برتاؤ کرتے ہیں یہ ہمیں پسند نہیں۔ جب[1] امیر تمہارے دروازے پر آگیا تو حسبِ قول نِعْمَ الْاَمِیْرُ عَلٰی بَابِ الْفَقِیْرِ۔ (امیر اچھا ہے فقیر کے دروازے پر) وہ نعم الامیر میں داخل ہو گیا۔ اس لئے اس سے اخلاق برتنا چاہیئے۔ حضرت حاجی صاحبؒ سب سے ملتے اور سب کی تعظیم کرتے تھے اور فرماتے ہمارے لئے حکم ہے نَزِّلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ۔ لوگوں کو اُن کے مرتبہ کے موافق بٹھاؤ -

میرا (حضرت حکیم الامتؒ کا) خیال ہے کہ اللہ تعالےٰ جس کو بڑا بنائے جیسے اُمراء اس کو بھی تم بڑا سمجھو۔ البتہ خوشامد اور طمع سے دُور رہو اور خوش اخلاقی برتو۔ البتہ اُن سے تعلق نہ رکھو۔ ہاں جو تمہارے پاس آئے -

(تذکیر الاٰخرۃ صہ۳۰ تقویم الزیغ صہ۲۴ اشرف السوانح صہ۳۱۵ ج ۲ حسن العاجلہ صہ۴۵)

---

[1] اور فرماتے تھے کہ جب امیر فقیر کے دروازے پر آیا وہ امیر کب رہا وہ تو فقیر ہو گیا۔
(مقالاتِ حکمت)

۸۴۔ ذکر اللہ کا ہر حال میں فائدہ ہے

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ سے اگر کوئی کہتا کہ حضرت اللہ تعالیٰ کے نام سے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ آپ جواب میں فرماتے کہ یہ فائدہ کیا کم ہے کہ اللہ کا نام لیتے ہو۔

گفت آں اللہ تو لبیک ماست — ویں نیاز و سوز و دل پیک ماست

"تیرا اللہ کہنا ہمارا لبیک (میں حاضر ہوں) اور تیرے دل میں یہ نیاز و سوز ہمارا قاصد ہے۔"

اور فرماتے کہ اللہ تعالےٰ کا شکر کرو کہ اُس نے اپنا نام لینے کی توفیق دی اور اکثر یہ شعر فرمایا کرتے ؎

یا بم او را یا نیابم آرزوئے مے کنم — حاصل آید یا نیاید جستجوئے مے کنم

"میں اس کو پاؤں یا نہ پاؤں جستجو کرتا ہوں، وہ ملے نہ ملے میں آرزو کرتا ہوں۔"

اور فرمایا کرتے جس طاعت کے بعد پھر اس طاعت کی توفیق ہو یہ طاعتِ سابقہ کے قبول کی علامت ہے۔ نیز حضرتؒ نے فرمایا کہ تم کسی امیر کے گھر جاؤ جو تمہارا آنا پسند نہ کرے تو وہ کان پکڑ کر نکال دے گا۔ جب مسجد میں جاتے ہو اور وہاں سے نہیں نکالے جاتے تو سمجھو کہ حاضری مقبول ہے۔ چنانچہ غیر مقبولین کو حاضری کی توفیق بھی نہیں ہوتی۔ (مظاہر الاعمال ص۲۷، تذکیر الآخرہ ص۱۳، سیرت الصوفی ص۱۴، احکام العشر الآخرہ ص۲۹، تقویم الزیغ ص۳۸، ہمات الدعا حصّہ دوم ص۲۳)۔

۸۵۔ مُفت کی قدر نہیں ہوتی

فرمایا: ایک مفید عام رسالہ میں نے حضرتؒ کے حکم سے چھپوایا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ مُفت دوں لیکن حضرت قدس سرّہٗ العزیز نے حکم دیا کہ مفت نہیں ورنہ لوگ پڑھیں گے نہیں، بقیمت دینا کیونکہ مفت کی قدر نہیں ہوتی۔

(تذکیر الآخرہ ص۲۱، حب العاجلہ ص۲۹، شرف المکالمہ ص۵)

۸۶۔ ہر مخلوق کی خواہش پوری کرنا مشکل ہے

فرمایا: مخلوق تو ہزاروں ہے اور ہر ایک کی خواہش دوسروں کے معارض تو پھر کس کس کو راضی کرے۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہٗ نے ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک شخص تھا اس کے پاس ایک ٹٹو تھا اور بیوی بچہ اور کنبہ رکھتا تھا اس کو سفر درپیش تھا اس نے تجویز کی کہ ایک جانور ہے اور کئی سوار ہیں۔ باری باری سب مل کے چڑھتے اُترتے چلے جائیں گے۔ چنانچہ پہلے وہ خود سوار ہوا اور اپنے سیانے لڑکے اور بیوی کو پیادہ لے کر چلا۔ چلتے چلتے ایک گاؤں میں گزر ہوا۔ گاؤں والوں نے اُسے سوار دیکھ کر کہا کہ بچہ اور عورت جو قابلِ رحم ہے وہ پیادہ اور خود ہٹا کٹا ہو کر سوار ہے۔ اُس نے کہا بات تو ٹھیک ہے بس خود اُتر پڑا اور بیوی کو سوار کر دیا۔ دوسرے گاؤں میں پہنچا۔ گاؤں والوں نے دیکھ کر کہنا شروع کیا بیوی کا غلام ہے کہ سائیس کی طرح گھوڑے کی رسی پکڑے چلا جا رہا ہے۔ ارے کم بخت تجھ پر کیا مار آئی تُو نے اپنا وقار کیوں کھویا؟ اُس نے کہا یہ بھی سچ ہے آؤ اب کے سب مِل کر سوار ہوں۔ تیسرے گاؤں میں پہنچا وہاں لوگوں نے کہا کہ ارے کیسا ظالم ہے کہ جانور پر سب کو ایک دَم سے لاد دیا ہے۔ ارے ایک دفعہ گولی مار دے۔ ترسا ترسا کر مارنے سے کیا فائدہ۔ اس نے کہا یہ بھی معقول ہے۔ چنانچہ اب سب پیادہ پا چلے اور سواری خالی ساتھ رکھی۔ چوتھے گاؤں پر گزر ہوا۔ لوگوں نے یہ حالت دیکھی اور کہا دیکھی ناشکری اللہ تعالیٰ کی۔ اللہ تعالیٰ نے سواری بھی دی اور اس کی قدر نہیں۔ ارے ایک سواری تھی تو سب مل کر باری باری چڑھتے اُترتے چلے جاتے۔ اُس نے کہا اب کسی طرح الزام سے نہیں بچ سکتے۔ اب وہی کرو جو جی میں آئے اور کسی کے کہنے سُننے کی پرواہ نہ کرو۔ بس وہ اُترتے چڑھتے چلے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے اُسے اس تجربہ سے عقل دی کہ وہی کرو جس میں راحت ہو اور کسی کے طعن و تشنیع کی پرواہ نہ کرو۔ بزرگوں پر کفر کے فتوے لگتے ہیں اور وہ اپنے کام میں لگے رہتے ہیں کسی کے کہنے سُننے کی پرواہ نہیں کرتے۔ چنانچہ حضرت امیر خسروؒ فرماتے ہیں ؎

خلق مے گوید کہ خسرو بت پرستی مے کند　　　آرے آرے مے کند با خلق عالم کار نیست

"لوگ کہتے ہیں کہ خسرو بُت پرستی کرتا ہے، چلو ہاں ہاں کرتا ہے لوگوں سے کوئی کام نہیں ہے۔" (الشریعت صہ)

سیّد الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ نے غذائے روح میں یہ حکایت دلچسپ انداز میں نظم میں تحریر فرمائی ہے۔ آخری ناصحانہ اشعار ملاحظہ ہوں:-

لغو سے بچتی ہے کب خلقِ خدا　　　آپ کو امدادؔ تو ان سے بچا
خلق کے اچھے بُرے کہنے سے تو　　　رنج و غم میں ڈال مت بس آپ کو
کہنے سُننے پر نہ کر اُن کے خیال　　　کام کر راضی ہو جس سے ذوالجلال
نیک اور بد پر نہ کر اُن کے نظر　　　کام کا جو کام ہے وہ کام کر
ساقیا آکو غمِ دُنیا و دیں　　　اس سے تا مَیں ہوں فارغ کہیں
ہو نہ دُنیا میں خیالِ اکتساب　　　اور نہ عقبیٰ میں غمِ اجر و ثواب
شغل ہو ہر دم خیالِ یار سے　　　بے خبر ہوں اپنے کاروبار سے
ہوں مَیں یوں اندر خیالِ عشقِ یار　　　غیر استغراق کی ہو کچھ نہ کار

(مجموعہ کلیاتِ امدادیہ صہ ۱۷)

۸۷۔ مثنوی کے ایک شعر کا مفہوم

فرمایا: عارف رُومیؒ فرماتے ہیں ؎

جملہ شاں پیدا و ناپیداست باد　　　آنکہ ناپیداست ہرگز کم مباد

اُن کا حملہ نظر آتا ہے اور ہَوا (حملہ کرنے والی) نظر نہیں آتی۔ آگے بطور دُعاء کے فرماتے ہیں جو چیز نظر نہیں آتی یعنی موثریت حق وہ ہمارے دِل سے اس کا تصور ہرگز کم نہ ہو۔ ورنہ اُس کے ذات کے کم نہ ہونے کی دُعا کے کوئی معنی نہیں ؎

انت کالریح ونحن کالغبار　　　یختفی الریح وغبراہ جہار

"تو مثل ہَوا کے ہے اور ہم مثل غبار کے، ہَوا پوشیدہ ہے اور اس کا غبار ظاہر ہے۔"

(العباد صہ ۱۶)

۸۸- آخری خواہش پر عمل

فرمایا: ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ نے بھی وصیت کرنا چاہی تھی کہ میرے جنازے کے ساتھ ذکرِ جہر ہوتا چلے۔ مگر مولوی اسماعیل صاحبؒ نے اختلاف کیا اور کہا حضرت یہ ایک نئی بات ہے کہیں رفتہ رفتہ بدعت کا دروازہ مفتوح نہ ہو جائے۔ حضرتؒ نے فرمایا بہت اچھا ہے جیسی رائے ہو۔ جب جنازہ کو لے کر چلے تو سب لوگ خاموش چل رہے تھے کہ ایک عرب نے کہا مَا لَکُمْ سَاکِتِیْنَ اُذْکُرُوا اللّٰہَ۔ یعنی خاموش کیوں چل رہے ہو؟ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ سارا مجمع بے اختیار ذکرِ جہر کرنے لگا۔ مولوی اسمٰعیل صاحبؒ کہنے لگے میں نے حضرتؒ کو اس امر کی وصیت سے روک دیا تھا۔ اس کو کون روکتا۔ حق تعالیٰ نے حضرتؒ کی مُراد خود پوری فرما دی۔

(خیر الحیات وخیر الممات ص۶۰ فضائل العلم والخشیۃ ص۵۹)

حضرت مولانا رُومؒ نے سچ فرمایا ؎

مے دہد یزداں مُراد متقین ۔۔۔ تو چنیں خواہی خُدا خواہد چُنیں

حق تعالیٰ شانہٗ متقی لوگوں کی مُراد پوری فرما دیتے ہیں جس طرح اُن کی آرزو ہوتی ہے اللہ تعالیٰ بھی اُسے پسند کرتے ہیں۔"

۸۹- وصول الی اللہ کے لئے ایک مرتبہ بھی اللہ کہنا کافی ہے

فرمایا: ہمارے حضرتؒ ہی کا شعر ہے ؎

بس ہے اپنا ایک نالہ بھی اگر پہنچے وہاں
گرچہ کرتے ہیں بہت سے نالہ و فریاد ہم

یعنی وصول کے لئے تو ایک دفعہ اللہ کہہ لینا بھی کافی ہو جاتا ہے کچھ زیادہ ضربیں لگانے ہی پر موقوف نہیں بلکہ اس کی ضرورت ہے کہ تم اپنی ہمت کے موافق طلب ظاہر کرو۔ ہمت سے زیادہ نہ کرو۔ جتنا ہو سکے اس کو بےکار نہ سمجھو قاعدہ سے یا بے قاعدہ، ناغہ سے یا بلا ناغہ کرتے رہو۔ ایک دن عنایت ہو جائے گی۔ دیکھو اگرچہ پیٹ آخری لقمہ

سے بھرتا ہے۔ لیکن پیٹ بھرنے میں پہلے لقمہ کو اتنا ہی دخل ہے جتنا آخری لقمہ کو۔ اسی طرح واصل اگرچہ آخر میں ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کا نام لینے سے ہوتا ہے لیکن اس میں پہلی مرتبہ اللہ کہنے اور ذکر و شغل کو بھی دخل ہے۔

(الدنیا والآخرۃ ص۳۹ ، ہم الآخرہ ص۵۶ ، تزکیۃ النفس ص۱۸)

۹۰۔ کسبِ دُنیا مذموم نہیں ہے

فرمایا: طلبِ دُنیا یعنی دُنیا کمانا تو بُرا نہیں لیکن حُبِّ دُنیا بُرا ہے۔ ہمارے حضرتؒ نے اس کی ایک مثال دی ہے کہ مال مثل پانی کی ہے اور قلب مثل کشتی کے ؎

آب در کشتی ہلاک کشتی است　　　آب اندر زیر کشتی پشتی است[1]

یعنی پانی کشتی کا معین ہے اور اُس کو ڈبونے والا بھی ہے۔ اس طرح سے کہ کشتی سے باہر رہے تو معین ورنہ مُہلک۔ اسی طرح مال ہے کہ اگر مال قلب سے باہر صرف ہاتھ میں ہے تو معین اور اگر قلب کے اندر اس کی محبت ہے تو مُہلک ہے اور اسی کو کہا ہے ؎

مال را گو بہرِ دیں باشی حمول　　　نعم مال صالح گفت آں رسول

یعنی مال کو اگر دین کے لئے جمع کرو۔ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھا مال فرمایا ہے۔ حدیث میں ہے:۔

"نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ۔ یعنی نیک مرد کی پاک کمائی اچھا مال ہے"　(التقویٰ ص۳۱)

حضرت حاجی صاحبؒ یہ بھی فرماتے کہ دُنیا کا ہاتھ میں ہونا مضر نہیں، دل میں ہونا مضر ہے۔[1]　(الافاضات الیومیہ ص۲۵۶ ج ۲)

---

[1] عارف حضرت مولانا عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ فرماتے ہیں ؎

کسبِ دُنیا تو کر ہوس کم کر
اس کو تُو دین پر مقدم کر

۹۱- بلاغتِ مثنوی میں مومن خاں کا اعتراف

فرمایا: مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

قافیہ اندیشم و دلدار من گویدم مندیش جز دیدار من

"کہ جب میں قافیہ سوچتا ہوں تو محبوب یوں فرماتے ہیں کہ ہمارے دیدار کے سوا کسی چیز کو مت سوچو۔"

اس لئے معلوم ہوا کہ مثنوی میں جس قدر قافیے ہیں وہ سب بے تکلف خود ہی آ گئے ہیں سوچ کر نہیں لائے گئے مگر اس پر بھی مثنوی کی بلاغت کا یہ حال ہے کہ مومن خاں دہلویؒ کا مقولہ حضرت مُرشدی علیہ الرحمۃ نقل فرماتے ہیں کہ میں نے مومن خاں سے پوچھا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مولانا کا کلام حجت نہیں۔ مومن خاں نے کہا کہ کسی جاہل کا قول ہو گا۔ مولانا کا استادانہ کلام ہے۔ (مظاہر الاقوال ص۶)

۹۲- جوانی گئی زندگانی گئی

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کا یہ مصرعہ کہ

؏ جوانی گئی زندگانی گئی

سُن کر جوانی میں ہم کو خیال ہوتا تھا کہ جوانی کے جانے سے زندگی کیوں جاتی رہتی ہے آخر بڑھاپے میں بھی تو زندگی رہتی ہے مگر بڑھاپا آنے کے بعد مشاہدہ ہو گیا کہ حاجی صاحبؒ نے سچ فرمایا تھا۔ واقعی ؏ جوانی گئی زندگانی گئی

اب کسی کام کو جی نہیں چاہتا بس یوں جی چاہتا ہے کہ ہر وقت پلنگ پر لیٹے رہو۔

(الشریعت مدعصم الصنوف عن رغم الانوف ص۲۶)

۹۳- اپنے منہ میاں مِٹھو

فرمایا: ایک بار میں نے ایسی نادانی کی بات کی کہ حضرت حاجی صاحبؒ سے درخواست کی کہ اپنے حالات بطور کچھ سوانح لکھوا دیجئے۔ آپ نے جواب دیا کہ کیا خواب اپنے منہ میاں

بنوں۔ واقعی اپنے کو بزرگ سمجھنا کیا ہے (کیسا ہے) ۔

(راس الربعین)

۹۴۔ مفہوم ریاءُ الشیخ خیرٌ مّن اخلاصِ المُرید

فرمایا: میں نے اپنے حضرت حاجی صاحبؒ سے سُنا کہ رِیَاءُ الشَّیْخِ خَیْرٌ مِّنْ اِخْلَاصِ الْمُرِیْدِ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مُرید کے اخلاص سے تو صرف اسی کو فائدہ پہنچتا ہے اور وہی ایک مخلص بنتا ہے اور شیخ کی لغوی ریاء سے بہت سے لوگ مخلص بن جاتے ہیں اور مقصود اس نقل سے علت سے استدلال کرنا ہے نہ کہ اپنی مشیخیت کا گمان۔ (اشرف السوانح ص۱ ج۳)

۹۵۔ عُجب کا علاج

فرمایا: ارشاد ہے :۔

یُخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ۔ (پ۱۸ ع۱۱)

"اُس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں اُلٹ پلٹ ہو جائیں گی"۔

اس میں عُجب کا علاج ہے یعنی اُن کو عبادت کر کے ناز نہیں ہوتا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے :۔

قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ (پ۱۸ ع۱۴) مطلب یہ کہ ان میں باوجود عبادت کے پھر خوف ہے عُجب نہیں۔

ایک مسئلہ یہاں اور مستنبط ہوتا ہے وہ یہ کہ جو عمل کو ہیچ سمجھے گا ثمرات کا منتظر نہ ہو گا۔ تو اس میں اس کی بھی تعلیم ہے کہ اعمال کے ثمرات کا انتظار نہ کرو۔ جیسے آجکل اکثر کی یہ حالت ہے کہ دو چار روز ذکر کیا اور منتظر ہوئے تجلّی کے۔ حضرت حاجی صاحبؒ ان تجلّیات کے متعلق فرماتے تھے کہ حجابِ نورانی اشدّ ہے حجابِ ظلمانی سے۔ ان تجلّیات و انوار میں کسی کی طرف التفات نہ کرو۔ حضرتؒ کا مذاق سلف کے مطابق تھا۔ سلف کا فیصلہ اس باب میں ہے: کُلُّ مَا خَطَرَ بِبَالِكَ فَهُوَ هَالِكٌ وَاللّٰهُ اَجَلُّ مِنْ ذٰلِكَ "تمہارے

دل میں جو بھی خطرہ آئے جس میں انوار و تجلیات بھی ہیں وہ سب فانی ہیں اور اللہ تعالےٰ سب سے اجل اور منزہ ہے۔ ان تحقیقات کو غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امامِ وقت تھے۔ (استمرار التوبہ ص۱۰)

کیونکہ سالکین کو جو انوار نظر آتے ہیں وہ ظاہر ہے اللہ تو نہیں غیر اللہ ہیں، مگر یہ عجیب ہونے کے سبب اُن کی طرف توجہ کرتا ہے۔ اُن سے مزے لیتا ہے حتیٰ کہ بعض اوقات اُن کو مقصود سمجھنے لگتا ہے۔ بخلاف حجابِ ظلمانی کے کہ اُن کی طرف التفات نہیں ہوتا اس لئے وہ اشدّ ہیں مگر لوگ ان ثمراتِ مانعہ کو ہی چاہتے ہیں اور انہیں مقصود سمجھنے لگتے ہیں سو اُن کے آنے کا ہرگز قصد نہ کرے اور اگر بلا قصد آئیں تو اُن کی طرف التفات نہ کرے جیسے بچّہ کو لڈّو دے کر یا پیسہ دے کر بہلاتے ہیں اسی طرح مبتدی سلوک کو اس رنگ آمیزی سے بہلایا کرتے ہیں کہ نشاط سے کام میں لگا رہے۔ سو مقصود کام ہی ہے اس لئے اکثر یہ انوار عقلاء کو نہیں دکھلائے جاتے بلکہ کم عقلوں کو دکھلائے جاتے ہیں تاکہ ذکر اللہ کا چسکہ لگ جائے اور آگے قدم بڑھائیں۔ میں[۱] جو ان انوار کی نفی کر رہا ہوں وہ بدرجہ مقصودیت ہے ورنہ فی نفسہ وہ محمود ہیں گو مقصود نہیں۔ ان کو مذموم نہ سمجھنا چاہیئے اگر خود آئیں آنے دو۔ ان کے دُور کرنے میں پریشانی مت اٹھاؤ۔ اگر نہ آئیں تو مغموم مت ہو کیونکہ مقصودیت کے درجے میں تو ہیں، نہ آئیں بلا سے مت آئیں۔

(خیر المال للرجال ص۵۵)

---

[۱] لطائف بھی حُجب ہیں، حجب نورانیہ حجب ظلمانیہ سے اشدّ ہیں۔ دُنیا میں حق تعالیٰ کی روایت کا ادراک نہیں ہوتا، نہ نظر سے نہ قلب سے، ہاں لطیفہ قلب کی طرف توجہ رکھنا چاہیئے کیونکہ حدیث میں قلب کا ذکر ہے اور اس کی طرف توجہ کا اثر یہ ہے " مَنْ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ مُقْبِلًا عَلَیْہِمَا جس شخص نے حضور قلب سے دو رکعت نماز پڑھی۔ سبحان اللہ! حدیث کا کتنا ادب ہے کیا آج کوئی شیخ نقشبندی بھی ایسا ہے۔ غرض سالک کو حضرت عارف کے قول پر عمل کرنا چاہیئے ؎

حدیث مطرب و مے گو د راز دہر کمتر جو — کہ کس نکشود نکشاد بحکمت ایں معما را

(استمرار التوبہ ص۱۱) ؎

۹۶۔ شیخ کے قول پر بلا چوں وچرا عمل کرو

فرمایا: ایک شخص حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس آیا اور شکایت کی کہ حضرت مجھے قبض رہتا ہے کسی طرح بسط نہیں ہوتا۔ آپ نے ارشاد فرمایا ذکر جہر سے کیا کرو تو وہ کیا کہتا ہے کہ حضرت میں نقشبندی ہوں جہر کیسے کروں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا نقشبندی ہو تو جاؤ۔ پھر اُس نے ذکر جہر سے شروع کیا۔ بس جہر کرتے ہی بسط ہو گیا۔ اب بتلائیے اس شخص کی طبیعت کو ذکرِ جہر ہی سے مناسبت تھی مگر اُس کے شیخ نے ذکر خفی ہی تجویز کیا جس سے نفع نہ ہوا حضرت حاجی صاحبؒ نے پہچان لیا کہ اس کو جہر سے مناسبت ہے وہی تجویز فرمایا، مگر وہ حضرت نقشبندی ہونیکا عذر کرنے لگے۔ یہ نہایت واہیات ہے شیخ کامل جو تجویز کرتا ہے طالب کو اُس پر بلا تردد و شک عمل کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ صاحبِ بصیرت ہوتا ہے۔ طالب کی استعداد کو پہچانتا ہے اور پہچان کر نسخہ تجویز کرتا ہے تو خوب سمجھ لو کہ ذکرِ جہر نقشبندیت کے منافی نہیں اور نہ ذکرِ خفی چشتیت کے منافی ہے۔ مقصود دونوں کا ایک ہے اور دونوں کو طالب کی استعداد کے موافق جو طریقہ مفید ہو بتلانا چاہیئے۔ دونوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ چشتیہ کے مذاق پر تخلیہ کا اہتمام غالب ہے اور نقشبندیہ کے مذاق پر تحلیہ کا مذاق غالب ہے۔ (تزکیۃ النفس صفحہ ۳۱)

۹۷۔ عارف باللہ کی ہر مخلوق اطاعت کرتی ہے

فرمایا: جناب پیر و مرشد حضرت حاجی صاحبؒ کی حکایت ہے کہ ایک دفعہ پیرانِ کلیر سے واپس ہوتے ہوئے سہارنپور تشریف لائے۔ لوگوں نے آپ کو ایک ایسے مکان میں اُتروایا کہ وہاں ایک جنّ نے سخت آزاد پہنچا رکھا تھا حتّٰی کہ وہ مکان بالکل معطل چھوڑ دیا گیا تھا۔ جب حضرتؒ صبح کو اُٹھے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک آدمی آیا اور سلام کیا۔ حضرتؒ نے تعجب سے پوچھا تم کون ہو؟ کیونکہ مکان بند تھا۔ اُس نے عرض کیا میں ایک جن ہوں اور میری وجہ سے یہ مکان خالی پڑا ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا تم کو خدا کا خوف نہیں کہ لوگوں کو تکلیف دیتے ہو۔ اُس نے عہد کیا کہ اب میں تکلیف نہ دوں گا۔ اس کے بعد وہ جنّ اُس مکان سے چلا گیا اور وہ مکان آباد ہو گیا تو یہ اثر

جن پر حضرتؒ کی طاعت، ہی کا تھا۔ (استخفاف المعاصی ص۱۲)

سچ ہے ؎

ہر کہ ترسیداز حق و تقوےٰ گزید ترسداز وے جن وانس و ہر کہ دید

جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور تقویٰ اختیار کرتا ہے جن اور انسان جو چیز بھی اُس کو دیکھتی ہے ڈرتی ہے۔

۹۸۔ خلوت کے اوقات میں کسی کو تنگ نہ کرو

فرمایا: ایک شخص حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس عین دوپہر کے وقت آتے تھے اور حضرتؒ کی نیند ضائع ہوتی۔ مگر حضرت اپنی خوش اخلاقی سے کچھ نہ فرماتے۔ ایک روز حضرت حافظ ضامن صاحب شہیدؒ علیہ الرحمۃ کو تاب نہ رہی اور اس شخص کو سختی سے ڈانٹا اور کہا بے چارے درویش رات کو جاگتے ہیں دوپہر کا وقت تھوڑا سا سونے کا ہوتا ہے وہ تم خراب کرتے ہو۔ یہ کس قدر بے انصافی ہے آخر کچھ لحاظ چاہیئے۔ حضرت حافظ صاحبؒ کی یہ تیزی بضرورت تھی۔ بعض اوقات اصلاح بجز سیاست اور سختی کے نہیں ہوتی۔ کسی کے پاس جانے میں اس کا خیال رکھے کہ اطلاع کر کے جائے اور عام بیٹھک میں بلا اطلاع جانا جائز ہے اور لَا تَدْخُلُوا بُیُوْتًا سے مستثنیٰ ہے۔ مگر خاص خلوت کے وقتوں میں بھی وہاں نہ جانا چاہیئے شاید تکلیف یا گرانی ہو۔

(حقوق المعاشرت ص۲۲)

۹۹۔ بے مرادی عشق کو کہتے ہیں

فرمایا ؎

عاشق بدنام کو پروائے ننگ و نام کیا
جو کہ خود ناکام ہو اس کو کسی سے کام کیا

عاشق کو جو ناکام اور بے مراد کہہ دیا، ہمارے حضرت اس کی تفسیر فرماتے تھے کہ بے مرادی عشق کی کہتے ہیں کیونکہ عاشقین کا خاصہ ہے کہ وصل کے جس مرتبہ پر پہنچے اُس

کو آگے کی ہوس ہوتی ہے اور اشتیاق بڑھتا ہے۔ ہاں جس کے محبوب کا جمال متناہی ہو اُس کی مُرادیں ختم ہوسکتی ہیں اور جہاں جمال غیر متناہی ہو وہاں نہ حُسن ختم نہ طلب ختم بلکہ جُوں جُوں آگے بڑھتا ہے اشتیاق اور زیادہ ہوتا جاتا ہے اور وہ حالت ہوتی ہے کہ شیخ علیہ الرحمۃ کہتے ہیں ؎

دِلا رام در بر دِلا رام جو | لب از تشنگی خشک برطرفِ جو
نہ گویم کہ برآب قادر نیند | کہ بر ساحلِ نیل اب مستسقی اند

(ذم ہوی ۵۳)

۱۰۰۔ تلاوتِ قرآن پاک رضاءِ الٰہی کا سبب ہے

فرمایا: میرے مُرشد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک بار دہلی میں دوکان پر گزر ہُوا تو کیا دیکھتے ہیں، ایک ہجوم ہو رہا ہے اور ایک شخص بیٹھا ہُوا رسالہ درد نامہ (جو حضرتِ مُرشدؒ کا کلام ہے) ذوق وشوق سے پڑھ رہا ہے۔ حضرتؒ بھی اُس کو سُننے کھڑے ہو گئے اور خوش ہوتے۔ اسی طرح ایک مرتبہ پانی پت تشریف لے جاتے تھے۔ راہ میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ یہ رسالہ پڑھتا جاتا ہے۔ اس شخص کو گو خبر نہ تھی مگر مصنفؒ پاس تھے۔ درد نامہ غمناک اگرچہ شاعری کے اعتبار سے اعلیٰ پایہ کا نہیں لیکن چونکہ دردِ دل سے نکلا ہے اس لئے نہایت اثر رکھتا ہے۔ واقعی از دِل خیزد، بر دِل خیزد یعنی:

یعنی ؏ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

غرض قاعدہ ہے کہ مصنف جب اپنی کسی تصنیف کو پڑھتے دیکھتا ہے خوش ہوتا ہے اور اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ قرآن شریف کیا ہے حق سبحانہٗ کی تصنیف ہے جب یہ پڑھا جاتا ہے تو حق تعالیٰ متوجہ ہوتے ہیں کہ میرا بندہ میری تصنیف پڑھ رہا ہے۔ اگر کچھ بھی نہ ہو تو یہ کیا کم ہے کہ اللہ میاں کی خوشنودی ہوتی ہے۔

(حقوق القرآن ص۱۱ احکام العشر الآخرہ ص۱۴، ص۲۳)

حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حق تعالیٰ کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا کہ اے پروردگار جو اعمال بندے کو آپ سے قریب کرنے والے ہیں ان میں سب سے

بہتر اور زیادہ مفید عمل کون سا ہے ؟ ارشاد فرمایا قرآن مجید کی تلاوت ۔ میں نے عرض کیا کہ یہ تقرب کا عظیم الشان فائدہ صرف اس صورت میں ہے جبکہ قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھا جاتا ہے یا عام ہے کہ سمجھ کر پڑھیں یا بلا سمجھے ارشاد ہوا کہ سمجھ کر پڑھیں یا بلا سمجھے وہ میرے تقرب کا خاص ذریعہ ہے ۔ (صفوۃ الصفوہ لابن الجوزی صہ۲۴ بحوالہ کشکول از حضرت سیدی مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ دیوبندی ۔)

۱۰۱ - بندہ کی سعادت

فرمایا : ایک شخص مولوی منظور احمد صاحبؒ بنگالی تھے ، مدینہ طیبہ میں رہتے تھے مگر ہر سال حج کیا کرتے تھے اور ہر سال حج کر کے مدینہ طیبہ لوٹ جاتے تھے ۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے اُن کو دیکھ کر ایک بار یہ شعر پڑھا ؎

زہے سعادتِ آں بندہ کہ کرد نزول
گہے بہ بیتِ خدا و گہے بہ بیتِ رسول ؐ

" یعنی اُس بندہ کے لئے کتنی سعادت ہے کہ کبھی خُدا کے گھر میں حاضر ہُوا اور کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں "

(تسہیل الاصلاح صہ۱۱)

۱۰۲ - اَلجِنسُ یَمِیلُ اِلَی الجِنسِ

فرمایا : ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ جس درویش پر اہلِ دُنیا زیادہ ہجوم کریں معلوم کر لینا چاہیئے کہ وہ خود بھی دُنیا دار ہے کیونکہ اَلجِنسُ یَمِیلُ اِلَی الجِنسِ اور جس کی طرف صلحاء زیادہ متوجّہ ہوں وہ ہادی ہونے کے لائق ہے جب ایسا شخص مل جائے تو اس کی صُحبت اختیار کرو ۔ (طریق القرب صہ۳۷)

۱۰۳ - ایضاً

فرمایا : ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ اس پر فخر کیا کرتے تھے کہ الحمد للہ ہمارے سلسلہ

میں سب طلباء اور غرباء کا ہی مجمع ہے اور جس درویش کے یہاں بڑے بڑے لوگوں یعنی ڈپٹی کلکٹروں وغیرہم کا اکثر ہجوم ہو تو سمجھ لو کہ وہ خود دُنیادار ہے کیونکہ اَلجنس یمیل اِلَی الجِنس۔ (ارواحِ ثلاثہ ص ۲۲۴)

۱۰۴۔ چار مسئلوں میں شرح صدر

فرمایا: ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو چار مسئلوں میں شرح صدر ہے۔ ایک مسئلہ قدر، دوسرا رُوح، تیسرا مشاجراتِ صحابہؓ، چوتھا وحدت الوجود، اور جب ان چاروں مسئلوں پر حضرتؒ تقریر فرماتے تو سامعین پر ایک اطمینان اور وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ (ارواحِ ثلاثہ ص ۲۲۵)

۱۰۵۔ خدا مقصود ہے شیخ مقصود نہیں

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا تھا۔ سب صاحبان سُن لیں میں اپنا بندہ بنانا نہیں چاہتا، اللہ کا بندہ بنانا چاہتا ہوں کیونکہ اللہ مقصود ہے شیخ مقصود نہیں۔ میرے پاس جو کچھ حاضر کر دیا اس سے زیادہ کی طلب ہو تو میری طرف سے عام اجازت ہے جہاں سے چاہیں مقصود حاصل کر لیں۔ اگر کسی دوسرے شیخ سے بیعت کی بھی ضرورت ہو تو بیعت کی بھی اجازت ہے۔ (اشرف السوانح ج ۱ ص ۳۸۶)

۱۰۶۔ حق تعالیٰ کی تنبیہ کا عشّاق پر خاص اثر

فرمایا: حضرت فریدالدین عطارؒ نے ایک قصہ لکھا ہے کہ ایک طالب نے شیخ سے عرض کیا کہ مجھے حق تعالیٰ کے دیدار کی بہت تمنا ہے، کوئی تدبیر بتلائیے جس سے خواب میں دیدار ہو جائے۔ شیخ نے فرمایا آج رات عشاء کی نماز چھوڑ دو، دیدار ہو جائے گا۔ طالب کو اس تدبیر سے بڑا توحش ہُوا کہ شیخ نے کیا فرمایا کہ دولتِ دیدار معصیت سے حاصل ہو گی۔ پھر چونکہ اس وقت تک کبھی نماز قضاء نہ کی تھی، اس لئے ہمت نہ ہوئی مگر شیخ کے قول کا القاء بھی گوارا نہ ہُوا تو اُس نے یہ فیصلہ کیا کہ لاؤ آج سُنتیں چھوڑ دو اور فرض و وِتر پڑھ لو۔

سُنتوں کا ترک کرنا اہون ہے سُنتیں چھوڑ کر جو سویا تو رات کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی کہ آپؐ فرما رہے ہیں۔ کیوں بھائی ہم نے کیا خطاء کی جو تم نے سُنتوں کو چھوڑ دیا۔ اس تنبیہ سے فوراً اُس کی آنکھ کھُل گئی اور اُٹھ کر سُنتیں پڑھیں۔

صبح کو یہ واقعہ شیخ سے بیان کیا۔ شیخ نے فرمایا کہ اگر فرض چھوڑ دیتے تو خواب میں اللہ تعالیٰ کو یہی فرماتے ہُوئے دیکھتے۔ شیخ فریدالدینؒ نے تو قصہ لکھ کر چھوڑ دیا اور اس کی حقیقت مفصل نہ بتلائی کہ فرض چھوڑنے اور دیدارِ حق ہونے میں کیا ربط تھا صرف مجملاً اتنا لکھا ہے کہ طبیب زہر سے بھی کبھی علاج کرتا ہے۔ بس اتنا لکھ کر چلے گئے اور علماء ظاہر کو صُوفیاء پر طعن کرنے کا موقعہ مل گیا کہ یہ مشائخ شریعت کی ذرا عظمت نہیں کرتے کہ شریعت تو فرض چھوڑنے پر وعید سُناتی ہے اور یہ اجازت دیتے ہیں اور اُس پر بشارتیں مرتب کرتے ہیں کہ حق تعالےٰ کا دیدار ہوتا اور یوں ہوتا۔

مَیں حاجی صاحبؒ کو امامِ وقت اس لئے کہتا ہوں کہ وہ ایسے وحشت ناک واقعات کو اس خوبی سے حل فرماتے تھے کہ شریعت پر بھی پُورا انطباق ہو جاتا۔ حاجی صاحبؒ نے اس حکایت کو بیان کر کے فرمایا کہ وہ طالب مُراد تھا۔ شیخ کو معلوم تھا کہ یہ مُراد ہے۔ اگر فرض چھوڑ کر سوئے گا تو حق تعالیٰ اُس کو نہ چھوڑیں گے فوراً جواب میں تنبیہ فرما کر وقت کے اندر اندر اس سے نماز پڑھوا لیں گے۔

پس شیخ نے ترکِ نماز کی اجازت نہیں دی بلکہ عمر بھر کے لئے اُس کو ایسا پابند کرنا چاہا کہ پھر کبھی اس کا وسوسہ نہ آتا کیونکہ حق تعالیٰ کی تنبیہ کا عشاق پر خاص اثر ہوتا ہے۔ بہرحال مُراد تو اگر خود بھی رُکتا ہے تو حق تعالےٰ خود اُس کے پاس پہنچ جاتے ہیں مگر یہ دولت ہر ایک کو حاصل نہیں ہوتی اور نہ اس میں کسب و اختیار کو دخل ہے۔ ہمارے اختیار میں مُرید بننا ہے اور مُرید کے لئے یہی قاعدہ ہے کہ خود محبوب کی طرف چلنے کی کوشش کرے۔ اگر یہ اعراض کرے گا اُدھر بھی اعراض ہوگا۔ پس اس کو شرم نہ کرنا چاہیئے بلکہ ایسے وقت میں عدوئے شرم کو بُلانا چاہیئے کہ اے عدوئے شرم و اندیشہ بیا۔ اے شرم و اندیشہ من آ۔

(استمرار التوبہ صـ ۳۴)

۱۰۷۔ قصد کے بغیر عمل نہیں ہوتا

فرمایا: حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ جب بمبئی تشریف لے گئے تو ایک سوداگر نے عرض کیا کہ حضور دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ مجھے حج نصیب کرے۔ آپ نے فرمایا ایک شرط سے دُعا کروں گا کہ جس دن جہاز چلے اُس دن مجھے پورا اختیار اپنے نفس پر دے دو کہ میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر جہاز میں تم کو بٹھلا دوں کیونکہ جب تم قصد نہ کرو گے دُنیا کے کاروبار کو نہ چھوڑو گے نہ وہ خود کم ہوں گے۔ تو صرف میری دُعا تم کو حج کیونکر کرا دے گی کیونکہ خود کعبہ تو تم تک آنے سے رہا۔ اس کو کیا غرض پڑی ہے۔

(اصلاح النفس صـ۱۲ آثار المحبتہ صـ۲۴)

۱۰۸۔ ذرّہ محبّت سے زیاد کا تحمّل نہیں ہو سکتا

فرمایا: ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں مثنوی کا درس ہو رہا تھا اور جلسہ عجیب جوش و خروش سے پُر تھا۔ اُس روز حضرتؒ نے پُکار کر یہ دُعا فرمائی۔ اے اللہ! ہم لوگوں کو بھی ذرہ محبت عطا فرما۔ آمین

پھر دُعا کے بعد فرمایا۔ الحمد للہ سب کو عطاء ہو گیا (الہام ہُوا ہو گا) پھر دُوسرے جلسے میں فرمایا کہ ذرّہ سے زیادہ کا تحمل بھی ہو نہیں سکتا۔

یا ربّ چہ چشمہ ایست محبت کہ من ازاں — یک قطرہ آب خوردم و دریا گریستم

بحریست بحرِ عشق کہ ہیچش کنارہ نیست — جز آں کہ جاں بسپارند چارہ نیست

(ارواحِ ثلاثہ صـ۲۲۶)

۱۰۹۔ درسِ مثنوی کے بعد کی دُعا

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ کا معمول تھا کہ جب مثنوی کا درس ختم فرماتے تو یوں دُعا فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! جو کچھ اس کتاب میں لکھا ہے اس میں سے ہمیں بھی حصّہ دے۔ آمین۔ (ارواحِ ثلاثہ صـ۲۲۶)

۱۱۰۔ مثنوی کلامِ الٰہی ہے

فرمایا: جب مثنوی کے درس کا وقت آتا تو حضرت حاجی صاحبؒ یوں فرمایا کرتے تھے کہ آؤ بھائی مثنوی کی تلاوت کرلیں۔ ایک شعر ہے ؎

مثنویٔ مولوی معنوی ! ہست قرآں در زبان پہلوی

اس کا لوگوں نے اس طرح حل کیا ہے کہ اس میں زیادہ مضامین قرآن شریف کے ہیں۔ لیکن حضرت نے عجیب تفسیر فرمائی کہ بھائی قرآن سے مُراد کلامِ الٰہی ہے اور کلامِ الٰہی کبھی وحی سے ہوتا ہے اور کبھی الہام سے ہوتا ہے تو معنی مصرعہ کے یہ ہیں کہ مثنوی کلام الٰہی بمعنی الہامی ہے (حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس تفسیر کی بناء پر تلاوت کا لفظ استعمال کرتے تھے)۔ (ارواحِ ثلاثہ صـ۲۲۷)

۱۱۱۔ درسِ مثنوی میں حالت

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ جب مثنوی پڑھاتے تو خوب زور شور سے تقریر فرماتے اور جب درس ختم ہو جاتا تو سر پکڑ کر بیٹھ جاتے کہ ارے بھائی کچھ شربت بنالو، سردَ بادو۔ بس یہ حالت تھی ؎

ہر چند پیر خستہ وبس ناتواں شدم ہر گہ نظر بسوئے تُو کردم جواں شدم

خود قوی تر مے شود خمرِ کُہن خاصہ آں خمرے کہ باشد من لَدُنْ

بڑھاپے میں قوتِ روحانی بڑھ جاتی ہے۔ جو کیفیت کہ بڑھاپے میں جاتی رہے تو وہ روحانی ہے اور جو بڑھاپے میں زائل ہو جائے تو سمجھو نفسانی تھی گو محمُود ہو۔ پہلے ذوقاً معلوم ہوتا تھا اب بحمداللہ تحقیقاً سمجھ میں آگیا۔

(ارواحِ ثلاثہ صـ۲۲۷)

۱۱۲۔ مثنوی سے فال

ایک دن ارشاد فرمایا کہ مرشد نا حضرت حاجی صاحبؒ گنگوہ میں تشریف لائے ہوئے

تھے۔ رامپور کے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت میرا گھوڑا گُم ہو گیا ہے۔ آپ دُعا فرمائیے کہ مل جائے۔ حضرتؒ اس وقت مثنوی معنوی دستِ مبارک میں لئے ہوئے تھے اس کو کھول کر پڑھنے کا جو ارادہ کیا تو سرِ صفحہ یہ شعر نکلا ؎

گر برو حالت عدو پر فتے　　　دشمنے را برده باشد دُشمنے

(ارواحِ ثلاثہ صد ۲۳۰، تذکرۃ الرشید صد ۲۱۶)

۱۱۳۔ مثنوی پڑھانے کا انداز

فرمایا: حاجی مرتضیٰ خان صاحب لکھنویؒ کہتے تھے کہ ایک عالم جو اپنے شیخ سے مثنوی پڑھے ہوئے تھے۔ حضرت حاجی صاحبؒ کے یہاں آکر مثنوی شروع کی۔ ایک روز مَیں نے پُوچھا کہ تم نے حضرت حاجی صاحبؒ کے پڑھائی ہوئی اور اپنے شیخؒ کی پڑھائی میں کیا فرق دیکھا؟ انھوں نے کہا تم کچھ پڑھے ہو؟ کہا کچھ نہیں ایسا ہی تھوڑا پڑھا ہُوا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ تم ایک مثال سے سمجھو کہ جیسے ایک مکان نہایت شاندار ہے اور ہر طرح سے آراستہ و پیراستہ اور ہر قسم کے فرنیچر سے بھرا ہُوا ہے۔ ایک شخص تو وہ ہے کہ کسی کو اس کے دروازے پر لے جا کر کھڑا کر دیا اور اُس کا تمام نقشہ ایسا بیان کر دیا کہ کوئی چیز نہ چھوڑی ہو اور ایک شخص وہ ہے جس نے زیادہ بیان تو نہیں کیا لیکن دروازہ سے اندر لے جا کر مکان میں کھڑا کر دیا۔ اس طرح کہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔ حاجی صاحبؒ کا پڑھانا تو ایسا ہی ہے کہ مجھے اندر لے جا کر کھڑا کر دیا اور میرے شیخ کا پڑھانا ایسا ہے جیسا کہ باہر سے پُورا نقشہ بتا دیا۔ (الظہور، ارواحِ ثلاثہ صد ۲۳۵)

۱۱۴۔ اہل اللہ کو کھانے سے اخلاقِ حمیدہ میں مدد ملتی ہے

فرمایا: ؎

ایں خورد گردد پلیدی زو جدا　　　واں خورد گردد ہمہ نورِ خدا

یہ جو کچھ کھاتا ہے سب پلیدی اور گندگی ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے جُدا ہو جاتا ہے اور وہ جو کچھ کھاتے ہیں سب خُدا کا نُور بنتا ہے یعنی ایک کھاتا ہے تو اُس سے

پلیدی نکلتی ہے۔ دُوسرا کھاتا ہے تو اُس سے نورِ خدا نکلتا ہے۔ مَیں جب حضرت حاجی صاحبؒ سے مثنوی پڑھا کرتا تھا تو اس شعر میں مجھے خیال ہُوا کہ یہ محض شاعرانہ طور پر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ کیونکہ فرق تو اس وقت ہو سکتا ہے کہ جب اہلِ اللہ کھاتے ہیں تو اُن کو اخلاقِ حمیدہ میں مدد ملتی ہے اور دوسرے لوگ کھاتے ہیں تو اُن کو اخلاقِ ذمیمہ میں مدد ملتی ہے۔ (تفاضل الاعمال صـ۱۶)

۱۱۵۔ عشق زبانوں کا محتاج نہیں

فرمایا: ایک مرتبہ حضرتؒ کے پاس شیخ رُومی اسعد آفندی تشریف لائے، حضرتؒ مثنوی کا درس دے رہے تھے اور اُردو میں تقریر فرما رہے تھے اور وہ شیخ متلذذ تھے۔ حضرتؒ کے ایک خادم نے عرض کیا کہ اگر یہ اُردو سمجھتے تو ان کو زیادہ لُطف آتا۔ حضرتؒ نے فرمایا۔ میاں کچھ زبان کی قید نہیں اور یہ شعر پڑھا ؎

فارسی گو گرچہ تازی خوشتر است　　عشق را خود صد زبانِ دیگر است

بوئے آں دِلبر کہ پراں مے شود　　ایں زبانہا جملہ حیراں مے شود

" فارسی کہہ اگرچہ عربی بولنا بہتر ہے۔ عشق خُود ہی دوسری سینکڑوں زبانوں کا عارف ہے۔ اس دلبر کی خوشبُو جب پھیل جاتی ہے تو یہ تمام زبانیں خود حیران رہ جاتی ہیں۔"
(طلب العلم صـ۱۵)

۱۱۶۔ صاحبِ حال پر ملامت نہیں

فرمایا: مولوی تجمل حسین صاحبؒ بہار کے ایک شخص تھے۔ مثنوی اچھی پڑھتے تھے کان پور میں میری بھی اُن سے ملاقات ہوئی۔ حضرت حاجی صاحبؒ سے بڑا تعلق رکھتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ مَیں حضرت حاجی صاحبؒ کا قوال ہوں۔ مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مُرادآبادی کے مرید تھے۔ حج کے لئے مکّہ معظمہ گئے۔ چونکہ صُبح کے وقت شافعی مصلّٰی پر ذرا لُطف ہوتا ہے۔ جس وقت شافعیہ قنوت پڑھتے ہیں حنفیہ چُپ کھڑے رہتے ہیں۔ جب شافعی قنوت پڑھنے لگے تو ان پر ایک حالت طاری ہوئی۔ انہوں نے

پند نامہ کی مناجات شروع کی ؎

بادشاہا جُرمِ ما را در گذار ما گنہگاریم تو آمورز گار

نہایت ذوق وشوق اور درد کے ساتھ اس کو پڑھتے رہے۔ نماز کے بعد لوگوں میں اس کا چرچا ہُوا۔ حضرت حاجی صاحبؒ سے بھی اس کی شکایت ہوئی مگر حضرت چُونکہ عارف تھے، صاحبِ کمال پر ملامت نہیں کرتے تھے کیونکہ حضراتِ عارفین کو لغزش کا منشاء معلوم ہوتا ہے اس لئے حضرت سُنتے اور ہنستے رہے کیونکہ نماز تو فاسد ہُوئی نہ تھی چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ نماز کے اندر اگر دُعا غیر عربی میں ہو تو حرام ہے مگر مفسد صلوٰۃ نہیں اور حُرمت اس لئے نہ تھی کہ مغلوب الحال تھے، معذور تھے اس لئے حضرت تبسّم فرماتے رہے۔ باقی زبان سے اس تفصیل کا اس لئے اظہار نہ فرمایا کہ فتنہ ہو گا۔ اس موقعہ پر حضرت کی جامعیت پر یہ کہنے کو جی چاہتا ہے :-

ع آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(اشرف التنبیہ، ارواحِ ثلاثہ ص۴۹۳)

۱۱۷- بلاء سے محبّین کا امتحان مقصود ہوتا ہے

فرمایا: ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ ایک مرتبہ بلاء کے نعمت ہونے پر تقریر فرما رہے تھے اور سب بلائیں نعمت معلوم ہوتی تھیں۔ اُس وقت دفعۃً ایک شخص آیا۔ جس کا ایک ہاتھ زخم کی وجہ سے گلا ہُوا تھا اور اُس نے آکر دُعا کی درخواست کی کہ مجھے اس بیماری سے بہت تکلیف ہے اللہ تعالیٰ سے شفاء کی دُعا فرمائیے۔ اُس وقت ہم لوگوں کو فکر ہُوئی کہ حضرت نے ابھی بلاء کا نعمت ہونا بیان فرمایا ہے۔ اب دیکھیں اس کے لئے رفع بلاء کی کیونکہ دُعا فرمائیں گے۔ کیونکہ رفع بلاء کی دُعا کرنا تو اس تقریر کی بناء پر زوالِ نعمت کی دُعا کرنا ہے مگر عارفین کسی موقع پر بھی نہیں رُکتے۔ کیونکہ اُن کے سامنے حقائق منکشف ہوتے ہیں۔ حضرتؒ نے فوراً فرمایا کہ سب صاحبان دُعا کریں اور پکار کر یہ دُعا فرمائی کہ یا اللہ اگرچہ ہم جانتے ہیں کہ یہ بلاء بھی نعمت ہے مگر یہ لوگ اپنے ضعف کے سبب اس نعمت کا تحمل نہیں کر سکتے، اس لئے درخواست

کرتے ہیں کہ اس نعمت کو نعمتِ عافیت سے مبدّل فرما دیجئے۔

یہ طرزِ دُعا سُن کر ہماری آنکھیں کُھل گئیں کہ سبحان اللہ کس طرح ضدّین کو جمع کیا کہ بلاء کا نعمت ہونا بھی باقی رکھا اور اس کے رفع کی دُعا بھی فرمادی اور کس خوبی سے اس وقت کا ادب ملحوظ رکھا۔ حسیّات میں اس کا مشاہدہ ہے کہ بُھنا ہُوا گوشت نعمت ہے مگر ضعیف المعدہ اس کا تحمل نہیں کرسکتا اس کو ساگودانہ دیا جاتا ہے۔ دوسرے بلاء اور مصیبت میں بھی فرق ہے۔ بلاء کے معنی امتحان کے ہیں اور مصیبت وہ ہے جس سے پریشانی ہو اور حضرت حاجی صاحبؒ نے بلاء کو نعمت فرمایا تھا نہ کہ مصیبت کو۔ کیونکہ مصیبت تو نعمت ہوتی ہے اور اس کا سبب معاصی ہوتے ہیں اور بلاء سے محبّین کا امتحان مقصود ہوتا ہے جو رفع درجات کا سبب ہے۔ اسی لئے حدیث میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے بلاء فرمایا ہے: اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً اَلْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ "لوگوں میں شدید تر بلاء کے اعتبار سے انبیاء (علیہم السّلام) ہیں، پھر وہ لوگ جو اُن کے مماثل ہیں، پھر وہ لوگ جو اُن کے مماثل ہیں۔ (ارضاء الحق حصّہ اوّل ص۲۸، ضرورت الاعتناء بالدین ص۲۳)

۱۱۸۔ دُنیا میں چَین کہاں

فرمایا: خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دُنیا میں مصیبت تو ضرور آئے گی کیونکہ انسان دُنیا میں مشقت ہی کے واسطے پیدا ہُوا ہے یہاں چَین کہاں؟ چَین تو عالمِ ارواح میں تھا جہاں نہ مرض کا اندیشہ تھا نہ موت کا خطرہ۔ اس سے بڑھ کر کیا چَین ہوگا کہ اپنی بھی خبر نہ تھی، سُکر ہی سُکر تھا کسی نے خوب کہا ہے ؎

کیا چَین خوابِ عدم میں تھا نہ تھا زُلفِ یار کا کچھ خیال
سو جگا کے خوابِ ظہور نے مجھے کس بلاء میں پھنسا دیا

ہمارے حضرت حاجی صاحب قدّس سرّہٗ کے دردنامہ غمناک کے شروع میں بھی کچھ اس قسم کے اشعار ہیں ؎

سُنو یارو! عجب قصّہ ہمارا — بیان کرتا ہوں میں جو غم کا مارا
پڑا سوتا تھا مَیں خوابِ عدم میں — نہ دیکھا تھا کبھی ہستی کے غم میں

یکایک عشق نے آکر جگایا ! جگا کر سو بلاؤں میں پھنسایا
میرا اک کھیل خلقت نے بنایا تماشے کو بھی تو میرے نہ آیا

(آداب المعاب لتسلیۃ الاحباب صد ۱۴)

۱۱۹ - حُجّۃ اللہ فی الارض

حضرت حکیم الامتؒ نے مرض الوفات میں (۲۰ رجمادی الاوّل ۱۳۶۲ھ) کو فرمایا : ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ حجۃ اللہ فی الارض اور ظل اللہ فی الارض تھے۔ مگر میں کہتا ہوں چاہے کوئی دعویٰ سمجھے کہ اس کو سمجھا سب نے نہیں۔ ہاں جن لوگوں کو انہوں نے سمجھانا چاہا حق تعالیٰ نے اُن کی مُراد پوری فرمادی۔

(اشرف الملفوظات فی مرض الوفات خاتمۃ السوانح صد ۲۲)

۱۲۰ - بزرگوں کا امتحان نہیں لیا کرتے

فرمایا : میں نے حضرت حاجی صاحبؒ سے یہ حکایت سُنی ہے کہ ایک شخص نے دہلی میں چار حضرات کی دعوت کی تھی حضرت شاہ ولی اللہ، خواجہ میر دردؒ، حضرت مرزا جانجاناں مظہرؒ اور مولانا فخر نظامیؒ۔ سب حضرات جب اس کے گھر تشریف لے گئے تو اُس نے یہ حرکت کی کہ ان صاحبوں کو بہت دیر تک بٹھلایا اور پان وغیرہ سے تواضع کرتا رہا۔ بہت دیر تک بٹھا کہ آخر میں ایک ایک آنہ دے دیا اور کہا کہ حضرت کھانے کا انتظام نہیں ہوسکا۔ بازار سے اس کا کچھ لے کہ کھالیجئے۔

خواجہ فخر نظامیؒ نے تو ایک آنے کے پیسے سر پر رکھے اور داعی کو بہت دعائیں دیں (اور کہا اگر ہم صبح سے اس وقت تک مزدوری کرتے تب ایک ٹکہ کے مستحق ہوتے اور تم نے ہم کو آرام سے بٹھلا کر ایک ٹکہ دیا۔ (امیر الروایات)

خواجہ میر درد اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے نہ دُعائیں دیں اور نہ بُرا بھلا کہا اور نہ پیسوں کو سر پر رکھا۔ دونوں خاموش چلے گئے۔ مرزا صاحبؒ کو اس بیہودہ حرکت سے سخت تکلیف ہوئی۔ مگر بہت تحمل سے کام لیا۔ عارفین لطافت مزاج کے ساتھ متحمل

بھی دوسروں سے زیادہ ہوتے ہیں۔ اس موقع پر اگر کوئی دوسرا شخص ہوتا جو مرزا صاحبؒ کے برابر نازک مزاج ہوتا تو نہ معلوم کیا آفت برپا کرتا مگر آپ کے چہرے پر بل بھی نہیں پڑا۔ چلیسے لے کر اتنا فرمایا۔ میاں بزرگوں کا امتحان نہیں لیا کرتے۔ نہ معلوم کس وقت کیسا وقت ہے۔ (الیسر مع العسر ص۱۲ تا ص۱۷)۔

امیر الروایات فی جیب الحکایات میں ہے کہ حضرت مرزا صاحبؒ نے ناخوش ہو کر اس شخص سے فرمایا کہ تو نے ان حضرات کا وقت ضائع کیا کیونکہ شاہ صاحبؒ اس وقت تک حدیث پڑھاتے اور مولانا فخر الدین صاحب مریدوں کو فائدہ پہنچاتے۔ اپنی نسبت کچھ نہیں کہتا کہ کیا کرتا مگر تو نے ان حضرات کو دینی خدمت سے روک دیا۔

مولانا امیر شاہ خان صاحب مرحوم و مغفور نے فرمایا کہ میں نے یہ حکایت حضرت حاجی صاحبؒ، مولانا نانوتویؒ اور مولانا گنگوہیؒ سے سُنی ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے اس قصہ کو بیان فرما کر یہ فرمایا کہ مولانا فخر الدین کی بات بہت انکساری کی ہے اس سے خشیت ٹپکتی ہے۔ مولانا نانوتویؒ نے فرمایا کہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی بات بہت بڑھی ہوئی ہے کہ اُن کے نفس نے اصلاً حرکت نہ کی اور حضرت گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ مرزا صاحبؒ کی بات بہت بڑھی ہوئی ہے۔ عدل کا اقتضاء یہی ہے کہ جو کچھ مرزا صاحبؒ نے فرمایا۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ شریف الروایات حواشی امیر الروایات میں تحریر فرماتے ہیں کہ احقر کا میلان حضرت گنگوہیؒ کی رائے کی طرف ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھو: ارواح ثلاثہ ص۲۲۴)

۱۲۱۔ اقطابِ ثلاثہ

فرمایا: جب حضرتؒ یہاں (خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون) تشریف رکھتے تھے تو ایک کچھالی میں کچھ چنے، کچھ کشمش ملی ہوئی رکھتے تھے۔ صبح کے وقت مولانا شیخ محمد صاحبؒ، حافظ محمد ضامنؒ اور حضرت حاجی صاحبؒ مل کر ملکر کھایا کرتے تھے اور آپس میں خوب چھینا جھپٹی ہُوا کرتی تھی۔ اس وقت مشائخ اس مسجد کو دکانِ معرفت کہا

کرتے تھے اور ان تینوں کو اقطابِ ثلاثہ ۔

حضرت حاجی صاحبؒ دہلی کے شہزادوں میں علماء میں بزرگ مشہور تھے مگر پیر بھائیوں سے چھینا جھپٹی کرتے تھے ۔ (ارواحِ ثلاثہ ص ۲۲۸)

۱۲۲۔ ساری رات مثنوی کا ایک شعر پڑھ کر دُعا میں مصروف رہنا

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ بعض اوقات تمام تمام رات اس ایک شعر کو پڑھ پڑھ کر روتے روتے گزار دیتے تھے ؎

اے خُدا ایں بندہ را رُسوا مکُن گر بدم ہم سرِّ من پیدا مکن

(ارواحِ ثلاثہ ص ۲۲۹)

۱۲۳۔ ذکر میں گریہ عارضی حالت ہے

فرمایا: ایک مرتبہ مولانا گنگوہیؒ نے حضرت حاجی صاحبؒ سے عرض کیا کہ مجھے رونا نہیں آتا حالانکہ اور ذاکرین پر کثرت سے گریہ طاری ہوتا ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا جی ہاں اختیاری بات نہیں، کبھی آنے بھی لگتا ہے۔ پھر تو یہ حال ہُوا کہ جب مولانا ذکر کرنے بیٹھتے تاب نہ ہوتی پسلیاں ٹوٹنے لگتیں۔ پھر حضرت سے عرض کیا کہ حضرت پسلیاں ٹوٹی جاتی ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا، ہاں یہ بھی ایک عارضی حالت ہے جاتی بھی رہتی ہے۔ پھر یہ گریہ یک دم موقوف ہو گیا۔ پھر حضرتؒ سے شکایت کی۔ حضرتؒ نے فرمایا پسلیاں ٹوٹ جائیں گی، رو کر کیا کرو گے ؟ (ارواحِ ثلاثہ ص ۲۲۹)

۱۲۴۔ شیخ زبان ہوتا ہے مُرید کان

فرمایا: ایک شیخ بہت ہی کم گو تھے۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے اُن سے کہا، آپ یہ کیا کرتے ہیں لوگوں کو فیض سے محروم رکھتے ہیں، خبر بھی ہے شیخ زبان ہوتا ہے اور مُرید کان۔ اس پر ان کو تنبّہ ہُوا۔ پھر کلام فرمانے لگے۔ حقیقت میں عارف سے زیادہ گوئی کہاں ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اسرار لا متناہی ہیں۔ اُن کو جتنا بھی بیان کیا جائے زیادہ گوئی

نہیں ہوسکتی بلکہ ہمیشہ کمی رہے گی۔ پس زیادہ گوئی کے عذر سے شیخ کو چپ نہیں رہنا چاہیئے۔

(کمالاتِ اشرفیہ ص۲۰۳)

۱۲۵۔ حکایت کُتّوں کے لئے شیخ

فرمایا: مَیں نے حضرت حاجی صاحبؒ سے سُنا ہے کہ ایک بزرگ مشغول بحق ہوئے تھے۔ ایک کُتّا سامنے سے گزرا۔ اتفاقاً اس پر نظر پڑ گئی۔ ان بزرگ کی یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ اُس نگاہ کا کُتّے پر اتنا اثر ہوا کہ جہاں وہ جاتا تھا اور کُتّے اس کے پیچھے پیچھے ہولیتے تھے اور جہاں بیٹھتا تھا سارے کُتّے حلقہ باندھ کر اس کے اِردگرد بیٹھ جاتے تھے ہنس کر فرمایا وہ گویا کُتّوں کے لئے شیخ بن گیا۔ پھر فرمایا جن کے فیوض جانوروں پر ہوں اس سے انسان کیسے محروم ہوسکتا ہے؟ ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیئے ہاں دُھن ہونی چاہیئے، چاہے تھوڑی ہی ہو۔

(کمالاتِ اشرفیہ ص۲۰۴)

۱۲۶۔ طریقت میں معصیت سے بے ادبی زیادہ مُضرّ ہے

فرمایا: اس تعلق میں بعض اعتبارات سے معصیت اتنی مضر نہیں ہوتی جتنی بے ادبی ہوتی ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ معصیت کا تعلق تو اللہ تعالیٰ سے ہے اور چونکہ وہ تاثر اور انفعال سے پاک ہے اس لئے توبہ سے فوراً معافی ہو جاتی ہے اور پھر اللہ تعالےٰ کے ساتھ ویسا ہی تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ بخلاف اس کے کہ بے ادبی کا تعلق شیخ سے ہے اور وہ چونکہ بشر ہے اس لئے طالب کی بے ادبی سے اس کے قلب میں کدورت پیدا ہو جاتی ہے جو مانع ہوتی ہے۔

تعدیہ فیض میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی خوب مثال دی ہے، کہ اگر کسی چھت کے میزاب کے مخرج میں مٹی ٹھونس دی جائے تو جب آسمان سے پانی برسے گا تو گو وہ چھت پر نہایت صاف وشفاف حالت میں آئے گا لیکن جب میزاب میں ہو کر نیچے پہنچے گا تو بالکل گدلا اور مَیلا ہو کر۔ اسی طرح شیخ کے قلب پر جو ملاء اعلیٰ سے فیوض انوار نازل ہوتے رہتے ہیں، اُن کا ایسے طالب کے قلب پر

جس نے شیخ کے قلب[1] کو مکدر کر رکھا ہے مکدر صورت میں ہی ہوتا ہے جس سے اس طالب کا قلب بجائے منور و مصفا ہونے کے تیرہ و مکدر ہوتا چلا جاتا ہے۔

(اشرف السوانح ج ۲ صـ ۱۱۷)

اپنے شیخ کو مکدر رکھنے اور مکدر کرنے کا وبال طالب پر یہ ہوتا ہے کہ اس کو دنیا میں جمعیت قلب میسر نہیں ہوتی اور وہ عمر بھر پریشان ہی رہتا ہے۔

۱۲۷ - مانگ سیدھی نکالنے کا طریقہ

حضرت حکیم الامت رحؒ اپنے رسالہ اعمالِ قرآنی کے آخر میں فائدہ تامہ کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں۔ احقر کو حضرت مرشدی وسیدی حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اگر کوئی حاجت مند تعویذ وغیرہ لینے آوے تو انکار مت کیا کرو جو خیال میں آئے لکھ کر دے دیا کرو۔ چنانچہ احقر کا معمول ہے کہ اس حاجت کے مناسب کوئی آیتِ قرآنی یا اسم الٰہی سوچ کر لکھ دیتا ہے اور بفضلہٖ تعالیٰ اس میں برکت ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک بی بی کی مانگ جو باوجود کوشش بار بار کے سیدھی نہ نکلتی تھی۔ احقر نے کہا اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ پڑھ کر مانگ نکال لو۔ چنانچہ اُن کا پڑھنا تھا اور مانگ بے تکلف سیدھی نکل آئی۔ احقر نے یہ حکایت اس لئے عرض کی ہے کہ

---

[1] اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وحشی رضؓ جنہوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بُری طرح قتل کیا تھا اپنے سامنے آنے سے روک دیا تھا کہ روز بروز دیکھ کر انقباض ہوگا اور میرے انقباض سے مضر ہوگا کہ فیوض و برکات سے حرمان ہو جائے گا۔ اس میں حضورؐ نے صرف اپنی ہی راحت کا سامان نہیں کیا بلکہ ان کی راحت کا بھی سامان تھا کہ ان کو بعد میں ہی ترقی ہو سکتی تھی۔ دوسرے اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو بھی اس قسم کے امور طبیعیہ اور جذباتِ بشریہ کا رعایت و موافقت کی اجازت دی اور بتلا دیا کہ مجرم کی خطاء معاف کر دینا اور ہے اور دِل کُھل جانا اور ہے۔ یہ ضرور نہیں کہ خطاء معاف کر دینے سے دل بھی کُھل جائے۔

(کمالات اشرفیہ صـ ۲)

اور طالب بھی اس معمول کو اختیار کریں تو امید نفع و برکت ہے۔ (اعمالِ قرآنی حصّہ سوم صفحہ ۱۲۸)

۱۲۸۔ کمالِ محبّت اور کمالِ متابعت

فرمایا: درود شریف میں حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے قبل سیدنا بڑھانے میں کمالِ متابعت ہے کیونکہ شارع سے منقول نہیں اور اگر کوئی کہے تو اس میں کمالِ محبت ہے، کمالِ ادب ہے۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے جب حضرت حاجی صاحبؒ سے بیعت کی، تو جب حضرتؒ نے فرمایا کہ کہو بیعت کی مولانا امداد اللہؒ سے، تو مولانا نے نہایت ادب سے حضرتؒ کا نام لیا اور کہا میں نے بیعت کی حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ سے۔ اس پر حضرت حاجی صاحب بہت خوش ہوتے اور فرمایا بس تم نے حقیقت کو سمجھا۔ ورنہ سب مُریدوں نے صرف نام ہی لیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جو فرمایا کہ تم نے حقیقت کو سمجھا، اس کا مطلب یہ تھا کہ جن کو اب تک میں نے مُرید کیا۔ اُنھوں نے صرف جس طرح مَیں نے اپنا نام لیا بعینہٖ اسی طرح دُہرا دیا۔ حالانکہ اُن کو چاہیئے تھا کہ ادب کرتے کیونکہ مَیں تو اپنا نام ادب سے نہیں لے سکتا تھا۔ بس جس مسئلہ کا ذکر ہے اس کی نظیر ہے یہ واقعہ۔ (اشرف السوانح جلد سوم صفحہ ۵۲۹)

۱۲۹۔ غیبت سے روک دینا

فرمایا: ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ تھانہ بھون میں رہتے تھے کہ ایک شخص نے آکر کہا کہ آپ کو فلاں شخص یُوں کہتا ہے۔ حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اُس نے پسِ پشت کہا تھا لیکن تُو نے تو مُنہ پر ہی کہہ دیا۔ تو اس سے زیادہ بُرا ہے۔ پھر کبھی اُس شخص کا حوصلہ کسی کی بات نقل کرنے کا نہیں ہُوا۔ اگر ایسا کردیں تو راوی درست ہوجائیں تو اکثر وجہ یہ ہوتی ہے کہ بڑے تو مِلتے نہیں۔ چھوٹے بات کو بڑھا کر نقل کرتے ہیں اور ان کو روکا نہیں جاتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کے ردّ میں رسالہ تصنیف ہوتے ہیں۔ ایک دُوسرے پر تبرّا ہو رہا ہے۔ یہ اختلاف مذموم ہے۔

(نسیان النفس صفحہ ۲۸ ازالۃ الغفلۃ صفحہ ۳)

۱۳۰ - دُنیا کی مثال

فرمایا: ایک اور مثال حضرت فرماتے تھے کہ ایک طوطا پنجرے میں بند ہے اور باغ کے ایک درخت میں بندھا ہُوا ہے۔ درخت پر دُوسرے طوطے دوڑ رہے ہیں اور خوش ہو رہے ہیں۔ یہ طوطا جو پنجرے میں بند ہے، چاہے گا کہ قفس ٹُوٹ جائے اور میں اُن طوطوں میں مِل جاؤں اور ایک اور طوطا پنجرے میں بند ہے اور اس کے گرداگرد بُلبلوں کا ہجوم ہے وہ اس قید ہی کو غنیمت سمجھے گا۔ اسی طرح انسان کا بدن گویا ایک قفس ہے اُس کے ٹوٹنے کی ہر شخص تمنّا نہیں کر سکتا۔ جو لوگ نیک ہیں وہ البتہ خواہش ظاہر کریں گے کہ جلد قفس عنصری ٹُوٹ جائے اور رُوح نکل کر واصل بحق ہو۔ ایسے لوگ تمنّائے موت کریں گے اور جو لوگ سیّئات میں مبتلا ہیں وہ ہرگز ایسی تمنّا نہیں کر سکتے بلکہ موت سے گھبرائیں گے اور ڈریں گے۔ یہی مطلب ہے " اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ۔ دُنیا مومن کے لئے بمنزلہ جیل کے ہے اور کافر کے لئے جنّت ہے۔

وہ طوطا جس پر بُلبُلوں کا ہجوم ہے قفس کو جنّت خیال کرتا ہے اور جو باغ میں لٹکا ہُوا ہے وہ قفس کو جیل خانہ سمجھتا ہے اور وطن اصلی کو یاد کر کے اُس کی آرزُو کرتا ہے ؎

ہر کسے کو دور ماند از اصلِ خویش ۔۔۔ باز جوید روزگارِ وصلِ خویش

ہر شخص کا قاعدہ یہی ہے کہ جب وہ اپنی اصلیت سے دُور ہو جاتا ہے تو پھر اپنے گُزرے ہوئے زمانے کو یاد کرتا ہے۔ (شوق اللقاء ص۳۴)

۱۳۱ - تحقیق از سماع مُبتدی را نقصان است و منتہی را حاجت نیست

حضرت حکیم الامتؒ اپنی آخری تالیف بوادر النوادر میں تحقیق سماع بروایت حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ

از حضرت مُرشدی علیہ الرحمۃ، مضمون خط سیّد جعفر علی صاحب سہارنپوریؒ کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں۔ موسم گرما میں بندہ کے دل میں خیال آیا کہ سماع میں ایک قِسم کا

سُرور ہوتا ہے اور یکسوئی قلب کی بھی ہوتی ہے پھر حرام کیوں ہے؟ بندہ دوپہر کو دیوبند میں حاجی عابد حسین صاحب کی خدمت فیضدرجت میں حاضر ہُوا۔ جب اُن کی مسجد چھتہ والی میں پہنچا تو حاجی صاحبؒ مکان پر تشریف لے گئے تھے اور دُوسرے حُجرے میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ اپنے چھوٹے لڑکے کو حدیث پڑھا رہے تھے۔ اُنہوں نے مجھ کو دیکھتے ہی اپنے لڑکے کو باہر روانہ کر دیا۔ اور مجھ سے فرمایا کیا سوال ہے؟ مَیں نے سماع کے حرام ہونے کی وجہ دریافت کی۔ انہوں نے فرمایا: مَیں نے یہ سوال حضرت حاجی صاحبؒ سے کیا تھا، انہوں نے مجھ کو ایک فقرہ فرمایا جس سے میری تسلّی ہوگئی تھی۔ وہ فقرہ مَیں تم کو بھی سُناتا ہوں۔ فرمایا کہ حاجی صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ "بتدی را نقصان است و مُنتہی را حاجت نیست" پس میری تسلّی ہوگئی تھی۔ اُن سے رُخصت ہو کر مَیں سہارنپور آیا اور جب سے میری تسلّی ہوگئی۔ والسّلام

جعفر علی عفی عنہ ماہ رجب ۱۳۴۳ھ

(نوٹ:۔ مفید سمجھ کر نقل کیا گیا۔ (بوادر النوادر ج اوّل ص۲۴۸ مطبوعہ دیوبند)

۱۳۲۔ قلب کا اہتمام

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ اگر ایک لطیفہ بھی منوّر ہو جائے تو اس کے ذریعے سب منوّر ہو جاتے ہیں۔ حضرتؒ کے یہاں قلب کا اہتمام زیادہ تھا۔ جبکہ حدیث میں ہے:۔

اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ۔

"جسم میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست رہتا ہے سارا جسم درست رہتا ہے اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے سارا بدن خراب ہو جاتا ہے۔" (اشرف السوانح ج ۲ ص۳۸)

۱۳۳۔ اتباعِ سُنّت کا ثمرہ جلد وصول اِلی اللّٰہ

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ کے سلسلہ میں اس قدر جلد وصول الی اللہ ہو جاتا ہے حالانکہ

نہ یہاں کچھ ریاضت ہے نہ مجاہدات۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سلسلہ میں وصول بطریقِ جذب ہوتا ہے، بطریقِ سلوک نہیں ہوتا اور یہ جذب برکت ہے اتباعِ سنّت کی، کیونکہ اتباعِ سُنّت کا ثمرہ بوجہ تشبیہ بالمحبوب محبوبیت عند اللہ ہے اور محبوبیت کے لئے جذب لازم ہے۔ (اشرف السوانح ج ۲ صہ ۵۹)

عرضِ مُرتّب کتاب ہٰذا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ وَسَلَّمَ كَثِيْرًا كَثِيْرًا۔

اما بعد! جامع ملفوظات احقر محمد اقبال قریشی عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ ہنوز ازواجِ ثلاثہ سے ایسے ملفوظات نقل ہوئے ہیں جو احقر کو حضرت حکیم الامتؒ کے دیگر ملفوظات اور مواعظِ حسنہ سے نہیں ملے۔ اب وہ ملفوظات نقل کئے جاتے ہیں جو اگرچہ حضرت حکیم الامتؒ سے مروی نہیں۔ سببِ نقل یہ ہے کہ ہر ملفوظ پر حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کا حاشیہ ہے اور کتاب بھی حضرت موصوف دامت فیوضہم سے منسوب ہے۔ فقط وما توفیقی الا باللہ۔

۱۳۴۔ جبار کی مظہریت

خان صاحب[1] مرحوم نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحبؒ، مولوی محمود بھلتیؒ، مولوی اَعْلَم علی صاحبؒ فرماتے تھے کہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے زمانہ میں کسی شخص پر جن آیا۔ اُس

---

[1] خان صاحب سے مُراد حضرت مولانا امیر شاہ خان صاحب مرحوم و مغفور ہیں۔ حضرت حکیم الامتؒ کے حکم سے حضرت مولانا حبیب احمد صاحبؒ نے اُن سے حکایات سُن کر جمع کی تھیں۔ مجموعہ کا نام "امیر الروایات فی حلیب الحکایات" ہے۔

کے قرابت دار اس کو شاہ عبدالعزیز صاحبؒ، شاہ غلام علی صاحبؒ اور دُوسرے بزرگوں کے پاس لے گئے اور سب نے جھاڑ پھونک گنڈے تعویذ کئے مگر کچھ افاقہ نہ ہُوا۔ اتفاق سے شاہ عبدالقادر صاحبؒ اُس وقت دہلی میں تشریف نہ رکھتے تھے جب شاہ صاحب تشریف لائے تو اُن کی طرف رجوع کیا۔ شاہ صاحبؒ نے جھاڑ دیا وہ اُسی روز اچھا ہو گیا۔ جب شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے شاہ صاحبؒ سے پُوچھا میاں عبدالقادر تم نے کون سا عمل کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا۔ حضرت مَیں نے تو صرف الحمدللہ شریف پڑھی تھی۔ اُس پر شاہ صاحبؒ نے دریافت فرمایا کسی خاص ترکیب سے؟ اُنہوں نے کہا کہ کوئی ترکیب نہیں فقط یَا جَبَّارُ کی شان میں پڑھ دی تھی۔ آہ! مَیں نے (حضرت مولانا حبیب احمد صاحبؒ) اس جملہ کا مطلب پُوچھا تو اُنہوں نے فرمایا کہ مطلب مَیں بھی نہیں سمجھا۔ راویوں نے یہی الفاظ (نقل) فرمائے تھے۔

(ارواحِ ثلاثہ صہ ۳۷)

(حاشیہ حضرۃ حکیم الاُمتؒ) قولہ: مطلب مَیں بھی نہیں سمجھا۔ اقول احقر کے ذہن میں جو بے تکلف مطلب آیا اس کو بہ سبیل احتمال عرض کرتا ہوں کہ کاملین میں ایک درجہ ہے ابوالوقت کہ وہ جس وقت تجلّی کو چاہیں اپنے اوپر وارد کرلیں۔ کَذَا سَمِعْتُ مُرْشِدِیْ۔

پس عجب نہیں کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے اُس وقت اپنے اُوپر جبّار کی تجلّی کو وارد کیا اور اس کی مظہریت کی حیثیت سے اس کو توجہ سے دفع فرما دیا ہو۔

(شریف الدرایات حواشی امیر الروایات[1])

۱۳۵۔ چور کی قسمت میں حلال مال کہاں

خان صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ قصہ جس کو مَیں بیان کرنا چاہتا ہوں، مَیں نے مولوی عبدالقیوم صاحبؒ سے بھی سُنا ہے اور مولانا گنگوہیؒ سے بھی اور مولانا نانوتویؒ سے بھی

---

[1] ملفوظ ۱۲۴ تا ۱۴۲ امیر الروایات فی حبیب الحکایات سے ماخوذ ہیں۔

اور اپنے استاد میاں جی محمدی صاحبؒ اورنگ آبادی سے بھی اور آخر میں حضرت حاجی صاحبؒ سے بھی سُنا ہے۔ بڑے میاں مولوی محمد اسحٰق صاحبؒ اور چھوٹے میاں مولوی محمد یعقوب صاحبؒ دونوں بھائی جب مکّہ مکرمہ میں داخل ہوتے تو دروازہ پر جُوتے چھوڑ جاتے مگر باوجود اس کے کہ وہاں جُوتے کا محفوظ رہنا نہایت مشکل ہے اور سینہ کے سامنے اور سَر کے سامنے خاص حرم کے اندر جُوتا اُٹھ جاتا ہے اُن کا جُوتا کبھی چوری نہیں گیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر لوگ متعجب ہوتے اور ان حضرات سے پُوچھتے کہ کیا وجہ ہے آپ حضرات کا جُوتا چوری نہیں ہوتا۔ وہ فرماتے کہ جب ہم جُوتا اُتارتے ہیں تو چوروں کے لئے حلال کر جاتے ہیں اور چور کی قسمت میں حلال مال نہیں، اس لئے وہ اُنہیں نہیں لے سکتا۔"

یہ قصّہ بیان فرما کر خان صاحبؒ نے بیان فرمایا کہ مَیں نے یہ قصّہ مولوی محمود حسن صاحبؒ سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ اصل میں تعلیم تھی شاہ عبدالقادر صاحبؒ کی۔ جب شاہ صاحبؒ کے زمانہ میں اکبری مسجد میں سے جُوتے چوری جانے لگے تو شاہ صاحبؒ نے لوگوں سے فرمایا کہ تم اپنے جُوتے چوروں کے لئے حلال کر دیا کرو پھر وہ اُنہیں نہ لیں گے۔ (ارواحِ ثلاثہ صـ۱۳۱)

۱۳۶۔ حُبِّ عشقی نامتناہی ہے

خان صاحبؒ نے فرمایا کہ حافظ محمد حسینؒ مراد آباد کے رہنے والے ایک شخص تھے جو مولوی امانت علی صاحب امروہیؒ کے مُرید تھے اُنہوں نے حاجی صاحبؒ کو خط لکھا اور اس میں لکھا کہ مولوی اسماعیل صاحبؒ نے حُبِّ عقلی کو حُبِّ عشقی پر ترجیح دی ہے اور وجہ یہ بیان کی ہے کہ حبِّ عشقی وصل کے بعد مضمحل ہو جاتی ہے مگر حُبِّ عقلی وصل میں اور زیادہ بڑھتی ہے اور اسی طرح شکر کو صبر پر ترجیح دی ہے حضور کا اس میں کیا مسلک ہے؟ حاجی صاحبؒ نے اس خط کا تقریباً ڈیڑھ جزو میں جواب لکھا اور جواب میں حُبِّ عشقی کو حُبِّ عقلی پر ترجیح دی ہے اور وجہ اس کی یہ تحریر فرمائی کہ حُبِّ عشقی نامتناہی ہے اور حُبِّ عقلی متناہی اور وجہ اس کی یہ تحریر فرمائی کہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :-

"لَوْ كُشِفَ الْغِطَاءُ مَا ازْدَدْتُ يَقِيْنًا" یہ حُبّ عقلی تھی اور اس سے اُس کی تناہی ظاہر ہے اور ترجیح صبر کے متعلق فرمایا "اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ" اور شاکرین کے متعلق فرماتے ہیں "لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ" اور معیتِ حق اور زیادتِ نعمت میں فرق ظاہر ہے۔

غرض اس بحث کو حاجی صاحبؒ نے نہایت مفصل تحریر فرمایا تھا اور میں نے اس خط کی نقل بھی لے لی تھی۔ اس لئے اس کے مضامین مجھے محفوظ نہیں رہے مگر وہ میرے پاس سے ضائع ہوگئی۔ اس کے بعد میں نے مُراد آباد میں تلاش کیا تو مجھے وہاں بھی نہ مِلا۔ خیر حاجی صاحبؒ نے اُس خط کو تمام فرما کر مولانا گنگوہیؒ کو سُنایا۔ اس مجلس میں حافظ عطاء اللہ اور مولوی عبدالکریم ملنشی، تجمّل حسین (حاجی صاحبؒ کے بھتیجے) بھی موجود تھے۔ مولانا گنگوہیؒ نے حاجی صاحبؒ کے جواب کو نہایت پسند فرمایا۔ اس کے بعد جب مولانا اس مجلس سے اُٹھے تو منشی تجمّل حسین صاحبؒ نے مولانا سے دریافت کیا کہ حضرت آپ فرمائیں، آپ کے نزدیک حاجی صاحبؒ کا مضمون اچھا ہے یا مولوی اسمٰعیل صاحبؒ کی صراطِ مستقیم کا۔ آپ نے فرمایا دونوں بہت اچھے ہیں۔ اس کے بعد جب مولانا طواف کر کے حطیم میں بیٹھے تھے تو منشی تجمّل حسینؒ نے پھر پوچھا کہ حضرت اچھے تو بیشک دونوں ہیں مگر آپ کے نزدیک اُن دونوں میں کون زیادہ اچھا ہے؟ تو آپ نے فرمایا حُبِّ عشقی میں سب باتیں ہیں مگر ایک بات یہ ہے کہ اس میں انتظام نہیں اور اس لئے حدودِ شرعیہ اس میں ملحوظ نہیں رہتیں۔ اِس بناء پر جب تک اعمال کی ضرورت ہے اُس وقت تک تو حُبِّ عقلی کو پسند کرتا ہوں اور جب انتقال کا وقت ہو اُس وقت غلبۂ حُبِّ عشقی کو پسند کرتا ہوں۔ (ارواحِ ثلاثہ صـ ۲۱۲)

حاشیہ حکیم الامتؒ : قولہ : تناہی ظاہر ہے۔ اقول اور حُبِّ عشقی کی غیر متناہی ہونے کی دلیل احقر نے خود حضرت حاجی صاحبؒ سے سُنی ہے

ع عشق دریائیست قعرش ناپدید

اور وصل میں مضمحل ہو جانا حُبِّ عشقی کا اس وقت ہے کہ جب حُسن وجمال محبوب

کا متنا ہی ہو اور عشقِ حقیقی میں یہ ہے نہیں۔ قولہٗ : دونوں بہت اچھے ہیں، اقول اور فیصلہ بھی بہت اچھا ہے۔ (ارواحِ ثلاثہ ص۲۱۳)

۱۲۷۔ کشف کا صحیح ہونا

حضرت مولانا مظفر حسین صاحبؒ نے مکہ مکرمہ میں ایک مرتبہ حاجی امداد اللہ صاحبؒ سے فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ مدینہ منورہ میں موت آئے مگر بظاہر اب میری موت کا وقت قریب آگیا ہے آپ مراقبہ کیجئے۔ انہوں نے مراقبہ کیا اور فرمایا کہ نہیں آپ مدینہ منورہ پہنچ جائیں گے۔ کچھ روز کے بعد آپ اچھے ہو گئے اور اگلے ہی روز مدینہ منورہ کو روانہ ہو گئے۔ مدینہ منورہ پہنچنے میں ایک منزل باقی تھی کہ آپ پھر بیمار ہو گئے اور ۱۰ ر محرم ۱۲۸۳ھ مطابق ۵ رمئی یوم جمعہ ۱۸۶۶ء کو انتقال فرمایا اور نزدیک قبر حضرت عثمانؓ مدفون ہوئے۔ (منقول از تذکرۃ الخلیل، ارواحِ ثلاثہ ص۲۴۴)

۱۲۸۔ کثرت سے استغفار

خان صاحب نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ بیان فرماتے تھے کہ میں نواب قطب الدین خان صاحبؒ کی خدمت میں ہفتہ میں ایک مرتبہ حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ نواب صاحبؒ نے فرمایا کہ حاجی صاحبؒ ایک ہفتہ کا فراق تو بہت ہے۔ میں نے ہفتہ میں دو، بار جانا شروع کر دیا۔ پھر فرمایا کہ حاجی صاحب چار دن کا فراق تو بہت ہے میں نے تیسرے دن جانا شروع کر دیا۔ ایک روز فرمانے لگے کہ حاجی صاحب میں شاہ اسحٰق صاحبؒ سے بھی بیعت ہوں اور مولوی محمد یعقوب صاحبؒ بھی۔ مگر میں ہمیشہ اعمالِ مسنونہ ماثورہ ہی میں مشغول رہا اور تصوف کی طرف مجھے کبھی توجہ نہیں ہوئی اور اس وقت وہ حضرات تو ہیں نہیں اور میں بڈھا ہو گیا ہوں اب مجھ سے محنت بھی نہیں ہو سکتی۔ آپ مجھے کوئی ایسا کام بتلا دیں جو میں کر لیا کروں۔

میں تو خاموش رہا، اتفاق سے اس وقت مولوی محمد یعقوبؒ صاحب کے داماد امیر زادہ امیر بیگ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ کثرت سے استغفار

پڑھا کیجئے۔ یہ سُن کر نواب صاحب خاموش ہو گئے۔
(ارواحِ ثلاثہ ص۲۲۴)

حاشیہ حضرۃ حکیم الامۃ رحؒ: قولہ۔ آپ مجھے کوئی ایسا کام اقول ایسے اکابر کا حضرت حاجی صاحبؒ کو شیخ سمجھنا تھوڑی بات نہیں۔
قولہ۔ مرزا امیر بیگ اقول میں نے بھی اپنے والد صاحب مرحوم کے ہمراہ مکہ معظمہ میں اُن کی زیارت کی ہے۔ (شریف الدرایات حواشی امیر الروایات)

۱۳۹۔ با مدّعی مگوید اسرارِ عشق و مستی

خان صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک شخص پنجابی ڈاکٹر مکہ معظمہ گیا تھا۔ حافظ صاحبؒ کی بیوی سے اُن کا نکاح ہو گیا تھا۔ اس نکاح میں کچھ باتیں حضرت حاجی صاحبؒ کی طبیعت کے خلاف بھی ہُوئی تھیں اور یہ ڈاکٹر کچھ اچھا آدمی بھی نہیں تھا۔ چنانچہ میں اُس کو مکہ جانے سے پہلے سے جانتا تھا۔ اس ڈاکٹر نے ایک مرتبہ گستاخانہ طور پر حضرت حاجی صاحبؒ سے کہا کہ مجھے آپ کے اندر کوئی کمال نظر نہیں آتا، آپ کی شہرت، سو یہ مولوی رشید احمد صاحبؒ اور مولوی محمد قاسم صاحبؒ کی وجہ سے ہُوئی ہے۔ پھر مجھے حیرت ہے کہ مولوی رشید احمد صاحبؒ اور مولوی محمد قاسم صاحبؒ آپ سے کس طرح بیعت ہو گئے۔
اللہ رے! نفوسِ قدسیہ نے اس کو سُن کر ذرا تغیر نہیں ہُوا اور مُسکرا کر فرمایا کہ ہاں بھائی بات تو ٹھیک کہتے ہو، مجھے خود بھی حیرت ہے کہ یہ حضرات میرے کیوں معتقد ہو گئے؟ اور لوگ مجھے کیوں مانتے ہیں۔ (ارواحِ ثلاثہ ص۲۰۸)

حاشیہ حضرۃ حکیم الامۃ رحؒ: قولہ: ہاں بھائی بات تو ٹھیک کہتے ہو
اقول: یہ شُبہ نہ کیا جائے کہ غیر ٹھیک کو کیسے ٹھیک فرمادیا اور ٹھیک بات کیوں نہ تبلا دی۔ بات یہ ہے کہ چونکہ ان حضرات کی نظر ہمیشہ کمالاتِ موجودہ سے آگے کے کمالات پر ہوتی ہے اُن کے اعتبار سے اپنے کمالاتِ موجودہ کو کمال نہیں سمجھتے۔ اس اعتبار سے نفی کمال کو ٹھیک فرمادیا اور اصلی بات کا نہ تبلانا اس کی وجہ نا اہل سے غیرت فی الدین ہے۔ کما قال الشیرازیؒ ؎
با مدّعی مگوئید اسرارِ عشق و مستی — بگذار تا بمیرد در رنج خود پرستی

۱۴۰۔ تجھے قائل کرنا خوب آتا ہے

خان صاحبؒ نے فرمایا کہ مَیں سفرِ حج کر کے مکّہ مکرّمہ حاضر ہُوا۔ ایک دن حسبِ معمول حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس دوپہر کے وقت حاضر تھا۔ مَیں نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ رشیدؒ و قاسمؒ بمنزلہ میرے ہوتے اور مَیں بمنزلہ اُن کے۔ فرمایا کہ ہاں مَیں اس کے اظہار پر مامور تھا۔ تب مَیں نے عرض کیا کہ حضرت پھر آپ ان دونوں کے خلاف کیوں کرتے ہیں۔ اس پر حضرت خُود اُٹھ کر بیٹھ گئے اور ہنس کر فرمایا تُو سچ کہتا ہے۔ تجھے قائل کرنا خُوب آتا ہے۔ (ارواحِ ثلاثہ صـ۲۱۳)

(حاشیہ حکیم الامتؒ) حضرتؒ کا ارشاد تجھے قائل کرنا خوب آتا ہے، جواب نہیں ہے۔ سکوت عن الجواب بطریقِ احسن ہے اور جواب نہ دینا شاید اس لئے ہو کہ رعایتِ حدود کے ساتھ اگر اختلاف ہو وہ اجتہادی ہے اور نیّت سائل کی بخیر تھی اس لئے جواب کی ضرورت نہیں ورنہ جواب ظاہر ہے کہ یہ رائے کا اختلاف ہے جس میں اجتہاد کی گنجائش ہے کہ مجوزین پر حُسنِ ظن غالب ہے اور مانعین پر حزم و انتظام غالب ہے۔ اور یہ اختلاف نفسِ مسئلہ میں ایسا ہے جیسے حنفیہ جمعہ کے روز صبح کی نماز میں الم تنزیل السجدہ کی قرأت کے التزام کو باوجود نقل کے ایہامِ عوام کے سبب مکروہ سمجھتے ہیں[1] اور شافعیہ مستحب کہتے ہیں اور ایہام کا علاج اصلاح بالقول کو کہتے ہیں۔ (شریف الدرایات حواشی امیر الروایات)

۱۴۱۔ حدیث زَمِّلُوْنِی کا عجیب مفہوم

خان صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے سامنے حدیث زَمِّلُوْنِی کا تذکرہ آیا جبکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی دفعہ حضرت جبرئیل علیہ السّلام کو دیکھا تھا اور آپ مضطرب ہو کر واپس تشریف لائے اور فرمایا مجھے کمبل اُڑھا دو،

---

[1] یا جیسے سجدۂ شکر جو کہ حضورؐ سے ثابت ہے لیکن امام ابو حنیفہؒ ایہامِ عوام کے سبب مکروہ سمجھتے ہیں۔

مُجھے کمبل اوڑھادو ، عرض کیا گیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل سے خائف ہو گئے تھے۔ فرمایا کہ نہیں بلکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت یکایک اپنی حقیقت کا تحمل نہیں فرما سکے جو جبرئیل علیہ السلام کو دیکھ کر آپؐ پر منکشف ہوئی تھی اور یہ قاعدہ ہے کہ غیر جنس میں رہ کر اپنی حقیقت محجوب رہتی ہے اور ہم جنس کو دیکھ کر منکشف ہو جاتی ہے۔ جیسے مشہور ہے کہ کسی شخص نے شیر کا بچہ پال لیا تھا اور اپنی بکریوں میں چھوڑ رکھا تھا۔ شیر کو ان بکریوں میں رہ کر اپنی حقیقت کی خبر نہ تھی۔ وہ بھی مثل بکریوں کے مسکین بنا ہُوا تھا۔

اتفاق سے ایک دن پانی پیتے ہُوئے اُس نے اپنا چہرہ دیکھ لیا اور اپنی شجاعت و بسالت کی تصویر اُس کی آنکھوں کے سامنے آگئی اور پھر جو بکریوں کو دیکھا تو سمجھا کہ مَیں بکری نہیں ہوں کچھ اور ہی ہوں۔ یہ حقیقت پا کر جو بکریوں میں گیا تو سب بکریوں میں غُل غدر مچ گیا، کسی کو پھاڑ ڈالا کسی کو کھا گیا، کسی کو مارا۔

پھر فرمایا کہ ایک جزیرے میں فرض کرو سب بدّ و بدشکل بستے ہوں۔ ایک خوبصورت پری پیکر پیدا ہو جائے تو ظاہر ہے کہ ان میں رہ کر وہ بھی اپنے کو اُنہی جیسا سمجھتا رہے گا۔ اس پر بوجہ ناجنسی اختلاط کے اپنی حقیقت منکشف نہ ہو گی اس لئے نہ ناز و انداز ہوگا نہ کرشمہ و غمزہ کی راہ چلے گا۔ لیکن اتفاق سے اگر وہاں اس جیسا کوئی دُوسرا حسین آنکلے جس کے ساتھ ناز و کرشمہ و ادائیں ہوں تو ضرور ہے کہ اُسے دیکھ کر اپنی حقیقت منکشف ہو جائے گی اور وہ بھی ناز و انداز کرنے لگے گا۔

اسی طرح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثل اُس شیر کے اور مثل اُس حسین کے مکّہ کے جاہلوں کے درمیان تھے اور آپؐ پر اپنی حقیقت منکشف نہ تھی لیکن جونہی کہ آپؐ نے جبرئیلؑ کو دیکھا جو اس معنے کے آپ کے ہم جنس تھے کہ ان کی تربیت بھی صفتِ علم کرتی ہے۔ اس لئے وحی و ایحاء کی خدمت اُن کے سپرد ہوئی اور انبیاء علیہم السلام کی تربیت بھی صفتِ علم کرتی ہے اور اُن کے چہرے میں آپ کو اپنی حقیقت نظر آگئی لیکن وہ اتنی عظیم الشان تھی کہ یکایک آپؐ اس کا تحمل نہ فرما سکے۔ اور اضطراب میں زمّلونی زمّلونی فرمایا۔ یہ نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل علیہ السلام سے خائف ہو گئے تھے۔ پھر حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر پڑھا جو احقر کو یاد نہیں رہا۔ اس پر خان صاحبؒ

نے فرمایا کہ میں نے یہ شعر پڑھا ؎

دیکھو مت دیکھیو کہ آئینہ　　　غش تمہیں دیکھ کہ آ نہ جائے

خان صاحبؒ فرماتے تھے کہ مولانا محمود حسن صاحبؒ بار بار اس واقعہ کو مجھ سے سُنا کرتے تھے اور جھومتے تھے۔　(ارواحِ ثلاثہ ص۲۱۴ تا ص۲۱۶)

حاشیہ حضرۃ حکیم الامتؒ: ایک ذوقی توجیہ ہے اور چونکہ کوئی نص اس کی مصادم نہیں لہٰذا اس کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ اگر کسی کو اس واقعہ میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: لَقَدْ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ (بخاری) کے مصادمت کا شبہ ہو تو جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں خشیت کا مفعول جبرئیل علیہ السلام نہیں ہیں تا کہ تصادم ہو بلکہ معنی یہ ہیں کہ "خَشِیْتُ اَنْ لَّا اَتَحَمَّلَ اَعْبَاءَ الرِّسَالَةِ" کیونکہ اس تحمل کے لئے خاص قوت کی ضرورت ہے اور وہ اس وقت مغلوب ہے پس کچھ تصادم نہیں رہا اور حضرت خدیجہؓ کے اس قول کا "وَاللہِ لَا یُخْزِیْكَ اللہُ اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِی الضَّیْفَ وَتُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ"، حاصل استدلال عقلی ہے عطاءِ قوتِ تحمل پر۔ کیونکہ یہ قوتِ ثمرہ ہے تائیدِ حق کا اور یہ افعال جالب ہیں تائیدِ حق کے۔ اُس کے بعد حضرت خدیجہؓ کا آپ کو حضرت ورقہ بن نوفلؓ کے پاس لے جانا اس غرض سے تھا کہ یہی مقصود دلیلِ نقلی سے بھی ثابت ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا جس کا حاصل اس تحمل کی ایک نظیر بتلانا ہو گیا تھا۔ یہ کہ آپؐ کو اپنی نبوت میں شُبہ تھا جو حضرت ورقہؓ کے قول سے رفع ہو گیا۔ پھر جب آپؐ کی اس حالت کو سکون ہُوا تو اللہ تعالیٰ کی حکمت سے اس تحمل کا طریق یہ تجویز کیا گیا کہ وحی کا سلسلہ جلدی جاری نہیں کیا گیا جس سے آپؐ کے اشتیاق کو یہاں تک ہیجان ہُوا کہ بخاری کی روایت میں ہے:-

فَتَرَ الْوَحْیُ حَتّٰی حَزِنَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا بَلَغَنَا حُزْنًا غَدَا مِنْہُ مِرَارًا كَیْ یَتَرَدّٰی مِنْ رُّؤُسِ شَوَاهِقِ الْجَبَلِ فَكُلَّمَا اَوْفٰی بِذُرْوَةِ جَبَلٍ لِكَیْ یُلْقِیَ نَفْسَهٗ تَبَدَّا لَهٗ جِبْرِیْلُ

فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ حَقًّا فَیَسْکُنُ لِذٰلِکَ جَاشُہٗ وَتَقَرُّ نَفْسُہٗ۔ (کذا فی المشکوٰۃ)

اور اشتیاق سے مطلوب میں گرانی نہیں رہتی۔ یہ توضیح ہے حضرت حاجی صاحبؒ کے ارشاد کی۔ مولانا رومؒ نے مثنوی میں دفتر چہارم کے بالکل ختم کے قریب اس واقعہ کی نظیر کی دوسری توجیہ فرمائی ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے خوف مان لیا ہے لیکن متأثر حقیقتِ محمدی نہ تھی بلکہ جسدِ محمدیہ تھا اور حقیقتِ محمدیہ کی وہ شان ہے کہ خود جبرئیل علیہ السلام اس کا تحمل نہیں فرما سکتے۔ بہ حاصل ہے اُن کی تقریر کا اور یہ اختلاف ذوق کا ہے۔ تفریحاً اس مقام کے چند متفرق اشعار نقل کرتا ہوں ؎

مصطفیٰؐ مے گفت پیش جبرئیلؑ ... کہ چنانچہ صورت تست اے جلیل

مر مرا بنمائے محسوس آشکار ... تا بہ بینم من ترا نظارہ وار

گفت نہ توانی و طاقت نبودت ... حس ضعیف است و تنک سخت آیدت

چونکہ کرد الحاح بنمود اندکے ... ہیبتے کہ کہ شود زاں مندکے

شہپری بگرفتہ شرق و غرب را ... از مہابت گشت بیہش مصطفےٰ

چوں ز بیم و ترس بیہوشش بدید ... جبرئیل آمد در آغوشش کشید

قابلِ تغیّر اوصافِ تن است ... روح باقی آفتاب روشن است

جسمِ احمد را تعلق بُد بداں ... آں تغیّر آنِ تن باشد بداں

نقشِ احمد زاں نظر بیہوش گشت ... بحرِ اُو از مہر کف پُر جوش گشت

احمد ار بکشاید آں پر جلیل ... تا ابد مدہوش ماند جبرئیل!

چوں گذشت احمد ز سدرہ و مرصدش ... وز مقام جبرئیل و از حدش

گفت اُو را ہیں بپر اندر پیم ... گفت رو رو کہ حریف تو نیم

باز گفتہ کز پیم آئے و مائیست ... گفت روز یں پس مراد ستور نیست

باز گفت اورا بیاد پردہ سوز ... من باوج خود نہ رفتنم ہنوز

گفت بیروں زیں حد اے خوش فرمن ... گر زنم پرے بسوزد پر من رشت،

(شریف الدرایات حواشی امیر الروایات)

۱۴۲۔ کرامت حضرت حاجی صاحبؒ

خان صاحبؒ نے فرمایا کہ پھلاودہ ضلع میرٹھ میں لاوڑ کے قریب ایک مقام ہے، وہاں کے رہنے والے ایک شخص تھے جن کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ یہ صاحب حافظ عبدالغنی صاحب کے (جو کہ پھلاودہ کے رہنے والے اور مولوی احمد صاحب امروہی کے شاگرد تھے) دادا کے چھوٹے بھائی تھے اور رئیس بھی تھے، ان صاحب نے مجھ سے بیان فرمایا کہ جو بچہ[۱] بکری[۱] کا پیدا ہوتا تھا، میں اُس کی اُون کتروا لیتا تھا۔ اس طرح میں نے اُون جمع کروا کے حاجی صاحبؒ کے لئے ایک کملی بنوائی اور اس وقت میں حاجی صاحبؒ کی زیارت سے مشرف نہ ہُوا تھا بلکہ غائبانہ طور پر معتقد تھا۔ جب میں حج کے لئے گیا تو اس کملی کو اپنے ساتھ لے گیا۔ ایک جگہ ہمارا جہاز طغیانی میں آگیا اور جہاز میں ایک شور مچ گیا، میں چھتری پر تھا وہاں سے اُتر کر تنق کی جالیوں سے کمر لگا کر اور مُنہ لپیٹ کر ڈوبنے کے لئے بیٹھ گیا۔ کیونکہ میں سمجھتا تھا اب کچھ دیر میں جہاز ڈوبنے والا ہے۔

اسی اثناء میں مجھ پر غفلت طاری ہوئی۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ نیند تھی یا غم کی بدحواسی اس غفلت میں مجھ سے ایک شخص نے کہا کہ فلانے اُٹھو اور پریشان مت ہو۔ ہوا موافق ہو گئی ہے۔ کچھ دیر میں جہاز طغیانی سے نکل جائے گا اور میرا نام امداداللہ ہے مجھے میری کملی دو۔ میں نے گھبرا کر کملی دینی چاہی۔ اس گھبراہٹ میں آنکھ کُھل گئی اور میں نے لوگوں سے کہدیا کہ تم مطمئن ہو جاؤ جہاز ڈوبیگا نہیں کیونکہ مجھ سے حاجی صاحبؒ نے خواب میں بیان فرمایا ہے کہ جہاز ڈوبیگا نہیں۔ اسکے بعد میں نے لوگوں سے پُوچھا کہ تم میں سے کوئی حاجی امداداللہ کو جانتا ہے مگر کسی نے اقرار نہیں کیا۔ آخر جہاز طغیانی سے نکل گیا اور ہم مکّہ پہنچ گئے۔ میں نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ کوئی مجھے حاجی صاحبؒ کو نہ بتلائے میں خود اُن کو پہچان لُوں گا۔ جب میں طواف قدوم کر رہا تھا تو میں نے طواف کرتے ہوئے حاجی صاحبؒ کو مالکی مصلّٰی کے قریب دیکھا اور دیکھتے ہی

۱؎ بھیڑ ہونا چاہیئے کیونکہ بکری کے اُون نہیں ہوتے بلکہ بھیڑ کے ہوتے ہیں۔ بکری کے تو بال ہوتے ہیں۔ ۱۲ محمد محی الدین سواتی غفرلہٗ

پہچان لیا کیونکہ ان کی شکل اور لباس وہی تھا جو مَیں نے خواب میں دیکھا تھا۔ صرف فرق اتنا تھا کہ جب مَیں نے جہاز میں دیکھا تھا تو اُس وقت آپ لُنگی پہنے ہُوئے تھے اور اس وقت پاجامہ۔ مَیں نہیں سمجھتا تھا کہ اتنا فرق کیوں تھا؟

خان صاحبؒ فرماتے ہیں کہ مَیں نے یہ وجہ بیان کی کہ جہاز کو طغیانی سے نکالنے کے لئے لُنگی ہی مناسب تھی اس لئے آپ نے لُنگی پہنے دیکھا تھا۔ یہ سُن کر وہ بہت خوش ہُوئے۔ اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ مَیں طواف سے فارغ ہو کر حاجی صاحبؒ سے ملا اور کملی پیش کی اور جہاز کا قصّہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ بھائی مجھے تو خبر بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ بعض وقت اپنے کسی بندے کی صُورت سے کام لے لیتے ہیں۔

(ارواحِ ثلاثہ ص۲۱۱)

(حاشیہ حضرت حکیم الامتؒ) قولہ: مجھے تو خبر بھی نہیں۔ اقول۔ اکثر تو ایسا ہی ہوتا ہے اور وہ کوئی غیبی لطیفہ ہوتا ہے جو کسی مانوس شکل میں متمثل ہوتا ہے اور کبھی خبر بھی ہوتی ہے مگر اس کی کوئی یقینی پہچان نہیں۔ زیادہ مدار اس بزرگ کے قول پر ہے وہ بھی جبکہ کسی مصلحت سے اخفاء نہ کریں۔

(تشریف الدرایات حواشی امیر الروایات)

الحمد للہ! امیر الروایات سے ملفوظات کا انتخاب ختم ہُوا۔ آگے پھر حسبِ سابق حضرت حکیم الامتؒ کے مواعظِ حسنہ و ملفوظات وغیرہ سے ملفوظات لکھے جاتے ہیں۔

۱۴۳۔ شیخِ کامل کون ہے؟

فرمایا: شیخ کامل وہ ہے جو طالب کی دلجوئی اور تسلّی کرتا رہے اور اُس کی مایوس سے مایوس حالت کو سنبھالتا رہے۔ اُس کے دل کو بڑھاتا رہے۔ اس میں تو ہم نے اپنے حضرت حاجی صاحبؒ کو دیکھا کہ کیسا ہی کوئی روتا ہُوا گیا ہنستا ہُوا آیا۔ اسی کو حافظ شیرازیؒ فرماتے ہیں ؎

بندۂ پیرِ خراباتم کہ لُطفش دائم است — زانکہ لطفِ شیخ و زاہد گاہ ہست گاہ نیست

(ترجمہ شعر) "میں تو پیرِ خرابات کا بندہ ہوں جس کا لطف دائمی ہے ورنہ شیخ وزاہد کا لطف تو کبھی ہوتا ہے کبھی نہیں۔"

یہ واقعہ ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ اپنے زمانے میں اس فن کے امام تھے، مجدد تھے، مجتہد تھے۔ (الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ صنہ۱۴۴ حصہ دوم)

۱۴۴۔طبعی اور عقلی بات میں تفاوت

فرمایا: ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ زمانۂ غدر میں شریکِ جنگ ہوئے۔ اول مرتبہ جو بندوق چلی۔ ثقات نے بیان کیا کہ بے ہوش ہوگئے۔ اس کے بعد تلوار لے کر خود لڑے۔ سو یہ کوئی نقص کی بات نہیں، طبعی بات ہے۔ عقلی بات جو تھی وہ یہ کہ جنگ میں شرکت کی۔ اس میں خوف نہیں ہوا۔ (الافاضات الیومیہ ج ۲ صنہ۱۴)

۱۴۵۔آخری عمر میں نکاح کا سبب

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ نے آخر عمر میں نکاح کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت پیرانی صاحبہ نابینا ہوگئی تھیں۔ حضرتؒ نے محض خدمت کی غرض سے نکاح کیا تھا۔ یہ بی بی حضرتؒ کی بھی خدمت کرتیں اور پیرانی صاحبہ کی بھی۔ ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ عورت محض شہوت کے لئے تھوڑا ہی ہوتی ہے اور بھی مصالح اور حکمتیں ہیں۔

(الافاضات الیومیہ جلد۲ صنہ۱۴۷)

۱۴۶۔مفہوم من آنم ومن دانم

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ سے ایک بڑے بزرگ ملاقات کے لئے آئے حضرت نے کچھ مدحیہ الفاظ اُن کی نسبت فرمائے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت میں تو کچھ بھی نہیں۔ حضرتؒ نے مزاحاً فرمایا کہ عارف جب اپنی تعریف کرتا ہے تو یہی کہتا ہے کہ میں کچھ نہیں۔ من فانیم۔

(دوسرا لطیفہ) ایک صاحب نے کانپور میں دوسرے صاحب سے بسلسلۂ

گفتگو کہا کہ من آنم کہ من دانم۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس کے معنی تو یہ ہیں کہ آپ عارف ہیں۔ کیونکہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ (جس نے اپنے کو پہچان لیا اُس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا۔ (الافاضات الیومیہ ج ۲ صـ ۱۵۵)

۱۴۷۔ طالب کی شان

فرمایا: ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحبؒ اور حضرت مولانا گنگوہیؒ ساتھ بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے۔ مولانا شیخ محمد صاحبؒ آگئے۔ دیکھ کر کہنے لگے کہ آہا آج تو مُرید صاحب کے اُوپر بڑی نوازش ہو رہی ہے ساتھ کھانا کھلایا جا رہا ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے (باوجودیکہ حضرت مولانا کا بے حد ادب فرماتے تھے) فرمایا کہ ہاں ہے تو میری عنایت کہ مَیں اس طرح ساتھ بِٹھلا کر کھلا رہا ہوں ورنہ مجھ کو تو یہ حق ہے اور ان کی یہ حیثیت ہے کہ مَیں روٹی اُن کے ہاتھ پر رکھ کر کہتا کہ وہاں بیٹھ کر کھاؤ اور اس ارشاد کے ساتھ ہی کن انکھیوں سے دیکھ رہے تھے کہ کوئی تغیّر تو نہیں ہُوا۔ یہ واقعہ ہے کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ پر ذرہ برابر ناگواری کا اثر نہیں ہوا۔ کسی نے پوچھا کہ حضرت آپ کو ناگوار تو نہیں ہُوا تھا۔ فرمایا کہ جہاں سے کچھ مِلا کرتا ہے یا ملنے کی کچھ امید ہوتی ہے وہاں سے ناگواری نہیں ہُوا کرتی۔ مشاہدہ ہے کہ کیمیا گر اگر لنگوٹا بند بھی ہو مگر اس کے پیچھے بڑے بڑے آدمی حُقّہ اُٹھائے پھرتے ہیں گو وہ کتنا ہی مَیلا کچیلا سڑا ہُوا ہو۔ طالب کی تو یہ شان ہے اور مصلحین کی یہ شان ہونا چاہیئے ؎

ہر کہ خواہد گو بیاؤ ہر کہ خواہد گو برو
دار و گیر و حاجب و دربان دریں درگاہ نیست

"جو آنا چاہے آنے کی اجازت ہے اور جو جانا چاہے اُس کو کوئی روک ٹوک نہیں ہے اور اس درگاہ میں نہ کوئی دربان ہے نہ ظاہری دبدبہ۔"

(الافاضات الیومیہ ج ۲ صـ ۱۷۲
〃 〃 〃 صـ ۲۱۱)

ؔ

۱۴۸۔ شیطانی نسبت

فرمایا: ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ بعض اس پر فخر کرتے ہیں کہ معاصی سے بھی ہماری نسبت سلب نہیں ہوتی تو فرمایا کہ نسبت کیا ہوئی؟ بی بی تمیزہ کا وضو ہوگیا۔ لو ہالاٹ کہ سب کچھ کیا اور وضو باقی رہا اور ایسی نسبت کے متعلق بجز اس کے کیا کہا جاسکتا ہے کہ وہ شیطانی نسبت تھی۔ (الافاضات الیومیہ ج ۲ صـ ۲۰۶)

۱۴۹۔ نازک حالت جلدی نہ کرنا

فرمایا: یہ طریق بہت نازک ہے۔ اس میں مجھ پر خود ایسی حالت گزر چکی ہے کہ اگر حضرت حاجی صاحبؒ کا اس حالت کے قبل یہ ارشاد نہ ہوتا کہ جلدی نہ کرنا تو میں خودکشی کر لیتا۔ اس لئے میں اُس کے متعلق جو کچھ کہتا ہوں دیکھ کر کہتا ہوں۔ اس حالت کا قصہ یہ ہے کہ میرے ایک دوست مجھ سے ملنے آتے اُن کے پاس بھری بندوق تھی، کئی مرتبہ جی میں آیا کہ اُن سے کہوں کہ میرے گولی مار دیں مگر اللہ تعالٰے نے سنبھال لیا۔ اس حالت میں مجھ کو بڑے گھر میں سے بڑی امداد ملی اور کوئی ایسا نہ تھا جس سے کہتا۔ حق تعالٰے نے اُن کو ہی غمگسار بنا دیا تھا اُن سے اپنی حالت کہتا تھا۔ اُن کے جواب ایسے ہوتے تھے جیسے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے جوابات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوتے تھے۔ (الافاضات الیومیہ ج ۲ صـ ۲۳۵)

۱۵۰۔ طالبین سے شفقت

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ سے فیض اسی وجہ سے زیادہ ہُوا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ طالبین کے ساتھ توجہ اور سہولت اور تسلّی بہت فرماتے تھے۔ ظاہر میں کیسی ہی مُنکر بات ہوتی مگر اس کو بھی بشرطِ گنجائش اچھی ہی حالت پر منطبق فرما دیتے اور یہ فرماتے کہ فلانی حالت میں ایسی بات ہو جاتی ہے۔ کیا ٹھکانا ہے اس شفقت کا۔

(الافاضات الیومیہ ج ۲ صـ ۲۳۵)

۱۵۱۔ محقّق کی ہر چیز پر نظر

فرمایا: محقّق کی ہر ضروری چیز پر نظر ہوتی ہے۔ ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس ایک پندرہ کا نقش تھا۔ اس کے ہر چار گوشوں پر آجبُ یا جبرئیل علیہ السلام آجب یا میکائیل علیہ السّلام جس میں سب رعایتیں ہوگئیں۔ ایک نقش پندرہ کا میرے پاس بھی ہے۔ اکثر آسیب زدہ کو لکھ دیتا ہوں۔ اس کے آخر میں شیاطین کے نام کے ساتھ لکھا ہے کہ سوختہ شوند شریعت میں کسی کے جلانے کی اجازت نہیں۔ مَیں نے اس میں اتنا اور بڑھا دیا۔ اگر نہ گریزند سوختہ شوند۔ اب اگر وہ جلے گا اپنی مرضی سے جلے گا ورنہ ہم نے تو اس کو مہلت دے دی۔ (الافاضات الیومیہ ج ۲ صـ ۲۶۴)

۱۵۲۔ بڑا تعویذ تو بزرگوں کی دُعا ہے

فرمایا: مجھے تعویذ گنڈوں سے قطعاً مناسبت نہیں مگر حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ اگر کوئی آیا کرے تو اللہ کا نام لکھ کر دے دینا اور میری ناواقفی کے عُذر پر یہ بھی فرمایا کہ جو سمجھ میں آئے لکھ دیا کرو۔ اس لئے مَیں لکھ دیتا ہوں۔ بڑا تعویذ تو بزرگوں کی دُعا ہوتی ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے حکایت بیان فرمائی تھی۔ حضرت سید صاحب ہر مرض کی تعویذ میں یہ لکھا کرتے تھے "خداوندا! اگر منظور داری حاجتش را برآری"۔

الافاضات الیومیہ ج ۲ صـ ۲۹۷)

۱۵۳۔ علماء کا ادب

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ فنِ طریقت کے امام تھے۔ حضرت کی بصیرت کا کیا ٹھکانہ تھا۔ مجھ کو بیعت کرنے کے وقت یہ شرط لگائی تھی کہ پڑھنے پڑھانے کے شغل کو ترک نہ کرنا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے دینی ضرورت کا کس درجہ ادراک تھا۔ اسی لئے علماء کا بے حد احترام فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ مولوی رحمت اللہ صاحبؒ نے حضرت پر کچھ اعتراضات کئے۔ حضرت کو بھی طبعاً ناگواری ہوئی اور جواب دے کر یہ بھی فرمایا کہ اگر مَیں اپنے بچّوں کو

بُلالوں گا تو ناطقہ بند کر دیں گے۔

اتفاق سے اس زمانہ میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور حضرت مولانا گنگوہیؒ حج کو تشریف لے گئے اور یہ واقعہ سُن کر ان حضرات کو بھی ناگوار ہوا اور باہم یہ مشورہ کیا کہ ہم مولوی صاحب سے جا کر پوچھیں گے۔ حضرت حاجی صاحبؒ کو خبر ہوئی تو فرمایا نہ بھائی تم کچھ نہ بولنا۔ میں ان کا احترام کرتا ہوں۔ ہاں جا کر مل آؤ۔ یہ حضرات گئے اور مل کر چلے آئے۔ (الافاضات الیومیہ ج ۲ ص ۳۰۹)

۱۵۴۔ خلافِ سنت واردات قابلِ عمل نہیں

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں ناخواندہ ہوں اور جو کچھ بیان کرتا ہوں یہ واردات ہیں۔ اگر یہ کتاب و سنّت کے خلاف ہوں، عمل نہ کرنا اور مجھ کو اطلاع دے دینا میں بھی توبہ کر لوں گا۔ اگر اطلاع نہ کرو گے تو تمام بوجھ تم پر ہو گا میں بری رہوں گا۔ (الافاضات الیومیہ ج ۲ ص ۳۱۷)

۱۵۵۔ تقلید کی برکت سے تحقیق نصیب ہو جاتی ہے

فرمایا: قیل و قال و فکر تحقیق سے کچھ کام نہیں چلتا۔ تقلیدِ محض کی ضرورت ہے۔ اُسی کی برکت سے کسی وقت تحقیق نصیب ہو جاتی ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ "کئے جاؤ سب سمجھ میں آجائے گا سب تسلی ہو جائے گی"۔ کیسی عجیب اور جامع تعلیم ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ کے یہاں لمبی چوڑی تعلیم نہ ہوتی تھی۔ مختصر اور پُر مغز تعلیم ہوتی تھی۔ (الافاضات الیومیہ حصہ سوم ص ۶)

۱۵۶۔ قبولیتِ عمل کی علامت

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ "کسی نیک عمل کر لینے کے بعد پھر جب کسی نیک عمل کی توفیق ہو تو یہ اس کی علامت ہے کہ پہلا عمل قبول فرما لیا گیا۔ تب ہی تو پھر عمل کی توفیق نصیب ہوئی ورنہ مطرود و مخذول ہوتا ہے"۔ حضرت اپنے فن کے امام

تھے، مجتہد تھے۔ عجیب و غریب تحقیقات ہوتی تھیں۔

(الافاضات الیومیہ ج ۳ ص۱۴۶)

۱۵۷۔ نیّت کی خرابی سے کام میں بے برکتی

فرمایا: چھوٹی جگہ میں رہ کر کام زیادہ کر سکتا ہے کیونکہ وقت فراغ کا زیادہ ملتا ہے اور بڑی جگہ میں رہ کر چھوٹا کام بھی نہیں کر سکتا اور نہ ہو سکتا ہے کیونکہ زیادہ وقت وارد و صادر کی دلجوئی میں ہی گزرتا ہے اور اس وقت تک جو کچھ کام ہوا یہ سب اسی جگہ کی برکت ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ حضرت حاجی صاحبؒ کی جگہ ہے اور حضرتؒ ہی کے فرمانے کی وجہ سے کانپور سے یہاں آکر قیام کیا اور ان کے علاوہ سب سے بڑی بات جس سے برکت بڑھتی ہے یہ ہے کہ کام میں خلوص ہو۔ یعنی جو کام ہم کریں اس میں یہ نیت ہو کہ اللہ راضی ہو۔ پھر برکت ہی برکت ہے اور کام میں جو بے برکتی ہوتی ہے وہ نیّت کی خرابی اور عدمِ خلوص کے سبب ہوتی ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۳ ص۶۴)

۱۵۸۔ متواضع افراد سے سختی کرنا تکبّر ہے

فرمایا: حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ متواضع اُمراء کے ساتھ سختی کرنا۔ یہ بھی تکبّر ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۳ ص۶۶)

۱۵۹۔ غیر ضروری بات جمعیّتِ قلب کے منافی ہے

فرمایا: حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہر معاملہ سے یہ بات معلوم ہوتی تھی کہ حضرتؒ یہ چاہتے ہیں کہ جو غیر ضروری بات جمعیّتِ قلب کے خلاف ہو اُس کو ترک کر دو اور ایسی چیزوں سے اکثر منع فرماتے تھے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۳ ص۵۲)

۱۶۰۔ قیل وقال کے لئے مدرسہ

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ کے سامنے جہاں کسی نے کسی تقریر کے اعادہ کی درخواست کی تو یہ فرماتے کہ بھائی یہاں کوئی مدرسہ نہیں قیل وقال کے لئے اور کبھی یہ فرما دیتے کہ حاضرینِ مجلس میں سے فلاں شخص سمجھ گیا ہے اُس سے سمجھ لینا۔

(الافاضات الیومیہ جلد۳ صـ۲۰۹)

۱۶۱۔ حضرت حکیم الاُمّتؒ کو بشارت

فرمایا: مَیں نہ عُرفی تواضع کو پسند کرتا ہوں نہ کِبر کو۔ اس لئے وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے بشارت دی تھی کہ تجھ کو دو چیزوں سے اللہ تعالیٰ مناسبت عطا فرمائے گا۔ تفسیر اور تصوّف۔ اب خیال ہوتا ہے کہ حدیث اور فقہ کے لئے بھی اگر دُعا کرا لیتا تو اس میں بھی معتد بہ مناسبت ہو جاتی۔ اب یہ جو کچھ ہے یہ سب حضرتؒ کی ہی دُعاؤں کی برکت ہے۔

(الافاضات الیومیہ جلد۳ صـ۲۳۲)

۱۶۲۔ تبرّکات میں ورثاء کا حق

فرمایا: ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ کے بعض ملبوسات میرے پاس جو جائز طریق سے مُجھ کو ملے تھے مگر مَیں نے دوسروں کو دیدیئے۔ ایک تو اس لئے کہ میرے بعد اُن کو کوئی ذریعہ آمدنی کا نہ بنا وے۔ دوسرے اسی محذور سے بچنے کے لئے جس کا ابھی ذکر ہُوا ہے (تبرکات میں ورثار کا بھی حق ہوتا ہے) باقی حضرتؒ نے توجّہ سے جو دُعائیں کی تھیں وہ تبرّکات میرے پاس ہیں۔

(الافاضات الیومیہ جلد۳ صـ۲۵۸)

۱۶۳۔ ترکِ اسباب سے منع کی مصالح

فرمایا: بعض لوگ حالتِ جوش میں ترکِ اسباب کی طرف بہت جلد راغب ہو جاتے

ہیں۔ حالانکہ وہ ایک کیفیت ہوتی ہے جس کے زوال کے بعد اندیشہ پریشانی کا ہے۔ اسی واسطے بزرگوں نے منع کیا ہے کہ اس میں جلدی نہ کرنی چاہیئے۔ کیا معلوم کہ وہ حالتِ راسخہ ہے یا نہیں؟

الٰہ آباد میں ایک شخص تھے وہ اپنی ملک سے کتابیں نکالنا چاہتے تھے ان حضرت کو میں نے منع کیا۔ اُس وقت اُن پر ایک حالت تھی جو چند روز میں فرو ہوگئی اسوقت وہ میری رائے کے ممنون ہوئے۔ ایسی حالت کا کیا اعتبار؟ خود مجھ پر ایک حالت آئی جس میں موت کو ترجیح دیتا تھا زندگی پر۔ جس کا سبب ایک اور بزرگ کی تعلیم پر عمل تھا۔ میں نے حضرتؒ کو لکھا۔ حضرتؒ کا جواب آیا کہ جب تک یہ خادم تمہارا زندہ ہے کیوں کسی طرف توجّہ کرتے ہو۔ اطمینان سے کام میں لگے رہو۔ (الافاضات الیومیہ ج ۳ ص ۲۶۴)

اس لئے انسان کو ایک شیخ کامل کے ہاتھ پر بیعت کر کے صرف اسی کی تعلیم پر عمل کرنا چاہیئے۔ حضرت حکیم الامتؒ کے رجوع کا سبب یہ تھا کہ حضرت حاجی صاحبؒ ہندوستان سے مکّہ معظّمہ ہجرت فرما چکے تھے۔ درمیان میں سمندر حائل تھا۔ خط کا جواب جلد آنے کی توقع نہ تھی۔ فوری ضرورت کے لئے رجوع فرمایا تھا۔

۱۶۴۔ پانی کا کوئی رنگ نہیں

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہر شخص مجھ کو اپنا ہم رنگ سمجھتا ہے۔ مگر میں سب رنگوں سے علیحدہ ہوں اور اس پر ایک مثال فرمایا کرتے تھے کہ پانی میں کوئی رنگ نہیں ہوتا۔ مگر جس رنگ کے شیشہ میں بھردو اس کا ہم رنگ نظر آتا ہے اور فروعِ اختلافیہ اجتہادیہ کے باب میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ اپنی اپنی تحقیق ہے دُنیا مقصود نہ ہو، ترفّع مقصود نہ ہو، لڑو جھگڑو نہیں، نیت اچھی ہو، اخلاص ہو، کیسا حکیمانہ فیصلہ ہے۔

(الافاضات الیومیہ جلد ۳ ص ۲۶۸)

۱۶۵۔ دعوت میں تکلّفات مناسب نہیں

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک بزرگ نے مجھ کو وصیّت کی تھی کہ کسی

کی دعوت نہ کرنا، اس کو بھی تکلیف، تم کو بھی تکلیف، وقت سے بے وقت، معمولی سے غیر معمول۔ اس باب میں حاجی صاحبؒ کی بھی یہ رائے تھی۔ البتہ اگر تکلفات نہ ہوں تو وہ اس میں داخل نہیں۔ (الافاضات الیومیہ ج ۳ صـ ۲۸۲)

۱۶۶۔ حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کی ذہانت

فرمایا: حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور حضرت مولانا گنگوہیؒ کی کبھی طالب علمی کے زمانے میں گفتگو ہو جاتی تھی۔ تمام مدرسہ سننے کے لئے جمع ہو جاتا تھا۔ بڑا لطف ہوتا تھا۔ دونوں اعلیٰ درجہ کے ذہین تھے۔ جس وقت ایک صاحب کی تقریر ختم ہوتی تھی تو سننے والے سمجھتے تھے کہ اب اس کا کوئی جواب نہیں ہو سکتا اور جب دوسرے صاحب کی تقریر ہوتی اور وہ ختم فرماتے تو سمجھتے کہ اس کا کوئی جواب نہیں ہو سکتا۔ یہ تو طالب علمی کے زمانہ کے واقعات ہیں۔ ایک واقعہ مقتدا ہونے کا زمانے کا عجیب سنا ہے کہ ایک مرتبہ دونوں حضرات سفرِ حج میں تھے۔ جہاز میں ایک مسئلہ پر گفتگو ہو گئی اور طے نہ ہوا تو حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے فرمایا کہ بس اب گفتگو بند کی جائے حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں تو چل رہے ہیں وہاں پیش کر دیں گے وہاں فیصلہ ہو جائے گا۔ حضرت گنگوہیؒ نے غلبۂ صفائی سے فرمایا کہ حضرتؒ فنِ تصوف کے امام ہیں اور یہ طالب علمی بحث ہے۔ اس کا حضرتؒ کیا فیصلہ فرماتے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے غلبۂ عشق سے فرمایا کہ اگر اس کا فیصلہ بھی حضرت نہیں فرما سکتے تو ہم نے ناحق حضرتؒ کا دامن پکڑا۔ یہ حالت تھی عشق کی۔

غرض حاضری ہوئی اور قصداً مسئلہ تو پیش نہیں کیا مگر ایک سلسلہ میں حضرتؒ نے اس کی خود ہی تقریر فرمائی اور نہایت سہولت و تحقیق سے فیصلہ فرما دیا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کو تو بے حد مسرت ہوئی اور حضرت مولانا گنگوہیؒ کو بیحد حیرت ہوئی کہ حضرتؒ نے اس فن کو حاصل نہیں کیا اور عجیب طریقہ سے فیصلہ فرمایا کہ بڑے سے بڑا متبحر بھی ایسا فیصلہ نہ کر سکتا تھا۔ حضرت حاجی صاحبؒ کی ہمیشہ سے عجیب شان رہی ہے۔ پرانے بزرگوں سے معلوم ہوا کہ نو عمری کے زمانہ سے عام مقبولیت تھی۔

حضرت حاجی صاحبؒ کا نوعمری کے زمانے کا ایک واقعہ ہے۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ بیان فرماتے تھے کہ ایک بار دہلی میں مولانا مملوک علی صاحبؒ سے ملنے کو تشریف لائے۔ ہم مولانا سے سبق پڑھ رہے تھے۔ مولانا نے درس بند فرمادیا اور استقبال فرمایا اور فرمایا بھائی! حاجی صاحب آگئے اب سبق نہ ہوگا۔ فرماتے تھے کہ ہم نے دل میں کہا یہ حاجی کون ہے اچھے آئے کہ درس ہی بند کرادیا۔ یہ معلوم نہ تھا کہ ساری عمر کے لئے عرفی سبق بند کرادیں گے۔

ایک واقعہ حضرتؒ کے متعلق اور یاد آگیا۔ والد صاحبؒ حج کو تشریف لے گئے تھے حضرت حاجی صاحبؒ سے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت سُن کر خاموش ہو گئے۔ ایک روز بہت سے لوگ بیعت ہو رہے تھے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ میاں عبدالحق تم بھی آجاؤ۔ حضرت حاجی صاحبؒ کی تو یہ سادگی کہ خود فرما رہے ہیں اور والد صاحبؒ کی سادگی ملاحظہ ہو کہ عرض کرتے ہیں حضرت میں تو مٹھائی لاکر بیعت ہوں گا۔ اس پر حضرتؒ بھی خاموش ہو گئے اور کچھ نہیں فرمایا۔ دوسرے وقت والد صاحبؒ مٹھائی لاکر مرید ہو گئے۔ بات یہ ہے کہ ان حضرات میں تو دونوں جانب خلوص تھا یہ اُس کے آثار تھے اور ہم لوگوں میں دونوں طرف عدمِ خلوص۔ اس لئے کاوش کی حاجت ہوگئی۔

(الافاضات الیومیہ ج ۳ ص ۱۴۸، ص ۲۲۴)

۱۶۷۔ خواب کی تعبیر

فرمایا: حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کو کسی شخص نے خواب میں برہنہ دیکھا اور اس خواب کا ذکر حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس کیا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ایسا خواب مجمع میں بیان نہیں کرنا چاہیئے۔ پھر فرمایا اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ دُنیاوی تعلق سے بالکل علیحدہ ہیں اور صرف آخرت کے ہو رہے ہیں۔

(الکلام الحسن ملفوظ ۲۶۶)

اسی طرح کسی صاحب نے پُوچھا کہ میں خواب میں مسجد میں پاخانہ کر رہا ہوں۔ فرمایا: مسجد میں کسی دُنیاوی کام کے لئے وظیفہ پڑھتے ہو گے۔

۱۶۸۔ خلافِ سُنّت امر کو لطیف حیلہ سے ٹالنا

فرمایا: مولویہ فرقہ کا ایک شخص حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا۔ حضرت مجھے اجازت دی جائے کہ میں بانسری سُناؤں۔ حضرتؒ نے فوراً کیسا عمدہ جواب دیا۔ اگر ہم ہوتے تو سوچتے رہ جاتے۔ بجانا تو کیوں سُنتے خلافِ سنّت تھا۔ فرمایا چُونکہ میں اس فن کو نہیں جانتا، اس واسطے اس فن کی بے قدری کیوں کرتے ہو کسی ماہرِ فن کو سُناؤ جو قدر بھی کرے۔ (الکلام الحسن ملفوظ ۱۳۶)

۱۶۹۔ حدود کی رعایت

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے بہت مہربانی فرمائی کہ اہلِ نظر سے بھی میرے عیب پوشیدہ کر دیئے۔ حضرت حاجی صاحبؒ بڑے محقق تھے اُن سے کسی شخص نے اپنے حالات ذکر کئے اور پھر کہا یہ سب حضرتؒ کی مہربانی ہے۔ فرمایا نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے نائی خوان لے کر کسی کا حصّہ اُس کو دیدے اور وہ صاحب حصّہ اپنے حصّہ میں سے پھر نائی کو بھی کچھ دیدے تو تمہاری وجہ سے مُجھ کو بھی مِل جاتا ہے اور تم کو جو کچھ ملتا ہے وہ تمہارے اندر استعداد موجود ہوتی ہے۔ گو میری وجہ سے اس کا ظہور ہو جاتا ہے۔ اس قدر تواضع فرمائی۔ پھر فرمایا۔ مگر تم یُوں ہی سمجھو کہ اس کی وجہ سے ملتا ہے۔ اس میں حدود کی رعایت فرمائی۔

(الکلام الحسن ملفوظ ۹۹)

۱۷۰۔ اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا کا مفہوم

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا (غیبت زناء سے بھی زیادہ بُری ہے) میں غیبت کے اشد ہونے کی وجہ یہ ہے کہ زنا گناہ باہی ہے اور غیبت گناہ جاہی ہے کیونکہ زنا میں مُبتلا ہونے کے بعد عجز پیدا ہوتا ہے کہ میں نے یہ خبیث کام کیا اور غیبت میں بعد ابتلاء کے ندامت پیدا نہیں ہوتی۔ یہ بھی فرمایا کہ حضرت

آدم علیہ السلام کی زلّت باہی تھی کیونکہ شہوتِ طعام سے تھی ۔ بعد ابتلاء توبہ نصیب ہُوئی اور ابلیس کا گناہ چونکہ جاہی تھا اس واسطے اُسے ندامت نہ ہُوئی ۔

(الکلام الحسن ملفوظ ۱۴۶)

۱۷۱- ہدیہ شاہدِ محبّت ہے

فرمایا: ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں کوئی ہدیہ پیش کیا۔ حضرتؒ نے قبول فرمایا اور لیتے ہُوئے فرمایا کہ ہدیہ شاہدِ محبّت ہے (یہ تو اُن کی دلداری کی بات تھی مگر یہ سُن کر شاید ان لوگوں کو افسوس ہوتا جو ہدیہ پیش کرنے کی حیثیت میں نہیں اس لئے معاً) فرمایا کہ جو ہدیہ نہ دے وہ بھی ایک معنی رکھتا ہے کہ جب مدّعا واضح ہو تو شاہد کی حاجت نہیں۔ (مجالس حکیم الامتؒ صٓ۶۶)

۱۷۲- ہر دوا ہر مریض کے لئے مفید نہیں ہوتی

فرمایا: جب میں مکہ معظمہ میں حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں مقیم تھا تو خیال آیا کہ غذائے رُوح میں حضرتؒ نے جتنے اشغال نقل فرمائے ہیں سب کو دو۔ دو دِن کر کے دیکھوں مگر اس پر عمل کرنے سے پہلے حضرتؒ سے اجازت چاہی تو حضرتؒ نے فرمایا کہ یہ کوئی کتاب کا سبق تھوڑا ہی ہے کہ سب کو پڑھاتے جاؤ۔ یہ تو عطار کی دوکان ہے جس میں ہزاروں دوائیں ہیں۔ ہر دوا ہر مریض کے لئے مفید نہیں ہوتی کہ جس کا جی چاہے جو دوا چاہے اس دواخانے سے لے کر کھائے۔

(مجالس حکیم الامتؒ صٓ۶۷)

پھر فرمایا کہ صوفیاء کرامؒ نے جو اشغال لکھے ہیں اُن کی اصل صرف اتنی ہے کہ اُن کے ذریعہ جمعیتِ خاطر حاصل ہو جائے۔ وساوس و خیالات سے قلب فارغ ہو جائے۔ اُن کی اشغال کی جزئیات تو سُنّت سے ثابت نہیں مگر اُن کی اصل سُنّت سے ثابت ہے۔ نماز میں نمازی کے سامنے جو سترہ کھڑا کرنے کا حکم ہے اس کا مقصد بھی جمعیتِ خاطر ہے۔

۱۷۳۔ زندگی مکّہ کی موت مدینہ کی

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ زندگی تو مکّہ مکرمہ کی بہتر ہے کہ ایک کے ایک لاکھ ملتے ہیں اور موت مدینہ کی بہتر ہے کہ محشر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونا۔ اور شفاعت کی قوی اُمید ہونا اس کا لازمی اثر ہے اور احادیثِ مختلفہ کو جمع کرنے کی بھی بہتر صُورت یہی ہے۔ (مجالسِ حکیم الامتؒ صٓ۲۶۷)

۱۷۴۔ صوفی ابن الوقت باشد اے رفیق

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ کی مجلس تھی، حقائق و معارف کا بیان ہو رہا تھا کہ اچانک ایک شخص آیا اور اُس نے تعویذ مانگا۔ حضرتؒ نے تقریر موقوف کر کے اُس کو تعویذ لکھ کر دیا۔ مجلس کے لوگ تنگ دل ہو رہے تھے کہ اُس نے کیسے بے وقت یہ سوال کر کے مجلس کا لُطف ختم کر دیا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اپنے بندوں کی مصلحت کو حق تعالیٰ ہی خوب جانتے ہیں۔

بعض دفعہ ایک مفید کام کا سلسلہ جاری رہنے میں کسی مفسدہ کا اندیشہ ہوتا ہے مثلاً کبر وغیرہ تو حق تعالیٰ اس کو قطع کرا دیتے ہیں جو بظاہر ان لوگوں کو ناگوار گزرتا ہے مگر اس میں ان کی مصلحت مضمر ہوتی ہے۔ اس لئے آدمی کو ابن الوقت ہونا چاہیئے اور یہ ابوالوقت کا قسیم و مقابل نہیں بلکہ اس معنی کے اعتبار سے ہر شخص کو ابن الوقت کی ضرورت ہے۔ اسی کو فرمایا ہے :-

ع صوفی ابن الوقت باشد اسے رفیق

اور فرمایا کہ بعض اوقات ایک کام ہماری نظر میں بہت اہم ہوتا ہے مگر وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے وہ کام چھڑا کر کسی اہم کام میں لگا دیتے ہیں۔

(مجالس حکیم الاُمتؒ صٓ۲۸۵)

پ

۱۷۵۔ کمالِ عبدیت کو اہلِ دل ہی سمجھتے ہیں

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شوق ہے کوئی عمل بتلا دیجئے۔ حضرتؒ نے فرمایا ماشاء اللہ آپ بڑا حوصلہ رکھتے ہیں، ہم تو گنبدِ خضریٰ کی زیارت کی بھی قابلیت نہیں رکھتے۔ حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا یہ ایسی چیز ہے کہ اس پر طالب علمانہ اشکال کرو تو بہت سے شبہات ہیں لیکن جو چیز اس کا منشاء تھی یعنی کمالِ عبدیت، وہ اہلِ دل ہی سمجھ سکتے ہیں نرا طالب کیا جانے ؎

ذوقِ وصال و شوق کنار آرزوی کیست

ما عمیم و غذف بوسی آں آستان بلب

۱۷۶۔ زیارتِ روضۂ اقدس طریقِ عشق سے واجب ہے

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ نے مکہ معظمہ میں ایک غیر مقلد عالم سے گفتگو فرمائی تھی، وہ غیر مقلد یہ کہتے تھے کہ مدینہ شریف کا سفر قصداً اس نیت سے کرنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کی زیارت کروں گا جائز نہیں۔ حضرتؒ اُن کی تمام باتوں کا نہایت مدلل جواب فرماتے رہے۔ اخیر میں وہ غیر مقلد صاحب کہنے لگے کہ خیر مسجدِ نبویؐ کی زیارت کا قصد کرے اور روضۂ مبارک کی زیارت کا قصد نہ کرے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ آپ کی عقل بھی عجیب ہے کہ جس کی فضیلت بالذات ہے اُس کا تو قصد نہ کرے اور جس کی فضیلت بالعرض ہے (کیونکہ مسجدِ نبویؐ کی فضیلت آپؐ ہی کی ذات مقدس کی بدولت ہوئی) کا قصد کرے۔ انہوں نے کہا فرض و واجب تو ہے نہیں جس کا اس قدر اہتمام کیا جائے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ بے شک فتویٰ سے تو واجب نہیں، مگر طریقِ عشق سے تو واجب ہے۔

اخیر میں حضرتؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت فرماوے۔ کہنے لگے اللہ تعالیٰ مجھ کو اس کی ہدایت نہ کرے۔ مگر اتفاقی بات کہ اس روز بیت الحرام میں حکومت کی طرف سے غیر مقلدوں کی پکڑ دھکڑ شروع تھی، یہ حضرت بھی پکڑے گئے۔ ان سے بھی توبہ

کرائی گئی اور کہا گیا کہ توبہ اس پر معلق ہے کہ مدینہ کا سفر کریں تو اُنھوں نے بھی کرایہ کیا اور مدینہ شریف گئے۔ (الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۲۵۹)

۱۷۷۔ لُطف بھرا عتاب

حافظ شیرازیؒ فرماتے ہیں ؎

بندۂ پیرِ خراباتم کہ لُطفش دائم است
زانکہ لُطفِ شیخ وزاہد گاہ ہست و گاہ نیست

" یعنی ہم تو اُس کے غلام ہیں جس کا لُطف دائمی ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ کسی وقت عتاب نہیں کرتے۔ امر ناجائز اور خلافِ شرع پر عتاب بھی ضرور فرماتے ہیں مگر واللہ اُن کے عتاب میں بھی لُطف[1] ہوتا ہے "۔

ہمارے حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ شیوخ جو کبھی کبھی اپنے خدام سے ناراض ہو جاتے ہیں۔ حتّٰی کہ نکال بھی دیتے ہیں، تو زبان سے تو ناراض ہوتے ہیں لیکن دل سے کشش کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ نکالنے سے وہ جاتا نہیں اور معذرت کرتا ہے اور معافی چاہتا ہے یہ اُن کے ہی جذب کا اثر ہے۔ پس اکثر محبّت اول شیخ کو ہوتی ہے ورنہ اُن کی نفرت کی صورت میں دوسرے کا انجذاب عادتاً مستبعد ہوتا ہے ؎

نفرتِ فرعون تو میدان از کلیم

(التوکّل ص ۱۷)

---

[1] عارف باللہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ نے حضرت حکیم الامتؒ کے بارے میں فرمایا ہے ؎

منبعِ صد کرم تِرا لطف بھرا عتاب تھا
سارے تعلقات کا وہی تو فتح یاب تھا

(احقر قریشی)

۱۷۸۔ کھانے میں سب کے ساتھ اُٹھنا سُنّت ہے

فرمایا: ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کھانے میں سب کے ساتھ بیٹھتے تھے اور سب کے ساتھ اُٹھتے مگر بہت کم کھاتے تھے اور کوئی ہدیہ لاتا تو حاضرین سے فرماتے کہ کھاؤ کہ اللہ کے واسطے آئی ہے۔ اس میں واسطہ کی وجہ سے نُور ہے۔ مَیں کیا بتلاؤں مجھے ایک مرتبہ ایک بزرگ نے جُبّہ بھیجا۔ مَیں نے جب اس کو پہنا تو دو تین دفعہ پہننے سے یہ تجربہ ہُوا کہ جب اس کو پہنتا ہوں گناہ کا وسوسہ نہیں ہوتا۔ اب حضرتؒ کے قول کی پُوری طرح تصدیق ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کے علاقہ سے جو چیز آتی ہے اُس میں نُور ہوتا ہے۔ (وحدت الحب صہ ۲۵)

۱۷۹۔ اسبابِ معیشت اختیار کرنا منافی توکّل نہیں

فرمایا: ہمارے حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ اللہ تعالیٰ کے ایک مقبول بندے کی حکایت فرماتے تھے کہ اُنھوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ! میری قسمت کا کُل رزق یکبارگی مرحمت فرما دیجئے۔ ارشاد ہُوا کہ کیا ہمارے وعدے پر بھروسہ نہیں ہے؟

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ (پ ۱۲ ع ۱ سورۂ ہود)

"اور کوئی جاندار روئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اُس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمّہ نہ ہو اور وہ ہر ایک کی زیادہ رہنے کی جگہ کو اور چند روزہ رہنے کی جگہ کو جانتا ہے۔ سب چیزیں کتابِ مبین یعنی لوحِ محفوظ میں ہیں"۔

عرض کیا کہ بھروسہ کیوں نہیں ہے مگر شیطان بھکاتا ہے۔

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ "یعنی شیطان تم سے تنگی و محتاجی کا وعدہ کرتا ہے"

۵ شب چوں عقدِ نماز بربندم ‏ چہ خورد بامداد فرزندم

اور آپ کے خزانہ پر حوالہ کرنے سے وسوسہ ڈالتا ہے۔ سو مجھے اپنی قسمت کا کُل رزق مل جائے تو میرے صرف میں تو اسی قدر آئے گا جتنا تقدیر میں لکھا ہے مگر اس کو کوٹھڑی میں رکھ لوں گا اور شیطان جب بہکائے گا تو میں کہہ دوں گا کہ کوٹھری میں موجود ہے پھر کیا فکر ہے تو بعض اولیاء اللہ نے اسباب معیشت اختیار فرمائے ہیں اس لئے کہ وہ ضعیف الطبع تھے اور بعض نے اسباب کو ترک کیا ہے۔ ایمان کا قوی ہونا اور چیز ہے اور طبیعت کا قوی ہونا دوسری چیز ہے۔

(شعبان صکے)

۱۸۰۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی

(یعنی اللہ تعالیٰ نے عرش پر باعتبار صفتِ رحمانیہ فرمائی ہے)

فرمایا: ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ نے اس کی عجیب و غریب تاویل فرمائی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے یہ نہیں فرمایا "اَللّٰہُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی" تاکہ یہ لازم آئے کہ اللہ عرش پر بیٹھے ہیں بلکہ الرحمٰن فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی رحمت تمام چیزوں کو گھیرے ہوئے ہے۔ پس اس تاویل سے یہ آیت وَسِعَتْ رَحْمَتِیْ کُلَّ شَیْءٍ (یعنی میری رحمت ہر چیز سے وسیع ہے) کے مترادف ہو گی اور عرش کی خصوصیت اس لئے ہو گی کہ تعلق رحمت کا اوّلاً واسطہ اس کے ساتھ ہوا ہے اور دوسری اشیاء کے ساتھ بواسطہ اس کے ہے۔

پس حاصل یہ ہوا کہ اللہ تعالےٰ کی صفت رحمت کی تجلی اس پر اوّلاً ہوتی ہے یہاں سے تجلی کے معنی بھی واضح ہو گئے کہ تجلی کے معنی یہ ہیں کہ کسی صفت کا تعلق مُتجلّی لہٗ (جس کے لئے تجلی کی گئی ہے) سے ہو جائے۔ (الصیام صد۲)

۱۸۱۔ حضرت شیخ الہندؒ کو بشارت

فرمایا: جب حضرت مولانا دیوبندیؒ حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں

مکۂ معظمہ حاضر ہوئے تو حضرتؒ نے مولانا سے کوئی سوال کیا۔ مولانا نے کوئی جواب دیا۔
جس پر حضرت حاجی صاحبؒ نے خوش ہو کر فرمایا کہ مولوی محمد قاسم صاحبؒ نے تمہیں فقط
مولوی ہی نہیں بنایا بلکہ فقیر بھی بنا دیا ہے ۔

(مجالس حکیم الامتؒ صہ ۲۸)

۱۸۲۔ حضرت گنگوہیؒ کا ادب واحترام

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ حضرت گنگوہیؒ کا بے حد احترام فرماتے تھے ایسا کہ جیسا
شیخ کا ادب کیا جاتا ہے۔ میرے سامنے حضرت گنگوہیؒ کا دیا ہوا عمامہ ایک شخص نے حضرت
حاجی صاحبؒ کی خدمت میں پیش کیا تو حضرت حاجی صاحبؒ نے اُس کو آنکھوں سے لگایا،
سر پر رکھا اور فرمایا کہ مولانا کا تبرک ہے ۔ (الکلام الحسن صہ ۲۹)

۱۸۳۔ اپنا گھر بنا لینا چاہیئے

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ نے خود مجھ سے فرمایا تھا کہ گھر علیٰحدہ بنا لینا مناسب
ہے۔ اس کی ضرورت ہے کہ کوئی اپنا جُدا ٹھکانہ ہو۔ (انفاس عیسیٰ ج ۲ صہ ۱۵۹)
وجہ اس کی یہ ہے کہ اپنا مکان ہونے سے جمعیتِ قلب ہوتی ہے جو مطلوب ہے ۔

۱۸۴۔ عمل کے قبول ہونے کی علامت

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ اگر ایک حاضری میں بادشاہ ناراض ہو
جائے تو کیا دوسری بار وہ دربار میں گھسنے دے گا۔ ہرگز نہیں۔ بس جب تم ایک مرتبہ نماز
کے لئے مسجد میں آ گئے۔ اس کے بعد پھر توفیق ہوئی تو سمجھ لو کہ پہلی نماز قبول ہو گئی اور تم
مقبول ہو۔ (انفاس عیسیٰ ج ۱ صہ ۳۱۵)

۱۸۵۔ دُنیا پکڑنے کے لئے اس کا منتر جان لینا چاہیئے

فرمایا: ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے۔ دُنیا سانپ ہے اس کو تو وہ پکڑے جو

منتر جانتا ہو۔ صحابہؓ اس کا منتر جانتے تھے۔ اس لئے وہ ان کو مُضر نہیں ہوئی۔
(الافاضات الیومیہ ج ۵ صفحہ ۲۸۰)

۱۸۶۔ دُنیاوی غرض سے مسجد میں وظیفہ پڑھنا

فرمایا: ایک صاحب نے حضرت حاجی صاحبؒ سے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ مسجد کے اندر پاخانہ کر رہا ہوں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ تم کوئی وظیفہ دُنیاوی غرض سے مسجد میں بیٹھ کر پڑھتے ہو گے۔ چنانچہ معلوم ہُوا کہ واقعہ ایسا ہی تھا۔
(مجالس حکیم الامتؒ صفحہ ۲۵۱)

۱۸۷۔ دوبارہ توفیقِ ذکر دلیلِ قبولیت ہے

؎ گفت آں اللہ تو لبیک ماست
ویں نیاز و سوز و دردت پیک ماست

فرمایا: ہمارے حضرت قبلہ پیر و مُرشد علیہ الرحمۃ نے اس کی یہ شرح فرمائی ہے کہ دیکھو اگر تمہارے پاس آکر کوئی تمہارا نام لینے لگے یا تمہاری کوئی مدح کرنے لگے تو اگر تم اس سے راضی ہو گے تو اس کو منع نہ کرو گے اور دُوسرے وقت بھی اس کو اپنے پاس آنے کی اجازت دو گے اور اگر ناراض ہو گے تو فوراً نوکر کو کہو گے کہ اس کو نکال دو۔ اسی طرح سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہونا بغیر توفیقِ حق بدونِ رضا نہیں۔ پس تم کو جو توفیق بار بار حاضری کی اور نام لینے کی دیتے ہیں یہ بیّن دلیل ہے اس کی کہ تم مقبول ہو اور تمہارا عمل مقبول[۱] ہے۔ اور اگر مردُود ہوتے تو دوبارہ ہرگز حاضری کی توفیق نہ ہوتی (عمل الذرہ صفحہ ۵۹)

---

[۱] مگر اس پر بجائے ناز یا فخر کے شُکر کرنا چاہیئے ؎
منّت منہ کہ خدمتِ سلطان ہمیں کنم
منّت شناس ازو کہ بہ خدمت بداشتت
(احقر قریشی غفرلہٗ)

۱۸۸۔ مشائخ کی شفقت

فرمایا: ہمارے حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ شیوخ جو کبھی کبھی اپنے خدام سے ناراض ہوجاتے ہیں حتیٰ کہ نکال بھی دیتے ہیں، تو زبان سے تو ناراض ہوتے ہیں لیکن دل سے کشش کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ نکالنے سے جاتا نہیں اور معذرت کرتا ہے اور معافی چاہتا ہے۔ یہ اُن کے ہی جذب کا اثر ہے۔ پس اکثر محبت شیخ کو ہی ہوتی ہے ورنہ اُن کی نفرت کی صورت میں دوسرے کا انجذاب عادتاً مستبعد ہے۔ (التوکل ص۱۸)

عارف باللہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ کا اس بارے میں کتنا عمدہ شعر ہے ؎

زباں سے وہ کچھ بھی کہے جائیں مجھ کو　　نگاہ دے رہی ہے پیامِ محبت

اس لئے مُرید اس کا مصداق ہوتا ہے اور بزبانِ حال کہتا ہے ؎

ٹلوں گا میں نے ہرگز لاکھ ہو تو خشمگیں ساقی
کہ جو ئے سب سے بہتر ہے وہ ملتی ہے یہیں ساقی

۱۸۹۔ عاشق کو کسی مُراد پر قرار نہیں ہوتا

؎ گر مرادت را مذاقِ شکر است　　بے مُرادی نے مُراد دلبر است

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے مسئلوں کی دُکان تو مولویوں کے پاس رکھا دی اور تعویذوں کی حاجی محمد عابد صاحبؒ کے پاس۔ غرض مُرادیں اس طرح تقسیم ہوئیں۔ اب میرے پاس تو نامُرادی ہے جس کو مُرادیں لینا ہوں ان بزرگوں کے پاس جائے اور جس کو نامرادی لینا ہو میرے پاس آئے پہلے پہلے یہ جُملہ میری سمجھ میں نہیں آیا مگر خود حضرتؒ کے بتلانے سے اب کہہ رہا ہوں کہ نامرادی سے مراد عشق ہے۔ اور عاشق ہمیشہ نامُراد ہوتا ہے اور اُس کو کسی مُراد پر قرار نہیں ہوتا۔ وہ ترقی کا طالب ہوتا ہے اس لئے ہردم ناکام اور نامُراد ہی رہتا ہے۔ بس اس کا یہ حال ہوتا ہے ؎

دِلا رام در بر دِلا رام جوئے | لب از تشنگی خشک و بر طرف جوئے
نگویم کہ بر آب قادر نیند | کہ بر ساحلِ نیل مستسقی اند

(شفاء العی ص۲۵)

اور ؎

نگردد قطع عشق ہرگز جادہ از دویدنہا
کہ ع بالا بخود ایں راہ چوں

۱۹۰۔ حزبُ البحر پڑھنے کا بڑا مطلوب

فرمایا: حضرت قبلہ حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ حزب البحر پڑھنے کا بڑا مطلوب رضائے الٰہی ہے۔ اسے طلب کرے اور جہاں جہاں مقہوریت اعداء کا تصور ہے۔ شیطان کا بھی خیال کرے کہ اس دُعا کے پڑھنے سے روزی سے بے فکری ہو جاتی ہے۔

۱۹۱۔ نمازِ سُنّت کے مطابق پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے

فرمایا: ہمارے حضرت قدّس سرّہٗ کے خلیفہ مولانا محبّ الدین صاحبؒ نے ایک مرتبہ ارادہ کیا کہ ایک مرتبہ تو ایسی نماز پڑھیں کہ جس کی نسبت حدیث شریف میں آیا ہے: لَا یُحَدِّثُ فِیْہِمَا نَفْسَہٗ مُقْبِلًا عَلَیْہِمَا بِقَلْبِہٖ۔ یعنی ایسی رکعتیں پڑھے کہ اس میں اپنے نفس سے بالکل بات نہ کرے اور اپنے قلب سے اس پر متوجہ رہے۔ ان کو خیال ہُوا کہ عمر بھر میں ایک نماز تو ایسی پڑھ لیں جس کی یہ شان ہو۔ چنانچہ اُنہوں

۱؎ مکتبِ عشق کے انداز نرالے دیکھے | اُس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

اور ؎

تُو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیٔ داماں بھی ہے

(احقر قریشی غفرلہٗ)

نے بڑا اہتمام کیا اور خطرات کو روکنے کے لئے آنکھیں بند کر کے نماز پڑھی۔
بعد نماز اس نماز کی حقیقتِ مثالیہ کی طرف متوجہ ہوئے کہ دیکھوں میری نماز کیسی ہوئی ؟ دیکھا کہ نہایت حسین وجمیل عورت ہر طرح کامل ہے۔ لیکن غور سے جو دیکھا تو آنکھیں نہیں ہیں۔ بہت حیرت ہوئی کہ کیا بات ہے ؟ میں نے اس نماز کی تکمیل میں کوئی دقیقہ نہیں اُٹھا رکھا تھا۔
حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں گئے اور حضرت کو اجمالاً سارا قصہ عرض کیا۔ حضرتؒ نے فوراً فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے تم نے آنکھیں بند کر کے نماز پڑھی ہوگی؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت واقعی خطرات کے روکنے کے لئے میں نے ایسا کیا تھا اور فقہاء نے اس غرض کے لئے آنکھیں بند کرنا جائز بھی لکھا ہے۔ فرمایا کہ گو جائز ہے، لیکن سُنّت کے خلاف ہے۔ اگر آنکھیں کھول کر سُنّت کے موافق پڑھتے تو یہ اچھا تھا۔ گو خطرات آتے۔ غرض کامل عبادت کس سے ادا ہو سکتی ہے ؎

از دست و زباں کہ برآید — کز عہدہ شکرش بدر آید

(الخفنوع ص۲۵، ص۲۶)

۱۹۲۔ قصیدہ مدحیہ پڑھنے سے آثارِ کراہت

فرمایا : ایک ہمارے حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ تھے۔ اللہ اکبر رحمتِ مجسمہ تھے۔ کیسا ہی کوئی بدحال ہو جس پر ہم کفر کا فتویٰ لگادیں وہ اس کے فعل کی بھی تاویل فرماتے تھے۔ حضرتؒ کا مذاقِ طبیعت ہی اس قسم کا تھا اور سبب اس کا غلبۂ تواضع تھا کہ کسی کو اپنے سے کم نہ سمجھتے تھے، تواضع کی یہ کیفیت تھی کہ ایک شخص نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں قصیدۂ مدحیہ لکھا تھا، پڑھنا شروع کیا اور حضرتؒ کے چہرہ سے برابر آثار کراہت کے ظاہر ہو رہے تھے۔ جب قصیدہ پورا پڑھ لیا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میاں کیوں جوتیاں مارتے ہو۔

(المباح ص۹)

۱۹۳۔ کسی کی تکفیر سے بُرا نہ ماننا

فرمایا: ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کسی نے تکفیر کی۔ حضرتؒ نے سُن کر بُرا نہیں مانا اور یہ فرمایا کہ میں عند اللہ اگر مومن ہوں تو مجھ کو کسی کی تکفیر مُضر نہیں اور اگر خدانخواستہ کافر ہوں تو بُرا ماننے کی کیا بات ہے؟ ذوقؔ کے اشعار اسی مضمون میں ہیں ؎

تُو بھلا ہے تو بُرا ہو نہیں سکتا اے ذوقؔ
ہے بُرا وہی کہ جو تجھ کو بُرا جانتا ہے
اور اگر تُو ہی بُرا ہے تو وہ سچ کہتا ہے!
پھر بُرا کہنے سے کیوں اُس کے بُرا مانتا ہے؟

(عمل الذرہ صہ ۳۳)

ملفوظ نمبر ۱۹۲ اور نمبر ۱۹۳ سے معلوم ہُوا کہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے نزدیک مدح وذم کا اثر برابر تھا نہ تعریف سے خوش ہوتے تھے نہ برائی سے ناراض۔

۱۹۴۔ پیاس بھی ایک نعمت ہے

فرمایا: ہمارے حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ میاں پانی تو نعمت ہے ہی، پیاس بھی نعمت ہے کیونکہ اسی سے پانی کی لذت ہے۔ اگر بے پیاس پانی پیو تو ناگوار ہو گا۔

(روح الصیام صہ ۱۸)

۱۹۵۔ تمنّائے موت ولایت کی علامت

حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ شمائل امدادیہ صہ ۲۰ (مطبوعہ لکھنؤ) میں حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا قول نقل کرتے ہیں کہ ”ولی کی نشانیوں میں ایک یہ بھی ہے کہ موت کو دوست رکھے اور اُس کا شائق رہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے:۔

إِنْ زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ (پ ۲۸ ع ۱۱)

"یعنی اگر تم گمان کرتے ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کے دوست ہو تو پس موت کی تمنّا رکھو، اگر تم سچے ہو"

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دعوئے ولایت باری عزّ اسمہٗ بدوں تمنائے موت صحیح نہیں ہے۔

۱۹۶۔ دُعا کی چار قسمیں

شمائم امدادیہ ص۹۶ میں حضرت حاجی صاحب قدس سرّہٗ کا ارشاد ہے کہ "دُعاء کی چار قسمیں ہیں :۔

۱۔ دُعائے فرض، مثلاً نبی کو حکم ہو کہ اپنی قوم کے واسطے ہلا کی کی دُعا کرے۔ بس اُس پر یہ دُعا کرنا فرض ہے۔

۲۔ دُعائے واجب، جیسے دُعائے قنوت۔

۳۔ دُعائے سُنّت، جیسے بعد تشہد۔ اور ادعیۂ ماثورہ۔

۴۔ دُعائے عبادت، جیسا کہ عارفین کرتے ہیں۔

۱۹۷۔ تصوّف سراسر ادب کا نام ہے

شمائم امدادیہ ص۵۲ میں حضرت حکیم الامتؒ سے حضرت حاجی صاحبؒ کا یہ ارشاد نقل ہے کہ "طالبِ طریقِ تصوّف کو چاہیئے کہ ادب ظاہری و باطنی کو نگاہ رکھے۔ ادب ظاہر یہ ہے کہ خلق کے ساتھ بحُسنِ ادب و کمالِ تواضع و اخلاق پیش آوے اور ادب باطنی یہ ہے کہ تمام اوقات و احوال و مقامات باحق سبحانہٗ رہے۔ حُسنِ ادبِ ظاہر سرنامہ باطن کا ہے اور حُسنِ ادب ترجمان عقل کا ہے بلکہ اَلتَّصَوُّفُ كُلُّهٗ اَدَبٌ" (تصوّف سراسر ادب ہے) دیکھو حق تعالیٰ اہلِ ادب کی بزرگی کی مدح فرماتا ہے۔ جو کوئی کہ ادب سے محروم ہے وہ تمام خیرات و برکات سے محروم ہے اور جو کہ محروم از ادب ہے،

وہ قربِ حق سے بھی محروم ہے ؎

از ادب پُرنور گشت ایں فلک   از ادب معصوم و پاک آمد ملک

۱۹۸۔ مفہوم "مادر آید در تصوّر مثل او"

فرمایا: حق تعالیٰ شانہ تک ہمارے ذہن کی رسائی کس طرح ہو سکتی ہے۔ ان کا تصوّر بڑا مشکل ہے ؎

در تصوّر ذاتِ او را گنج کو   مادر آید در تصوّر مثلِ او

اس پر ایک حکایت یاد آئی کہ جب حضرت حاجی صاحبؒ ہجرت کر کے حرم شریف میں پہنچے تو وہاں ایک شیخ مثنوی کا درس دے رہے تھے۔ وہ شیخ اس شعر کا مطلب بیان کر رہے تھے مگر معنی نہیں بنتے تھے۔ وہ بتکلّف اس کو بنا رہے تھے۔ حضرت بھی شریکِ درس ہو کر سُننے لگے۔ اُن کے نُسخہ میں گنج او تھا جیسا کہ اور مطبوعہ نسخہ میں ہے۔ اس کے موافق وہ مطلب بیان کر رہے تھے۔ حضرتؒ نے اُس تقریر پر اعتراض کیا تو وہ خفا ہو گئے اور فرمانے لگے کہ اگر یہ معنی غلط ہیں تو صحیح معنی آپ فرما دیجئے۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھ کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہاں یہ قاعدہ ہے کہ پوچھنے والے سے ناخوش ہو جائیں۔ ہمارے یہاں تو یہ قاعدہ ہے کہ اگر کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تو صاف کہہ دیتے ہیں کہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ حضرتؒ نے فرمایا ہمیں تو اساتذہ سے اس طرح پہنچا ہے کہ "گنج کو" ہے۔ بس یہ سُن کر وہ پھڑک گئے کہ بے شک اسی طرح ہونا چاہیئے۔

(الصلوٰۃ صـ۲۵)

۱۹۹۔ شیخ کے پاس جانے کے لئے ہدیہ ضروری نہیں

فرمایا: ہمارے حضرتؒ کے یہاں یہ دستور تھا کہ کوئی لاتا تھا اور کوئی لے جاتا تھا۔ ایک امیر نے حضرتؒ کی خدمت میں چھ ہزار روپے پیش کئے۔ حضرتؒ نے وہ دوسرے حاجتمند کو دے دیئے۔ حضرتؒ یوں بھی روپیہ دو روپیہ برابر دیتے رہتے تھے۔ فرماتے تھے کہ میں بعض آدمی سے ہدیہ اس لئے لے لیتا ہوں کہ یہ شخص حرم کے ثواب سے

محروم نہ ہو"۔ اللہ اکبر! اس میں بھی ہمارے ہی نفع کا خیال ہے۔ ایک شخص نے حضرتؒ کے یہاں ایک ہدیہ پیش کیا۔ دُوسرے روز اور پیش کیا۔ تیسرے روز اور پیش کیا۔ حضرتؒ نے مزاحاً فرمایا کہ تھوڑا روزانہ اس لئے دیتے ہیں تاکہ جی خوش ہو۔ اس لطیف عنوان سے اُن کی پالیسی پر مطلع فرما دیا۔ (التبشیر ص۲۱)

بعض لوگ یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ پیر کے پاس کچھ نہ کچھ ضرور لے کر جانا چاہیئے۔ خالی ہاتھ نہ جانا چاہیئے اس لئے غالباً وہ روزانہ ہدیہ پیش کرتے تھے۔ غرض ایسے رسومات قابلِ ترک ہیں کیونکہ بعض اوقات انسان اس طرح استفادہ سے محروم ہو جاتا ہے۔ البتہ بزرگوں کے پاس خلوص سے جانا چاہیئے۔

۲۰۰۔ شرّ سے منع فرمانا

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ سے ایک بی بی نے اپنی جائیداد وقف کرنے کی اجازت چاہی۔ حضرتؒ نے منع کیا۔ اب اگر کوئی کہے کہ نیک کام سے منع کیا تو صاحب نیک کام سے منع نہیں کیا بلکہ شتر سے روکا۔ (التبشیر ص۳)

کیونکہ بعض اوقات اسبابِ معاش نہ ہونے کے سبب انسان سخت پریشان ہو جاتا ہے جو اکثر اُس کے دین کے نقصان کا سبب بنتی ہے۔ اسی لئے حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:۔

کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا "یعنی قریب ہے کہ یہ فقر و فاقہ کہیں تمہارے کُفر کا سبب نہ بن جائے۔

اسی لئے حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ نے اس بی بی کو منع فرمایا۔

۲۰۱۔ حُبِ فی اللہ کے سبب ہدیہ میں نور

فرمایا: ہمارے حضرتؒ سب کچھ کھاتے تھے۔ ایک مرتبہ کہیں سے انگور آئے، سب کو تقسیم کئے گئے اور فرمایا کہ یہ حُبِ فی اللہ کے سبب آیا ہے۔ اس کے کھانے سے قلب میں نُور پیدا ہوتا ہے۔ (رُوح الصیام ص۲۹)

۲۰۲۔ بزرگوں کی جائے نشست پر انوار و برکات

فرمایا: جس جگہ بزرگ رہتے ہیں۔ اُس جگہ میں ایک خاص برکت اور نُور ہوتا ہے۔ مَیں نے خود حضرت حاجی صاحبؒ کا مقولہ سُنا ہے کہ "جائے بزرگان بجائے بزرگان" واقعی برکت ضرور ہوتی ہے۔ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت حاجی صاحبؒ جب حج کو تشریف لے گئے تھے اُن کی جگہ بیٹھ کر ذکر کرتا ہوں تو زیادہ انوار و برکات محسوس ہوتے ہیں، اور جگہ میں یہ بات نصیب نہیں ہوتی یہ تو مشاہدہ ہے۔

(الافاضات الیومیہ حصّہ اول صـ۱۱۱)

۲۰۳۔ آج کل قلوب میں اعمال کی قدر نہیں

فرمایا: لوگوں کے قلوب میں اعمال کی قدر نہیں ہوتی۔ کسی غالی درویش نے نماز کی نسبت حضرت حاجی صاحبؒ سے عرض کیا تھا کہ حضرت جب دل متوجہ نہ ہو تو اس اُٹھک بیٹھک سے کیا نتیجہ؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ اس اُٹھک بیٹھک کی قیمت وہاں معلوم ہو گی کہ کس درجہ کی چیز ہے؟ فرمایا کہ یہی سب کچھ ہے۔ اگر حق تعالےٰ اُسی کی توفیق عطا فرمائیں اور بلا حضور قلب ہی اُٹھک بیٹھک ہو جایا کرے بڑی دولت ہے۔

(الافاضات الیومیہ حصّہ اول صـ۱۲۱)

۲۰۴۔ اپنے شیخ کی نسبت کیا عقیدہ رکھنا چاہیئے

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ کا فیصلہ اس بارے میں بہترین فیصلہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ اپنے شیخ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے کہ زندہ بزرگوں میں میری کوشش سے اس سے زیادہ مجھ کو نفع پہنچانے والا نہیں مل سکتا۔ حضرت حاجی صاحبؒ اس فن کے امام تھے، مجتہد تھے اور وہ شان تھی جس کو مولانا (رومؒ) فرماتے ہیں ؎

بینی اندر خود علومِ انبیاء　　　　بے کتاب و بے معید و اوستا

(الافاضات الیومیہ ج ا صـ۱۳۴)

۲۰۵۔ رطب و یابس سے الگ ہونے کی عجیب مثال

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ کسی سے الجھنا نہیں۔ اگر کوئی تم سے خود الجھے تو وہ کرنا جو ایک نائی نے کیا تھا کہ کسی شخص نے اس سے خط بنوایا اور کہا کہ میرے سفید سفید بال چن دو۔ اس نے ایک طرف سے استرا پھیرا اور بال سامنے رکھ کر یہ کہہ کر چل دیا کہ مجھ کو تو بہت کام ہے، چننے کی فرصت نہیں، آپ کے سامنے رکھ دیئے ہیں آپ خود چن لیں۔ فرمایا کہ کوئی الجھے تو سب رطب و یابس اس کے سامنے رکھ کر الگ ہو جاؤ اور کام میں لگو۔ واقعی حضرت حکیم تھے۔ کیسی عجیب بات فرمائی۔ جب اپنے اوپر گزرتی ہے، حضرتؒ کے ارشاد کی قلب میں قدر ہوتی ہے کہ چند الفاظ میں کیسی بات فرما گئے۔

بات یہ ہے کہ اس قیل و قال اور ردّ و کد میں نفسانیت ضرور آجاتی ہے اور ایک تو باطل کا ردّ ہوتا ہے نیک نیتی سے اور حدود کے اندر۔ یہ تو مامور بہ ہے اور ایک ہوتا ہے محض جدالی نیتی سے، یہ مامور بہ نہیں بلکہ اندیشہ ہے کہ اس پر مواخذہ ہو۔ (الافاضات الیومیہ ج ۱ ص ۱۴۴)

۲۰۶۔ بامدادِ اللہ ایسا ہونا (مزاح)

ایک صاحب نے حضرت حاجی صاحبؒ سے عرض کیا۔ حضرت کتابوں میں بھی آپ کا

ف حضرت حکیم الامتؒ نے حضرت حاجی صاحبؒ کے ارشاد پر ایک حدیث سے بھی استدلال فرمایا جو جامع صغیر میں مرفوعاً روایت کی گئی ہے:۔

نِعْمَ الرَّجُلُ الْفَقِيهُ إِنْ احْتِيجَ إِلَيْهِ نَفَعَ وَإِنْ اسْتُغْنِيَ عَنْهُ أَغْنَى نَفْسَهُ۔

"یعنی بہت اچھا وہ مرد فقیہ ہے کہ اگر لوگ اس کی ضرورت محسوس کریں تو ان کو نفع پہنچائے اور اگر لوگ اس سے استغناء برتیں وہ بھی ان سے استغناء کا معاملہ برتے۔"

(مجالس حکیم الامتؒ ص ۲۶۴)

نام ہے۔ کسی عبارت میں یہ جملہ تھا کہ بامداد اللہ ایسا ہُوا۔ مزاحاً فرمایا کہ اگر کوئی ہم سے اعراض کرے کم بختی نہ آجائے۔ حضرت کے ہاں نہ جُبہ تھا نہ خاص لباس تھا۔ دیکھنے سے تھانہ بھون کے ایک شیخ زادے معلوم ہوتے تھے مگر اہلِ بصیرت کی نظر میں ایک شان تھی۔

(الافاضات الیومیہ ج ۱ صـ۱۰۸)

۲۰۷۔ سلام کا جواب بھی دُعا میں شامل ہے

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ کی شانِ تحقیق ہر امر میں عجیب و غریب تھی۔ ایک مرتبہ مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ نے واپسی قسطنطنیہ کے بعد حضرت سے کہا کہ سلطان عبدالحمید خاں صاحب میں ایسی خوبیاں ہیں۔ اگر آپ کہیں تو سلطان سے آپ کا تذکرہ کروں۔ حضرت نے فرمایا۔ غایت مافی الباب اس تذکرہ سے وہ میرے معتقد ہو جائیں گے۔ پھر اس اعتقاد کا کیا نتیجہ ہو گا۔ صرف یہ ہو گا کہ وہ مجھ کو آپ کی طرح بلائیں گے جس کا حاصل یہ ہو گا کہ بیتُ اللہ سے بُعد ہو گا اور بیت السلطان سے قرب۔"

مگر اس ارشاد میں بظاہر ایک دعویٰ اپنے بڑے اور سُلطان کے چھوٹے ہونے کا معلوم ہوتا تھا۔ ساتھ ہی کیا اچھا تدارک فرمایا کہ آپ سلطان کو عادل بتلاتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ سلطان عادل کی دُعا مستجاب ہوتی ہے سو اگر ممکن ہو میرے لئے اُن سے دُعا کرا دیجئے۔ مگر اس کا یہ طریق تو عرفاً مناسب نہیں کہ ایک فقیر کے لئے سلطان سے دُعا کو کہا جائے۔ سو مناسب صُورت یہ ہے کہ اُن سے میرا سلام کہہ دینا، وہ اس کا جواب دیں گے۔ پس وہی جواب دُعا ہی ہو جائے گی۔

(الافاضات الیومیہ ج ۴ صـ۱۱۷)

۲۰۸۔ ایک عجیب و غامض تحقیق

ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حاجی صاحبؒ سے شکایت کی کہ ذکر پورا نہیں ہوتا۔ شروع کرتے ہی قلب پر بے حد ثقل ہوتا ہے۔ زبان بند ہو جاتی ہے۔ فرمایا کہ یہ ثقل وہ ثقل ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے وقت ہوتا

تھا۔ آپ پر علومِ نبوّت فائض ہوتے ہیں۔ کیا عجیب اور غامض تحقیق ہے۔
(الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۱۲۱)

۲۰۹۔ نعماءِ جنّت کا مشاہدہ

فرمایا: ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اہل اللہ اگر عُمدہ غذا کھاتے ہیں تو ان کو اس میں نعماءِ جنّت کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کرتے کہ چار انگشت حریر کو جائز فرمایا گیا ہے۔ اس میں بھی فقہاء نے یہی حکمت لکھی ہے جیسا ہدایہ میں مذکور ہے: "لِیَکُوْنَ اُنْمُوْذَجًا مِنْ حَرِیْرِ الْجَنَّۃِ" یعنی اس کو دکھا کر نعمائے جنّت کا مشاہدہ ہو اور اس سے رغبت ہو۔ پھر اس رغبت سے اعمالِ صالحہ کی توفیق ہو گی۔ سبحان اللہ! یہ ارشاد کیسا علمِ عظیم ہے۔ حضرت کی باتیں بڑی حکیمانہ ہوتی تھیں۔

(الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۱۷)

۲۱۰۔ قوّتِ حافظہ کے لئے ایک عمل

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ صبح کے وقت الحمد شریف لکھ کر کھلایا جائے تو حافظہ کے لئے مفید ہے۔ مَیں نے اس میں بجائے بسکٹ کے روٹی کی ترمیم کر دی ہے۔ کیونکہ بوجہ ملاست (چکنا ہونے) کے اس پر لکھنے میں سہولت ہوتی ہے اور حضرتؒ کم از کم چالیس روز کھانے کے لئے ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۲)

۲۱۱۔ تعویذ گنڈوں میں عامل کی قوّتِ خیالیہ کو بڑا دخل ہے

فرمایا: تعویذ گنڈوں میں عامل کی قوّتِ خیالیہ کا بہت زیادہ اثر ہوتا ہے کلمات کی قید میں۔ چنانچہ سیّد صاحب بریلویؒ تعویذ میں صرف یہ لکھ دیا کرتے تھے ؎

خداوندا اگر منظور داری ۔۔۔ حاجتش را براری

جس کام کے لئے دیتے تھے حق تعالیٰ پورا فرما دیتے۔ ایک صاحب نے حضرت

حاجی صاحبؒ سے عرض کیا کہ حضرت اگر اس عبارت کو یوں کر دیا جائے تو موزوں شعر ہو جائے ؎

خداوندا اگر منظور داری ! بفضلت حاجت اورا براری

حضرتؒ نے فرمایا کہ ہاں بھائی تم شاعر ہو، تم اس طرح کر لیا کرو ہم تو بزرگوں کے کلام میں تصرف کرنا خلافِ ادب سمجھتے ہیں ۔

(الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۷)

۲۱۲۔ شریعتِ مقدسہ نے بڑے بڑے مفاسد کو روک رکھا ہے

فرمایا : ہر شئے کے مالکِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہیں مگر نظامِ عالم کو قائم رکھنے کے لئے اشیاء پر ہمارا نام رکھ دیا ہے ورنہ حقیقت میں بندوں کے اموال و انفس اور عزت و آبرو سب کے مالک وہی ہیں ۔ غرض اس حقیقت کی حکمت کے لئے اُن کی نسبت ہماری طرف فرمادی تاکہ گڑبڑ نہ ہو اور نظامِ عالم قائم رہے اور یہ نسبت شریعت ہے ۔ پس اگر شریعت نہ ہو تو تمام عالم میں فساد برپا ہو جائے ، ہر شئے میں تجادل و تقابل برپا رہے ، شریعتِ مقدسہ نے بڑے بڑے مفاسد کو روک رکھا ہے ۔ اسی مضمون کو مولانا رومیؒ نے ایک خاص عنوان سے بیان فرمایا ہے ؎

سترِ پنہاں است اندر زیر و بم فاش اگر گویم جہاں برہم زنم

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہی تفسیر فرمائی ہے کہ سترِ پنہاں توحیدِ کشفی ہے اور فاش گفتن اظہار ہے ۔ جہاں برہم زدن مفاسد کا ترتب ہے اور زنم میں اسناد الی السبب ہے ۔

پس اس نسبت کے حقوق اور اس کے احکام شریعت ہی میں بیان فرمائے ہیں اور جو درجہ اس نسبت کا ہے وہ بھی ایک حقیقت ہے جو حقیقتِ متعارفہ کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے ۔ پس صحیح حقیقت ان دونوں کا مجموعہ ہے ۔

(الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۲۰۴)

☆

۲۱۳۔ خلوت از اغیار نہ از یار

فرمایا: ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے۔ خلوت از اغیار نہ از یار۔ پس خلوت اُن لوگوں سے ہے جو رہزن ہیں دین میں۔ باقی جو دین میں معین ہیں اُن کے پاس بیٹھنا خلوت سے بہتر ہے۔ ایسی جلوت کو خلوت پر ترجیح ہے۔

(التہذیب ج ۱ ص ۳۲)

۲۱۴۔ تصرّف سے چندہ لینا حرام ہے

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے ہیں کہ ایک شخص یہاں آئے اور آکر ٹٹولنے لگے یعنی مراقب ہوئے کہ دیکھیں حضرت کی نسبت کس درجہ کی ہے؟ حضرتؒ سیدھے ہو بیٹھے اور یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَجَسَّسُوْا [1] (اور) لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَهْلِهَا [2]

اور فرمایا کہ یہ بھی تجسّس حرام کے اندر داخل ہے۔ یہ چوروں کی طرح گھسنا کہاں جائز ہے؟ اور فرمایا کہ میاں جو چھپانے والے ہوتے ہیں ہزار ٹکّر مارا کرو وہ پتہ بھی نہیں دیتے۔ انہوں نے فوراً پاؤں پکڑ لئے۔ اسی طرح تصرّف سے کچھ وصول کرنا حرام ہے۔

---

[1] پُوری آیت اس طرح ہے:۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا۔

"اے ایمان والو! بچتے رہو بہت تُہمتیں کرنے سے، مقرر بعضی تُہمت گناہ ہے اور بھید نہ ٹٹولو کسی کا۔" ۱۲

[2] دوسری آیت بھی پُوری یوں ہے: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ الخ "اے ایمان والو! مت جایا کرو کسی گھر میں اپنے گھروں کے سوائے جب تک اجازت نہ لے لو اور سلام کر لو ان گھر والوں پر۔") ۱۲

بعض اہلِ تصرف اس کو بزرگی سمجھتے ہیں کہ کسی کی طرف متوجہ ہو گئے کہ یہ شخص ہم کو پانچ سو روپے دے گا۔ تصرف کے اندر یہ اثر ہے کہ اس شخص کا قلب مغلوب ہو کر متاثر ہو جاتا ہے۔ اور وہی کام کرتا ہے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ حلال ہے حالانکہ حرام ہے اور ایسا ہی حرام ہے جیسا کسی کو مار کر چھین لیا جائے اور ایسے دیئے ہوئے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ بعد میں آدمی پچھتاتا ہے۔ (التہذیب ج ۳ ص ۲۶)

۲۱۵۔ شیخ کا کام اخلاقِ ذمیمہ کا مصرف بدلنا ہے

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اخلاقِ ذمیمہ کا رہنا ضروری ہے اور شیخ کامل کا کام ان کا ازالہ نہیں بلکہ اس کا کام ان کا امالہ ہے۔ یعنی اُن کا مصرف بدل دینا۔ مثلاً بخل ہے۔ پہلے حقوق واجبہ میں بُخل تھا اب منہیات و محرمات میں اس کا صرف کرنے لگا اور واجبات میں اگر اُس کا تقاضا بھی ہوتا ہے تو اس کا استعمال نہیں کرتا تو اگر یہ صفت (بُخل) ہی نہ رہے تو محرمات میں امساکِ مال کس قوت سے کرے۔

(اطاعۃ الاحکام ص ۷)

۲۱۶۔ حضرت حاجی صاحبؒ کا پاؤں نہ پھیلانا

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ کے ایک خاص خادم بیان کرتے تھے کہ حضرتؒ جب لیٹتے پاؤں نہ پھیلاتے تھے۔ اوّل اوّل تو میں سمجھا کہ شاید کوئی اتفاقی بات ہوگی مگر جب مدتوں تک اسی طرح دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایسا قصداً کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ حضرت اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ پاؤں نہیں پھیلاتے؟ فرمایا ارے باولے اپنے محبوب کے سامنے کوئی پاؤں بھی پھیلایا کرتا ہے۔ (خواص الخشیہ ص ۱۳)

ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ ان کو پاؤں پھیلانے پر الہام ہوا۔ آئندہ پھر ایسا ہونے پر عتاب ہوا مگر یہ شان مقربینِ الٰہی کی ہوتی ہے۔ اسی واسطے تو کہا گیا ہے:

حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ۔

عوام الناس کو اُن کی ریس نہیں کرنا چاہیئے۔ ع ناز را روئے بباید ہمچو ورد

۲۱۷۔ زندگی میں خوف کا غلبہ اور مرتے وقت اُمید کا غلبہ ہونا چاہیئے۔

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ زندگی میں تو خوف کا غلبہ ہونا چاہیئے تاکہ گناہوں سے بچا رہے کیونکہ وہ وقت عمل کا ہے اور موت کا وقت اُمید کا غلبہ ہونا ضروری ہے۔ اس لئے کہ وہ وقت لقاءِ حق کا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اُمید لے کر ملنا چاہیئے تاکہ بمقتضائے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ (یعنی مَیں اپنے بندہ کے گمان کے نزدیک ہوں جو اُس کو میرے ساتھ ہے) یہ شخص موردِ رحمت ہو لیکن غلبۂ خوف سے یہ مُراد نہیں ہے کہ وہ حد سے متجاوز ہو جائے۔ یہاں غلبہ مقابلہ میں امید کے ہے یعنی اُمید سے زیادہ خوف ہو۔ (خواص الخشیہ)

۲۱۸۔ حضرت حاجی صاحبؒ کی ایک کرامت

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ کی حکایت حضرت مولانا گنگوہیؒ سے سُنی کہ سہارنپور میں ایک مکان تھا اس میں جنّ کا سخت اثر تھا جس سے وہ مکان متروک کر دیا گیا تھا۔ اتفاق سے حضرت حاجی صاحبؒ پیران کلیر سے واپس ہوتے ہُوئے سہارنپور تشریف لائے تو مالک مکان نے حضرتؒ کو اسی مکان میں ٹھہرایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کی برکت سے جنّ دفع ہو جائیں گے۔ رات کو تہجد کے واسطے جب حضرتؒ اُٹھے اور معمولات سے فارغ ہُوئے تو دیکھا ایک شخص سامنے آکر بیٹھ گیا۔ حضرت کو حیرت ہُوئی کہ باہر کا آدمی کوئی اندر نہ تھا اور کُنڈی لگی ہوئی ہے پھر یہ کیسے آیا؟

حضرتؒ نے پُوچھا کہ تم کون ہو؟ اُس نے کہا حضرت مَیں وہ شخص ہوں جس کی وجہ سے یہ مکان متروک ہو گیا۔ یعنی مَیں جِنّ ہوں مدّتِ دراز سے حضرت کی زیارت کا مشتاق تھا، اللہ تعالیٰ نے آج میری تمنا پُوری کی۔ حضرتؒ نے فرمایا ہمارے ساتھ محبّت کا دعوے کرتے ہو اور پھر مخلوق کو ستاتے ہو۔ توبہ کرو۔ حضرتؒ نے اس کو توبہ کرائی۔ پھر فرمایا دیکھو سامنے حافظ صاحب (حضرت ضامن شہیدؒ) تشریف رکھتے ہیں ان سے بھی ملو۔ اُس نے کہا، نہ حضرت اُن سے مِلنے کی ہمت نہیں ہوتی وہ بڑے صاحبِ جلال ہیں۔

اُن سے ڈر لگتا ہے۔ صاحبو! اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری وہ شے ہے کہ جن و انس سب مطیع ہو جاتے ہیں۔ (ذکر الموت صـ۱۹)

سچ ہے ؎

ہر کہ ترسد از حق و تقوےٰ گزید
ترسد از وے جن و انس و ہر کہ دید

۲۱۹۔ شکایت نہ سُننا

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ فلاں شخص آپ کو یوں کہتا ہے؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ اُس نے پسِ پُشت کہا لیکن تم اس سے زیادہ بے حیا ہو کہ میرے مُنہ پر کہتے ہو۔ (نسیان النفس صـ۲۸)

۲۲۰۔ حضرتؒ بانی دار العُلوم کا ادب

فرمایا: ایک دفعہ حضرت حاجی صاحبؒ مولانا کے ادب کا ذکر فرماتے تھے کہ مَیں نے اپنا ایک مسودہ مولانا کو نقل کے لئے دیا۔ ایک مقام پر املاء میں غلطی ہو گئی تھی۔ مولانا اس مسودہ کو نقل کر کے لائے تو اس لفظ کی جگہ بیاض میں چھوڑ دی۔ صحیح بھی نہیں لکھا کیونکہ یہ تو حضرت حاجی صاحبؒ کے کلام کی اصلاح تھی اور غلط بھی نہیں لکھا کیونکہ یہ علم کے خلاف تھا اور عمداً خطا تھی اور آکر فرمایا اس جگہ پڑھا نہیں گیا اور غرض یہ تھی کہ دیکھ کر درست کر دیں مگر کس عنوان سے کہا۔ یہ نہیں کہا کہ غلطی ہو گئی۔ یہ کمال ادب تھا۔ (ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ صـ۱۵۳)

۲۲۱۔ مزدور خوش دل کند کار بیش

فرمایا: ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ نفس کو خوب کھلاؤ، پلاؤ اور اس سے خوب کام لو کہ:

ع مزدور خوش دل کند کار بیش

(یعنی خوش دل مزدور زیادہ کام کرتا ہے) واللہ یہ حکمت آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے اور حضرتؒ کی ان حکمتوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ طبیبِ کامل تھے کیونکہ ہماری حالت یہ ہے کہ اگر کچھ دیتے رہو تو کام کرتا رہے گا ورنہ نہیں۔ ہاں اتنا بھی نہ دو کہ شریر ہو جائے اور نہ اتنا کم کہ ضعیف ہو کر کام کے قابل ہی نہ رہے۔

(مضار المعصیۃ صـــ۲۲)

۲۲۲۔ دُنیا دار مال کے قدر دان ہیں

فرمایا: بحکم حاجی صاحبؒ مولانا مستور علی صاحب نے مستحقین کی فہرست لکھی تو دو آدمیوں کا نام اس میں نہ تھا جو دنیا دار مال کے طامع تھے۔ اس پر حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا اُن کا نام کیوں نہیں لکھا؟ عرض کیا وہ تو خود اپنا کما لیتے ہیں۔ فرمایا تم بھی عجیب ہو وہ تو مال کے قدر دان ہیں ان کو تو محروم کرتے ہو اور جو بے قدرے ہیں اُن کو دیتے ہو۔

(خیر الافادات ملفوظ نمبر۲۰۰)

۲۲۳۔ ترکِ سُنّت کا وبال

فرمایا: حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک غیر مقلد مرید ہُوا۔ اُس نے آمین بالجہر ترک کر دی۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اُس سے فرمایا کہ اگر رائے ہی بدل گئی تو خیر یہ بھی (آمین بالسِر) سُنّت ہے ورنہ ترکِ سُنّت کا وبال میں اپنے ذمّہ لینا نہیں چاہتا۔

(خیر الافادات ملفوظ نمبر۱۶۷)

یعنی تم نے آمین بالجہر میری وجہ سے کہیں ترک نہ کی ہو اور آمین بالسِر کو سُنّت نہ سمجھتے ہو تو اپنی رائے پر پھر عمل کرنے کی بخوشی اجازت ہے۔ سبحان اللہ! کس قدر وسیع النظرفی ہے ؎

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ
افسوس تم کو مِیرؔ سے صحبت نہیں رہی

۲۲۴۔ "ہم تو یہیں تھے" ایک کرامت

فرمایا: زمانہ غدر (۱۸۵۷ء) میں حضرت حاجی صاحبؒ مقام پنجلاسہ میں رُوپوش تھے۔ ایک راؤ صاحب کے گھر ایسے مکان میں قیام تھا جہاں اُن کے گھوڑے بندھا کرتے تھے۔ مخبر نے مکان اور جگہ کے تعین کے ساتھ گورنمنٹ کو خبر کر دی۔ پولیس افسر انگریز فوراً پہنچا۔ راؤ صاحب سے کہا آپ کے گھوڑوں کی بڑی تعریف سُنی ہے ہم معائنہ کریں گے۔ راؤ صاحب اُسے اصطبل میں لے آئے۔ معائنہ کرتے کرتے سیدھا اس کوٹھڑی تک پہنچا جس میں حضرت حاجی صاحبؒ تھے۔

راؤ صاحب کے تو اوسان خطا ہو گئے۔ اُس نے زور سے چوپٹ دروازہ کھولا دیکھا کہ مصلّٰی بچھا ہُوا ہے اور وضو کا پانی گرا ہُوا ہے مگر اندر کوئی آدمی نہیں کہا راؤ صاحب یہ لوٹا مصلّٰی اور پانی کیسا؟ راؤ صاحب نے کہا۔ ہم یہاں نماز پڑھتے ہیں۔ بولا نماز کے لئے تو مسجد ہوتی ہے نہ کہ اصطبل؟ راؤ صاحب نے کہا ہم نفل نماز چھپ کر ایسی جگہ پر پڑھتے ہیں۔ وہ بڑا شرمندہ ہُوا اور کہا راؤ صاحب آپ کو بے وقت تکلیف دی اس کی معافی چاہتا ہوں۔ اُسے رخصت کر کے پھر وہیں واپس آئے تو دیکھا کہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مصلّے پر تشریف فرما ہیں۔ عرض کیا آپ کہاں تھے؟ فرمایا "ہم تو یہیں تھے"۔ (خیر الافادات ملفوظ ۱۵۵)

۲۲۵۔ میرے ذریعہ دُنیا کا نفع

فرمایا: ایک شخص نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے کہیں چندہ وصول کر لیا۔ لوگوں نے اُس کی شکایت کی۔ فرمایا میرے ذریعے دین کا فائدہ تو کسی کو ہوتا نہیں۔ کیا دُنیا کے نفع سے بھی کسی کو روک دوں۔

(خیر الافادات ملفوظ ۱۶۰)

(حاشیہ استاذ العلماء حضرت اقدس سیّدی و مُرشدی مولانا خیر محمد صاحب جالندھری قدس سرّہٗ)
"اللہ! اللہ! کیا ٹھکانا ہے اس عبدیت اور اپنے آپ کو مٹانے کا۔"

۲۲۶۔ دو بازوں کو پھنسانے کے لئے جال لگانا

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ میں نے دو بازوں کو پھندے میں لانے کے لئے جال پھیلایا تھا یعنی مولانا محمد قاسمؒ اور مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ۔

(خیر الافادات ملفوظ نمبر۴)

حق تعالیٰ شانہٗ نے محض اپنے فضل و کرم سے انہیں ایک اور باز یعنی حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرّہٗ عطا فرمایا جن کے متعلق حضرت حاجی صاحبؒ کے مختلف ارشادات اس کتاب میں درج ہیں۔

۲۲۷۔ غیرتِ دینی

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ میں غیرتِ دینی کی یہ حالت تھی کہ ہندوستان سے بہت سے روپے حاجی صاحبؒ کے واسطے ایک سیٹھ کی دوکان پر مکّہ مکرّمہ میں پہنچ گئے۔ اس سیٹھ نے کہلا بھیجا کہ حاجی صاحب دوکان سے منگا لیں یا لے جائیں۔ اس پر حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس اللہ تعالےٰ نے ہندوستان سے یہ روپیہ مکّہ مکرّمہ بھیجا ہے وہ دوکان سے مکان پر بھی پہنچا دے گا خود لینے نہیں گئے، نہ کسی آدمی کو بھیجا۔ (خیر الافادات ملفوظ نمبر۱۲)

۲۲۸۔ مہین مولوی

فرمایا: حجاج واپس آنے لگے تو حضرت حاجی صاحبؒ نے مجھ کو ان الفاظ میں سلام کہلا بھیجا کہ ہمارے "مہین مولوی" سے بھی سلام کہہ دینا"

دیکھئے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیسا جامع لفظ استعمال فرمایا۔ کیونکہ مہین کے معنی ہیں، عربی میں حقیر، فارسی میں سردار، اردو میں نازک۔

(خیر الافادات ملفوظ نمبر۴۴)

۞

۲۲۹۔ رونے کی تین قسمیں

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ایک[1] رونا خوشی کا ہے اور ایک غم کا۔ ہے اور ایک رونا گرم بازی عشق کا ہے (جیساکہ حدیث میں ہے کہ حضرت اُبی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں سورۃ فاتحہ سناؤں، تو حضرت اُبیؓ ابن کعبؓ نے عرض کیا، کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیکر ارشاد فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں۔ اس پر حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ سو یہ رونا عشق کا تھا۔) (الصلوٰۃ ص۲۹)

۲۳۰۔ خلفاء مجاز کی دو قسمیں

فرمایا: ہمارے مُرشد حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرّہٗ نے فرمایا کہ میرے خلفاء مجاز دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ کہ مَیں نے بلا درخواست ان خلفاء کو اجازت بیعت لینے کی دی اور خلیفہ بنایا اور وہی درحقیقت خلفاء ہیں۔ ایک وہ کہ کسی نے خود درخواست کی کہ حضرت مَیں بھی اللہ تعالیٰ کا نام بتلا دیا کروں ؟ حضرت صاحبؒ نے بوجہ کمال کرم اجازت دے دی اور یہ فرماتے تھے۔ بھائی اللہ کا نام بتانے کو کیوں منع کردوں ؟ اور بعض کی درخواست پر کچھ لکھ بھی دیا تو یہ اُس درجے کے نہیں ہیں۔

(مقالاتِ حکمت ملحقۂ دعواتِ عبدیت ج ۲ ص۲۴۴)

۲۳۱۔ مُرید کو خلافت دینے کے لئے قابلیت معلوم کرنا شیخ کا کام ہے

فرمایا: حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرّہٗ بیعت سے مشرف ہونے کے بعد ایک چلّہ حضرت حاجی صاحب قدس سرّہٗ کی خدمت میں رہ کر ایک چلّہ ذکر میں مشغول رہے جب روانہ ہونے لگے تو ہمارے مُرشد حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر تم سے کوئی بیعت کی درخواست

---

[1] بعض مرتبہ غایت مسرت میں آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ بندہ احقر قریشی غفرلہٗ

کرے تو داخل سلسلہ کر لینا۔ حضرت مولاناؒ عذر کرتے رہے مگر حضرتؒ نے باصرار یہی حکم فرمایا۔

جب مولانا گنگوہ تشریف لائے تو ایک بی بی اُمِ کلثوم نامی نے بیعت کی درخواست کی۔ مولانا نے انکار فرمایا کہ مجھ میں اس کی قابلیت نہیں۔ اتفاق سے ہمارے مُرشد حاجی صاحبؒ کا گنگوہ جانا ہُوا تو ان مسّماۃ نے شکایت عرض کی کہ جناب مولانا رشید احمد صاحبؒ بیعت سے محروم کرتے ہیں داخلِ سلسلہ نہیں کرتے۔

ہمارے مُرشد حضرت حاجی صاحبؒ نے مولانا علیہ الرحمۃ سے فرمایا کہ بیعت کیوں نہیں کرتے۔ مولانا علیہ الرحمۃ نے عرض کیا کہ مجھ میں قابلیت کہاں ہے؟ مُرشدنا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں حکم کرتا ہوں کہ آپ داخلِ سلسلہ کریں اور بیعت لیں۔ قابلیت معلوم کرنا میرا کام ہے نہ کہ آپ کا۔ جب پیر نے حکم دے دیا تو مُرید کو عمل کرنا چاہیئے۔ قابلیّت معلوم کرنا مرید کا کام نہیں، میرا معلوم کر لینا کافی ہے۔

مولاناؒ نے عرض کیا اب تو آپ تشریف رکھتے ہیں آپ ہی بیعت فرمالیں۔ حضرتؒ نے فرمایا یہ بھی کوئی بات ہے۔ ممکن ہے کہ اس کو تم سے عقیدہ ہو مجھ سے نہ ہو۔ چنانچہ مولانا علیہ الرحمۃ نے داخلِ سلسلہ کیا۔ (مقالاتِ حکمت ملحقہ دعواتِ عبدیت ج ۲ ص۲۴۵)

اس طرح گویا حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی بیعت حضرت حاجی صاحب قدس سرّہٗ کے سامنے اُن کے حکم سے کی۔

۲۳۲۔ حزبُ البحر پڑھنے کی برکات

فرمایا: حضرت حاجی صاحب قدس سرّہٗ کے یہاں حزب البحر کا معمول تھا۔ حالانکہ حضرتؒ عملیات وغیرہ سے بہت مجتنب تھے۔ اس کی وجہ خود فرمایا کرتے تھے کہ اس عمل میں فراخیٔ رزق اور دفع شرِ اعداء کی خاصیت ہے اور یہی دو چیزیں تنگیٔ رزق اور غلبہ اعداء قلب کو مشوش کر کے توجہ الی اللہ سے باز رکھتی ہے۔ سو اس نیت سے اس کا عمل دین ہے۔ اور اسی طرح سورۂ واقعہ کا پڑھنا جو حدیث میں فراخیٔ رزق کے لئے آیا ہے وہ بھی اسی قبیل سے ہے۔

(مقالاتِ حکمت ملحقہ دعواتِ عبدیت ج ۱ ص۱۷۰)

۲۲۳۔ تمنّائے موت بہ شوقِ لقاء اللہ محمود ہے

فرمایا: ایک دفعہ حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حاجی صاحبؒ سے اپنی یہ حالت بیان کی کہ میرا جی مرنے کو چاہتا ہے اور یہ تقاضا اس قدر شدت سے ہے کہ اگر چندے یہ حالت رہی تو عجیب نہیں کہ خودکشی کر لوں اور چونکہ یہ تمنائے موت ہے اور تمنائے موت خلافِ مشروع حالت مذموم ہے۔ اس پر حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ آپ کو مقامِ ولایت نصیب ہوا۔ مبارک ہو۔ قال اللہ تعالٰے:

اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ (پ ۲۸ ع ۱۱)

"اگر تم کو دعویٰ ہے کہ تم دوست ہو اللہ تعالیٰ کے سب لوگوں کے سوائے تو آرزو کرو اپنے مرنے کی اگر تم سچے ہو۔"

اور فرمایا، تمنائے موت وہ مذموم ہے کہ مصیبت اور بیماری وغیرہ سے گھبرا کر موت کی تمنا کرے اور اگر اللہ تعالٰے کی محبت اور شوقِ لقاء اللہ میں ہو تو مذموم نہیں۔ مَنْ اَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ (الحدیث) "جو اللہ تعالٰے سے ملنے کو دوست رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے ملنے کو دوست رکھتے ہیں۔"

(مقالاتِ حکمت ملحقہ دعواتِ عبدیت ج ۱ ص ۱۴)

۲۲۴۔ اصلاحِ خلق کو ہمیشہ مدِّنظر رکھنا

فرمایا: مولانا فتح محمد صاحب بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا رشید احمد مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور مولود شریف کے جلسہ میں ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ قبلہ بلائے گئے۔ حضرت مرشد قبلہ نے جناب مولانا رشید احمد صاحبؒ سے خطاب کر کے فرمایا کہ آپ بھی چلتے ہیں۔ حضرت مولاناؒ نے فرمایا کہ چلنا تو ضرور کیونکہ اس مولد شریف میں مفاسد نہیں بنہایت احتیاط کے ساتھ ہے مگر میں ہندوستان میں وہاں کے مفاسد کی وجہ سے منع کیا کرتا ہوں۔ اب میرا جانا سند ہوگا۔ جب حضرت مرشد قبلہ حاجی صاحبؒ نے مولانا سے فرمایا کہ میں تمہارے

سے اتنا خوش نہ ہوتا جس قدر نہ جانے خوش ہوا۔

(مقالاتِ حکمت ملحقہ دعواتِ عبدیت ج ۱ ص ۱۹۲)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت گنگوہیؒ اور حضرت حاجی صاحبؒ اصلاحِ خلق کے لئے کس قدر مصالح پیشِ نظر رکھتے تھے۔

۲۳۵۔ کشفِ قبور و واقعات میں کوئی کمال نہیں

فرمایا: میں نے ضیاء القلوب اپنے مرشد حضرت حاجی صاحب قبلہ سے پڑھی ہے۔ اس میں کشفِ قبور اور کشفِ واقعات آئندہ و کشفِ خواطر کے طرق بھی موجود ہیں۔ جس کو آج کل کے لوگ کمالِ درویشی سمجھتے ہیں۔ جب اس مقام پر پہنچا، حضرت حاجی صاحبؒ قبلہ نے فرمایا کہ بزرگوں سے جو پہنچا اس کو میں نے ضیاء القلوب میں لکھ دیا ہے مگر یہ کمال کی چیزیں نہیں ہیں یعنی طرقِ کشف[1] وغیرہ بلکہ مضر ہیں۔ ان سب کو ترک کر دینا چاہیئے مقصود ذکر اللہ ہے۔ ان اعمال سے کچھ فائدہ نہیں بلکہ یہ سب جی بات ہیں۔ سب کی نفی کرنا چاہیئے۔ (مقالاتِ حکمت ملحقۂ دعواتِ عبدیت ج ۱ ص ۱۹۶)

۲۳۶۔ صوفی عالم زیادہ قابلِ تعظیم ہے

فرمایا: ہمارے حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ بہت صاحبِ کمالات تھے۔ عالم کی بہت قدر کرتے خواہ مرید ہی کیوں نہ ہو بلکہ عالم صوفی کو اپنے مسند پر بٹھاتے۔

پھر فرمایا، عالم قابلِ قدر ہے۔

پھر فرمایا، اگر صوفی بھی ہو تو پھر زیادہ قابلِ تعظیم ہے۔

(فیوض الرحمٰن ص ۱۲)



---

[1] الحمدللہ! ہم اپنے اکابر کے متبع سنت ہونے کی وجہ سے معتقد ہیں کرامتوں کی بنا پر نہیں، اگرچہ کرامات بھی تھیں۔ (ارشد)

۲۳۷۔ بخاری اور مسلم

فرمایا: کسی کو بخار تھا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا اچھا ہوا پہلے تو مسلم تھے اب بخاری بھی ہوگئے۔ اسی طرح ایک موقع پر کسی نے درد کی شکایت کی۔ فرمایا لوگ درد کی تلاش میں ہیں اور تم کو مفت میں مل گیا ہے۔

ع درد خواہ و درد خواہ و درد خواہ

(فیوض الرحمٰن ص۱۴)

۲۳۸۔ آجکل صرف تقلیلِ کلام اور تقلیلِ اختلاط کافی ہے

فرمایا: ہمارے بزرگوں کے یہاں تقلیلِ طعام اور تقلیلِ منام نہیں ہے تقلیلِ کلام اور تقلیلِ اختلاط ضرور ہے۔ اس ضمن میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کا بستر عمدہ اور نشست گاہ صاف سفید، گھڑی بھی سامنے موجود۔ تمام ضروریات صفائی سے رکھتے تھے۔ بے ہودہ اور لغو چیزوں کو نہیں برداشت کرتا تھا۔ کسی نے کہا تھا کہ واجد علی تو ویسے ہی بدنام ہے۔ نوابی تو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے یہاں ہے۔

(فیوض الرحمٰن ص۱۱، ص۱۲)

۲۳۹۔ شیخ کے ارشاد کے خلاف کرنے سے نقصان

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ کے مرید عبدالرزاق نے حضرتؒ کے کہنے کے خلاف مجاہدہ کم کھانا، کم سونا وغیرہ شروع کر دیا۔ احتراق اور التہاب زیادہ ہوگیا۔ عربی کے صاف حروف نظر آنے لگے۔ آخر یہ ہوا کہ جنون ہوگیا۔ (فیوض الرحمٰن ص۴۹)

۲۴۰۔ اکثر عارفین کے نزدیک امانت سے مراد عشق ہے

قولہ تعالیٰ: اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا

الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۙ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

(پ ۲۲ ع ۰۶ الاحزاب آیت ۷۲، ۷۳)

"یعنی ہم نے یہ امانت (یعنی احکام جو بمنزلۂ امانت کے ہیں) آسمان اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تھی۔ سو انہوں نے اس کی ذمہ داری سے انکار کر دیا اور انسان نے اس کو اپنے ذمہ لے لیا۔ وہ ظالم ہے، جاہل ہے، انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ منافقین اور منافقات اور مشرکین و مشرکات کو سزا دے گا اور مؤمنین و مؤمنات پر توجہ (و رحمت) فرمائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے"۔

فرمایا کہ اس سے مُراد امانتِ اختیار ہے۔ پہاڑوں نے، زمین نے، آسمانوں نے انکار کیا۔ انسان نے فرطِ محبت سے خود قبول کر لیا۔ عقل پر محبت نے غلبہ پالیا۔ کچھ نہ سوچا یہ بار اُٹھا لیا۔ اس لئے آگے فرمایا گیا: لِيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ اکثر عارفین کے نزدیک امانت سے مراد عشق ہے اور آگے جو ارشاد ہے کہ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝ بعض اہلِ لطائف نے کہا کہ یہ عنوان میں تو قدح ہے لیکن دراصل مدح ہے کہ اُس نے بڑا ہی ستم کیا کہ جھٹ کھڑا ہو گیا اور عشق کا بوجھ اُٹھانے کے لئے تیار ہو گیا۔ بڑا نادان ہے"۔

یہ تفسیر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہے اور حافظ شیرازیؒ نے بھی اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے ؎

آسماں بارِ امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنامِ من دیوانہ زدند

۲۴۱۔ جاہ عندالخالق کے مذموم ہونے کی عجیب مثال

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ کے اس ارشاد کہ جاہ عندالخلق تو مذموم ہے ہی جاہ عندالخالق

بھی مذموم ہے (یعنی اس کی بھی طلب نہ کرو کہ تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے افضل بن جاؤ بلکہ محض رضا و عبدیت کا قصد کرو) کی میرے ذہن میں مثال آئی جس سے اس مضمون کی بابت پورا شرح صدر ہو گیا۔

وہ مثال یہ ہے کہ فرض کیجئے کہ ایک معشوق جو دُنیا بھر کے حسینوں سے بڑھ کر حسین و جمیل ہو اور اُس کے مقابلہ میں اس کا عاشق تصور کیجئے جس سے بڑھ کر دُنیا بھر میں کوئی بدشکل اور بھونڈی صُورت کا نہ ہو یعنی جو اندھا، لنجہ، گنجا، گدرہ، ہر طرح بھونڈی بھانت کا، ناک بھی پچکی ہُوئی، ہونٹ بھی موٹے موٹے، دانت بھی باہر کو نکلے ہوئے، کالا بھجنگ، چیچک کے گہرے گہرے داغ چہرہ پر۔ غرض کوئی عیب نہیں جو اس میں موجود نہ ہو۔ اب ایسا شخص اگر عملِ حُبّ کراتا پھرے کہ کسی طرح اس کا حسین و جمیل معشوق خود اس کے اوپر عاشق ہو جائے تو کیا لوگ اس کو پاگل نہ سمجھیں گے اور کیا اُس کی اس آرزو کو خللِ دماغ نہ بتلائیں گے۔ اس سے کہیں بڑھ کر تفاوت حضرت حق سبحانہٗ کی شان اور ایک بندہ کی شان میں ہے۔ (فیوض الرحمٰن ص۱۰۵، ص۱۰۶)

۲۴۲۔ باطنی امور میں تفقہ صُوفیاء کا حصّہ ہے

فرمایا: جس طرح احکامِ ظاہری میں اجتہاد اور تفقہ کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح احکامِ باطنہ میں بھی اس کی ضرورت ہے۔ احکامِ ظاہرہ کے ائمہ اجتہاد معروف ائمہ مجتہدین اور فقہاء ہیں۔ اور امورِ باطنہ کے فقہاء صوفیاء ہیں۔ اس کے متعلق حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ جو مسئلہ احکامِ ظاہرہ سے متعلق ہو اور اس میں فقہاء اور صوفیاء کا اختلاف ہو جائے تو مَیں فقہاء کی تحقیق کو ترجیح دیتا ہوں۔ لیکن اگر مسئلہ امورِ باطنہ سے متعلق ہے تو مَیں اس میں صوفیاء کے قول کو اختیار کرتا ہوں کیونکہ ان امور میں ان کا تفقہ زیادہ قابلِ اطمینان ہے۔ (مجالسِ حکیم الامتؒ ص۲۲۲)

حاشیہ بہ ملفوظ ہٰذا مفتیٔ اعظم پاکستان حضرتِ اقدس سیّدی و مُرشدی مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ۔

" امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب فاتحۃ العلوم میں فرمایا ہے کہ ائمہ اربعہ اور

بیشتر ائمہ فقہاء مجتہدین صرف ظاہرہی کے امام نہیں بلکہ تصوف اور سلوک کے اور امورِ باطنہ کے بھی امام ہیں۔ حضرت حاجی صاحبؒ کا یہ ارشاد عام علماء ظاہر کے متعلق معلوم ہوتا ہے جو امورِ باطنہ کے ماہر نہیں۔ واللہ اعلم "

۲۴۳۔ نماز میں قلب پر صحیح وارد ہوتا ہے

فرمایا: حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ نماز پڑھنے میں جو کچھ قلب پر وارد ہوتا ہے، صحیح ہوتا ہے۔ (روح القیام ص۹۹)

۲۴۴۔ ریاضات و مجاہدات کی مُدّت قلیل ہے

فرمایا: یاد رکھو۔ ریاضات و مجاہدات کی مُدّت نہایت مختصر ہے۔ بعضوں کا چالیس دن میں کام بن جاتا ہے بعض کا اس سے بھی تھوڑی مُدّت میں۔ غرض

ع چند روزے جہد کُن باقی بخند

تو اتنی تھوڑی مُدّت کی مشقت ایسے گراں مایہ نفع کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

ع متاعِ جان جاناں جان دینے پر بھی سستی ہے

جان دے کر بھی یہ دولت ملے تو ارزاں ہے۔ اس لئے کہ یہ جان کہاں سے آئی ہے یہ بھی تو اُن کی دی ہوئی ہے۔ (مظاہر الاقوال ص۱۵)

بقولِ مرزا غالب مرحوم ؎

جان دی، دی ہُوئی اُسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہُوا

۲۴۵۔ اخلاق کے بغیر وصول الی اللہ کی صلاحیت پیدا نہیں ہوتی

فرمایا: حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ضیاء القلوب میں لکھا ہے کہ جب تک انسان کے اخلاق (باطنی عادات) نہ ہوں۔ اس میں وصول الی اللہ کی صلاحیت اور استعداد پیدا نہیں ہوتی۔ (مجالس حکیم الامتؒ ص۱۲۶) اسی لئے مشائخ اخلاق حسنہ

کی ترغیب اور اخلاق سیئہ سے بچنے کی تاکید کرتے ہیں اور اس پر مجاہدات وریاضات کراتے ہیں۔

۲۴۶۔ زندگی کا سرمایہ

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ اگر پوچھیں کہ امداد اللہ کیا لائے ہو تو میں کہہ دوں گا کہ مولانا رشید احمد صاحبؒ اور مولانا محمد قاسم صاحبؒ کو لایا ہوں۔ (القول العزیز صـ۱۹)

۲۴۷۔ دل و دماغ سب خدائی مشینیں ہیں

فرمایا: حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بھائی دل اور دماغ یہ سب خدائی مشینیں ہیں۔ ان سے جب کام لیتے ہیں تو ان کی قوت کی حفاظت بھی تمہارے ذمہ ہے۔ سرکاری مشین ہے۔ اگر اپنی لاپرواہیوں سے خراب کروگے تو پکڑ ہوگی۔ جب لوہے کی مشین میں تیل ڈالنا ضروری ہے تو دماغ اور دل تو بڑی نازک مشینیں ہیں ان کا بہت خیال رکھنا چاہیئے۔

(معرفت الٰہیہ صـ۲۰۴)

۲۴۸۔ فاقوں میں انوار و فیوض

فرمایا: حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب زمانۂ غدر میں عرب ہجرت کر گئے تو وہاں آپ کا کوئی اس وقت شناسا نہ تھا۔ چالیس روز تک فاقے ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ فرض نماز ادا کرنے کی طاقت باقی نہ رہی۔ ایک روز سجدے میں رو کر عرض کیا کہ اے اللہ! یہ امداد اللہ آپ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کے دَر پر سوال نہیں کر سکتا۔ بس یہ چاہتا ہوں کہ صرف اللہ کا محتاج رہوں کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے۔ اس کے بعد پھر آپ کو کبھی فاقہ کی تکلیف نہ ہوئی اور فتوحاتِ غیبیہ کھل گئیں اور کچھ دن بعد توجوق در جوق طالبین آنے لگے اور آپ شیخ العرب والعجم ہو گئے۔ لیکن

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ زمانۂ تنگی اور فاقہ زدگی میں حق تعالےٰ کی طرف سے جو انوار و فیوض اور نفحاتِ کرم قلب پر وارد ہوتے تھے اُس لطف کو اب دل ترستا ہے۔ (معرفتِ الٰہیہ ص۱۴۲، ص۱۴۳)

۲۴۹۔ وقت میں برکت کا سبب

فرمایا: حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص کو عالمِ روحانیت سے مناسبت ہو جاتی ہے تو اس کے وقت میں برکت ہو جاتی ہے۔

(رسالہ اشرف التنبیہ)

یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ عصر اور مغرب کے درمیان سارا قرآن پاک سُنایا ہے اور مُرشدنا حضرت حکیم الامتؒ کے تصانیف کثیرہ، مواعظِ حسنہ، ملفوظاتِ طیبات، اصلاحی خاص وعام کا اکمال و اہتمام، ادائیگی حقوقِ اہل خانہ وعوام النّاس کو دیکھ کر غور کیا جائے تو عادتًا ایک شخص سے محال بلکہ ناممکن نظر آتا ہے۔ حق تعالےٰ شانہٗ نے اپنے فضل وکرم سے وقت میں برکت عطا فرما کر ان سے دین کا اس قدر کثیر کام لے لیا۔ الحمدللہ۔

۲۵۰۔ تصوّف میں چار علم

احقر مؤلف نے حضرت مرشدی حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ سے سُنا ہے کہ تصوّف میں چار علم ہیں:-

(۱) سیر یعنی حکایاتِ اولیاء اللہ۔

(۲) اخلاق یعنی اصلاحِ اعمال باطنہ۔

(۳) سلوک بالمعنی، اصلاحِ اخلاق کو بھی شامل ہے۔

(۴) حقائق یعنی مسائل فن خصوص علوم مکاشفہ۔ وھو مذکور الضافی الحصّۃ الثانیہ للمقالات من امداد المشتاق۔

مگر یہ تقسیم باعتبار صُورت کے ہے ورنہ درحقیقت سیر کا مرجع بھی معنیً بقیہ

اقسام ثلاثہ ہی ہیں۔ کیونکہ ان حکایات سے بھی مقصود اولیاء کے ان ہی احوال کا ظاہر کرنا ہے جن سے اقسامِ ثلاثہ کا استفادہ ہو سکے۔

(تربیت السالک ج ۲ صفحہ ۴۶۵)

۲۵۱۔ بزرگوں کے درجات میں بڑے چھوٹے کا سوچنا بے ادبی ہے

فرمایا: ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک چشتی اور ایک قادری میں جھگڑا ہوا کہ حضرت غوث پاکؒ کا مرتبہ افضل ہے یا خواجہ اجمیری صاحبؒ کا۔ حضرتؒ نے فیصلہ فرمایا کہ بھائی یہ جھگڑے کی بات نہیں۔ قادریوں کے تو حضرت غوث پاک (شیخ عبدالقادر جیلانیؒ) باپ ہیں اور خواجہ صاحب (خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ) چچا اور چشتیوں کے حضرت خواجہ صاحبؒ باپ ہیں اور حضرت غوث صاحبؒ چچا۔ تعلق خواہ باپ سے ہو مگر تنقیص چچا کی بھی جائز نہیں۔

ان قادری صاحب نے کہا کہ جب حضرت غوث پاکؒ نے فرمایا: قدمی ھٰذہٖ علیٰ رقاب اولیآء اللّٰہ (یعنی میرا یہ قدم اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے) تو حضرت خواجہ صاحبؒ نے گردن جھکادی اور فرمایا بَلْ عَلٰی رَأْسِیْ وَعَیْنِیْ (بلکہ میرے سر اور آنکھوں پر) تو اس میں خود خواجہ صاحبؒ نے اقرار فرمایا ان کی افضلیت کا۔ حضرتؒ نے جواب میں فرمایا کہ اس سے تو اس کے عکس پر بھی استدلال ہو سکتا ہے کہ ان کا عروج بڑھا ہوا تھا اور ان کا نزول اور طریق میں نزول افضل ہے عروج سے " اسی تفاضل کے سلسلہ میں فرمایا کہ ایک شخص حضرت حافظ محمد ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور حاجی صاحب قدس سرہٗ کی مجلس میں حاضر تھے، ان کے دل میں آیا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حافظ صاحبؒ کے بڑا کون ہے اللہ کے نزدیک؟ حضرت حاجی صاحبؒ اس خطرہ پر مطلع ہوئے، فرمایا کہ میاں ایسا خیال بہت بُری بات ہے تمہیں سیراب کرنے کے لئے تو دونوں کافی ہیں، تمہیں اس کی کیا ضرورت کہ کون بادل بڑا ہے اور کس میں پانی زیادہ ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۲ صفحہ ۳۷۴، صفحہ ۴۷۵)

۲۵۲۔ مثنوی دفتر ششم میں اسرار و معانی زیادہ ہیں

احقر نے حضرت سیدی و مرشدی قدس سرہٗ سے سنا تھا کہ دفتر ششم میں اسرار و معانی زیادہ ہیں اور خود دفتر مذکور کے شروع میں ایک شعر میں بھی اس طرف اشارہ ہے ؂

بو کہ فیما بعد دستورے رسد　　راز ہائے گفتنی گفتہ شود

(کلید مثنوی)

۲۵۳۔ عطر لگانے کی نیّت

فرمایا: ایک بار حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سید الطائفہ حضرت اقدس مولانا حاجی امداد اللہ صاحبؒ مہاجر مکی قدس سرہٗ) کی مجلس میں تذکرہ ہو رہا تھا کہ جمعہ و عیدین کے دن کس نیت سے عطر لگانا چاہیئے؟ ہر ایک نے مختلف وجوہ بیان کئے۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم تو اس نیت سے لگاتے ہیں کہ اللہ میاں کو اچھے لگیں۔ یہ بات میں نے اور کسی بزرگ کے کلام میں نہیں دیکھی مگر آج کل ہی ایک حدیث سے اس مضمون کی تائید ملی جس کی تخریج عراقی نے کی ہے جس میں من تطیب للّٰہ وارد ہے (کہ جو اللہ تعالیٰ کے واسطے خوشبو لگانے اس کے لئے اجر ہے جو حدیث میں مذکور ہے) گو اس کی تفسیر میں اختلاف ہو سکتا ہے، کوئی یہ بھی تاویل کر سکتا ہے:

من تطیب لامتثال امر اللّٰہ نحوہ۔

مگر ظاہر حدیث حاجی صاحبؒ کے قول کا مؤید ہے۔ اس سے میرا بڑا جی خوش ہوا۔ حضرتؒ کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کا علم واقع کے مطابق ہے۔ اور عطر واقع میں اچھی چیز ہے تو علم الٰہی میں بھی یہ اچھی شئے ہے تو ہم اس واسطے لگاتے ہیں تا کہ اللہ میاں کو اچھی لگیں۔　　(الرغبۃ المرغوبہ صـ۱۴، صـ۱۵)

۲۵۴۔ وصول حق تعالیٰ شانہٗ کیلئے اصلاحِ اخلاق کی ضرورت

فرمایا: حضرت نے ضیاء القلوب میں لکھا ہے کہ جب تک اخلاق کی اصلاح نہیں

ہوتی اُس وقت تک انسان میں وصولِ حق کی استعداد پیدا نہیں ہوتی نیز آدابِ معاشرت میں کمی کرنا حقوق اللہ کو بھی ضائع کرنا ہے۔ کیونکہ ان کا امر بھی تو اللہ تعالےٰ نے ہی فرمایا ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ، ملفوظ ۳۹)

۲۵۵۔ مسمریزم کی حقیقت

فرمایا: مَیں نے بلاواسطہ حضرتؒ سے سُنا ہے کہ ایک شخص کو خیال ہوتا تھا کہ شیر اُس کی کمر پر پنجہ مار گیا۔ اس کے اس خیال سے پنجہ کا نشان کمر پر ہو جاتا تھا اور اس سے خون گرتا تھا، تو مسمریزم کی حقیقت یہی ہے۔ باقی ارواح وغیرہ کا آنا سب فضول دعویٰ ہے۔ کیونکہ یہ سب خیال کی کرشمہ کاریاں ہیں۔

(الافاضات الیومیہ ج ۱ ملفوظ نمبر ۲۵)

معارف

حضرت مولانا شیخ محمد محدث تھانوی قدس سرہ

حضرت محدث تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بصیرت افروز فرمودات کا مجموعہ۔



حضرت حکیم الامت مولانا **اشرف علی تھانوی** قدس سرہ

ترتیب

محمد اقبال قریشی

ناشر

ادارۂ اسلامیات ۱۹۰- انارکلی لاہور ۲

احوال وسوانح

حضرت مولانا شیخ محمد محدث تھانوی قدس اللہ سرہ

پیدائش حضرت مولانا شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بمقام تھانہ بھون ضلع مظفر نگر میں ۱۲۳۰ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اصلی نام شیخ محمد فاروقی اور تاریخی نام ظہور احسن ہے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام حمداللہ خان تھا۔ آپ کے جدِ اعلیٰ شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ اورنگ زیب عالمگیرؒ کے زمانہ مبارک میں سرکاری آدمی تھے جن کو تھانہ بھون مع مضافات بطورِ جاگیر عطا ہوا تھا۔ اسی وجہ سے آپ کو نواب فاروقی بھی کہا جاتا تھا[۱]

تعلیم وتربیت چونکہ آپ کا گھرانہ متموّل اور ذی علم تھا اس لئے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل ہوئی۔ چنانچہ آپ نے دس برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ فرما لیا اور ابتدائی درسیات مکمل فرمالیں۔ اس کے بعد دہلی میں حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ کی خدمت میں آٹھ برس رہ کر تمام فنون کی تکمیل فرمالی اور اٹھارہ برس کی عمر میں بالکل فارغ التحصیل ہوگئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ بھی آپ کی لیاقت و ذہانت کے ازحد معترف تھے۔

بیعت وسلوک آپ سات برس کی عمر میں حضرت سید احمد صاحب قدس سرہٗ العزیز سے تبرکاً بیعت ہوگئے تھے جیسا کہ آپ نے "ارشادِ محمدی" میں خود تحریر فرمایا ہے۔ حضرت سید صاحبؒ کے شہید ہو جانے کے بعد جب سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ نے قطب عالم میاں جی حضرت نور محمد صاحب جھنجھانویؒ سے بیعت فرمالی اور حضرت میاں جیؒ تھانہ بھون تشریف لائے تو آپ کچھ حضرت حاجی صاحبؒ

---

[۱] اسی لئے حضرت مولانا شیخ محمد تھانویؒ اکثر جوش میں فرمادیا کرتے تھے کہ میں بڑا بزرگ نہیں ہوں، رئیس بھی ہوں۔ (احسن العزیز ج ۲ ص ۱۴)

کے مشورہ، کچھ غیبی بشارت اور کچھ حضرت میاں جیؒ سے علمی سوال کر کے اور مدلل جواب پا کر اُن سے بیعت ہو گئے جس کی تفصیل "نورِ محمدی" میں ہے۔ الحاصل بعد تربیت باطنی حضرت میاں جی صاحبؒ نے آپ کو خرقہ خلافت اور اجازتِ بیعت عطا فرمائی۔ اس وقت آپ کی عمر چھبیس سال کی ہو گی۔

حج بیت اللہ

۱۲۶۳ھ میں آپ فریضۂ حج ادا کرنے مکہ معظمہ چلے گئے۔ یہاں اس مختصر قیام کے دوران آپ نے حضرت شاہ محمد یعقوب صاحبؒ برادرِ خورد حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ سے فقہ، تفسیر اور صحاحِ ستہ کی سند حاصل کی اور ان تمام اوراد و اذکار و اشغال کی اجازت حاصل فرمائی جو اُن کو اپنے نانا حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے حاصل تھی۔

اولاد

آپ نے تین شادیاں کی تھیں، زوجہ اوّل بی عائشہ بنت سعادت علی خاں، دوسری بی حمیداں، تیسری بی فاطمہ۔ آپ کی حیات ہی میں تھانہ بھون میں بی عائشہ اور بی فاطمہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ پہلی دونوں بیویوں سے ایک ایک لڑکا اور ایک لڑکی تولد ہوئی۔ اور تیسری اہلیہ سے صرف ایک لڑکا ہوا تھا۔ بڑے لڑکے کا نام محمد محمود تھا۔

تصانیف

آپ ایک متبحر عالم ہونے کے علاوہ بڑے صاحبِ تصنیف بزرگ تھے جن میں سے چند کتابوں کا نام معلوم ہے وہ یہ ہیں :-

۱۔ ارشادِ محمدی و خود نوشت سوانح۔

۲۔ انوارِ محمدی (مکتوبات حضرت میاں جی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

۳۔ رسالہ وحدت الوجود۔

۴۔ شرح مثنوی ۵۔ شرح حزب البحر

۶۔ حاشیہ سنن ابو داؤد۔ (عربی)

۷۔ بیاض محمدی (جو عملیات پر مشتمل ہے)۔

انتقال پُر ملال

آپ نے ربیع الثانی ۱۲۹۶ھ میں ۶۶ برس کی عمر میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ آپ کی تاریخ وفات آیت کریمہ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا سے نکلتی ہے۔

حضرت شیخ محمد تھانویؒ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کی نظر میں

حضرت حاجی صاحبؒ "غذائے روح" میں اپنے پیر و مرشد کے خلفاء کے ضمن میں فرماتے ہیں۔

ہیں خلیفہ اُن کے گرچہ بے شمار ؎ لیک ان میں ہیں دو اعلیٰ با وقار

پھر پہلے حضرت حافظ محمد ضامن شہیدؒ کا تذکرہ کر کے فرماتے ہیں ؎

دوسرے شیخ محمدؒ مولوی علم و زہد ان کا ہے عالم پر جلی

بحر ہے مواج دونوں علم کا ظاہری و باطنی با اھتدا

(کلیاتِ امدادیہ ص۱۴)

حضرت شیخ محمدؒ علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی نظر میں

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، "ہمارے اکابر حضرات میں حضرت مولانا شیخ محمد تھانویؒ بڑے بلند پایہ بزرگ ہوئے ہیں۔" (ماہنامہ دار العلوم دیوبند نومبر ۱۹۶۲ء ص۱۶)

مولانا عبید اللہ سندھیؒ "حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی زندگی" میں لکھتے ہیں:۔

"شیخ محمد تھانویؒ وہ بزرگ ہیں جن کے مسلک پر مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کار بند ہیں اور مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے مسلک کا سب کو علم ہے لہٰذا اس پر مزید کسی حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں۔"

حضرت حکیم الامت تھانوی اور حضرت شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہما

آپ نے اپنی بصیرتِ باطنی سے حضرت حکیم الامتؒ کی نوعمری کے زمانے میں فرمایا تھا۔ میرے بعد[1] یہ لڑکا ہوگا۔ (اشرف السوانح ج ۱ ص۲۱۸) اور واقعی ایسا ہوا۔ کیونکہ حضرت مولانا

---

[1] واضح ہو کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے جوان ہونے کے بعد جلد ہی حضرت مولاناؒ کا انتقال ہو گیا۔

شیخ محمد تھانوی تھانہ بھون کے مشہور واعظ تھے۔ ان کے بعد حضرت حکیم الامتؒ ان کے ایسے جانشین بنے کہ آپ کے مواعظ حسنہ سے تھانہ بھون ہی نہیں بلکہ سارا ہندو پاک مستفید و مستفیض ہوا۔ آج بھی آپ کے مواعظ کے مطالعہ سے علماء و مشائخ مستفید ہوتے ہیں۔

حضرت شیخ محمد تھانویؒ کو حضرت حکیم الامتؒ سے اتنی شفقت و محبت تھی کہ ایک مرتبہ آپ کی زمینداری کے معاملہ میں حضرت حکیم الامتؒ کے والد ماجد سے برادرانہ رنجش ہوگئی تھی تو حضرت حکیم الامتؒ کے والد ماجد نے حضرت مولانا کی خدمت میں حضرت حکیم الامتؒ کے ہاتھ پان بھیجے۔ کیونکہ ان کو اس کا یقین تھا کہ ان کے ہاتھ سے ضرور قبول فرمالیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ قبول فرمالئے۔ (اشرف السوانح ج ۱ ص ۵ ؎)

حضرت حکیم الامتؒ کی شادی سے دو سال قبل آپ کا انتقال ہوگیا تھا۔ شادی کے بعد حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا کہ مجھے آپ کے انتقال کا بے حد صدمہ ہے۔ اور واقعی بے حد صدمہ تھا۔ تو فرمایا: ہم کو تمہاری طرف اب بھی ایسی توجہ ہے جیسی حیات میں تھی۔ پھر مولانا نے جواب ہی میں فرمایا کہ ہم نے سنا ہے کہ تمہاری شادی ہوگئی ہے؟ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا۔ ہاں! تو فرمایا۔ مبارک ہو۔ (اشرف السوانح ج ۱ ص ۲۱۹-۵ھ)

ملفوظات طیّبات

برِوایت حضرت حکیم الامتؒ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ۔

۱۔ ہندو شاعر کو جواب

فرمایا: کہیں پر ایک بُت خانہ کو شکست کر کے اہلِ اسلام نے ایک مسجد بنائی تھی۔

؎ حضرت حکیم الامتؒ کے والد ماجد زمیندار تھے عالم نہ تھے مگر مذکورہ واقعہ میں جو طرزِ عمل دکھلایا شاید آجکل علماء بھی نہیں کرسکتے۔ (بندہ احقر قریشی غفرلہٗ)

ایک ہندو شاعر نے اس کے متعلق ذیل کا شعر کہا ؎

بہ بیں کرامت بت خانہ مرا اے شیخ
کہ چوں خراب شود خانہ خدا باشد

اس کی تردید میں آپ نے ذیل کا شعر فرمایا ؎

بہ بین نجاست بت خانہ ہائے خود اے گیر
کہ تا خراب نشد خانۂ خدا نہ شود

(خیر الافادات ملفوظ ۵۳۔ الطرائف والظرائف)

۲۔ خاص اقرباء کو بیعت نہ کرنے میں دینی و دنیوی مصلحت ہے

فرمایا: میں اپنے خاص اقرباء کو عموماً بیعت نہیں کرتا۔ جس پر مجھے حضرت مولانا شیخ محمد صاحب تھانویؒ سے تنبہ ہوا کہ منشی امیر احمد (جو مولانا کے عزیز تھے) نے حضرت مولانا سے بیعت کی درخواست کی تو مولانا نے فرمایا کہ تمہارا مجھ سے بیعت ہونا مناسب نہیں ہے۔ رشتہ داری کے قصوں میں تمہیں تنگی پیش آئے گی۔ اگر میری مخالفت کروگے تو دینی ضرر میں مبتلاء ہوگے اور موافقت کروگے تو پریشانی لاحق ہوگی۔ (مجالس حکیم الامۃ ص۶۹)

۳۔ استہزاء فساد کی جڑ ہے

فرمایا: حضرت مولانا شیخ محمد تھانوی قدس سرہٗ کا مناظرہ تحریری مولانا عبدالحق صاحب خیر آبادی سے ہوتا تھا وہ تین آدمی تھے سب کی طرف سے ایک تحریر آتی۔ ادھر سے مولانا جواب لکھتے تھے۔ مگر مناظرہ نہایت متانت کیساتھ تھا۔ ایک مرتبہ کسی تحریر میں اُن کی طرف سے ایک جملہ استہزار کا آگیا۔ مولانا نے اس کا جواب لکھنے کے بجائے لکھا:۔

"الاستہزاء ینبت المراء کما ینبت الماء الکلاءَ۔
"یعنی استہزار باہمی جھگڑا ایسا اگاتا ہے جیسے پانی سے گھاس اگتی ہے"
لہٰذا جوابش نظر انداز کردہ آئندہ احتیاط دارند"

حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے فرمایا کہ مناظرہ اس طرز سے ہو تو مضائقہ نہیں۔ (مجالس حکیم الامت ص۳۱۸)

۴۔ کمال احتیاط و تقوےٰ

فرمایا: مولانا شیخ محمد صاحبؒ کا قرضہ ایک ہندو پر آتا تھا۔ مولانا نے سب جج میں نالش کردی۔ وہاں سے آٹھ صد روپے کی مع سُود کے ڈِگری ہوئی۔ مولانا کو باوجودیکہ سخت حاجت تھی مگر سُود سب چھوڑ دیا سب جج مسلمان تھے انھوں نے کہا کہ درمختار میں تو جواز کی روایت ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ میں درمختار کس کس کو دکھاتا پھروں گا۔ عوام کو تو میرا فعل سند ہو گا۔ (حسن العزیز ج ۲ ملفوظ ۱۰۷)

۵۔ بیسؔ رکعت تراویح کے ثبوت کی ایک عامی دلیل

فرمایا: ایک شخص دہلی کے نئے مجتہدین میں سے آٹھ تراویح سُن کر مولانا شیخ محمد صاحبؒ کے پاس آئے۔ اُنھیں تردد تھا کہ آٹھ ہیں یا بیس؟ (یہ نئے مجتہد اپنے کو عامل بالحدیث کہتے ہیں، کیونکہ صاحبِ حدیث میں بیسؔ بھی تو آئی ہیں، ان پر کیوں عمل نہ کیا کہ ان کے ضمن میں آٹھ پر بھی عمل ہو جاتا۔ بات کیا ہے نفس کو سہولت تو آٹھ میں ہے بیس کیونکر پڑھیں! اصل یہ ہے کہ جو کچھ اُن کے جی میں آتا ہے کرتے اور شاذ و ضعیف حدیث کا بھی سہارا بنا لیتے ہیں) مولانا نے فرمایا کہ سُنو اگر محکمہ مال سے اطلاع آئے کہ مال گذاری داخل کرو اور تمھیں معلوم نہ ہو کہ کتنی ہے؟ تم نے ایک نمبردار سے پوچھا کہ میرے ذمّہ کتنی مالگذاری ہے؟ اُس نے کہا آٹھ روپے اس سے تردد بڑھا۔ تم نے دوسرے نمبردار سے پوچھا اس نے کہا بارہ روپے، اس سے تردد بڑھا۔ تم نے تیسرے سے پوچھا اُس نے کہا بیس روپے۔ اب بتاؤ تمھیں کچہری میں کتنی رقم لے کر جانا چاہیئے؟

اُنھوں نے کہا کہ صاحب بیس روپے لے کر جانا چاہیئے۔ اگر اتنی ہوئی تو کسی سے مانگنا نہ پڑیں گے اور اگر کم ہوئی تو رقم بچ رہے گی اور اگر میں رقم کم لے کر گیا اور وہاں ہوئی زیادہ تو کس سے مانگتا پھروں گا؟

مولانا نے فرمایا۔ بس خوب سمجھ لو کہ اگر وہاں بیس رکعت طلب کی گئیں اور رہیں تمہارے پاس آٹھ تو کہاں سے لاکر دو گے؟ اور اگر بیس ہیں اور طلب کم کی ہے تو بچ رہیں گی اور تمہارے کام

آئیں گی۔ کہنے لگا ٹھیک ہے سمجھ میں آگیا۔ اب میں ہمیشہ بیس رکعت پڑھا کروں گا بس تسلی ہو گئی۔ سبحان اللہ! یہ طرز ہے سمجھانے کا[1]۔ واقعی ایسے عامی کو اس سے زیادہ سمجھانے کا اس سے بہتر کیا طریقہ ہوگا۔ (رُوح القیام صـ۹)

۶۔ مخلوق کی مثال

فرمایا: حضرت مولانا شیخ محمد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ عبادت کے وقت یوں سمجھے کہ یہ مخلوق سب ایسی ہے کہ جیسے یہ مسجد کی چٹائیاں اور دیواریں ہیں سب اس کی نظروں میں برابر ہو۔ اس خیال کی برکت سے انشاء اللہ ریاء دل سے نکل جائے گی۔

(الاضافات الیومیہ ج ۴ صـ۲۸۸)

۷۔ آدابِ دعوت

فرمایا: آج مولانا شیخ محمد صاحبؒ کی حکایت سُنی ہے کہ سہارنپور میں کسی شخص نے آپ کی دعوت کی۔ آپ نے شفقت سے قبول کرلی۔ بعد کھانا کھانے کے اس شخص نے وعظ کی درخواست کی جس سے آپ کو بہت ناگوار ہُوا۔ مگر آپ غصہ میں غل شور نہ کرتے تھے۔ بہت ہی متانت اور وقار سے رہتے تھے، اس لئے آپ نے آٹھ آنے نکال کر پیش کردیئے۔ عرض کیا حضرت یہ کیا ہے؟ فرمایا کہ یہ کھانے کی قیمت ہے جس کے زور پر تم نے وعظ کی درخواست کی۔ حقیقت میں یہ درخواست نہایت ہی بے محل تھی۔

(الاضافات الیومیہ ج ۴ صـ۳۰۲)



---

[1] واضح ہو کہ یہ اس شخص کو عامیانہ طور پر سمجھا دیا باقی اگر کسی کو نقلی و عقلی طور پر ثبوت بیس رکعت تراویح دیکھنے کا شوق ہو تو استاذ العلماء سیدی حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری کی کتاب خیر المصابیح فی عدد التراویح کا مطالعہ کرے۔

معارف

حضرت حافظ محمد ضامن شہید قدس سرہٗ

حضرت حافظ صاحبؒ موصوف کے گراں مایہ مقالاتِ حکمت اور ملفوظاتِ طیّبات کا ذخیرہ۔

بروایت

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ العزیز

ترتیب
محمد اقبال قریشی

ناشر
ادارۂ اسلامیات ۱۹۰- انار کلی لاہور ۲

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

حالات وسوانح
حافظ محمد ضامن شہیدؒ

ولادت باسعادت حضرت حافظ محمد ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ مہاجر مکی سے چند سال بڑے تھے۔ اور حضرت حاجی صاحبؒ ۱۲۳۲ھ میں پیدا ہوئے۔

سلسلۂ نسب حضرت حافظ محمد ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۂ نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

بیعت حضرت حافظ محمد ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب حضرت میاں جی نور محمد صاحب قدس سرہٗ سے بیعت کی درخواست کی تو اولاً انہوں نے انکار فرمادیا۔ دراصل آپ کا مقصد حضرت حافظ صاحبؒ کی طلب اور خواہش کا امتحان کرنا تھا۔ حضرت حافظ صاحب مسلسل حضرت میاں جی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ دو تین ماہ بعد حضرت میاں جیؒ نے از خود پوچھا کیا اب بھی تمہارا وہی خیال ہے؟ حافظ صاحب نے عرض کیا کہ میں برابر اسی خیال سے آرہا ہوں۔ مگر خلافِ ادب ہونے کی وجہ سے کچھ نہیں کہا اور نہ اصرار کیا۔ اس پر حضرت میاں جیؒ نے خوش ہو کر فرمایا کہ اچھا وضو کر کے، دو رکعت پڑھ کر آؤ۔ چنانچہ اس کے بعد آپ نے حضرت حافظ صاحب کو بیعت فرمالیا۔

اجازتِ بیعت وتلقین حضرت حافظ صاحبؒ عرصہ دراز تک حضرت میاں جیؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے اور فیوضات سے

مالامال ہُوئے۔ چنانچہ حضرت میاں جی قدس سرہٗ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں حضرت حافظ صاحبؒ کو اجازتِ بیعت و تلقین عطا فرمائی ۔ چنانچہ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت میاں جی نور محمد صاحب قدس سرہٗ بعد نماز جمعہ وصیت فرمانے لگے تو لوہاری والے سخت مغموم ہوئے اور عرض کیا کہ ہم تو جانتے تھے کہ ہمارے گھر میں دولت رکھی ہے جب چاہیں گے مستفید ہوں گے۔ آپ کی باتوں سے ہمارا دل پاش پاش ہو جاتا ہے۔ ارشاد ہُوا گھبراؤ نہیں میرے بہت سے یار تمہارے پاس موجود ہیں ان کو میرا قائم مقام سمجھو۔ چنانچہ اس وقت حضرت حافظ صاحب شہیدؒ، حضرت حاجی صاحبؒ اور دیگر حضرات کو خلیفہ بنایا اور بالتصریح فرمایا ہم نے ان کو اجازت دی ۔

کرامت ایک صاحبِ کشف بزرگ حضرت حافظ صاحبؒ کے مزار پر فاتحہ پڑھنے لگے تو اُن سے فرمایا :

"جاؤ فاتحہ کسی مُردہ پر پڑھو یہاں زندوں پر فاتحہ پڑھنے آئے ہو "

بعد میں لوگوں نے اُن کو بتایا کہ یہ کسی مُردہ کا مزار نہیں ہے بلکہ ایک شہید کی آرام گاہ ہے ؎

طمع فاتحہ از خلق نداریم نیاز
عشقِ من انہ بسِ من فاتحہ خوانم باقیست

شہادت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شاملی کے جہادِ آزادی میں حصہ لیا جس کے لیے پہلے سے تیاری فرما رہے تھے۔ بلکہ اپنی شہادت کا قبل از وقت علم ہو گیا تھا۔ جیسا کہ اپنے مرید باصفا حکیم محمد ضیاء الدین صاحب کو بذریعہ مکتوب جلد ملنے کی ہدایت فرمائی تھی اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو بوقتِ شہادت پاس رہنے کی وصیت فرمائی تھی ۔

چنانچہ معرکہ شاملی ۱۸۵۷ء میں مردانہ وار مقابلہ فرما کر ۲۴ محرم الحرام ۱۲۷۴ھ کو جامِ شہادت نوش فرمایا۔

حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب بیدل رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کا نقشہ یوں کھینچا ہے ؎

ہوئے شہید مگر اک تماشہ دکھلا کر — لہولہان کیا دشمنوں کو اک دم میں
نہ چھوڑی نام کو گردن کہیں نصاریٰ کی — گلو بریدہ ہے سکہ بھی ان کا درہم میں
جو مارے تیر تو لگتے ہی جا لیا گوشہ — ہزاروں کافر بدکیش نے جہنم میں

چنانچہ گولی لگنے کے بعد حضرت گنگوہیؒ آپ کو قریب کی مسجد میں لے گئے اور اپنے زانو پر حضرت حافظ صاحبؒ کا سر رکھا اور اسی عالم میں اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اسی معرکہ میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ زخمی ہوئے اور حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کو گرفتار کر لیا گیا۔ جس کے چھ ماہ بعد رہا کر دیئے گئے۔ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ نے آپ کی جدائی اور فراق کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے ؎

لایا اتنے میں زمانہ اور رنگ — ہو گیا کچھ اور ہی عالم کا ڈھنگ
ہو گئے بس حضرت حافظ شہید — شام غم ہو کو ہوا نوروز عید
خوش نہ آئی اس جہاں کی رنگ و بُو — چل دیئے بس جنت الفردوس کو
ہم بے چاروں کو تڑپتا چھوڑ کر — سوئے حق راہی ہوئے منہ موڑ کر

حضرت مولانا عبد السمیع صاحب بیدل نے تاریخ وفات یوں نکالی ؎

جو پوچھے سن شہادت کہا فلک نے کہ ہائے
۱۲۷۵ھ
ہوئے شہید وہ شاہ جری محرم میں

اور میاں عبد الغفور صاحب نے یوں

؎ حوریں سب مل کر کے بولیں واہ واہ
پیر کے دن خلد میں پیر آ گئے
۱۲۷۴ھ

اولاد حضرت مولانا حافظ محمد یوسف صاحبؒ حضرت حافظ صاحبؒ کے صاحبزادے تھے۔ ابتدا میں الور میں ملازم تھے اور ریاست بھوپال میں تحصیلدار بھی رہے۔ نہایت ظریف، خوش طبع اور صاحبِ تصرف و کشف و کرامات بزرگ تھے۔ سید الطائفہ

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے مخصوص خلفاء میں سے تھے۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے "ضیاء القلوب" ان ہی کی فرمائش پر لکھی تھی۔

مجازین

حضرت حکیم ضیاء الدین صاحبؒ، حضرت حافظ صاحبؒ سے بیعت تھے اور انہیں حضرت حافظ صاحبؒ کی طرف سے مجاز بیعت ہونے کا اعزاز بھی حاصل تھا۔ دار العلوم دیوبند کی مجلسِ شوریٰ کے رکن بھی رہے۔ ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ کو انتقال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت حافظ صاحبؒ کا تذکرہ "رسالہ مونس مہوراں" کے نام سے لکھا تھا جو تذکرہ حضرت ضامن شہیدؒ کے ساتھ بفضلہٖ تعالیٰ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ سے شائع ہو چکا ہے۔ یہ مختصر حالات اسی سے ماخوذ ہیں۔

حافظ ضامن شہیدؒ صاحب نسبت ولی اللہ تھے

حضرت مولانا حافظ محمد ضامن شہید علیہ الرحمۃ کا اصلی وطن تھانہ بھون ضلع مظفر نگر ہے۔ آپ صاحبِ نسبت کامل ولی اللہ تھے۔ حضرت میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانوی قدس سرہٗ کے مرید باصفا اور خلیفۂ مجاز تھے۔ بڑے صاحبِ فضل و کمال اور کشف و کرامات تھے۔ مگر تواضع کا یہ عالم تھا کہ جب کوئی پاس آتا تو فرماتے کہ بھائی اگر تجھے مسئلہ پوچھنا ہے تو (حضرت مولانا الشیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کر کے) کہتے وہ بیٹھے ہیں اور اگر تجھے مرید ہونا ہے تو (سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف اشارہ کر کے) وہ بیٹھے ہیں اور اگر حُقّہ پینا ہے تو یاروں کے پاس بیٹھ جاؤ۔ (ارواحِ ثلاثہ ص ۲۴۵)

باوصف خانہ داری اور اہل و عیال سے نہایت آزاد اور مستغنی رہتے تھے۔ گویا فکرِ دنیا پاس نہ پھٹکا تھا۔ دانائے عصر اور علمائے زمانہ میں ہر ایک آپ کا مخلص اور منقاد تھا۔[1] ہر وقت عشقِ الٰہی میں مست و سرشار رہتے تھے۔ دل کی کیفیت چہرۂ مبارک سے معلوم

---

[1] ان دنوں یہ تینوں "اقطابِ ثلاثہ" خانقاہِ امدادیہ تھانہ بھون میں تشریف رکھتے تھے اور خانقاہ مذکورہ دوکانِ معرفت کہلاتی تھی۔

ہُوا کرتی تھی۔ محبتِ الٰہی کا صُورتِ شریف پر ہر آن ظہور تھا۔

(بیس بڑے مسلمان ص ۱۵۷)

پیر و مُرشد سے محبّت

حضرت مولانا حافظ محمد ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے شیخ سے اتنی محبّت تھی کہ حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ جُوتا بغل میں لے کر اور توبرہ گردن میں ڈال کر جھنجھانہ شریف جاتے تھے۔ اُن کے صاحبزادہ کی سُسرال بھی وہیں تھی۔ لوگوں نے کہا کہ اس حالت میں جانا مناسب نہیں۔ وہ لوگ حقیر سمجھ کر کہیں رشتہ نہ توڑ ڈالیں۔ فرمایا رشتے کی ایسی تیسی! مَیں جانے میں اپنی یہ حالت ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ (ارواحِ ثلاثہ ص ۲۴۶)

حضرت مولانا مہاجر مکیؒ کی نظر میں

حضرت حاجی صاحب قدس اللہ تعالیٰ سرّہٗ اپنے خواجہ تاش حضرت حافظ محمد ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں ؎

عالم و زاہد ولی اہلِ مقام — متقی و پارسا و نیک نام

یعنی ہیں حافظ محمد ضامنؒ اب — فیض کی طالب ہے جن سے خلق سب

(مجموعہ کلیاتِ امدادیہ ص ۱۴)

شہادت

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں تھانہ بھون اور شاملی کے معرکہ میں شریک رہے اور اسی معرکہ میں زیرِ ناف گولی لگ کر شہید ہو گئے۔ شہادت کا کشف پہلے ہی ہو چکا تھا۔ شہادت کے دن زیب و زینت سے دُولہا بن کر غسل کر کے اور سُرمہ لگا کر نکلے اور ۲۴ محرم ۱۲۷۴ھ کو ظہر کے وقت شہادت پائی۔ "شہادت مرشد ہادی" سے تاریخ نکلتی ہے۔ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرّہٗ اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرّہٗ نے مرثیے لکھے جس سے آپ کا کمال مرتبت ظاہر ہے۔

حضرت شیخ تھانویؒ سے محبّت

حضرت حکیم الاُمت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا کہ حضرت حافظ محمد ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سپاہی منش اور نہایت خوش مزاج آدمی تھے۔ مجھ سے کمال اُلفت فرماتے تھے۔ (ارواحِ ثلاثہ ص ۲۴۷)

(واضح ہو کہ حضرت حکیم الامتؒ اس وقت بچے تھے)۔

مَلفُوظات

بروایت حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ

۱۔ ذکر اللہ کا ثمرہ مقصود بہر حال حاصل ہے

فرمایا: کہ جو شخص لذات کا طالب ہے وہ حق تعالیٰ کا طالب نہیں۔ کیونکہ لذت عین حق تو نہیں۔ پس عاشق صادق وہ ہے جو حق کا طالب ہو نہ احوال کا نہ مواجیہ کا۔ کیونکہ یہ باتیں نہ موعود ہیں نہ لازم ہیں کبھی ہوتی ہیں کبھی نہیں ہوتیں۔ اس لئے ان کی طرف التفات ہی نہ کرنا چاہیئے۔ توجہ صرف اس چیز کی طرف کرو جو بوجہ موجود ہونے کے مرتب ہوتی ہے وہ کیا ہے توجہ حق الی العبد۔ چنانچہ حضرت حافظ محمد ضامن صاحبؒ اسی کی نسبت فرماتے تھے کہ ہمارا مقصود تو ذکر ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

"فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ یعنی تم مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا۔"

یہ ایسا ثمرہ ہے کہ جس میں بوجہ وعدہ کے کبھی تخلف ہی نہیں ہوا کرتا۔ یعنی ہم اللہ تعالیٰ کو اس لئے یاد کیا کریں کہ وہ ہمیں یاد کیا کریں گے۔ اس کے سوا حیاتِ دُنیا میں ہم کسی اور ثمرہ کے طالب نہ ہوں۔ باقی اصل ثمرہ یعنی رضا و دخولِ جنت وہ تو آخرت میں ہی ہو گا بس اور کیا چاہیئے۔ ایسا شخص جس کا یہ مطلوب ہو کبھی پریشان نہیں ہوتا۔ یہ ہے حقیقت مقصود سلوک کی۔ مگر ہم اس میں بھی بدوں اتباع ہوٰی کئے ہوئے نہ رہے۔

(الهوٰی والهدیٰ ص ۳۱)

۲۔ نیک صُحبت کا اثر

فرمایا: قصبہ رام پور کے ایک رئیس حضرت حکیم ضیاء الدین صاحب حضرت حافظ صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہو گئے اور اُن کے اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آنے جانے لگے۔ ان کے فیضِ صحبت سے حالت بدل گئی۔ دنیا کی طرف سے بے رغبتی اور آخرت کی جانب رغبت پیدا ہونے لگی۔ ان کے باپ کے پاس ایک دفعہ

کچھ گنوار آئے اور کہنے لگے ۔ تمہارے بیٹے کا بڑا افسوس ہے فقیر ہوگیا۔ وہ بولے خیر بھائی تو ایک گنوار کیا کہتا ہے۔ اجی بُری صحبت ایسے ہی ہوتے ۔ جبھی تو بڑے بوڑھے بُری صحبت سے منع کریں۔ دیکھو نہ بگڑ گیا فقیر ہوگیا۔ تو گویا بے وقوفوں نے دینداروں کی صحبت کو بُری صحبت سمجھا ۔ استغفر اللہ۔

ان ہی حضرت حافظ صاحب قدس سرہٗ کا ایک اور واقعہ ہے کہ کوئی جوان آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا کرتا تھا اس کی حالت بدلنے لگی۔ ایک بار اس کا باپ حاضر ہوکر نہایت بے باکی سے کہنے لگا کہ جب سے میرا بیٹا آپ کے پاس آنے لگا بگڑ گیا ہے۔ حضرتؒ تھے بڑے جلالی۔ فرمایا اپنے بیٹے کو ہمارے پاس نہ آنے دو، روک دو، ہمارے پاس جو آئے گا ہم تو اُسے بگاڑیں گے ہی جس کو لاکھ مرتبہ غرض ہو اور بگڑنا چاہے وہ ہمارے پاس آئے ہمیں تو بگاڑنا ہی آتا ہے۔ ہم نے تو اپنے پیر سے بگاڑنا ہی سیکھا ہے اجی جو بگڑنے سے ڈرے وہ ہمارے پاس آئے ہی کیوں؟ ایسے کے پاس جائے جسے سنوارنا آتا ہے۔ لوگ کیوں ہمارے پاس بگڑنے آتے ہیں ہم کسی کو بلانے نہیں جاتے ۔

(طریق القلندر کحریق السمندر ص۳۹ ، فضائل العلم والخشیۃ ص۵۵)

۳۔ جنم روگ

فرمایا: ہمارے حضرت حافظ ضامن صاحب نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ نے ایک شخص سے پوچھا تھا کہ آپ کا لڑکا کیا پڑھتا ہے؟ کہا قرآن حفظ کرتا ہے۔ فرمایا ارے اس بیچارے کو کیوں جنم روگ[1] لگا دیا؟ حافظ صاحبؒ میں مزاح بہت تھا اس لئے گفتگو کے عنوان ایسے ہی ہُوا کرتے تھے۔ مگر حقیقت اس کی یہ تھی کہ حفظِ قرآن مجید ایک دن کا کام نہیں ہے ساری عمر اس میں لگا رہے تب تو محفوظ رہتا ہے ورنہ بہت جلد حفظ سے نکل جاتا ہے ۔ (الرحیل الی الخیل ص۲۴)

---

[1] مکتبِ عشق کے انداز نرالے دیکھے   اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا
(احقر قریشی غفرلہٗ)

۴۔ مجاہدہ کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا

فرمایا: حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہید قدس سرہٗ سے کسی نے عرض کیا کہ حضرت بارہ تسبیح بتلا دیجئے۔ حضرت خفا ہو کر فرمانے لگے کہ واہ ساری عمر میں ایک یہی شئے تو حاصل ہوئی یہی تجھے بتلا دیں۔ میاں جس طرح ہم کو ناک رگڑ کر ملی ہے اسی طرح تم ناک رگڑو جی چاہے گا بتلا دیں گے۔ تم چاہتے ہو مفت سفت میں دولت حاصل ہو جائے۔ دیکھو اگر کسی تاجر کے پاس جاؤ اور کہو کہ ایسا طریقہ بتلا دو کہ دس روپے روز آ جایا کریں تو وہ یہی کہے گا کہ میاں تم احمق ہو، کام کرو ہم سے اصولِ تجارت سیکھو۔ ہماری خدمت کرو اور اللہ تعالیٰ پر نظر رکھو اس کے بعد تجارت کرو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ برکت کرنے والے ہیں۔ بتدریج مالدار ہو جاؤ گے۔

(اسباب الفضائل ص۱۴)

بعینہٖ فضائل دینیہ بھی بدوں بزرگوں کی صحبت میں رہے اور مجاہدہ کئے بغیر گھر بیٹھے حاصل نہیں ہو سکتے۔ عارف باللہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح فرمایا ؎

مَے یہ ملی نہیں یوں ہی دل و جگر ہوئے ہیں خوں
کیوں مَیں کسی کو دوں دوں مَے میری مفت کی نہیں

اس لئے ہمیں حتی المقدور بزرگوں کی صحبت میں رہ کر مستفید و مستفیض ہونا چاہیئے۔ کیونکہ ؎

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

۵۔ اتباعِ سنت میں ہر امر میں اعتدال ہے

فرمایا: حضرت حافظ صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں بارادہ بیعت آیا حضرت نے

۱؎ انشاء اللہ ادارہ ہذا سے اس مضمون پر ایک جامع رسالہ "نیک صحبت اور اسکی ضرورت" عنقریب طبع ہو رہا ہے۔

فرمایا کچھ دنوں کھانا کم کھایا کرو تب بیعت کریں گے۔ ایک روز کے بعد وہ شخص پھر حاضر ہُوا اور عرض کیا کہ حضرت اگر حکم ہو تو روزہ رکھ لوں مگر یہ تو بڑی مشکل بات ہے کہ سامنے مزیدار حلال طیّب کھانا موجود ہو پھر کم کھاؤں۔

حضرتؒ نے فرمایا کہ بس اسی منہ سے کہتے ہو کہ اللہ کا نام لوں گا اتنا بھی نہیں ہو سکا۔ صاحبو! سنت کا اتباع اسی واسطے لوگوں کو ناگوار ہے کہ اس میں ہر امر میں اعتدال ہے اور یہ نفس کو بھاری اور کٹھن ہے اور منشاء اس ناگواری کا یہ ہے کہ نفس چاہتا ہے آزادی کو اور نیز شہرت کے لئے اپنے حظوظ کو بالکلیہ ترک کر دینا تو اس لئے آسان ہے کہ اس میں ایک آزادی ہے اور مخلوق کی نظروں میں بڑائی ہے کہ فلاں درویش کھانا نہیں کھاتے اتنے برسوں سے انہوں نے کھانا چھوڑ دیا ہے اور اعتدال دشوار ہے کہ اس میں شہرت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس میں صورۃ امتیاز نہیں ہوتا۔

(الشکر صـ۲۰)

امورِ اختیاریہ میں عبادت اور غیر اختیاریہ میں عبودیت؛ یہی خلاصہ ہے حیات کے دستور العمل کا

(حضرت حکیم الاُمّتؒ)

معارف

حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھانوی قدس سرہٗ العزیز

استاذ العلماء، عارف باللہ حضرت مولانا
فتح محمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے عارفانہ
کلماتِ حکمت کا جامع ذخیرہ۔

بروایت

حضرت حکیم الامت مولانا **اشرف علی تھانوی** رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب
محمد اقبال قریشی

ناشر
اِدارۂ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور ۲

احوال و سوانح

حضرت مولانا عارف باللہ استاذ العلماء فتح محمد صاحب تھانوی قدس سرہٗ العزیز

استاذ العلماء راس الاتقیاء حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھانوی قدس اللہ سرہٗ العزیز سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے اجل خلفاء میں سے ہیں۔ آپ نواب قطب الدین خان صاحب دہلوی سے بیعت تھے۔ نواب صاحبؒ کے انتقال کے بعد حضرت حاجی صاحبؒ سے تکمیلِ سلوک کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے ابتدائی کتب فارسی اور عربی آپ ہی سے پڑھیں۔

(اشرف السوانح ج ۱ ص ۲۴۱)

حضرت مولاناؒ دین کے عاشق تھے

حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں جو اصل سرمایہ ہے جس کو دین کی محبت کہتے ہیں وہ مجھ کو مولانا کے فیضِ صحبت سے حاصل ہوا کیونکہ مولانا دین کے عاشق تھے۔ مولانا کی برکت سے دین کا یہاں تک شوق بڑھ گیا کہ میں نابالغی کے زمانہ میں تہجد پڑھنے لگا۔

(اشرف السوانح ج ۱ ص ۲۴۲)

حضرت حکیم الامتؒ کی تائی صاحبہ اس پر بہت کڑھتیں کہ ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے، مگر مولانا کی صحبت کا اثر تھا کہ تا زیست حضرت حکیم الامتؒ کی فغانِ صبحگاہی نہ چھوٹی۔

حضرت مولانا کی حضرت حکیم الامتؒ سے محبت

حضرت مولانا فتح محمد صاحبؒ غایت تواضع سے اکثر خود ہی حضرت حکیم الامتؒ سے ملاقات کے لئے تشریف لایا کرتے تھے۔

(اشرف السوانح ج ۱ ص ۲۴۲)

چونکہ حضرت مولاناؒ کو کتابوں کا بڑا شوق تھا حالانکہ بوجہ بینائی کمزور ہونے کے خود مطالعہ کا موقع کم ملتا تھا۔ ایک بار کوئی نئی کتاب منگوائی تھی جو کئی بڑی جلدوں میں تھی ان سب کو خود ہی لاد کر حضرت حکیم الامتؒ کے پاس لائے اور فرمایا کہ میں تو ان کے دیکھنے سے معذور ہوں تم دیکھو۔ (اشرف السوانح ج ۱ ص ۲۴۳)

آپ اکثر حضرت حکیم الامتؒ کو ہدیہ کتب سے نوازتے تھے جس وقت حضرت مولانا کا انتقال ہوا، حضرت حکیم الامتؒ بارش ہو جانے اور شدید زمانہ طاعون کے سبب جنازہ پڑھانے نہ جا سکے تو ان کے اعزہ جنازہ کو خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون لے آئے۔ اس وقت حضرت حکیم الامتؒ کو حضرت مولانا کے ہمیشہ خود تشریف لا کے زیارت کرانے کا معمول یاد آگیا۔

(اشرف السوانح ج ۱ ص ۲۴۳)

حضرت حکیم الامتؒ کی حضرت مولاناؒ سے محبت و عقیدت

حضرت حکیم الامتؒ آپ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ مولانا بہت متواضع بے نفس تھے۔

(ارواح ثلاثہ ص۱۴۴)

یہ بھی فرماتے کہ "مولانا بہت علم دوست تھے"۔ (ارواح ثلاثہ ص۱۴۴)

اپنے مواعظ حسنہ اور مجلس خاص و عام میں حضرت مولانا کے ملفوظات اور حکایات مزے لے لیکر بیان فرماتے تھے جس میں سے کچھ آپ بھی سنئے۔

ملفوظات و ارشادات

(بروایت حضرت حکیم الامتؒ)

۱۔ وعظ کہنا دو شخصوں کا کام

فرمایا: مولانا فتح محمد صاحبؒ فرماتے تھے کہ وعظ کہنا دو شخصوں کا کام ہے، ایک محقق کا اور ایک بے حیاء کا۔ اور اپنی نسبت فرماتے تھے کہ میں بے حیا ہوں۔ اس لئے

وعظ کہہ لیتا ہوں۔ اور صاحبو! یہ تو آسان ہے کہ اظہارِ تواضع کے لئے ہر واعظ اپنی زبان سے کہہ دے مگر فرق یہ ہے کہ وہ بناوٹ سے ہوگا اور مولانا بے بناوٹ کہتے تھے۔ کیونکہ ان کو کمالاتِ حقیقیہ کا منبع معلوم تھا اس کے سامنے اپنے کمالات ہیچ نظر آتے تھے اور ہماری یہ حالت ہے ؎

چوں آں کرمے کہ در سنگے نہاں است
زمین و آسمان وے ہماں است

اس لئے ہم اپنے آپ کو محقق سمجھتے ہیں اور کوئی تواضع کا کلمہ منہ سے کہہ بھی تو دل ساتھ نہیں دیتا۔ (ازالۃ الغین عن آلۃ العین ص ۵۸)

۲۔ ولائتی محبت میں گستاخی جائز ہے

فرمایا: ہمارے مولانا فتح محمد صاحبؒ کے پاس ایک ولائتی طالب علم پڑھتا تھا۔ ایک مرتبہ کسی بات پر سبق میں آپ کو غصہ آگیا تو وہ ولائتی طالب علم مولاناؒ سے کہتا ہے کہ تم کافر ہو۔ مولانا نے فرمایا پھر کافر سے کیوں پڑھنے آئے ہو؟ کہا کافر سے فن سیکھنا جائز ہے۔ پھر تھوڑی دیر میں معافی چاہنے آیا اور کہا مولوی صاحب ہماری بات کا برا نہ ماننا تم ہمارا معشوق ہے ہم عاشق ہے اور عاشق معشوق کو کہہ ہی لیا کرتا ہے تو ایک محبت ولائتی بھی ہے جس میں گستاخی جائز ہے۔ (الاستقامت ص ۱۴)

۳۔ قرآن و حدیث میں آئی ہوئی دعائیں بزرگوں کی دعاؤں سے افضل ہیں

فرمایا: ہمارے استاذ مولانا فتح محمد صاحبؒ کے پاس ایک شخص آیا اور اپنی عسرت و قرض کو بیان کیا اور کہا کہ کوئی دعا بتلا دیجئے کہ قرض ادا ہو جاتے۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ دعا پڑھا کرو: اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَ اَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی فرمادیا کہ یہ دعا حدیث شریف میں وارد ہوئی ہے۔ حدیث کا نام سن کر اس شخص کی یہ کیفیت ہوئی کہ جیسے سرد پڑ گیا اور کہنے لگا کہ حدیث میں تو بہت سی دعائیں ہیں۔ آپ اپنے پاس کوئی چیز بتلا دیجئے جو سینہ بسینہ چلی آئی ہو۔ یہ فاسقانہ کلمہ

سُن کر مولاناؒ کو بہت غصّہ آیا اور آپؒ نے فرمایا کہ تُو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تعلیم کی ہوئی دعاؤں پر دوسروں کی تعلیم کو ترجیح دیتا ہے۔ (ضرورۃ الاعتناء بالدین ص ۱۲)

فــ :۔ خوب سمجھ لو کہ جو دعائیں قرآن و حدیث میں وارد ہوئی ہیں وہ بزرگوں کے ارشاد فرمودہ دعاؤں سے افضل و برتر ہیں۔

ع گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

اور قرآن و حدیث کی ارشاد فرمودہ دعاؤں کا اثر بھی بزرگوں کی تعلیم کردہ دعاؤں سے یقیناً زیادہ ہے۔

۴۔ استغناء و توکّل علی اللہ کا اثر

فرمایا: مولانا فتح محمد صاحبؒ کے ہاں ایک طالب علم مثنوی پڑھنے کے لئے آیا مولاناؒ نے فرمایا اوّل روٹیوں کا انتظام کرلو پھر پڑھنا۔ اس نے کہا روٹی تو اللہ دیں گے اور جب نہ دیں گے اپنی جان لے لیں گے اس کی کیا فکر؟ لوگوں کو کہیں اطلاع ہوگئی۔ پھر تو ان کی جو دعوتیں ہونا شروع ہوئیں تو کئی ماہ تک خوب مزیدار کھانے دو وقت ملتے تھے اور جتنا ان کو پڑھنا تھا خوب اطمینان سے پڑھ لیا۔ ٹھیک ہے ؎

رزق مقسوم است و وقت آں مقرر کردہ اند
پیش آں و پیش ازیں حاصل نمے گیرد جہد

(ازالۃ الغفلت ص ۳۲، التنبہ ص ۲۳،
ملت ابراہیم ص ۵۴۔)

۱؎ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے فرمایا کہ صاحب کچھ استغناء میں اثر ہوتا ہے، جب یہ گفتگو ہو رہی تھی ایک مولوی صاحب سُن رہے تھے، انہوں نے کہا آج میرے یہاں دعوت ہے۔ طالب علم نے کہا میں مکان پر نہیں آؤں گا میرا حرج ہوگا کھانا یہیں بھیج دینا۔ اسی طرح دعوتوں کا سلسلہ شروع ہوا اور طالب علم نے نازونعم سے مثنوی ختم کی۔ (ملت ابراہیم ص ۵۴)

۵۔ حضرت مولاناؒ کی عجیب تواضع

فرمایا: جناب مولانا فتح محمد صاحبؒ کے مکان پر ایک بار ایک نائب تحصیلدار ملنے کی غرض سے آئے۔ اس وقت مولانا تشریف فرمانہ تھے گنگوہ شریف تشریف لے گئے تھے۔ یہ معلوم ہونے کے بعد نائب تحصیلدار صاحب نے ایک شعر چلتا ہوا پرچہ پر لکھ کر ایک طالبعلم کو دیدیا کہ جب مولانا تشریف لائیں تو یہ پرچہ دے دیں اور خود چلے گئے شعر یہ تھا:

ے چوں غریب ستمندے بدرت رسیدہ باشد
چہ قدر طپیدہ باشد چوں ترانہ دیدہ باشد

اتفاق سے اسی دن مولانا مغرب کے وقت تشریف لے آئے۔ اس طالب علم نے وہ پرچہ پیش کر دیا۔ مولاناؒ دیکھ کر پریشان ہوگئے کہ ان صاحب کو میرے نہ ملنے سے بہت قلق ہوا ہوگا۔ اپنے اوپر قیاس فرمایا۔ چنانچہ فوراً اسی وقت جلال آباد تشریف لائے جو تھانہ بھون سے دو میل ہے اور ان صاحبؒ سے مل کر فوراً واپس ہوئے اور عجیب بات یہ ہے کہ جن کی یہ حکایت ہے اپنے عہد میں مشہور بزرگوں کے کسی درجہ میں شمار نہیں کئے جاتے تھے۔ چاہے وہ عند اللہ سب سے مقدم اور افضل ہوں۔

۶۔ تواضع کی تعریف

فرمایا: میرے ابتدائی کتابوں کے استاذ مولانا فتح محمد صاحبؒ کا واقعہ ہے کہ ایک

ے ارواح ثلاثہ ص۱۹۹ میں بروایت یہ بھی ہے کہ جب مولانا جلال آباد پہنچے تو دیکھا کہ وہ صاحب اپنے ہم عمروں میں ہنسی مذاق میں مشغول ہوں۔ مولاناؒ دیر تک باہر کھڑے رہے۔ پھر کسی کے ذریعے اطلاع کرائی۔ سنتے ہی سب سہم گئے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اندر لے گئے۔ فرمایا تمہارا پیام دیکھ کر ملنے آ گیا۔ وہ بڑے شرمندہ ہوئے۔ پھر تھوڑی دیر بیٹھ کر حضرتؒ نے اجازت چاہی۔ لوگوں نے ٹھہرنے کے لئے اصرار کیا۔ فرمایا سفر سے سیدھا یہیں آیا ہوں گھر جانے کی ضرورت ہے۔ مولانا بہت متواضع بے نفس تھے۔ پرچہ دیکھ کر یہ خیال ہوا کہ بے چارے کو بڑی تکلیف ہوئی ہوگی بڑی حسرت ہوگی۔ حالانکہ وہ محض شاعری تھی۔

لڑکا جس کا نام شادی تھا اُن کے پاس کریما پڑھتا تھا۔ اس کا سبق تھا:

ع دلا گر تواضع کنی اختیار

مولانا کی عادت تھی کہ جب تک لڑکا سبق نہ سنا لیتا آگے نہیں پڑھاتے تھے۔ چنانچہ مولانا نے پچھلا سبق سُنتے ہوئے پوچھا کہ تواضع کس کو کہتے ہیں؟

اس نے کہا کہ تواضع یہی ہے کہ کسی کو حقہ دے دیا کسی کو پان دے دیا۔ مولاناؒ نے خوب مرمت کی۔ بھاگ نکلا پڑھنے نہیں آیا اور جنگل کے کام میں لگ گیا۔ ایک عرصہ کے بعد مولانا جنگل کی طرف تشریف لے گئے، وہی شادی ہل چلا رہا تھا۔ مولاناؒ نے دریافت فرمایا۔ ارے شادی! تواضع بھی یاد ہے؟ عرض کیا ہاں حضرت یاد ہے اور ساری عمر یاد رہے گی۔ یہ ہل اسی تواضع نے پکڑوایا ہے۔

آج کل بھی تواضع اسی کو سمجھتے ہیں جس کو شادی نے بیان کیا تھا۔ عوام تو عوام خواص بھی اخلاق کی یہی حقیقت سمجھ رہے ہیں۔ (الاضافات الیومیہ صد ۱۴۶)

۷۔ جس کو کسی کام کی دُھن ہوتی ہے وہ اُسے بہر صُورت کرتا ہے

فرمایا: ایک میرے ابتدائی کتابوں کے استاذ تھے ان کو دو چیزوں کی دُھن تھی ایک تو کتابوں کی، آپ آٹھ دس روپے کے نوکر تھے حالانکہ مولاناؒ بڑے عالم اور صاحبِ کمال بزرگ تھے مگر قناعت تھی۔ آٹھ دس روپے کی اوقات ہی کیا۔ مگر کتابوں کے ذوق کا یہ حال تھا کہ جو کتاب بھی ملتی پیٹ کاٹتے، فاقے کرتے مگر اس کو ضرور بہم پہنچاتے۔ جب ان کی وفات ہوئی تو تین ہزار روپے کی کتابیں اُن کے گھر سے نکلیں اور لکھنے کا شوق تھا، حالانکہ سوجھ تھے آنکھ مع کاغذ ملا کر لکھا کرتے تھے مگر بہت کتابیں لکھ ڈالیں۔ حسبِ روایت ان کے ایک عزیز کے اُن کے کُتب خانہ میں اُن کے ہاتھ کی لکھی ہوئی گلستان نکلی جو صرف ایک رات میں لکھی تھی (ان کی یہ کرامت ہے) سو اسی دُھن کی بدولت ایک آٹھ روپے کی اوقات والے نے تین ہزار روپے کی کتابیں جمع کر لیں۔

دوسری دُھن ان کو تحصیلِ علم کی تھی جہاں کسی صاحبِ کمال کو سُنتے وہاں ضرور پہنچتے۔ مولانا احمد علی صاحب سہارنپوریؒ کے پاس حدیث کی سند لینے گئے۔ حالانکہ سند خود کو بھی حاصل تھی

کیونکہ عالم تھے مگر برکت کے لئے سند عالی کا شوق ہُوا۔ تو اب سند کیسے حاصل ہو؟ نوکری چھوڑ دیں تب سند لیں۔ مگر شوق عجیب چیز ہے کام کا طریقہ سکھا دیتا ہے۔ یہ ترکیب نکالی کہ مدرسہ کا مہینہ چوبیس دن کا ہوتا ہے۔ کیونکہ یقینی تعداد مہینے کی ۲۹ دن ہے اُن میں سے کم از کم چار جمعہ تعطیل کے نکل گئے اور ایک دن امتحان کا نکل گیا اس طرح چوبیس دن باقی رہے۔ تو مولاناؒ نے یہ ترکیب کی کہ جمعہ کی تعطیل نہ کرتے اور مسلسل چوبیس دن پڑھاتے اور اور سب تعطیلیں ایک دم سے لیتے۔ دو روز آنے جانے میں لگتے اور چار دن متواتر سہارنپور میں پڑھتے۔ اسی طرح مہینوں تک پڑھا اور آخر سند حاصل کر ہی لی۔ اس کو کہتے ہیں دُھن۔ جس کو دُھن ہوتی ہے وہ کام کر ہی گزرتا ہے۔

اور اس حکایت سے مولاناؒ کی بےنفسی اور تواضع بھی کس درجہ معلوم ہوئی کہ باوجود عالم ہونے کے پھر طالب علم بن گئے۔ آج ہم کو ترجمہ کرنا بھی آجائے تو طالب علم بننا گوارہ نہیں ہوتا اور کسی کے سامنے کتاب رکھنا تو درکنار کوئی مسئلہ پوچھے تو اس سے لاعلمی ظاہر کرنے سے عار آتی ہے۔

یہ قصہ تو میرے سامنے کا ہے اور ایک قصہ مولاناؒ کا مجھ سے پہلے کا ہے وہ یہ ہے کہ ایک حافظ صاحب عبدالرزاق صاحبؒ جھنجھانہ میں تھے وہ مثنوی کے حافظ تھے اور ان کو فیض مولانا الٰہی بخشؒ سے ہُوا تھا جو خاتم مثنوی ہیں اور ان کو فیض مولانا رومیؒ کی روح سے ہوا تھا۔ تو حافظ عبدالرزاق صاحبؒ مولانا رومؒ کے شاگرد ہوئے اور حافظ صاحبؒ کو مثنوی سے اس قدر نقش تھا کہ ہر ایک کو پڑھانے کے لئے آمادہ ہوجاتے اور خود لوگوں کو لپٹتے کہ مثنوی پڑھ لو۔ یہاں تک کہ کریما پڑھنے والے لڑکوں سے کہتے کہ میاں مثنوی پڑھ لو۔ جیسے کریما پڑھی ایسے ہی مثنوی پڑھی اور مثنوی میں کیا دقت ہے؟

غرض مثنوی کے مشہور استاد تھے۔ ہمارے حاجی صاحبؒ (سیدالطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس اللہ سرہ العزیز) اور پیرانی صاحبہؒ دونوں نے مثنوی انہی سے پڑھی تھی۔ یہ مولانا جھنجھانہ شریف حافظ صاحبؒ کے پاس مثنوی شریف پڑھنے کو جاتے اور مثنوی انہی سے پڑھی۔ اس طرح کہ جمعرات کے دن دوپہر کو مدرسہ کی چھٹی کرکے جاتے اور جھنجھانہ شریف میں مسجد یا قبرستان میں پڑھتے رہتے (کیا زندگی ہے اہل اللہ کی،

تھے اتنے بڑے اہلِ کمال مگر کسی پر بھی ظاہر نہیں) ملات اس طرح گزارتے اور جمعہ کے دن صبح سے بیٹھتے اور عصر تک برابر پڑھتے رہتے۔ بس جمعہ کی نماز کے لئے تو اٹھتے ورنہ ہمہ تن استاد و شاگرد دونوں سبق میں مشغول رہتے۔ اور عصر پڑھ کر واپس ہوتے اور عشاء کی نماز تھانہ بھون میں آ پڑھتے۔ سالہا سال تک یہی معمول رہا۔ حتٰی کہ مثنوی شریف ختم کر لی۔ ختم کے قریب ایک مرتبہ حافظ صاحبؒ نے فرمایا کہ ابھی تھوڑا معتدبہ حصہ باقی ہے تھوڑی رخصت لے کر اس کو ختم کر لو۔ چنانچہ مہینہ ڈیڑھ مہینہ کی رخصت لی اور وہاں قیام کر کے مثنوی شریف تمام کی۔ ادھر مثنوی شریف ختم ہوئی ادھر حافظ صاحبؒ کا انتقال ہو گیا۔ یہ مصلحت تھی حافظ صاحبؒ کے جلدی کرنے میں کہ معلوم ہو گیا تھا کہ وفات قریب ہے۔ کیا شفقت ہے اہل اللہ کی کہ پورا کام کر کے تشریف لے گئے۔ اہل اللہ کو اپنے متوسلین سے بے حد تعلق ہوتا ہے۔

(آخر الاعمال ص ۹ تا ۱۱، غض البصر ص۱۲)

۸۔ خدمت راحت رسانی کا نام ہے

فرمایا: ایک مرتبہ تھانہ بھون کی جامع مسجد سے استاذی حضرت مولانا فتح محمد صاحب مرحوم و مغفور جمعہ کی نماز پڑھ کر چلے۔ وسط فرش تک پہنچے تھے کہ ایک شخص نے آکر ہاتھ سے جوتے لینے چاہے۔ مولاناؒ نے براہِ تواضع انکار فرمایا لیکن اس نے نہ مانا۔ آخر قیل و قال میں بہت دیر ہو گئی اور اس احمق کی بدولت مولاناؒ کو تپش آفتاب میں کھڑا ہونا پڑا۔ جب اس نے دیکھا کہ مولانا کسی طرح نہیں مانتے تو ایک ہاتھ سے مولاناؒ کی کلائی پکڑ لی اور دوسرے ہاتھ سے جھٹکا مارا اور جوتے لے لئے اور دوڑ کر کنارۂ فرش پر رکھ آیا اور اپنی اس کامیابی پر بہت خوش ہوا۔

مَیں نے یہ حرکت دیکھی تو مجھے سخت ناگواری ہوئی اور اس شخص کو مَیں نے بہت بُرا بھلا کہا کہ ظالم جوتے لے کر چلنے کو تو ثواب سمجھا لیکن اس بے تمیزی اور بے ادبی کا خیال تجھ کو نہ ہوا کہ تو نے تپتے ہوئے فرش پر مولاناؒ کو کھڑا رکھا اور ہاتھ کو جھٹکا دے کر جوتا چھین لیا۔

(حاشیہ برصفحہ آئندہ)

آج کل لوگوں نے خدمت تعظیم کا نام رکھا ہے۔ حالانکہ خدمت تعظیم کو نہیں کہتے۔ بلکہ خدمت راحت رسانی کو کہتے ہیں، تو جو بزرگ تعظیم سے خوش نہ ہوں اور اس سے روکیں تو اُن کی اتنی تعظیم نہ کرو جس سے اُن کو ناگواری ہو۔



لہ غالباً کشف ہوا ہو گا۔

۲ہ سورج کی دھوپ۔ ❊

معارف نانوتوی رحؒ

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحؒ
کے علوم و معارف اور ملفوظات و
مقالاتِ حکمت کا انمول ذخیرہ۔

بروایت

حضرت حکیم الاُمت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

مرتبہ

محمد اقبال قریشی

ناشران
اِدارۂ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور ۲

تعارف

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ واولیاءہٖ

وبارک وسلم تسلیماً کثیراً کثیرا۔ امابعد

علوم ومعارف (حکیمانہ ملفوظات) حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ قبل ازیں ماہنامہ "الحق" اکوڑہ خٹک میں شائع ہوتے تھے۔ جب اس کا مسودہ احقر نے مولانا سمیع الحق صاحب کو ارسال کیا تھا تو انہوں نے جواباً تحریر فرمایا تھا:-

"حضرت المحترم! سلام مسنون۔ حضرت نانوتویؒ مرحوم کے علوم ومعارف کا عظیم الشان ذخیرہ پہنچ چکا ہے۔ آپ نے بہت اہم کام سرانجام دیا ہے۔ بَارَكَ اللّٰهُ فِي سَعۡيِكُم وَجَعَلَهٗ سَعۡيًا مَّشۡكُورًا۔"

سمیع الحق ۷۰/۶/۶

اب مکتبہ دارالاشاعت کراچی کے زیرِ اہتمام اُسے کتابی صورت میں شائع کیا جارہا ہے۔ حق سبحانہٗ ان کی خدمات قبول فرمائیں اور مکتبہ کو دن دونی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور اسے تبلیغِ دین واشاعتِ اسلام کا سبب بنائیں۔ آمین!

طالبِ دعائے خیر

بندہ محمد اقبال قریشی ہارون آبادی

ناظم مرکز تبلیغ اسلام مجلس صیانۃ المسلمین ہارون آباد

احوال و سوانح
حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ

؎ زباں پہ بارِ خدا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لئے

کسی موضوع پر لکھنے کے لئے اتنی ہچکچاہٹ، تذبذب اور سوچ بچار کی ضرورت نہیں ہوئی، جتنی حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ کے حالات لکھنے میں ہوتی ہے۔ قلم لرزہ براندام ہے اور آپ کے کمالات لاتتناہی، اس روسیاہ میں اتنی ہمت کہاں کہ آپ کے متعلق کچھ لکھے۔

ع عالم ہے تحیر کا زباں ہے نہ قلم ہے

لیکن جہاں برادر محترم، محب مکرم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہٗ کے حکم سے حضرت نانوتویؒ کے ملفوظات طیبات لکھتا ہوں، تمہید میں چند سرخیوں کے تحت آپ کے کمالات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہوں شاید اسے نظرِ استحسان سے دیکھا جائے۔

وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْہِ التُّکْلَانُ۔

سچ تو یہ ہے کہ آپ اس قدر جامع کمالات ہستی تھے کہ کوئی تمام عنوان آپ کے اوصاف و کمالات کے نہیں لکھ سکتا۔

ع آنچہ خوباں ہمہ دارند تُو تنہا داری

ولادت

حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور میں شعبان یا رمضان ۱۲۴۸ھ کو پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام اسد علی تھا جو نہایت ہی صاحبِ مروت و اخلاق، مہمان نواز، کنبہ پرور اور نمازی پرہیزگار تھے۔ مولانا نانوتویؒ کا تاریخی نام خورشید حسین ہے۔

تعلیم و تربیت حضرت مولانا نانوتویؒ اپنے گھر میں اکلوتے بیٹے تھے اس لئے آپ کی پرورش بہت لاڈ پیار سے ہوئی۔ مگر اس کا آپ پر کوئی بُرا اثر نہ ہوا بلکہ بچپن ہی سے ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ قرآن پاک آپ نے نانوتہ کے مکتب میں پڑھا۔ اس کے بعد دیوبند میں مولانا مہتاب علی صاحبؒ کے مکتب میں عربی و فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ یہاں سے سہارنپور اپنے نانا جان کے یہاں تشریف لے گئے اور مولانا محمد نواز صاحب سے پڑھا۔ نانا جان کے انتقال پر نانوتہ تشریف لے گئے۔ ذوالحجہ ۱۲۵۹ھ میں حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ آپ کو دہلی ساتھ لے گئے۔ آپ نے اُن سے کافیہ پڑھنا شروع کیا۔ حسنِ اتفاق سے ۱۲۶۱ھ میں دو سال بعد قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ بھی آپ کے ہم سبق[1] ہوئے۔ علوم عربیہ کی اکثر کتابیں دونوں نے حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ سے پڑھیں۔ البتہ حدیث پاک حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحبؒ سے حرفاً حرفاً پڑھی۔

کتابت فراغتِ طالب علمی کے بعد ۱۲۶۷ھ میں مطبع احمدی میں کتابت کا کام شروع کیا۔ مولانا احمد علی صاحب سہارنپوریؒ کی کتاب بخاری شریف کی تصحیح فرمائی۔ ۵ یا ۶ پارے خود لکھے۔ میرٹھ اور دہلی کے پریس میں عرصہ دراز تک کتابت کا کام کیا۔

درس و تدریس درس و تدریس کا سلسلہ طالب علمی کے دوران ہی شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کو اپنے استاد حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ کے حکم سے صرف و نحو کی کتابیں پڑھاتے اور

---

[1] اور ایسے ہمدم بنے کہ تا زیست جُدا نہ ہُوئے۔ حسنِ اتفاق سے جہاں دونوں نے ایک ہی اُستاد حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ سے تعلیم حاصل کی۔ اسی طرح تربیت باطنی بھی ایک ہی پیر و مرشد حضرت حاجی صاحب امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے حاصل کی ؎

گُل و بلبل کی طرح انس ہے نسبت اُن کو
لوگ لیتے ہیں اُن کا نام اُن کے نام کے ساتھ

مشق کراتے۔ زمانہ کتابت میں بھی درس و تدریس کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ چنانچہ اس زمانے میں آپ نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ، حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہیؒ اور مولانا حکیم محمد صدیق صاحب مراد آبادی کو حدیث پڑھائی۔ آخر میں مسجد چھتہ دیوبند میں پڑھانا شروع کیا اور انتقال تک پڑھاتے رہے۔

تصانیف آپ کی مشہور تصانیف آبِ حیات، تحذیر الناس، قبلہ نما، تحفۃ الحمیہ مباحثۂ شاہجہان پور توثیق الکلام، اجوبۂ اربعین، تقریر دلپذیر، جمال قاسمی، انتصار الاسلام، تصفیۃ العقائد اور حجۃ الاسلام ہیں۔ یہ کتابیں اُردو میں ہیں۔ الفاظ اور عبارت بھی سہل ہے مگر ان کا سمجھنا عوام تو کجا اکثر علماء کے لئے بھی دشوار ہے۔ کیونکہ علوم بہت مشکل ہیں۔

بیعت بچپن ہی سے حضرت حاجی صاحبؒ سے قلبی تعلق تھا۔ حضرت گنگوہیؒ فرمایا کرتے کہ حدیث شریف پڑھنے کے دوران اکثر خیال ہوتا کہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحبؒ سے بیعت ہو جائیں۔ مگر ہر بار حضرت نانوتویؒ فرماتے نہیں بیعت تو حضرت امداد اللہؒ ہی سے کریں گے۔ چنانچہ آپ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور سلوک کی تکمیل کی۔

مہارت فنونِ حربیہ فنونِ حربیہ میں مہارت کے سبب ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں آپ کو تھانہ بھون اور شاملی کا سپہ سالار بنایا گیا اور یہاں آپ نے اپنے جوہر دکھائے۔

اتباعِ سُنّت ۱۸۵۷ء میں جب گورنمنٹ کی طرف سے گرفتاریاں شروع ہوئیں تو آپ صرف تین دن روپوش رہے۔ اس کے بعد لوگوں کے

لہ حضرت حکیم الامتؒ نے بھی شریف الدرایات حواشی امیر الروایات" میں تحریر فرمایا ہے کہ مدار اس کشش کا مناسبت ہے۔ تفاضل میں اس کو دخل نہیں۔ عدیث

ہمہ شہر پُر زِ خوباں منم و خیال ماہے   چہ کنم کہ چشم بدخو نکند بکس نگاہے

(ارواحِ ثلاثہ صد ۲۳۸)

اصرار پر انکار فرما دیا کہ تین دن سے زیادہ روپوشی خلافِ سُنت ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی غارِ ثور میں صرف تین دن ہی مقیم رہے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ دَوش کے سپاہیوں سے مُلاقات ہوگئی تو اُنہوں نے آپ ہی سے پوچھا کہ مولانا محمد قاسم صاحب کہاں ہیں؟ آپ نے دو قدم پیچھے ہٹ کر فرمایا۔ ابھی تو یہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے دین کا بڑا کام لینا تھا اس لئے ہاتھ نہ آئے۔

مناظرے انگریزوں کا مقصد ہندوستان میں الحاد، بے دینی، نفاق و افتراق پھیلانا اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانا تھا۔ چنانچہ پادریوں نے عیسائیت کی تبلیغ شروع کی۔ غیر مسلم اُس سے بہت متاثر ہوئے۔ مسلم رہنما آڑے آتے۔ اور پادریوں سے مناظرے کئے۔ چنانچہ میلہ خدا شناسی یا مباحثہ شاہجہان پور[۱] میں یہودیوں اور نصاریٰ کو شکست فاش دی۔ اسلام کی حقانیت اور برتری کی سب پر دھاک بٹھا دی۔ پنڈت دیانند نے بھی اسلام سے چھیڑ چھاڑ شروع کی۔ ۱۲۹۵ھ میں رُڑکی میں مناظرہ ٹھہرا۔ عین وقت پر پنڈت فرار ہوگیا۔ چنانچہ آپ نے اس کے اعتراضات کا جواب اپنے رسالہ "قبلہ نما" میں عجیب و غریب دلائل سے دیا ہے۔

حج پہلا حج آپ نے ۱۲۷۷ھ میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں اور دوسرا حج ۱۲۹۴ھ میں حضرت گنگوہیؒ اور دوسرے اکابرینِ ملت کے ساتھ کیا۔

وصال دوسرے حج کے بعد ربیع الاوّل ۱۲۹۵ھ میں وطن واپس ہو رہے تھے کہ جدہ میں آپ کو سخت بخار آگیا۔ جہاز میں اتفاقًا وبائی مرض پھیل گیا۔ ایک دو آدمی روزانہ مرتے تھے۔ بمبئی پہنچ کر اس قدر کمزور ہو گئے کہ بیٹھنا مشکل تھا۔ نانوتہ پہنچ

---

[۱] جب حضرت نانوتویؒ مباحثہ شاہجہان پور سے مظفر و منصور واپس آئے تو مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے فرمایا مجھے آپ کی وفات قریب معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کو جو اُن سے کام لینا تھا پورا ہو گیا۔ وہ یہ کہ تمام مذاہب کے جھگڑے میں اسلام کی منادی ہو جاتے اور اللہ تعالیٰ کی حجت اس کے بندوں پر پوری ہو جائے۔ چنانچہ اس مناظرہ کے تھوڑا عرصہ بعد انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (ارواحِ ثلاثہ ص۲۸)

کر بخار تو جاتا رہا لیکن کھانسی ٹھہر گئی۔ اسی دوران مناظرہ رُڑکی پیش آیا۔ واپسی پر مرض اُبھر آیا اور بڑھتا رہا۔ چند مرتبہ دَورہ پڑا۔ حکیم مشتاق احمد صاحب دیوبند اور ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب مظفر نگری آپ کے معالج تھے۔ اسی دوران حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ کے انتقال پر سہارنپور تشریف لے گئے مگر شام کو واپس آ گئے۔ درمیان میں عارضی افاقہ ہُوا۔ آپ نے پڑھانا شروع کیا۔ مرض کا پھر حملہ ہُوا۔ آخر کار ۴ جمادی الاوّل ۱۲۹۷ھ بروز جمعرات بعد از نماز ظہر آپ کا انتقال ہُوا۔ آپ کے جنازے میں بہت سے رجال الغیب شریک ہُوئے جو جنازہ کے بعد دن میں نظر نہیں آئے۔ بہت سی تاریخیں لکھی گئیں۔ اختصار کے پیشِ نظر تین بزرگوں کی درج کرتا ہوں ؎

۱۔ حضرت مولانا فضل الرحمان صاحبؒ — وفات سرورِ عالَم کا یہ نمونہ ہے
۲۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ — گیا چراغ گل ہوا مصیبت پڑ آئی مصیبت
۳۔ حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ — پیوندِ خاک زہد و سخا ہوں ہزار حیف

{ ۱۲۹۷ھ

محبّتِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلم

سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے جو محبّت حضرت نانوتوی قدس سرّہٗ کو تھی اس کا اندازہ آپ کے ان چند اشعار سے لگائیے۔ سبحان اللہ ہر شعر سے محبت ٹپکتی ہے ؎

اڑا کے باد مری مشتِ خاک کو پسِ مرگ
کرے حضورؐ کے روضہ کے آس پاس نثار
دے یہ رُتبہ کہاں مشتِ خاک قاسم کا
کہ جائے کوچہ اطہر میں تیرے بن کے غبار
امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید یہ ہے
کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار!
جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں
مَروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مور و مار
جو یہ نصیب نہ ہو پھر کہاں نصیب مرے
کہ ہوں سگانِ حرم کی میں تیرے قطار

سخاوت

جس وقت آپ قطب عالم حضرت گنگوہیؒ کے ہمراہ حج کو جا رہے تھے ایک گروہ حضرت گنگوہیؒ کے پاس آیا کہ ہم بھی ہمراہ چلیں گے۔ آپ نے پوچھا زادِ راہ بھی ہے۔ انہوں نے کہا نہیں ایسے ہی توکّل پر چلیں گے مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا بڑے آئے توکّل کرنے والے، جاؤ اپنا کام کرو۔ حضرت نانوتویؒ سے اجازت چاہی تو آپ نے اجازت دے دی۔

ع ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

راستہ میں جو کچھ ملتا سب ان لوگوں کو دے دیتے۔ ساتھیوں نے عرض کیا آپ تو سب ہی دے دیتے ہیں کچھ تو اپنے پاس رکھتے۔ فرمایا:

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي۔ (ارواحِ ثلاثہ ص ۳۴۹)

کرامت

حج کے دوران کوئی حافظ نہ تھا۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ آپ روزانہ ایک پارہ حفظ کر کے شام کو تراویح میں سُنا دیتے اور آہستہ آہستہ یاد فرماتے تھے۔ کسی کو پتہ بھی نہ چلا اور قرآن پاک حفظ کر لیا۔ یہ آپ کی کرامت ہے۔ (ارواحِ ثلاثہ ص ۲۱۶)

ادب اور احترام

استفاضۂ علم میں ادب اور تقویٰ کو بڑا دخل ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے پوچھا تھا کہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے وہی کتابیں پڑھیں تھیں جن کو سب پڑھتے ہیں پھر ان کو اتنا علم کہاں سے آیا؟ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے فرمایا کہ اس میں کئی چیزوں کو دخل ہے ایک تو مولانا طب کی رُو سے معتدل مزاج تھے اس سے ان پر نفس کامل فائض ہوا۔ دوسرے یہ کہ استاد بڑے کامل ملے یعنی مولانا مملوک علی صاحبؒ جن کا علم و فضل مخفی نہیں۔ تیسری یہ بات کہ متقی اعلیٰ درجہ کے تھے۔ پھر ان میں استاد کا ادب بہت تھا اور پھر پیر بھی بڑے کامل ملے یعنی حضرت حاجی صاحبؒ۔

ادب کی یہ کیفیت تھی کہ مولانا ذوالفقار علی صاحبؒ جب بیماری میں آپ کے پاس آتے تو آپ اُٹھ کر بیٹھ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ مولوی صاحب موصوف نے دریافت کیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ تو فرمایا کہ حضرت آپ میرے اُستاد ہیں۔ اُنہوں نے

کہاکہ میں کہاں سے اُستاد ہو گیا۔

فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا مملوک علی صاحبؒ کسی کام میں تھے تو آپ سے فرمایا تھا کہ ذرا ان کو کافیہ کا سبق پڑھا دو۔ چنانچہ میں نے آپ سے سبق پڑھا تھا۔

دوسرا قصہ یہ ہے کہ تھانہ بھون کا ایک گندھی جس کو اہلِ علم سے محبت تھی مجھ سے (حضرت حکیم الامتؒ) کہتا تھا کہ ایک بار میں دیوبند میں مولانا کی مجلس میں حاضر ہُوا۔ مولانا نے فارغ ہو کر پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو؟ اُس نے کہا کہ تھانہ بھون سے آیا ہوں۔ یہ سُن کر گھبرا گئے اور فرمایا کہ بے ادبی ہُوئی وہ تو میرے پیر کا وطن ہے آپ آئے میں بیٹھا رہا، مجھ کو معاف کیجیے۔ وہ گندھی کہتا تھا کہ میں مولاناؒ کی اس حالت کو دیکھ کر شرمندگی سے مَرا جاتا تھا۔

ایک دفعہ حضرت حاجی صاحبؒ مولاناؒ کے ادب کا ذکر فرماتے تھے کہ میں نے اپنا ایک مسودہ مولاناؒ کو نقل کے لئے دیا۔ ایک مقام پر املاء میں غلطی ہو گئی تھی۔ مولانا اس مسودہ کو نقل کر کے لائے تو اس لفظ کی جگہ بیاض میں چھوڑ دی۔ صحیح بھی نہیں لکھا کیونکہ یہ تو حضرت حاجی صاحبؒ کے کلام کی اصلاح تھی اور غلط بھی نہیں لکھا۔ کیونکہ یہ علم کے خلاف تھا اور عمداً خطا تھی اور آکر فرمایا کہ اس جگہ پڑھا نہیں گیا اور غرض یہ تھی کہ دیکھ کر غلطی درست کر دیں مگر کس عنوان سے کہا۔ یہ نہیں کہ غلطی ہو گئی۔ چنانچہ حضرت حاجی صاحبؒ نے اپنے قلم سے کاٹ کر درست کر دیا۔ ان باتوں کے جمع ہونے سے یہ برکت آپ کو حاصل ہوئی۔)

(ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ ص۱۵۳ ارضاء الحق حصہ اول ص۲۷ کوثر العلوم ص۹)

پیر و مُرشد سے محبّت

واقعہ بیعت پر ایک مرتبہ پھر نگاہ ڈالئے اور پیر و مُرشد سے محبت کا اندازہ لگائیے۔

حضرت گنگوہیؒ اور حضرت نانوتویؒ اس قدر ذہین تھے کہ دورانِ طالب علمی جب آپس میں بحث ہو جاتی تو لوگ سُننے کے لئے جمع ہو جاتے۔ جب حضرت گنگوہیؒ دلائل دیتے تو لوگ سمجھتے کہ اب ان کا جواب نہ ہو سکے گا۔ لیکن جب حضرت نانوتویؒ رد فرماتے اور دلائل توڑتے تو لوگ دنگ رہ جاتے۔ حضرت گنگوہیؒ پھر جواب الجواب دیتے۔ پھر

حضرت نانوتویؒ۔ یہ مشغلہ عوام الناس کے لئے بڑا دلچسپ ہوتا۔ سب نہایت غور سے بحث سُنتے۔ سفرِ حج میں ایک مرتبہ مقتدا بننے کے بعد دونوں کی بحث ہوگئی اور کوئی بات طے نہ ہوئی۔ حضرت نانوتویؒ نے فرمایا چلو ہم حضرت حاجی صاحبؒ کے یہاں جا تو رہے ہیں اُن سے فیصلہ کرالیں گے۔ حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا وہ تو فنِ تصوف کے امام ہیں وہ یہ مسئلہ کیسے حل کرسکتے ہیں۔ حضرت نانوتویؒ نے فرمایا اگر وہ یہ مسئلہ حل نہ کرسکے تو ناحق ہم نے اُن سے تعلق پیدا کیا۔ جب مکّہ پہنچے تو پوچھنے سے قبل ہی حضرت حاجی صاحبؒ نے خود ہی اس کا صحیح فیصلہ فرمادیا۔ اس پر حضرت نانوتویؒ کو مسرت کی اور حضرت گنگوہیؒ کو تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی۔

(الافاضات الیومیہ)

شفقت علی الخلق

حضرت نانوتویؒ کے پاس اگر کوئی بیٹھا ہوتا تو اشراق اور چاشت بھی قضا کر دیتے تھے۔ (کمالات اشرفیہ ص۲۲۶) تاکہ اس کی دل شکنی نہ ہو۔ کیونکہ حضرت حاجی صاحبؒ کا ارشاد ہے کہ صرف تسبیح پھیرنا ہی نہیں دوستوں سے باتیں کرنا بھی عبادت ہے کیونکہ اس میں بھی تطییب قلب مومن ہے۔

نمونۂ کلام

حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ مع اپنے تمام شاگردوں کے دہلی کے مشاعروں میں جایا کرتے تھے تاکہ طلباء میں جولانی طبع پیدا ہو۔

(ماہنامہ دارالعلوم دیوبند مارچ ۱۹۵۱ء)

اس دور کے مشہور شعراء غالبؔ، ذوقؔ اور مومنؔ تھے۔ انہی کی بحر میں کہے ہوئے چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

رقیب مہر کے قابل عدو وفا کے لئے
بنے تھے ہم ہی فقط آپ کی جفا کے لئے

ہمیں تو صبر کو کہتے ہیں شیخ و واعظ سب
انہیں تو کوئی بھی کہتا نہیں وفا کے لئے

وہ بات کیا ہے کہ مرکر بھی قاتل بے رحم
قتیل تیرے تڑپتے رہے جفا کے لئے

باقی مستفیض اور محفوظ ہونے کے لئے آپ کے مطبوعہ کلام کا مطالعہ کرنا مناسب ہے۔

حضرت نانوتویؒ کا مقام پیرو مُرشد کی نظر میں

حضرت حاجی صاحبؒ نے اپنے رسالہ "ضیاء القلوب" فارسی میں الہام سے جو کچھ آپ کے متعلق تحریر فرمایا، ملاحظہ فرمائیے۔ ہم اس کا ترجمہ لکھتے ہیں :۔

"جو آدمی اس فقیر (حضرت حاجی صاحبؒ) سے محبت، عقیدت اور ارادت رکھتا ہے اُسے چاہیئے کہ مولوی محمد قاسم صاحبؒ اور مولوی رشید احمد صاحبؒ جو کہ تمام ظاہری اور باطنی کمالات کے جامع ہیں، میری طرح بلکہ مجھ سے بڑھ کر شمار کرے۔ اگرچہ معاملہ برعکس ہے وہ میری جگہ اور میں اُن کی جگہ ہوں، اُن کی صُحبت کو غنیمت سمجھے کیونکہ اُن جیسے آدمی اس زمانہ میں نایاب ہیں۔"

نیز آپ فرمایا کرتے کہ اگر حق تعالےٰ مجھ سے دریافت کرے گا کہ امداد اللہ کیا لائے؟ تو میں قاسمؒ اور رشیدؒ کو پیش کر دوں گا کہ یہ لے کر حاضر ہُوا ہوں۔"

(حیات اشرف)

حضرت نانوتویؒ نے ابتدائی تعلیم کے زمانے میں ذکر کے وقت زبان کے جکڑنے اور قلب پر بوجھ ہونے کی شکایت کی تو حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا یہ حالت ثقل وحی کا نمونہ ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ علمِ نبوّت سے آپ کو حصّہ ملے گا۔"

(اول الاعمال ص۳۹)

امیر شاہ خاں صاحب مرحوم و مغفور فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت حاجی صاحبؒ کی مجلس میں مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ ہو رہا تھا اور اُن کے مناقب بیان کئے جا رہے تھے۔ حضرتؒ نے مولانا نانوتوی قدس سرّہٗ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا مولانا اسماعیلؒ تو تھے ہی کوئی ہمارے اسماعیل کو بھی دیکھے۔"

(ارواحِ ثلاثہ ص۲۷۷)

حضرتِ نانوتویؒ کا مقام اکابرینِ اُمت کی نظر میں

حضرت گنگوہی قدس سرہٗ نے آپ کے انتقال پر فرمایا تھا۔ "اگر میرے پاس ایک چیز نہ ہوتی تو مَیں ہلاک ہو جاتا۔" وہ چیز تعلق مع اللہ ہے"۔ (الافاضات الیومیہ جلد ۳ ص۲۲۶) نیز آپ کو مجتہد وقت کہا کرتے۔

(کمالاتِ اشرفیہ ص۲۲۶)

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ شجرہ چشتیہ عالیہ امدادیہ میں آپ سے سلسلہ بیعت رکھنے والوں کے توسل کے لئے فرماتے ہیں ؎

بحق رہنمائے اہلِ تحقیق	امام اہلِ حق اولاد صدیق
ملاذ خاص وعام از نقصِ ایماں	پناہ ہر امیر نفس وشیطان
باں کو شد محمد قاسمش نام	فیوض غیب را بر جملہ قسّام

(مناجاتِ مقبول ص۲۲۴)

نیز آپ کے علم کے بارے میں فرمایا۔ آج صبح کی نماز میں سورۂ مزمل پڑھ رہا تھا کہ اچانک علوم کا اتنا عظیم الشان دریا میرے قلب کے اُوپر گزرا کہ مَیں تحمل نہ کر سکا۔ قریب تھا کہ میری رُوح پرواز کر جاتے مگر وہ دریا جیسا ایک دم آیا ایک دم نکل گیا۔ نماز کے بعد غور کرنے پر منکشف ہُوا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ ان ساعتوں میں میرٹھ میں میری طرف متوجّہ ہُوئے تھے۔ یہ اُن کی توجّہ کا اثر تھا۔ پھر فرمایا اللہ اکبر جس شخص کی توجہ کا یہ اثر ہے کہ علوم کے دریا قلب میں موجیں مارنے لگیں اور تحمّل دشوار ہو جائے تو خود اس شخص کے قلب کی وسعت وقوت کا کیا حال ہوگا جس میں وہ خود علم سماتے ہوں اور وہ کس طرح ان علوم کا تحمّل کئے ہُوئے ہوگا۔

نیز مولانا موصوف نے فرمایا ایک مرتبہ مَیں نے کسی مسئلہ کے متعلق حضرت قدس سرہٗ سے سوال کیا۔ اس وقت مولاناؒ پر خاص کیفیت طاری تھی۔ اس مسئلہ پر تقریر شروع کی تو الفاظ بھی غیر مانوس اور غیر مستعمل اور معانی بھی غیر جیسے میں کچھ بھی نہ سمجھا۔ مَیں نے کہا کچھ نازل ہو کر تقریر فرمائیے۔ اس مرتبہ لفظ مانوس مگر معانی غیر مانوس اور قطعاً بلند تھے جیسے مَیں کچھ بھی نہ سمجھا۔ مَیں نے پھر عرض کیا مَیں نہیں سمجھا۔ پھر اس سے اُتر کر تقریر فرمائی

جو قریب الی الفہم آگئی۔ مگر میں پھر بھی نہیں سمجھا۔ پھر عرض کیا گیا تو فرمایا مولانا پھر کسی وقت پوچھئے گا۔ (امیر الروایات فی حبیب الحکایات)۔

مکہ معظمہ میں مشہور بزرگ حضرت خلیل پاشا مہاجر مکیؒ نے حضرت حکیم الامتؒ سے ہندی علماء کی تعریف کی کہ اُن میں طمع دُنیا نہیں ہوتی اور متقی ہوتے ہیں۔ حضرت حکیم الامتؒ نے دریافت کیا کہ کن کن ہندی علماء سے ملنے کا اتفاق ہوا تو انہوں نے حضرت گنگوہیؒ اور حضرت نانوتویؒ کا نام بتایا۔ حضرت حکیم الامتؒ نے دل میں کہا بھلا پھر کیوں نہ تعریف کریں۔ (اشرف السوانح ج ۱ ص ۲۰۳)

حضرت حکیم نواب محمد مصطفےٰ خاں صاحب شیفتہؒ کی عادت تھی کہ جب حضرات اکابر دیوبند تشریف لاتے تو مراقب ہو کر نسبت کی ٹوہ میں لگ جاتے۔ حضرت نانوتویؒ کی حاضری پر اموجان سے خطاب کر کے فرمایا کہ مَیں نے بڑے بڑے لوگ دیکھے ہیں لیکن مولانا کی نسبت کا تو کہیں پتہ ہی نہیں۔ (روایات الطیب)

حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں رازیؔ اور غزالیؔ پیدا ہونا بند ہو گئے مگر بالکل غلط ہے، ہمارے حضرات رازیؔ اور غزالیؔ سے کم نہ تھے۔ علوم میں بھی کمال میں بھی۔ بات یہ ہے کہ حیات میں قدر نہیں ہوتی۔ مرجانے کے بعد رحمۃ اللہ علیہ اور پچاس برس گزر جانے کے بعد قدس سرہٗ ہو جاتے ہیں اور اس تماثل کے معلوم ہونے کا بڑا اچھا معیار ہے۔ ان کی تحقیقات کو بھی دیکھ لیا جائے۔ اس سے بھی معلوم ہو جائے گا۔ (الاضافات الیومیہ جلد ۲ ص ۲۹۹)

مرشدنا حضرت حکیم الامتؒ یہ بھی فرماتے کہ اگر ان کتابوں کا ترجمہ عربی میں کیا جائے اور یہ نہ بتایا جائے کہ کس کی تصنیف ہے؟ تو لوگ امام غزالیؒ اور امام رازیؒ کی تصنیف سمجھیں۔

حضرت نانوتویؒ سرسید احمد خاں کی نظر میں

اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَآءُ

اگرچہ حضرت نانوتویؒ اور سرسید کلاس فیلو تھے۔ دونوں ایک ہی اُستاد حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ کے شاگرد تھے مگر بعد میں سرسید نے دینی مسائل میں اختراع اور

جدت اختیار کی جس سے مسائل میں اختلاف رہا۔ اور یہ اختلاف" مکاتیب بنام سرسید"
کے نام سے چھپا ہے۔ مگر حضرت نانوتویؒ کے انتقال پر سرسید کے تعزیتی الفاظ مقالات
سرسید سے نقل کئے جاتے ہیں :۔

"افسوس ہے کہ جناب ممدوح مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے ۱۵ اپریل ۱۸۸۰ء کو ضیق النفس کی بیماری میں انتقال فرمایا۔ زمانہ بہتوں کو رویا ہے اور آئندہ بھی بہتوں کو روئے گا۔ لیکن ایسے شخص کے لئے رونا جس کے بعد اس کا کوئی جانشین نظر نہ آتے، نہایت رنج وغم اور افسوس کا باعث ہے۔ زمانہ تحصیل میں جیسا کہ وہ ذہانت، عالی دماغی، فہم و فراست میں معروف و مشہور تھے۔ ویسے نیکی اور خدا پرستی میں بھی زبان زد اہلِ فضل و کمال تھے۔ ان کو جناب مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ کی صحبت نے اتباعِ سنت پر بہت راغب کر دیا تھا۔ اور حاجی امداد اللہ کے فیضِ صحبت نے ان کے دل کو نہایت عالی مرتبہ کا دل بنایا تھا۔ خود بھی پابندِ شریعت تھے اور دوسروں کو بھی پابندِ شریعت و سنت کرنے میں زائد از حد کوشش کرتے تھے۔ بایں ہمہ عام مسلمانوں کی بھلائی کا اُن کو خیال تھا۔ مسائل خلافیہ میں بعض لوگ اُن سے ناراض تھے مگر جہاں تک ہماری سمجھ ہے مولانا مرحوم کے کسی فعل کو خواہ کسی سے ناراضی کا ہو خواہ کسی سے خوشی کا ہو کسی طرح ہوائے نفس یا ضد یا عداوت پر محمول نہیں کر سکتے۔ ان کے تمام کام اور افعال جس قدر تھے بلا شبہ للّٰہیت اور ثوابِ آخرت کی نظر سے تھے اور جس بات کو وہ حق اور سچ سمجھتے تھے اسکی پیروی کرتے تھے اور کسی سے خوش ہونا بھی خدا کے واسطے تھا اور ان کا کسی سے ناراض ہونا بھی صرف اللہ کے لئے تھا۔ کسی کو مولانا موصوف اپنے ذاتی تعلقات کے سبب اچھا یا برا نہیں جانتے تھے۔ مسئلہ حبّ للّٰہ اور بغض للّٰہ اُن کے برتاؤ میں تھا۔ اُن کی تمام خصلتیں فرشتوں کی سی خصلتیں تھیں۔ ہم اپنے دل سے اُن کے ساتھ محبت رکھتے تھے۔ اور ایسا شخص جس نے ایسی نیکی سے اپنی زندگی بسر کی ہو، بلا شبہ نہایت محبت کے

لائق ہے۔"

(ماخوذ برصغیر کے اسلامی مدارس اور معاشرے پر اُن کے اثرات
مؤلفہ شمس الاسلام حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی دامت برکاتہم
ماہنامہ البلاغ کراچی ذیقعد ۱۳۸۸ھ)

حضرت حکیم الامتؒ اور حضرت حجۃ الاسلامؒ

حضرت حکیم الامتؒ کو اپنی طالب علمی کے زمانے میں حضرت نانوتویؒ کی زیارت کا اکثر موقع ملا۔ لیکن حضرت حکیم الامتؒ کے دیوبند پہنچنے کے ایک سال بعد ہی حضرت حجۃ الاسلام کا انتقال ہو گیا۔ اس لئے خاص خصوصیت پیدا ہونے کا موقع نہ تھا۔ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ تحریر فرماتے ہیں :۔

"تاہم احقر نے حضرت والاؒ سے بعض ایسے واقعات سُنے ہیں جن سے مولانا کی عنایت خاص مترشح ہوتی ہے کیونکہ عادۃً ایسا معاملہ اسی کے ساتھ کیا جاتا ہے جس کے ساتھ کچھ خصوصیت ہو۔

۱۔ مثلاً ایک بار ازراہِ شفقت دریافت فرمایا کونسی کتابیں پڑھتے ہو؟ حضرت حکیم الامت پر اس قدر رعب و داب غالب ہوا کہ کتابوں کے نام بھول گئے۔ پھر مولاناؒ نے دوسری باتیں شروع کیں تاکہ ہیبت کا اثر کم ہو جائے اور حضرت حکیم الامتؒ کی طبیعت کھل جائے۔ چنانچہ فرمایا! ایک ہوتا ہے پڑھنا اور ایک گننا۔ محض پڑھنا کافی نہیں گننے کی ضرورت ہے پھر ایک مثال بیان فرمائی۔ ایک حافظِ ہدایہ تھے، مگر سمجھ کر نہ پڑھی تھی انہوں نے سمجھ کر پڑھی تھی، کہا ایک مسئلہ ہدایہ میں ہے۔
حافظ ہدایہ نے انکار کیا کہ یہ مسئلہ ہدایہ میں نہیں، مَیں تو ہدایہ کا حافظ ہوں مگر جب دوسروں نے کتاب کھول کر عبارت پڑھ کر استنباط کیا تو حافظ ہدایہ حیران رہ گئے۔ اتنا فرما کر حضرت حکیم الامتؒ سے فرمایا کہ یہ فرق ہے پڑھنے اور گِننے میں۔

۲۔ ایک سیاح دیوبند آتے اُن کے لڑکے نے چھتہ کی مسجد میں قرآن پاک سُنایا

اس کے بعد حضرت نانوتویؒ نے حضرت حکیم الامتؒ سے تلاوت کی فرمائش کی جسے حکیم الامتؒ نے پورا کیا۔

۳۔ حضرت ملّا محمود صاحب دیوبندیؒ جو بہت حلیم الطبع تھے۔ ایک طالب علم پر سخت ناراض ہوئے اور گھونسہ مارا مگر طالب علم کے فوراً اُٹھنے کے سبب خود ان کے ہاتھ پر چوٹ آئی جس سے اور غصّہ آیا اس لئے مارنے کھڑے ہوگئے تو طالب بھاگا تو انہوں نے اپنا جُوتا اُتار کر مارا۔ حضرت حجۃ الاسلامؒ قریب ہی دیکھ رہے تھے۔ حضرت حکیم الامتؒ سے حال دریافت کیا اور فرمایا میں سمجھتا تھا کہ مُلّا صاحب میں تین عنصر ہیں، آب، باد، خاک، چوتھا عنصر نار ہے ہی نہیں، مگر آج معلوم ہوا کہ نہیں چاروں عنصر موجود ہیں اور واقعہ سُن کر بہت ہنسے۔"

(اشرف السوانح جلد ۱ ص ۲۲۵)

حضرت حکیم الامتؒ از راہ عقیدت اور شوق تحصیل علوم حضرت نانوتویؒ کے درس جلالین میں شرکت فرماتے۔ حالانکہ تقریر اس قدر مشکل ہوتی تھی کہ کچھ سمجھ نہ آتی تھی[۱]۔ (اشرف السوانح جلد ۱ ص ۳۲۶)

چونکہ حضرت حکیم الامتؒ کو حضرت نانوتوی قدس سرہٗ سے استفادہ و استفاضہ کا کم موقع ملا۔ اس لئے احقر کو حضرت حکیم الامتؒ کی تصانیف مواعظ حسنہ اور ملفوظات بہت کم ملے۔ تاہم جو کچھ جمع ہو گئے وہ موتیوں سے کم نہیں۔

ع۔ گوہر شناس ہے تو انہیں موتیوں میں تول۔

۱؎ کیونکہ اس وقت حضرت تھانویؒ بچے تھے اور ابتدائی کتب پڑھتے تھے۔

علوم و معارف حضرت نانوتویؒ

بروایت حکیم الامت مولانا تھانویؒ

۱۔ لطیفہ کُلُّ جَدِیْدٍ لَذِیْذٌ

فرمایا: "کُلُّ جَدِیْدٍ لَذِیْذٌ" پر مجھے مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا لطیفہ یاد آیا کہ مولاناؒ کا معمول تھا کہ امراء کو تو چٹنی ساگ پات کھلاتے تھے اور غرباء کو پلاؤ زردہ اور مرغن کھلاتے۔ کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا قاعدہ ہے کُلُّ جَدِیْدٍ لَذِیْذٌ نئی چیز مزیدار ہوتی ہے تو میں اپنے مہمانوں کو نئی چیز کھلانا چاہتا ہوں تاکہ لذت زیادہ آئے۔ پس امراء کے لئے تو یہ معمولی کھانے جدید ہیں۔ مرغن تو وہ اپنے گھر میں ہر روز کھاتے ہیں اور غرباء کے لئے مرغن کھانے جدید ہیں۔ یہ تو مولانا کا لطیفہ تھا۔ ورنہ اصل وجہ یہ تھی کہ مولانا کے دل میں غرباء کی وقعت امراء سے زیادہ تھی۔

(اصلاح ذات البین ص۵ الافاضات الیومیہ ص۲۶۲ ج۲ راحت القلوب ص۳۶)

۲۔ نرمی سے نصیحت

فرمایا: مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا واقعہ ہے کہ ایک خان صاحب مولاناؒ کے بڑے دوست تھے، مگر لباس ان کا خلافِ شریعت تھا اور وہ جمعہ کے روز مولاناؒ ہی کے پاس آکر غسل کرتے، کپڑے بدلتے اور جمعہ پڑھتے اور انداز سے یہ معلوم تھا کہ پکے آدمی ہیں کہنے سے نہ مانیں گے۔ مولاناؒ نے ایک جمعہ کو اُن سے فرمایا کہ میاں آج دو جوڑے لیتے آئیے، ہم بھی تمہاری وضع کا لباس پہنیں گے۔ وہ صاحب بے حد متاثر ہوئے اور عرض کیا کہ خدا نہ کرے آپ مجھ خبیث کی وضع پر رہیں۔ آپ ہی مجھ کو ایک جوڑا دیجئے میں اُس کو پہنوں گا اور ہمیشہ کے لئے اس لباس سے توبہ کر لی۔ حق تعالےٰ نے نرمی

میں خاصّہ رکھا ہے جذب کا۔ (الافاضات الیومیہ ج ۳ صـ۲۳)

اس لئے ہمیشہ نرمی سے نصیحت کرنا چاہیئے۔ شیخ سعدی مرحوم نے سچ فرمایا ہے کہ ؎

درشتی وسختی نیاید بکار ۔۔۔ بنرمی زآید زسوراخ مار

۳۔ اہل اللہ کو دنیا عزت سے ملتی ہے

فرمایا: حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا فرمانا یاد آگیا کہ دُنیا ہمیں بھی ملتی ہے اور امراء کو بھی، مگر اتنا فرق ہے کہ ہم کو عزت کے ساتھ ملتی ہے اور اُن کو ذلت کے ساتھ، مگر اس استغناء کا حاصل اپنی عزت کی حفاظت ہے نہ کہ امراء کی تحقیر کیونکہ کسی کی تحقیر بہت بُری بات ہے۔ (الافاضات الیومیہ ج ۳ صـ۲۶)

۴۔ جسقدر علم بڑھتا ہے تقلید کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے

فرمایا: ایک غیر مقلد نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی تقریر سُن کر کہا کہ آپ مجتہد ہو کر تعجب ہے کہ تقلید کرتے ہیں۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ مُجھ کو اس سے زیادہ اس پر تعجّب ہے کہ آپ غیر مجتہد ہو کر تقلید نہیں کرتے۔ اور مَیں کہتا ہوں کہ ان بزرگ نے اس سے تقلید کی ضرورت سمجھ لی ہوگی کہ جب اتنا بڑا شخص مقلد ہے تو ہم کس شمار میں ہیں؟ حضرت جس قدر علم بڑھتا ہے تقلید کی ضرورت زیادہ محسوس ہوتی جاتی ہے اس لئے کہ اُن کے سامنے ایسے مواقع بہت آتے ہیں جہاں اپنی رائے کام نہیں دیتی۔

(الافاضات الیومیہ ج ۳ صـ۱۴۲)

۵۔ شانِ مسکنت وغربت حضرت نانوتویؒ

فرمایا: حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی ایک طالب علم نے دعوت کی۔ آپ نے فرمایا کہ ایک شرط سے منظور ہے کہ خود کچھ مت پکانا گھروں میں جو تمہاری روٹیاں مقرر ہیں وہی ہم کو بھی کھلا دینا۔ اُس نے منظور کر لیا۔ یہ ہے شانِ مسکنت اور غربت اور انکساری اور عاجزی کی کہ اتنا بڑا شخص اور اس طرح اپنے کو مٹائے ہوئے تھا۔ (الافاضات الیومیہ ج ۳ صـ۱۹۷)

۶۔ شانِ استغناء

فرمایا: حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا قصہ ہے کہ بریلی کے ایک رئیس نے غالباً چھ ہزار روپیہ پیش کیا کہ کسی نیک کام میں لگا دیجئے۔ فرمایا کہ لگانے کے بھی تم ہی اہل ہو تم ہی خرچ کر دو۔ اُس نے عرض کیا کہ میں کیا اہل ہوتا۔ فرمایا میرے پاس اس کی دلیل ہے وہ یہ کہ اگر اللہ تعالےٰ مُجھ کو اہل سمجھتے تو مُجھ کو ہی دیتے۔ تبسّم فرماتے ہوئے حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا کہ اس کا جواب تو تھا کہ حضرت! اللہ میاں دے تو رہے ہیں۔

(الافاضات الیومیہ ج ۳ صـ ۱۹۹)

۷۔ محقق کی قِسمیں

فرمایا: آج کل درویشوں کی دو قسمیں ہیں ایک محق ایک مبطل۔ پھر محق کی دو قسمیں ہیں ایک محقق ایک غیر محقق۔ باستثناء محققین کے کہتا ہوں کہ آج محق بھی اس کی کوشش کرتے ہیں کہ امراء سے تعلق ہو۔ باوجودیکہ وہ اہلِ حق ہیں، دوکاندار نہیں، مگر پھر بھی اس کی کوشش کرتے ہیں کہ امراء سے تعلق ہو گو اُن کی نیت بُری نہیں مگر پھر بھی اس مذاق کا ضرر زیادہ ہے۔ اس لئے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ اس سے بہت سختی کے ساتھ نفرت رکھتے تھے۔ لوگوں کو معلوم نہیں کہ ان لوگوں سے تعلق رکھنے میں گو حبِ دُنیا بھی نہ ہو تب بھی بڑا مفسدہ ہے جس کا بکثرت مشاہدہ ہو رہا ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۲ صـ ۲۱۲)

مثلاً وہ علماء کو دل سے حقیر سمجھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ علماء ہمارے محتاج ہیں اور ہمارے پاس دُنیا ہے اس لئے وہ ہماری خوشامد کرتے ہیں، حالانکہ درحقیقت اہلِ دُنیا اہلِ دین کے محتاج ہیں۔ اہلِ دین بجز اللہ کے کسی کے محتاج نہیں۔

۸۔ اصلاح رعایت سے نہیں ہوتی

فرمایا: حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا یہ مقولہ سُنا ہے کہ جس کا پیر ٹرانہ ہو اُس مرید

کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ مولانا احمد حسن صاحب امروہیؒ بڑے نازک مزاج تھے۔ عالی خاندان تھے۔ دیوبند پڑھنے آئے۔ مولاناؒ نے دیکھا کہ صلاحیت ہے ان میں عالی دماغ ہیں۔ اب تربیت بھی ساتھ ساتھ شروع فرما دی۔ حضرت ان کو چاہتے بہت تھے۔ مگر اصلاح میں ذرا رعایت نہ کرتے تھے۔ کوئی جولاہا آتا دعوت کرنے، فرماتے ایک لڑکا بھی ساتھ ہوگا۔ وہ خوشی سے قبول کر لیتے۔ کہیں چٹائی پر بیٹھ کر اور کہیں کمبل پر بیٹھ کر روٹی کھانی پڑتی۔ اس میں ترکِ تکلف کی عادت ڈالنا مقصود تھی۔

ایک گاؤں والا ایک گاڑھے کا تھان حضرت مولاناؒ کے واسطے لایا۔ حضرتؒ نے درزی کو بُلا کر فرمایا کہ اس میں سے اس لڑکے کے واسطے کُرتہ پاجامہ قطع کر کے سی دو۔ ان کو یہ معلوم ہوتا تھا۔ جیسے کسی نے بندوق مار دی ہو۔ مگر پھر بھی پہننا پڑا۔ اور سب تکلف طبیعت سے رخصت ہُوا۔ مگر گو لطافت اس وقت بھی رہی۔ لطافت تو فطری چیز ہے مگر کبر کا نام و نشان نہ تھا۔

غرض اصلاح اس طرح ہوتی ہے اور گو اس متشددانہ طریق سے اصلاح کرنے کی ہمارے بزرگوں میں کثرت نہ تھی۔ مگر اس وقت اس کی بھی ضرورت نہ تھی کیونکہ پہلے طالبوں کی طبیعت میں سلامتی تھی اور اب نہیں۔ فرق کی وجہ یہی ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۳ ص ۲۸)

اس ملفوظ سے یہ بھی معلوم ہُوا کہ پہلے امراء علمِ دین کے لئے کتنی صعوبتیں برداشت کرتے تھے۔ اب تو مدارسِ دینیہ میں امرار کی اولاد کا نام و نشان بھی نظر نہیں آتا ؎

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
اور کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

مقولہ۔ پیر ٹترا نہ ہو، کی بابت حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا کہ حضرت مولانا نے ایک لفظ میں حقیقت کو ظاہر فرما دیا۔ یہ ان بزرگوں کی رائے ہے جو مجسم اخلاق تھے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۲ ص ۱۰۵، ص ۱۰۳)

۹- اہلِ محبّت کی بے چینی برداشت نہیں ہوتی

فرمایا: اہلِ محبت کے باب میں میری طبیعت حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ جیسی ہے۔ کسی اہلِ محبّت کے بے چینی اور بے قراری برداشت نہیں ہوتی۔ یہی حضرتؒ کی حالت تھی کہ کسی اہلِ محبّت کی بے چینی برداشت نہ فرما سکتے تھے۔ بشرطیکہ خلافِ شریعت نہ ہو۔ اور اگر خلافِ شریعت ہو تو ایسی تیسی میں جائیں محبت اور اہلِ محبت بھی۔

(الافاضات الیومیہ ج ۲ ص ۱۱۳)

۱۰- گریہ کے لئے سامان

گریہ کے مضمون پر ایک صاحب نے شیعوں کی مجالس کا ذکر کیا کہ وہ رونے ہی کو ذریعۂ نجات سمجھتے ہیں اور اس کے لئے سامان مہیا کرتے ہیں۔ فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ وہ رنج ہی کیا ہُوا جو اتنے سامان کے بعد رونا آوے۔ (الافاضات الیومیہ ج ۲ ص ۲۴۶)

۱۱- تواضع حضرت نانوتویؒ

فرمایا: حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ میرٹھ میں مثنوی شریف پڑھاتے تھے۔ ایک درویش بھی شریک ہوتے تھے۔ کئی روز مثنوی سُن کر کہتے ہیں کہ مولانا اگر درویش ہوتے تو کیا اچھا ہوتا۔ انھوں نے ایک روز محبّت سے کہا کہ میں آپ کو توجّہ دینا چاہتا ہوں ذرا بیٹھ جائیے۔ ان کی نیت یہ تھی کہ کیفیت محمودہ کا مولاناؒ پر القاء کریں۔ حضرت مولانا براہ تواضع بیٹھ گئے۔ وہ متوجّہ ہوئے۔ تھوڑی ہی دیر میں گھبرا کر کہنے لگے کہ حضرت بڑی گستاخی ہوئی معاف کیجئے، مجھ کو کیا خبر تھی کہ آپ کتنی دُور پہنچے ہُوئے ہیں۔

اس سلسلہ میں فرمایا کہ ایک صاحب سے جنہوں نے مولانا موصوف اور حضرت حاجی صاحبؒ کا درسِ مثنوی سنا تھا کسی نے پوچھا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور حاجی صاحبؒ کے مثنوی پڑھانے میں کیا فرق ہے؟ کہا کہ حضرت حاجی صاحبؒ تو

مثنوی پڑھاتے تھے اور مولانا نہ معلوم کیا پڑھاتے تھے؟ عجیب جواب ہے، دونوں پہلو نکل سکتے ہیں۔ ایک اور درویش نے کہا ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کا مثنوی پڑھانا ایسا ہے کہ مکان کے اندر لے جاکر کھڑا کر دیا کہ خود دیکھ لو۔

(الافاضات الیومیہ ج ۲ ص ۲۹۹)

۱۲۔ مشتبہ مال سے بچنے کا اہتمام

فرمایا: بزرگوں نے مشتبہ مال سے بچنے کا بڑا اہتمام کیا ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی ایک شخص نے دعوت کی۔ کھانا مشتبہ تھا۔ آپ نے اس کی دلجوئی کے لئے کھا تو لیا مگر گھر پر آکر قے کر کے سب نکال دیا۔ اس سے ایک طالب علمانہ شبہ ہو سکتا ہے وہ یہ کہ تناول کا ارتکاب تو ہو ہی چکا تھا جو مذموم ہے۔ پھر ایسا کرنے سے کیا نفع ہوا؟ جواب یہ ہے کہ ایک تو فعل ہے کھانا وہ تو بے شک واقع ہو چکا مگر دوسری چیز ہے جزوِ بدن بننا۔ جزوِ بدن بننے سے جو ظلمت ہوتی اس سے بچاؤ کیا۔ جیسا حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بے خبری میں اجرتِ کہانت کا دودھ پی لیا تھا جس پر کوئی مواخذہ نہ تھا مگر پھر بھی خبر ہونے کے بعد قے کر دی۔ اس کا بھی یہی نفع تھا۔ حدیث کُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ فَالنَّارُ اَوْلٰی بِہٖ۔ (جو گوشت حرام مال سے پیدا ہوا ہے اس کے لئے آگ ہی بہتر ہے) میں اس طرف اشارہ بھی ہو سکتا ہے۔ باقی رہا مشتبہ کھانے کا تو وہ فتویٰ سے حرام نہ تھا۔ دلجوئی کی مصلحت اس میں بھی کراہت پر راجح تھی۔ یہاں جزوِ بدن بننے کے متعلق ایک ضروری تنبیہ ہے کہ اگر حرام کا تناول بقصد نہ ہو تو محض جزوِ بدن بن جانا موجب نار نہیں۔ پھر اشارہ کی حقیقت یہ ہو گی کہ گو یہ خود معصیت نہ ہو مگر اس سے اب مادہ پیدا ہو گا کہ وہ معصیت کی طرف داعی ہو گا۔ سو اگر مقادم قوی نہ ہو تو بواسطہ صدور اختیاری کے نار کے لئے موجب ہو جائے گا۔

(الافاضات الیومیہ ج ۲ ص ۳۰۰)

❊

۱۳۔ حضرت حاجی صاحبؒ سے محبّت

فرمایا: ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے فرمایا کہ بھائی پڑھنا پڑھانا تو اور چیز ہے مگر بیعت تو ہوں گے حضرت امدادؒ ہی سے۔ حضرت مولاناؒ کو حضرتؒ کے ساتھ عشق کا درجہ تھا۔ (الافاضات الیومیہ ج ۲ ص ۳۰۵)

۱۴۔ نبیح الدین نام رکھنا

فرمایا: مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوتا تھا جس کو لوگ بنیا بنیا کہتے تھے۔ ایک دفعہ اُس نے مولانا سے درخواست کی کہ میرا ایک خط لکھ دیجئے۔ مولانا نے خط لکھ دیا۔ جب اُس کا نام لکھنے لگے تو اُس نے کہا، بنیا نہ لکھئے نبی الدین لکھئے۔ مولانا نے مزاحاً فرمایا تمہیں نبیح الدین ہو گا اور یہ نباح سے مشتق ہے جس کے معنی بھونکنے کے ہیں مگر اس کو تو لغت کی کچھ خبر نہ تھی۔ وہ اس کو گاتا پھرتا تھا کہ میرا نام نبیح الدین ہے مجھے بنیا نہ کہا کرو۔ لوگ ہنستے تھے کہ بے وقوف یہ تو بُرا نام ہے۔ وہ کہتا واہ مولانا نے میرا نام یہی لکھا ہے۔ (جمال الجلیل ص ۲۶)

۱۵۔ فنِ تعبیر میں مہارت

فرمایا: ایک زمانہ میں مولانا محمد منیر صاحب نانوتویؒ نے سرکاری اسکول میں ملازمت کے لئے گورنمنٹ کے یہاں درخواست دے رکھی تھی۔ اسی زمانے میں خواب دیکھا کہ بریلی سے کچھ بطیں اُن کے مکان کی طرف آ رہی ہیں، یہ خواب مولانا محمد قاسم صاحبؒ سے عرض کیا۔ فرمایا اگر مٹھائی کھلاؤ تو اور تعبیر ہے اور مٹھائی نہ کھلاؤ تو اور تعبیر ہے۔ انہوں نے مٹھائی کا وعدہ کیا تو فرما دیا تم بریلی میں بیس روپے کے ملازم ہو جاؤ گے۔ اس کی حقیقت پوچھنے پر فرمایا کہ لفظ بط کے عدد فارسی کے اعتبار سے گیارہ ہیں اور اس میں ط مشدد ہے۔ میں نے اس کو مکرر لے کر بیس سے تعبیر دی اور معبر کو یہ اختیار ہے، چاہے مکتوبی حروف کا اعتبار کرے یا ملفوظی کا۔ (الاستمداد التوبہ ص ۳۱)

۱۶۔ غالب علی الاخلاق

فرمایا: ایک صالح شخص کو محض تذکرہ سے لوگوں نے ایک مردار کا عاشق بنا دیا۔ پھر اس شخص نے حضرت مولانا گنگوہیؒ اور حضرت مولانا محمد قاسمؒ سے مشورہ کیا کہ میں اس عورت سے نکاح کر لوں یا نہیں؟ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ ہرگز نکاح نہ کرو، تم شریف خاندانی ہو اور وہ بازاری عورت ہے اس سے نسل پر بُرا اثر پڑے گا۔ مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے یہ مشورہ دیا کہ نکاح کر لو۔ مولانا اس شخص کی حالت سے متاثر ہو گئے اور یہ سمجھے کہ اس کی یہ بے قراری جبھی زائل ہو گی جبکہ اس سے نکاح کرے گا۔ اس واسطے مولاناؒ نے نسل کی خرابی پر نظر نہ کی۔ کامل الاخلاق دونوں تھے اور دونوں اس کی حالت سے متاثر ہوتے مگر ایک غالب علی الاخلاق تھے ایک مغلوب علی الاخلاق تھے۔ اور یہ امر غیر اختیاری ہے اس میں کسب کو دخل نہیں۔ حق تعالےٰ جس کو چاہیں غالب علی الاخلاق کر دیتے ہیں اور جس کو چاہیں مغلوب علی الاخلاق کر دیتے ہیں۔ بلکہ بعض دفعہ ایک ہی شخص ایک خلق پر غالب اور دوسرے خلق سے مغلوب ہوتا ہے یہ بھی غیر اختیاری ہے اور گو کمال یہ ہے کہ سالک غالب علی الاخلاق ہو۔ مگر یہ کمال غیر اختیاری ہے اس لئے اس میں ایک کو دوسرے پر رشک نہ کرنا چاہیئے۔

(عصم الصنوف عن رغم الانوف ص۲۶)

۱۷۔ تواضع لباس

فرمایا: حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی یہ حالت تھی کہ لباس ایسا پہنتے تھے جس سے کوئی نہ سمجھ سکے کہ یہ عالم ہیں، نہ عبا پہنتے تھے نہ چوغا نہ ململ پہنتے تھے نہ تنزیب بلکہ گاڑھا مارکین آپ کا لباس تھا اور اسی لباس سے آپ بڑے بڑے مجمعوں میں تشریف لے جاتے تھے۔ مگر آپ کے سامنے سارے عبا اور جبہ والے دھرے رہ جاتے تھے۔ آپ ہی کا نام چمکتا تھا اور کسی کو کوئی پوچھتا بھی نہ تھا۔ مباحثہ شاہجہان پور میں جو مخالفینِ اسلام کے مقابلہ میں بڑا عظیم الشان مناظرہ تھا۔ بڑے بڑے عبا قبا والے

موجود تھے اور حضرت مولانا اسی معمولی کُرتہ اور لُنگی میں تھے مگر جب آپ نے تقریر کی تو عوام پر اتنا اثر تھا کہ شاہجہان پور کے ہندو مہاجن اور بنئے یہ کہتے تھے کہ نیلی لُنگی والا مولوی جیت گیا۔ ایسی تقریر کی جیسے دریا بہتا ہے۔ کسی کو اس کی بات کا جواب نہیں آیا۔ نیز مولانا کی یہ بھی عادت تھی کہ سفر میں اپنا نام کسی پر ظاہر نہ کرتے تھے اور ساتھیوں کو بھی ممانعت تھی کہ کسی پر نام ظاہر نہ کریں اور اگر کوئی آپ ہی سے پوچھتا کہ جناب کا نام کیا ہے فرماتے خورشید حسین کیونکہ آپ کا تاریخی نام یہی ہے مگر اس نام سے لوگ واقف نہ تھے۔ اس لئے کوئی نہ سمجھتا کہ مولانا محمد قاسم صاحب یہی ہیں اور اگر کوئی وطن کا نام پوچھتا تو الہ آباد فرماتے، نانوتہ کا نام نہ لیتے۔ رفقاء نے کہا حضرت آپ کا وطن الہ آباد کدھر سے ہو گیا۔ یعنی یہ تو کذب ہے۔ فرمایا نانوتہ بھی خدا ہی کا آباد کیا ہُوا ہے۔ پس لغۃً ہر بستی الہ آباد ہے۔ یعنی کذب لازم نہ آیا بلکہ توریہ ہُوا۔

وفی المعاریض مندوحۃ عن الکذب کما رقم حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فی الحاشیہ - الفاظ القرآن ص۲۱

۱۸- ایک شعر بر موقع عجیب

فرمایا: ؎

جو تھے مژگان پر خون سب وہ خار دلنشین نکلے
جنوں پہ کیسے تیر نشتر کہیں ڈوبے کہیں نکلے

مولانا محمد قاسم قدس سرہٗ نے اس شعر کو ایک عجیب موقع پر لکھا ہے۔ بعض فرق باطلہ کا مذہب ہے کہ استدبار بالمرأۃ (دبر سے وطی کرنے سے) بھی حل قرار پاتا ہے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر لکھا ہے کہ واقعی کیوں نہ ہو، اس کی وہی مثال ہے ؎

جو تھے مژگان پر خون سب وہ خار دلنشیں نکلے
جنوں پہ کیسے تیر نشتر کہیں ڈوبے کہیں نکلے

(الاستقامۃ ص۲)

☆

۱۹۔ قرآن پاک کی بلاغت

فرمایا: قرآن پاک کی کیا بلاغت ہے کہ نہایت پاکیزہ پیرایہ میں اس کو بیان کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: کَانَا یَاکُلٰنِ الطَّعَامَ۔ یعنی مسیح علیہ السلام اور اُن کی والدہ خدا کیسے ہوتے۔ یہ دونوں تو کھانا کھاتے تھے۔ اس میں اوّل تو یہ بات بتلائی کہ کھانے والا بھوک سے عاجز ہو کر غذا کا محتاج ہوتا ہے اور خدا محتاج و عاجز نہیں ہوتا۔ دوسرے اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ کھانا کھانے والے کو بول و براز کی حاجت ہوتی ہے اور بول و براز کرنے والا خدا کیا ہوتا؟ خدائی کی شان کے لائق یہی حرکات ہیں تو دیکھئے حالت بول و براز کو کیسے لطیف پیرایہ میں اشارۃً ادا فرمایا صراحۃً ذکر نہیں کیا۔ مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے ایک عیسائی کے سامنے یہ مضمون پیش کیا تو اُس نے کہا کہ پیشاب پاخانہ کا نام نہ لو کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے ذکر میں ایسی گندی باتیں لانا بے ادبی ہے۔ مولانا نے کہا پیشاب پاخانہ کا نام بے ادبی ہے تو بول و براز سہی۔ الفاظ کے بدلنے سے حقیقت نہیں بدل جائے گی۔ اس حقیقت کا وجود الوہیت کے منافی ہے۔

(ادج قنوج صہ ۱۹)

۲۰۔ بیٹے کی اصلاح

فرمایا: ہمارے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے پاس بھی کپڑوں کی کوئی گٹھڑی نہ تھی، نہ کوئی بکس تھا۔ ایک مرتبہ کسی شخص نے مولانا کی خدمت میں چند ٹوپیاں بھیجیں۔ آپ نے ان کو تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ صاحبزادہ نے والدہ صاحبہ کی وساطت سے ایک ٹوپی مانگ لی۔ خود نہیں کہا۔ فرمایا ہاں تو بھی ایسی ٹوپی پہنے گا۔ ایسا دماغ بگڑا ہے اب یہ تکلف سوجھے گا۔ دیکھ تو میں کیسی ٹوپی پہنتا ہوں اور اُن کے کپڑوں کی گٹھڑی دیکھی۔ تقدیر سے صاحبزادہ کی گٹھڑی بھڑکدار نکلی۔ آگ بگولہ ہو گئے کہ او ہو اس بھڑکدار گٹھڑی میں آپ کا لباس رکھا جاتا ہے۔ کپڑے تہ ہوتے ہیں۔ یہ اچکن بھی تہ ہُوا رکھا ہے۔ غرض سب کپڑوں کو کھول کھول کر صحن میں پھینک دیا۔ جب متبعین کی یہ حالت ہے تو

مقتداؤں (حضرات صحابہ کرام رضؓ) کی حالت سے کیا تعجب ۔

(دستور سہارن پور ص۱۲)

۲۱۔ شیخ کے وطن سے محبّت

فرمایا: ہمارے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ پر ایسی تواضع کا خاص طور پر مذاق غالب تھا۔ ایک بار مولاناؒ تھانہ بھون تشریف لائے اور آپ کا وعظ ہُوا تو مولانا پائنتی بیٹھے تھے اور ہماری قوم شیخ زادہ کو دیکھئے کہ وہ مولانا کے سرہانے بیٹھے تھے۔ مولانا تو قوم کے بھی شیخ زادہ تھے۔ اگر مولانا سرہانے نہ بیٹھتے تو ان لوگوں کو یہ زیبا تھا کہ اس پلنگ کو خالی چھوڑ دیتے اور اس پر کوئی نہ بیٹھتا۔ مگر اللہ بچائے ایسی شیخ زادگی سے بھی کہ کسی کو تعظیم و تکریم نہ کریں۔

مولاناؒ کی یہ خاص شان تھی کہ ان کو اپنے سرہانے کسی کے بیٹھنے سے ذرا بھی ناگواری نہ ہوتی تھی وہ تو قصدًا پائنتی کی طرف بیٹھتے تھے مگر بعض کا مذاق دوسرا ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ چھوٹوں کے ساتھ چھوٹوں کا سا معاملہ کرنا چاہیئے۔ اس سے ان کا دل خوش ہوتا ہے ۔

(تاسیس البنیان علی تقویٰ من اللہ و رضوان ص۴۸)

۲۲۔ ہوائے نفسانی کے لئے بہانہ

فرمایا: کیا کہوں بعض لوگوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ہوائے نفسانی کے لئے بہانہ ڈھونڈا کرتے ہیں۔ جیسے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے شائقان متعہ کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ لوگ متعہ کے لئے بہانہ ڈھونڈتے ہیں جہاں م، ت، ع ان کو ملا انہوں نے متعہ ثابت کیا اور فرمایا کہ متعہ ایسا ہی سستا ہے تو شیخ سعدیؒ کے اس شعر میں بھی یہی مراد ہوگا۔

ع تمتع زہر گوشۂ یافتم (میں نے ہر گوشہ سے فائدہ اٹھایا)

اور میں کہتا ہوں قرآن مجید میں رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ میں بھی یہی مراد ہوگا کہ انسان اور جن آپس میں متعہ کیا کرتے تھے ۔ (وعظ النور ص۲۴)

۲۲۳۔ مطبع میں ملازمت، تواضع

فرمایا: حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کو ایک صاحب مطبع میں ملازم رکھنا چاہتے تھے۔ آپ نے فرمایا علمی لیاقت تو مجھ میں ہے نہیں البتہ قرآن کی تصحیح کر لیا کروں گا اس میں دس روپے دیدیا کرو۔ اللہ اللہ کیا تواضع اور زہد ہے۔ اسی زمانے میں ایک ریاست سے تین سو روپیہ ماہوار کی نوکری آگئی۔ مولاناؒ جواب میں لکھتے ہیں:۔

"آپ کی یاد آوری کا شکر گزار ہوں مگر مجھ کو یہاں دس روپے ملتے ہیں جس میں پانچ روپے تو میرے اہل وعیال کے لئے کافی ہو جاتے ہیں اور پانچ روپے بچ جاتے ہیں، آپ کے یہاں سے جو تین سو روپیہ ملیں گے ان میں سے پانچ روپے تو خرچ میں آئیں گے اور دوسو پچانوے روپے جو بچیں گے میں اُن کا کیا کروں گا؟ مجھ کو ہر وقت یہی فکر رہے گا کہ ان کو کہاں خرچ کروں؟"

غرض تشریف نہیں لے گئے۔ اسی کے ساتھ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کو بھی لکھا تھا اور سو روپیہ تنخواہ لکھی تھی۔ مولانا نے دوسرا جواب دیا کہ میں آسکتا ہوں مگر تین سو روپے سے کم میں نہیں آسکتا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے فرمایا مولانا ذرا سنبھل کر جواب لکھئے، اگر تین سو روپیہ کی منظوری پر طلبی آگئی تو وعدہ پر جانا ہوگا تو مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے اس کے ساتھ یہ جُملہ بھی بڑھا دیا کہ مگر اس میں ایک شرط ہے یہ کہ جب چاہوں گا یہاں رہوں گا جب چاہوں گا وہاں رہوں گا۔

وہ رئیس صاحب سمجھ گئے کہ ان حضرات کو آنا ہی منظور نہیں، اور واقعی جانا تھوڑا منظور تھا۔ مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات ظرافت کے طور پر لکھ دی تھی۔ اللہ اکبر کس قدر استغناء تھا ان حضرات میں، واقعی اہل اللہ کو مال کی کثرت سے بھی بار ہوتا ہے۔ ان کو خیال ہوتا ہے کہ خدا جانے اس کے حقوق ہم سے ادا ہوں یا نہ ہوں۔

(ذخیرۃ المال للرجال ص۴۳)

۲۴۔ ناموری کی قیمت کوڑی بھی نہیں

فرمایا: مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے ایک شادی کے متعلق جس میں بہت زیادہ خرچ کیا گیا تھا جس میں نیت محض ناموری کی تھی، فرمایا کہ خرچ تو خوب کیا لیکن اتنی چیز سے ایسی چیز خریدی کہ جس کو اگر بیچنے لگیں تو پھوٹی کوڑی کو بھی کوئی نہ لے' وہ کیا چیز ہے؟ نام۔

(اجلاء القلوب معروف بہ جام جمشید صد ۲۴)

اکثر تو نام بھی حاصل نہیں ہوتا۔ لوگ کہتے ہیں اتنے بڑے رئیس نے اگر ایسا کیا تو کیا کمال کیا ؎

خواجہ پندارد کہ دارد حاصلے حاصلِ خواجہ بجز پندار نیست

اگر شریعت پر عمل کریں تو آخرت بھی سُدھرتی ہے اور دُنیا بھی برباد نہیں ہوتی۔

۲۵۔ بھنگیوں کی خدمت

فرمایا: ایک واقعہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا دریافت ہُوا کہ ایک درویش مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں امتحان درویشی لینے بڑے تزک و احتشام سے آئے۔ بہت سے گھوڑے اور خادم اور بھنگی اور گھسیارے وغیرہ بھی ساتھ تھے۔ مولاناؒ نے سب کی دعوت کی اور شاہ صاحب اور ان کے مخصوصین کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ شاہ صاحب کے نوکروں اور بھنگیوں کو اپنے ہاتھ سے اسی شان کے برتنوں میں کھانا کھلایا جیسے برتنوں میں خود کھاتے تھے۔ درویش مولاناؒ کا یہ انکسار اور خُلق دیکھ کر مولانا کے کمال کے قائل ہو گئے۔ (شوق اللقاء صد ۳۱)

۲۶۔ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا

فرمایا: مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا جواب اس اعتراض کے متعلق یہ ہے کہ اگر اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے تو یہ بتلاؤ کہ وہ شمشیر زن کہاں سے آئے تھے؟ کیونکہ تلوار خود تو نہیں چل سکتی، تو جن لوگوں نے سب سے پہلے تلوار چلائی ہے یقیناً وہ تو تلوار سے

مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ کیونکہ اُن سے پہلے تلوار کا چلانے والا کوئی تھا ہی نہیں، تو ثابت ہُوا کہ اسلام تلوار سے نہیں پھیلا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ جہاد مدینہ میں آکر شروع ہُوا اور اہلِ مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے آخران کو کس تلوار نے مسلمان کیا تھا؟ اور مکہ میں جو کئی سو آدمی مُسلمان ہوتے اور کفار کے ہاتھوں اذیتیں برداشت کرتے تھے آخر اُن کو کس تلوار نے مسلمان کیا تھا۔

(محاسن الاسلام صہ ۹، اوج قنوج صہ ۴۲، الصلاح والاصلاح صہ ۳۳)

کسی نے سچ کہا ہے ؎

کتنا عالمگیر تھا تبلیغ الفت کا فروغ گوشہ گوشہ میں جہاں کے روشنی ہوتی گئی

دراصل اسلام پھیلا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اخلاق سے چنانچہ سیر و تواریخ اس پر شاہد ہیں۔

(کما قال سیدی حضرت حکیم الامت تھانوی رح)

۲۷۔ حضرت نانوتوی رح کا صاحبِ حال ہونا

فرمایا: سُنا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح میرٹھ میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے عشاء کے وقت (مسئلہ ۱) پوچھا۔ آپ نے اسکا جواب دیدیا مستفتی کے جانیکے بعد ایک شاگرد نے عرض کیا کہ مجھے یہ مسئلہ یوں یاد ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم ٹھیک کہتے ہو اور مستفتی کو تلاش کرنا شروع کیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اس وقت رات زیادہ ہوگئی ہے آپ آرام فرمائیے ہم صبح ہونے پر اس کو بتلادیں گے۔ لیکن آپ نے قبول نہیں فرمایا اور اس کے مکان پر تشریف

۱؎ ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے مستفتی کو اس کی عجلت اور جلد بازی کی بناء پر فتویٰ لکھ دیا جو ہجوم مشاغل کے باعث جلدی میں غلط لکھا گیا۔ بعد میں حضرت حکیم الامتؒ کو خیال آیا تو حضرت نے دُعا کی اے اللہ میرے ہاتھ سے تو نکل گیا اب تو میری مدد فرما۔ تھوڑی دیر میں وہ شخص آیا کہ حضرت مُہر تو لگائی نہیں۔ حضرت نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور مسئلہ درست فرمادیا اور اس سے کہا مُہر تو میرے پاس نہیں، یہ تو اللہ تعالیٰ نے میری دُعا قبول فرمائی ہے۔ اسکے بعد حضرت حکیم الامتؒ نے دستی فتویٰ کا جواب چھوڑ دیا بلکہ ڈاک سے جواب دیتے تھے۔

لے گئے۔ گھر میں سے اس کو بُلایا اور فرمایا کہ ہم نے اس وقت مسئلہ بتلایا تھا۔ تمہارے جانے کے بعد ایک شخص نے صحیح مسئلہ ہم کو بتلایا اور وہ اس طرح ہے، جب یہ فرما چکے تب چین آیا اور واپس آکر آرام فرمایا تو اس بے چینی کا سبب کیا نرا علم تھا ہرگز نہیں۔ یہ صرف حال کا اثر تھا جو صحبت سے عطا ہُوا تھا۔ اسی کو کہتے ہیں ؎

قال را بگذار مرد حال شو　　پیش مردے کاملے پامال شو

(طریق النجات ص۴۲)

۲۸- تین البیلی کتابیں

فرمایا: حضرت مولانا محمد قاسم صاحب فرماتے تھے کہ تین کتابیں البیلی ہیں، ایک کلام اللہ، ایک بخاری شریف، ایک مثنوی شریف کہ ان کا کسی سے احاطہ نہیں ہو سکا۔ بخاری شریف کے تراجم کی دلالت کہیں خفی کہیں جلی، سچ یہ ہے کہ اس کا کسی سے احاطہ نہ ہُوا۔ ایسے ہی قرآن شریف اور مثنوی شریف کا بھی۔　(ارواحِ ثلاثہ ص۳۱۷)

۲۹- تکبّر کی اصلاح

فرمایا: حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ ہر دینی کام میں سب کے روح رواں تھے اور نام رکھنے میں ہمیشہ پیچھے رہتے تھے اور جس طالب علم کے اندر تکبّر دیکھتے اس سے کبھی کبھی جُوتے اٹھوایا کرتے تھے اور جس کے اندر تواضع دیکھتے تھے اُس کے جوتے خود اُٹھا لیا کرتے تھے۔ (ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ ص۵۶)

گویا یہ حالت تھی ؎

خاکساروں سے خاکساری تھی　　سربلندوں سے انکسار نہ تھا

۳۰- حضرت نانوتویؒ کا مجتہد ہونا

فرمایا: ایک بار مولانا محمد قاسم صاحبؒ مولانا گنگوہیؒ سے فرمانے لگے کہ ایک بات پر بڑا رشک آتا ہے کہ آپ کی نظر فقہ پر بہت اچھی ہے ہماری نظر ایسی نہیں۔ بولے

جی ہاں۔ ہمیں کچھ جزئیات یاد ہو گئیں تو آپ کو رشک ہونے لگا اور آپ مجتہد بنے بیٹھے ہیں۔ ہم نے کبھی آپ پر رشک نہیں کیا۔ ایسی ایسی باتیں ہوا کرتی تھیں۔ وہ انہیں اپنے سے بڑا سمجھتے تھے اور وہ اُنہیں۔ (کمالاتِ اشرفیہ ص۲۲۶)

۳۱۔ کافر کا مال لوٹنا

فرمایا: بعض لوگ کہتے ہیں کہ کافر کا مال جس طرح ہو لوٹ لو۔ حالانکہ شریعت نے غدر و سرقہ کو کافر کے ساتھ بھی حرام کیا ہے بلکہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ فرماتے تھے کہ کافر کا حق رکھنے سے تو مسلمان کا حق رکھ لینا اچھا ہے کہ نیکی اگر جائے تو اپنے بھائی مسلمان ہی کے پاس جائے، دشمن کے پاس کیوں جائے۔ (کمالاتِ اشرفیہ ص۲۲۶)

نوٹ: مندرجہ ذیل ملفوظات حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے منقول نہیں۔ البتہ انہوں نے التفاتِ خاص سے جمع کروائے تھے۔

۳۲۔ قابلِ تکفیر کون؟

خاں[۱] صاحب نے فرمایا کہ مولانا نانوتویؒ فرماتے تھے کہ اطراف لکھنؤ میں ایک عالم رہتے تھے جو بڑے عالم تھے۔ مولانا نے اُن کا نام بھی لیا مگر مجھے یاد نہیں رہا۔ یہ عالم ایک مسجد میں رہتے تھے اور مسجد کی جنوبی ایک سہ دری تھی، اس میں پڑھایا کرتے تھے۔ مولوی فضل رسول بدایونی ظہر کی نماز یا عصر کی نماز سے پہلے اُن کی خدمت میں پہنچے اور ان کو وہ اپنی تحریرات سنائیں جو انہوں نے مولانا شہیدؒ کی رد میں لکھی تھیں اور ان سے اس کی تصدیق اور مولانا شہیدؒ کی تکفیر چاہی۔ اتنے میں جماعت تیار ہو گئی۔ مولوی صاحب نے فرمایا پہلے نماز پڑھ لیں پھر غور کریں گے۔ مولوی فضل رسول کے ساتھ ایک شخص بھی تھا۔ مولوی صاحب اور

---

[۱] خاں صاحب سے مراد مولانا امیر شاہ خاں صاحب مرحوم و مغفور ہیں۔

مولوی فضل رسول تو نماز کے لئے اُٹھ کھڑے ہُوئے اور وہ اور اُن کا ساتھی نہیں اُٹھا اور بیٹھا ہُوا حقہ پیتا رہا۔ جب مولوی صاحب نماز پڑھ کر تشریف لائے تو اُسے حُقہ پیتے ہُوئے دیکھا۔ اس پر مولوی صاحب نے مولوی فضل رسول سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میرے عزیز ہیں۔ مولوی صاحب نے کہا کہ یہ تمہارے ساتھ کتنے دنوں سے ہیں؟ انہوں نے مدت بتائی۔ اس پر مولوی صاحب نے فرمایا کہ تکفیر کا ارادہ میرا پہلے بھی نہ تھا مگر اتنا ارادہ تھا کہ آپ کے موافق لکھ دوں گا۔ مگر اس وقت الحمدللہ نماز کی برکت سے مجھ پر ایک حقیقت منکشف ہوئی، وہ یہ کہ یہ شخص تمہارا عزیز ہے اور اتنی مدت سے تمہارے ساتھ بھی ہے۔ مگر باوجود اس کے تم اسے مسلمان (نمازی) بھی نہ بنا سکے اور مولوی اسماعیلؒ جس طرف نکل گیا ہزاروں کو دیندار بنا گیا ہے۔ پس قابلِ تکفیر تم ہو نہ کہ مولوی اسماعیلؒ، لہٰذا تم میرے پاس سے چلے جاؤ، مَیں کچھ نہ کہونگا۔ اس پر وہ بے نیل و مرام واپس ہو گئے۔

یہ قصہ بیان کر کے خان صاحبؒ نے فرمایا کہ مَیں اس شخص سے ملا ہوں جو مولوی فضل رسول کے ساتھ تھا، حالانکہ وہ بُوڑھا ہو گیا تھا مگر بڑھاپے تک بے نماز تھا اور دُنیا کی تمام بازیوں مثل کبوتر بازی، بٹیر بازی، مرغ بازی وغیرہ میں ماہر تھا۔ (ارواحِ ثلاثہ ص۱۰۱)

حاشیہ حضرت حکیم الامتؒ: پس قابل تکفیر الخ۔ اقوال اس بناء پر نہیں کہ تمہارا اثر ساتھی پر نہ ہُوا بلکہ اس بناء پر کہ اتنے بڑے خادم الاسلام کی تکفیر کی جو بروئے حدیث موجب تکفیر ہے۔ پس حدیث کے جو معنی بھی ہیں اس بناء پر یہ قابلیت بھی ہے تکفیر کی۔ (شریف الدرایات حواشی امیر الروایات)

۳۳۔ شاگرد کی نصیحت

خان صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ قصہ مَیں نے مولانا نانوتوی صاحبؒ، مولانا عبدالقیوم صاحبؒ اور دوسرے بہت سے لوگوں سے سُنا ہے کہ ایک روز مولانا شہیدؒ ہندوؤں کے کسی میلہ میں گئے۔ سید صاحبؒ اس زمانے میں اُن سے پڑھتے تھے، وہ بھی اُن کے

ساتھ گئے۔ جب یہ دونوں میلہ میں پہنچے۔ سید صاحبؒ پر ایک جوش سوار ہوا اور نہایت غصہ آیا اور تیز لہجہ میں مولانا شہیدؒ سے فرمایا کہ آپ نے کس لئے پڑھا تھا؟ کیا سواد کفار بڑھانے کے لئے؟ آپ کو معلوم ہے کہ آپ اس وقت کہاں ہیں؟ آپ غور فرمائیں کہ ایک عالم، شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور شاہ عبدالقادر صاحبؒ کا بھتیجا کفار کے میلہ کی رونق بڑھائے۔ مولانا کا اس پر خاص اثر ہوا۔ انھوں نے کہا: سید صاحب آپ بجا فرماتے ہیں اور واقعی غلطی میری ہے اور فرما کر فوراً لوٹ آئے اور پھر کبھی کسی میلہ میں نہیں آئے۔

(ارواحِ ثلاثہ ص۱۱۵)

حاشیہ حضرت حکیم الامت: قولہ سید صاحب آپ نہایت بجا (اقوال) شاگرد کی نصیحت کو تیز لہجہ میں قبول کر لینا اور عمل کرنا کس قدر مجاہدۂ عظیمہ ہے۔

(شریف الدرایات حواشی امیر الروایات)

۳۴۔ غزالیٔ وقت

خان صاحبؒ نے فرمایا: ایک مرتبہ مولانا نانوتویؒ نے فرمایا کہ مولوی محمد یعقوب صاحب دہلویؒ قلب کے اندر جو نہایت چور ہوتے ہیں اُن سے خوب واقف ہیں۔

(ارواحِ ثلاثہ ص۱۵۰)

حاشیہ حضرت حکیم الامتؒ: قولہ نہایت باریک چور (اقوال) تو اپنے وقت کے غزالی بھی تھے۔ (شریف الدرایات)

۳۵۔ قبولِ عام کی دو صُورتیں

خان صاحبؒ نے فرمایا کہ میں اس وقت مولانا نانوتویؒ کا ایک ملفوظ سناتا ہوں جو اس مقام کے مناسب ہے کہ قبولِ عام کی دو صورتیں ہیں ایک وہ قبول جو خواص سے لے کر عوام تک پہنچے اور دوسرا وہ جو عوام سے شروع ہو اور اس کا اثر خواص تک بھی پہنچ جائے۔ پہلا قبول علامتِ قبولیت ہے نہ کہ دوسرا۔ کیونکہ حدیث میں جو مضمون علامتِ مقبولیت آیا ہے۔ وہ یہ کہ اوّل بندہ سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں، پھر وہ ملاءِ اعلیٰ

کو محبت کا حکم دیتے ہیں اور ملاء اعلیٰ سے اپنے نیچے والوں کو، یہاں تک کہ وہ حکم اہلِ دنیا تک آتا ہے۔ اور جو ترتیب ملاء اعلیٰ میں تھی اسی ترتیب سے اس کی محبت دُنیا میں پھیلتی ہے کہ پہلے اس سے اچھے لوگوں کو محبت ہوتی ہے اس کے بعد دوسروں کو پس جو مقبولیت اس کے برعکس ہوگی وہ دلیلِ مقبولیت نہ ہوگی۔ (ارواحِ ثلاثہ ص۱۶۴)

۳۶۔ منصبِ امامت کے لئے احتیاط

خان صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا یا مولانا نانوتویؒ نے اچھی طرح یاد نہیں۔ مگر سُنا ان دو حضرات میں سے کسی ایک سے ہے کہ ایک شخص نہایت خوش گلو تھے اور نعت وغیرہ پڑھا کرتے تھے۔ کسی نے میاں جی نور محمد صاحبؒ سے عرض کیا کہ یہ شخص خوش گلو ہے اور نعت پڑھتا ہے آپ بھی سُن لیجئے۔

آپ نے فرمایا لوگ مجھے کبھی کبھی امام بنا دیتے ہیں اور غنا بلا مزامیر میں بھی علماء کا اختلاف ہے اور اس لئے اس کا سُننا خلافِ احتیاط ہے لہٰذا میں اس کے سُننے سے معذور ہوں۔ (ارواحِ ثلاثہ ص۲۰۷)

حاشیہ حضرت حکیم الامتؒ: قولہ امام بنا دیتے ہیں۔ (اقوال: کس قدر ادب ہے منصبِ امامت کا کہ اختلافات سے بھی احتیاط کی، یہ تھے صوفی صافی کہ شریعت کا اس قدر پاس فرماتے تھے۔ (اشریف الدرایات حواشی امیر الروایات)

۳۷۔ نواب قطب الدین اور مولوی نذیر حسین

خان صاحبؒ نے فرمایا کہ مجھ سے مولانا نانوتویؒ بیان فرماتے تھے کہ نواب قطب الدین صاحب بڑے پکے مقلد تھے اور مولوی نذیر حسین صاحبؒ پکے غیر مقلد، ان میں آپس میں تحریری مناظرے ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی جلسے میں میری زبان سے نکل گیا کہ اگر کسی قدر نواب صاحب ڈھیلے پڑ جائیں اور کسی قدر مولوی نذیر حسین اپنا تشدد چھوڑ دیں تو جھگڑا مٹ جائے۔

میری اس بات کو کسی نے نواب قطب الدین صاحب تک پہنچا دیا۔ اور مولوی نذیر حسین صاحب تک بھی۔ مولوی نذیر حسین صاحبؒ تو سُن کر ناراض ہوئے۔ مگر نواب صاحبؒ پر

یہ اثر ہُوا کہ جہاں مَیں ٹھہرا تھا وہاں تشریف لائے اور آکر میرے پاؤں پر عمامہ ڈال دیا اور پاؤں پکڑ لئے اور رونے لگے اور فرمایا:

"بھائی جس قدر میری زیادتی ہو خدا کے واسطے مجھے بتلا دو"

مَیں سخت نادم ہُوا اور مجھ سے بجز اس کے کچھ بن نہ پڑا کہ میں جھوٹ بولوں اور صریح جھوٹ مَیں نے اسی روز بولا تھا اور کہا کہ حضرت آپ میرے بزرگ ہیں میری کیا مجال تھی کہ مَیں ایسی گستاخی کرتا آپ سے کسی نے غلط کہا ہے۔ غرض مَیں نے بمشکل تمام ان کے خیال کو بدلا اور بہت دیر تک وہ بھی روتے رہے اور مَیں بھی روتا رہا۔

یہ قصّہ بیان کر کے خان صاحبؒ نے فرمایا کہ جب مولاناؒ نے یہ قصّہ بیان فرمایا اُس وقت بھی آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔ (ارواح ثلاثہ ص۲۳۱)

حاشیہ حکیم الامتؒ: قولہ پاؤں پر الی قولہ مجھے بتلا دو (اقوال) کیا انتہا ہے اس للّٰہیت کی، ایسے بزرگ پر کب گمان ہو سکتا ہے کہ نفسانیت سے مناظرہ کرتے ہوں۔ قولہ جھوٹ بولا (اقول) چونکہ اس میں کسی کا ضرر نہ تھا اس لئے اباحت کا حکم کہا جائے گا۔

(شریف الدرایات)

۳۸۔ شانِ حضرت صدیق اکبرؓ

خان صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا نانوتویؒ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی افضلیت بیان فرماتے ہُوئے فرمایا کہ مختلف لوگوں کی نسبت احادیث میں لفظ احب وارد ہُوا ہے۔ کہیں حضرت عائشہؓ کو کہیں حضرت فاطمہؓ کو وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت حدیث میں وارد ہُوا ہے کہ اگر مَیں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا اور یہ بات جس میں مادہ خلت ہو کسی اور کے لئے نہیں فرمائی۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ خاص خاص مادوں کی خاص خاص خصوصیات ہوتی ہیں۔ مثلاً جس مادہ میں فَ کی جگہ ہو (یعنی فا۔ فعل کی جگہ) شَ ہو گا۔ اس کے معنی میں علو کے معنی پائے جائیں گے جیسے شرف، شر، شیطان وغیرہ۔ اسی طرح جس مادہ میں فَ ع کی جگہ خ ل ہوں گے اس میں علیحدگی اور یکسوئی کے معنی پائے جائیں گے۔ جیسے خلوت خلو، بیت الخلاء خلال

وغیرہ۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ محبت کا تعلق قلب سے ہے اور قلب میں بہت سے پردے ہوتے ہیں اور اس کے بیچ میں ایک خلار ہوتا ہے۔ پس عام محبوبوں کی محبت تو قلب کے پردوں میں ہوتی ہے اور خلیل کی محبت اس خلار میں جو قلب کے اندر ہوتا ہے۔ جب یہ بھی معلوم ہو گیا تو اب حدیث کے یہ معنی ہوئے کہ میرے جوفِ قلب میں خدا کی محبّت کے سوا کسی اور کی محبت کی جگہ نہیں ہے۔ اور بالفرض اس جگہ کسی اور کی محبت کی جگہ ہوتی تو ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی محبت کی ہوتی اور جب ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کو اس درجہ محبوب تھے تو ضروری ہے کہ آپ کی محبت اور سب سے زائد ہو گی اور دوسروں کی محبت تعلق جوف قلب سے دُور پردوں سے ہو گا اور ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی محبّت کا تعلق جوفِ قلب سے قریب تر ہے۔

(ارواحِ ثلاثہ ص ۲۷۱)

حاشیہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ: قولہ، کسی کو خلیل بنانا (اقول) اگر اس پر یہ سوال ہو کہ حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ فرما کر اپنے تفضیل کی علت میں اپنے کو حبیب اللہ فرمایا ہے۔ جس سے اس کے عکس کا شُبہ ہوتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ اس حکم کا بنیٰ لغت نہیں بلکہ محاورہ ہے۔ محاورات میں خلیل کا اطلاق عاشق پر بھی ہوتا ہے۔ مگر حبیب کا اسی معشوق پر۔ (شریف الدرایات)

۳۹۔ شفقت علی الخلق

خان صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کو حرام کے طعام سے جیسے نفرت تھی ویسا ہی اس کا احساس بھی جلد کرتے تھے۔ مگر دعوت بوجہ دلداری ہر ایک کی منظور فرما لیتے تھے اور پھر آکر قے کر لیتے تھے۔

(ارواحِ ثلاثہ ص ۲۷۶)

حاشیہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ: دعوت کی منظوری حرام بین ہونے کی صورت میں نہ تھی بلکہ مشتبہ ہونے کی صورت میں جو فتویٰ سے حلال ہے۔ کیا انتہا ہے اخلاق و شفقت کی۔

(شریف الدرایات)

۴۰۔ آدابِ ہدیہ

خان صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا نانوتویؒ نے فرمایا کہ جو شخص ہم کو محتاج سمجھ کر دیتا ہے اُس کا ہدیہ تو لینے کو جی نہیں چاہتا اور جو اس غرض سے دیتا ہے کہ ہمارے یعنی دینے والے کے گھر میں برکت ہو اور ہمارے لے لینے کو ہمارا احسان سمجھے اس کا ہدیہ لے لینے کو جی چاہتا ہے۔ اگرچہ وہ چار ہی پیسے ہوں۔

(ارواحِ ثلاثہ صـ ۲۷۲)

حاشیہ حضرت حکیم الامتؒ: قولہ، جو شخص ہم کو محتاج الخ (اقول) وجہ اس تفصیل کی یہ ہے کہ محتاج سمجھ کر دینا عادۃً ذلیل سمجھ کر دینا ہوتا ہے اور یہ آدابِ ہدیہ کے خلاف ہے کہ مہدی الیہ کو ذلیل سمجھا جائے۔ (شریف الدرایات)

۴۱۔ مولانا شہیدؒ سے عشق

خان صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت نانوتویؒ کو یوں تو ولی اللّٰہی خاندان کے ایک ایک فرد سے محبت اور فدائیت تھی مگر مولانا شہیدؒ سے عشق تھا۔ اُن کا ذکر سُن نہ سکتے تھے۔ کسی نے تذکرہ چھیڑا تو اس کی بات کاٹ کر خود ان کا ذکر شروع کر دیتے تھے۔

(ارواحِ ثلاثہ صـ ۲۷۷)

حاشیہ حضرت حکیم الامتؒ: یہ بات کاٹنا ایسے لطیف طور پر ہوتا تھا کہ بات کرنے والے کو ناگوار نہ ہو۔

۴۲۔ مجدّد جس کام کے لئے آتا ہے اُس میں اُس سے کوئی نہیں بڑھ سکتا

خان صاحبؒ نے حضرت نانوتویؒ سے دریافت کیا کہ حضرت آپ سیّد صاحبؒ کو مجدد مانتے ہیں تو اُن کی نسبت سب سے اعلیٰ ہونی چاہیئے۔ پھر اُن کی نسبت کا شاہ

عبدالرحیمؒ کی نسبت سے گھٹا ہونا کیا معنی ؟ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا :

"جس بات کے لئے مجدد آتا ہے اس میں اس سے کوئی بڑھا ہوا نہیں ہوتا وہاں دوسری حیثیت سے جیسے ذکر واشتغال وغیرہ میں بڑھ جائے تو اس کا مضائقہ نہیں ۔" (ارواحِ ثلاثہ ص۲۰۱)

الحمدللہ ! معارف از ارواحِ ثلاثہ ختم ہوئے ، آئندہ " فرمایا " سے مراد حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا " حسبِ سابق ہوگی ۔

۴۳ ۔ شانِ جامعیت حضرت نانوتویؒ

فرمایا : بندے وہ تھے جیسے مولانا محمد قاسمؒ کہ فرمایا کرتے تھے اگر چار حرف جاننے کی تہمت نہ ہوتی اور اس سے لوگ جان گئے نہ ہوتے تو ایسا گم ہوتا کہ کوئی یہ بھی نہ پہچانتا کہ قاسم دنیا میں پیدا ہوا تھا ۔ (کمالاتِ اشرفیہ ص۱۷۸)

ارواحِ ثلاثہ ص۲۷۶ میں یہ بھی ہے کہ فرمایا کہ میں جس طرح صوفیوں میں بدنام ہوں ۔ اسی طرح مولویت کا دھبہ بھی مجھ پر لگا ہوا ہے ۔ اس لئے پھونک پھونک کر قدم رکھنا پڑتا ہے ۔ اگر یہ مولویت کی قید نہ ہوتی تو قاسم کی خاک تک کا پتہ نہ چلتا ۔ پرندوں کا گھونسلہ ہوتا ہے میرے یہ بھی نہ ہوتا اور کوئی میری ہوا تک نہ پاتا " ۔

حضرت حکیم الامتؒ شریف الدرایات میں فرماتے ہیں یہ ہے جامعیت کہ سب کا مناسب حق ادا کیا جائے ۔

؎ بر کفے جامِ شریعت بر کفے سندانِ عشق
ہر ہوسنا کے نداند جام سندان باختن

۴۴ ۔ علوم حضرت حاجی صاحبؒ

فرمایا : حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کو جو اصطلاحی عالم نہیں ہوتے ، ایک لسان عطا فرماتے ہیں ۔ چنانچہ حضرت شمس تبریزیؒ کو مولانا رومیؒ لسان عطا ہوئے جنہوں نے حضرت شمس تبریزی کے علوم کو کھول کھول کر بیان فرمادیا ۔ اسی

طرح مُجھ کو مولوی محمد قاسمؒ لسان عطا ہوئے۔

مولانا محمد قاسم صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب مَیں اپنی تصنیف کو حضرت حاجی صاحبؒ کو سُنا دیتا ہوں تب مجھے اس کے مضامین پر اطمینان ہوتا ہے کہ ٹھیک ہے، بدوں سنائے اطمینان نہیں ہوتا۔ اور ایک بڑی لطیف بات فرماتے تھے کہ ہمارے ذہن میں مبادی پہلے آتے ہیں یعنی مقدمات اوّل آتے ہیں، ان کے تابع ہوتا ہے نتیجہ اور ان حضرات کے ذہن میں نتائج پہلے آجاتے ہیں۔ اس لئے جب سُنا لیتا ہوں تو اطمینان ہو جاتا ہے کہ مقاصد تو ٹھیک ہیں۔ مقدمات چاہے غلط ہوں ان کی کیا ہے انہیں تو خود ٹھیک ٹھاک کرلیں گے۔ مقاصد تو صحیح جتنے وہبی علوم بزرگوں کے ہیں۔ وہ ایسے ہی ہوتے ہیں کہ بس ایک سچّی بات قلب میں پڑ گئی اُن کے منتسبین میں جو اہلِ علم ہوتے ہیں وہ یہ کرتے ہیں کہ اس کی تقویت اور تائید دلائل سے بھی کر دیتے ہیں تو ان کے دلائل تابع مقاصد کے ہوتے ہیں، بخلاف علماء رسوم کے کہ اُن کے مقاصد تابع دلائل کے ہوتے ہیں۔

(احسن العزیز ج ۱ صـ ۳۸۲)

۴۵۔ مُسلمانوں کے مناظرہ سے نفرت

فرمایا: مولانا محمد قاسمؒ مسلمانوں سے مناظرہ نہیں کرتے تھے۔ ہاں کفّار سے کرتے تھے۔ (مسلمانوں کے مناظرہ سے نفور تھے)۔

(احسن العزیز ج ۱ صـ ۲۸۶)

۴۶۔ شفقت علی الخلق حضرت نانوتویؒ

فرمایا: ایک بار جاڑے کے دنوں میں حضرت مولانا محمد قاسمؒ نے اپنی رضائی تو کسی مہمان کو دے دی۔ پھر مولانا گنگوہیؒ سے اُن کی اپنے لئے رضائی مانگی تو فرمایا کہ اپنی رضائی کیوں دوسرے کو دے دی؟ مَیں تو اپنی رضائی نہیں دیتا۔ جب اُنھوں نے کہا حضرت مَیں رات بھر جاڑے میں مَروں گا تب دو شرطوں سے دی، ایک یہ کہ تہجد کے وقت مجھے واپس کر دینا۔ کیونکہ لحاف اوڑھ کر مجھ سے نہ اُٹھا جائے گا۔ اور دوسرے کسی اور شخص

کو مت دینا۔ تاکہ کسی کی جوں نہ چڑھ جائے۔ (حسن العزیز ج ۱ ص ۲۳۹)

۴۷۔ اُمراء سے انقباض

فرمایا: مولانا محمد قاسم صاحبؒ ایک رئیس کی دینداری کے بہت مداح تھے لیکن کبھی ملے نہیں۔ علی گڑھ میں تشریف رکھتے تھے وہ رئیس صاحب ملنے کے لئے آئے۔ جب سُنا کہ وہ صاحب آرہے ہیں علی گڑھ چھوڑ کر چلے گئے ملے نہیں۔ غرض کہا گیا کہ وہ رئیس صاحب تو طالب دین ہو کر آرہے تھے۔ پھر بھی حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے اعراض کیا۔ فرمایا کہ ہر بزرگ کی جُدا شان ہوتی ہے۔ طبائع مختلف ہوتے ہیں۔ حضرت مولاناؒ کی طبیعت ہی ایسے واقع ہوئی تھی کہ اُن کو اُمراء سے انقباض ہوتا تھا۔ تکبّر تو بُرا، اُمراء کو حقیر کیوں سمجھے لیکن اختلاط بھی کیوں کرے کہیں پھنس ہی جائے تو پھر بد خلقی نہ کرے۔

(حسن العزیز ج ۱ ص ۲۶۵)

۴۸۔ تواضع طعام

فرمایا: ہمیں تو وہ طرزِ دعوت پسند ہے جو حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا تھا۔ ان کی دعوت ایک طالب علم نے کی۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ بھائی اس شرط سے قبول ہے کہ صرف وہی کھانا ہو جو تمہارے لئے دُوسرے کے گھر سے آتا ہے۔ ان کا کھانا کہیں مقرر تھا، انہیں تو مولانا کو کھلانا منظور تھا اس لئے مجبوراً اُنہوں نے اس شرط کو منظور کر لیا۔ جو کھانا اُن کے لئے آیا وہی مولاناؒ کے سامنے رکھ دیا۔ مولاناؒ نے کھا لیا۔

(حسن العزیز ج ۱ ص ۲۶۵)

۴۹۔ الہامی مضامین

فرمایا: مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا محمد قاسمؒ صاحب نے ایک مرتبہ چھلنیوں کا وعظ کیا تھا۔ ہر چیز کے لئے ایک چھلنی ثابت کی تھی، اس کے متعلق مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے ایک نہایت لطیف مضمون فرمایا تھا، حدیث پڑھنے والوں کے

سمجھنے کے لائق، واقعی محقق سمجھتا ہے قرآن وحدیث کو۔

وہ مضمون یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ قیامت کے دن اس زمین کا پیڑا بناکر اس کی روٹی پکا کر اوّل غذا جنتیوں کو یہ دیں گے۔ اب اس میں ظاہر میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ کیا اہلِ جنت کو خاک پتھر کھلائیں گے۔ یہ اچھا انعام جنتیوں کو ملے گا تو اس کو اسی قاعدہ پر متفرع کر کے سمجھو کہ تم اپنے مہمان کو بے چھنے ہوئے آٹے کی روٹی نہیں کھلاتے تو حق تعالیٰ بے چھنے ہوئے کیوں کھلائیں گے؟ چنانچہ زمین اس طرح چھانی جاتے گی کہ مٹی پتھر سب نکل جائیں گے۔ اور صرف اجزائے لطیفہ رہ جائیں گے۔

باقی یہ بات ہے کہ اس میں اجزار لطیفہ کہاں ہیں، سو اس کو یوں سمجھو کہ جتنی نعمتیں کھانے پینے کی نکلتی ہیں ظاہر ہے وہ سب زمین سے نکلتی ہیں اور وہ زمین کے اجزار ہی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس میں ایسے ایسے اجزار لطیفہ مبطن ہیں۔ پس ان اجزار کو حق تعالیٰ علیحدہ کر دیں گے اور وہ اُن کی غذا بنے گی۔

سو وہ تو الا جمیع الاشیاء ہو گی اور غالباً اس میں حکمت یہ ہو گی کہ بہت سے بندگانِ خدا مجاہدات وریاضات میں دُنیا کی لذتوں سے منتفع نہیں ہوتے ان کو اگر پیشتر یہ غذا نہ کھلا دی جائے تو وہ جنت کی غذاؤں کا موازنہ نعماءِ دُنیا سے کس طرح کر سکتے ہیں اور بدوں موازنہ کے حظ کم ہو گا۔ اس لئے اُن کو وہ غذا کھلا کر دکھلا دیا جائے گا کہ دیکھو دُنیا کی نعمتوں کا خلاصہ یہ ہے۔ پھر اس کے بعد فرمائیں گے کہ لو اب کھاؤ یہ ہے جنت کی چیز۔ تو اصل تو اس کے کھانے سے مقصود یہی ہوں گے مگر ان کے طفیل میں اور سب کو بھی یہ غذا دیں گے۔

پھر فرمایا کہ یہ مضامین ہمارے اساتذہ کے الہامی اور کشفی ہیں۔

(حسن العزیز ج ۱ ص ۱۴۶)

۵۰۔ جواب میں نرمی

بروایت مولوی محمد یحییٰ صاحب سیوہاروی فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ سے کسی نے مولود شریف کی بابت دریافت کیا۔ فرمایا کہ بھائی نہ اتنا بُرا ہے جتنا لوگ

سمجھتے ہیں اور نہ اتنا اچھا ہے جتنا لوگوں نے سمجھ رکھا ہے ۔ یہ اس قدر جامع جواب ہے کہ ایک رسالہ کا رسالہ اُس کی شرح میں لکھا جا سکتا ہے ۔لیکن یہ اس قدر گول جواب ہے کہ عوام نہیں سمجھ سکتے ۔ ہر فریق اس جواب کو اپنی تائید میں پیش کر سکتا ہے ۔حضرت مولانا کُھلم کُھلا کسی کو بُرا نہیں کہتے تھے ۔ ایسے سوالات کے بہت نرم جواب دیتے تھے ۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ بالکل صاف صاف کہتے تھے ۔ ایک ہی دفعہ میں چاہے ٹھہرو، چاہے جاؤ، لگی لپٹی نہیں رکھتے تھے ۔ پہلے میں بھی نرم جوابات کو پسند کرتا تھا ۔لیکن اب تجربہ کے بعد مولانا گنگوہیؒ کا طرز نافع ثابت ہوا ۔ نرم جواب میں یہ مصلحت سمجھی جاتی ہے کہ مخاطب کو وحشت نہ ہو اور وہ ہم میں آجائے حالانکہ یہ غلط ہے وہ ہم میں نہیں آتے ۔ وہ تو اپنے اسی خیال کی بناء پر ہم میں آئے ہیں تو یہ دراصل ہم میں آنا نہ ہوا ۔ ہاں ہم ہی کچھ ادھر چلے گئے ۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی تعریف سُن کر ایک صاحبِ سماع آئے ۔حسبِ معمول مولاناؒ نے نہایت عزت کے ساتھ اُن کو مہمان بنایا اور سب طالب علموں کو سمجھا دیا کہ خبردار کوئی گفتگو اُن کے طریقہ کے خلاف نہ کی جائے ۔کیوں کہ مہمان کی دل شکنی نہیں چاہیئے ۔کسی نے اس واقعہ کی خبر حضرت مولانا گنگوہیؒ کی خدمت میں کر دی ۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ بہت بُرا کیا بدعتی کا اکرام جائز ہی کہاں ہے ؟ اس شخص نے یہ اعتراض حضرت مولانا نانوتویؒ کے پاس پہنچا دیا تو فرمایا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر مہمان تک کا اکرام فرمایا ہے ۔ اس شخص نے اس جواب کو مولانا گنگوہیؒ کی خدمت میں عرض کیا ۔مولانا نے فرمایا کہ کافر کے اکرام میں غلط فہمی اور فساد کا احتمال نہیں بدعتی کے اکرام میں عوام کی غلط فہمی اور فسادِ عقیدہ کا اندیشہ ہے اس لئے ناجائز ہے ۔

اس جواب کو پھر اس شخص نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی خدمت میں پہنچ کر بیان کیا تو مولاناؒ نے اس کو ڈانٹ دیا کہ یہ کیا واہیات ہے اِدھر کی اُدھر، اُدھر کی اِدھر لگاتے پھرتے ہو ، بیٹھو اپنا کام کرو ۔

(حسن العزیز ج ۱ صہ ۱۷۲ ، صہ ۳۸۲)

۵۱۔ حضرت گنگوہیؒ کی حضرت حاجی صاحبؒ سے محبت

فرمایا: ایک بار حضرت مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ جتنی محبت پیروں کے ساتھ مریدوں کو ہوتی ہے، حضرت حاجی صاحبؒ سے مجھ کو اتنی نہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے سُن کر اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے فرمایا کہ اب تو ماشاء اللہ آپ کی حالت باطنی حضرت حاجی صاحبؒ سے بھی بہت آگے بڑھ گئی ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ لا حول ولا قوۃ، استغفر اللہ، بھلا کہاں حضرت کہاں مَیں۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

مجھے اس بات سے بڑی تکلیف ہوئی بڑا صدمہ ہُوا۔ مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے فرمایا کہ خیر آپ اُن سے بڑھے ہُوئے نہ سہی لیکن مَیں پوچھتا ہوں یہ تکلیف آپ کو کیوں ہوئی؟ بس یہی ہے محبت، آپ تو کہتے تھے مجھے حضرت سے محبت ہی نہیں۔ اگر محبت نہ تھی تو یہ صدمہ کیوں؟ ویسے ہی اپنی فضیلت کی نفی کر دیتے۔ بس یہی محبت ہے۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ بھائی تم بڑے استاد ہو۔ بڑی بے تکلفی تھی آپس میں۔

(حسن العزیز ج ۱ ص ۳۵۶)

۵۲۔ شاہبازِ عرش

فرمایا: ایک جگہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ وعظ فرما رہے تھے۔ مولانا گنگوہیؒ بھی شریک تھے۔ ایک صاحب بولے کہ خیر وعظ کی مجلس میں بیٹھنے کا ثواب تو ہو گیا۔ باقی سمجھ میں کچھ آیا نہیں۔ اگر مولانا عام فہم مضامین بیان فرمایا کریں تو کچھ نفع بھی ہو۔ مولانا گنگوہیؒ سُن رہے تھے۔ فرمایا کہ افسوس ہے شاہبازِ عرش سے درخواست کی جاتی ہے کہ زمین پر اُڑے۔ مولانا محمد قاسم صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ مَیں وعظ میں جو کہیں کسی قدر رُک جاتا ہوں تو سوچنے کی غرض سے نہیں بلکہ مضامین کا اس قدر ہجوم اور تواتر ہوتا ہے کہ پریشان ہو جاتا ہوں، سوچتا ہوں کہ کس کو مقدّم کروں، کس کو مؤخر کروں۔

(حسن العزیز ص ۳۸۲)

۵۳ - اخلاق کا غلبہ

فرمایا: مولانا محمد قاسم صاحبؒ پر اخلاق کا اس قدر غلبہ تھا کہ بعض اوقات عوام کی مصلحت کا بھی خیال نہ رہتا تھا۔ ایک صاحب نے میرٹھ میں مولاناؒ سے دریافت کیا کہ مولوی عبدالسمیع صاحب تو مولود شریف کرتے ہیں آپ کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا کہ بھائی انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبت معلوم ہوتی ہے اس لئے کرتے ہیں۔ مجھے بھی اللہ تعالیٰ محبت نصیب کرے۔ مولوی عبدالسمیع صاحب خود مجھ سے کہتے تھے کہ ایسے سے بھلا کوئی کیا لڑے؟ (حسن العزیز ج ۱ ص ۳۷۶)

۵۴ - اصل علم قرآن وحدیث میں ہے

فرمایا: ایک معقولی مولوی صاحب سے مناظرہ کرنے کی غرض سے مولانا محمد قاسم صاحب رامپور تشریف لے گئے تھے، سُنا تھا کہ وہ کچھ اکابر کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ مثلاً شاہ عبدالعزیز صاحبؒ، مولانا کو ناگوار ہوا۔ گو نہایت متواضع تھے لیکن اکابر کے متعلق ایسے مضامین سُن کر فرمایا کہ مجھے چاہے گالیاں دے لیں۔ لیکن جن کی جُوتیاں سیدھی کر کے کچھ پڑھا پڑھایا ہے اُن کی بابت تو سُنا نہیں جاتا (سب تمہاری زیارت کو آتے ہیں، تم مجھے اپنی زیارت کرا جاؤ۔ یہ ایک بوڑھے شخص نے رامپور سے کہلوایا تھا، اس غرض سے بھی رامپور تشریف لے گئے) غرض جب مولانا پہنچے تو وہ مولوی صاحب خود تو سامنے نہیں آئے لیکن اپنے آدمیوں کو بھیجنا شروع کیا۔ مولاناؒ تھے بڑے دلیر گو تواضع کی شان بھی نہایت بڑھی ہوئی تھی مگر موقع پر بالکل بے باک ہو جاتے تھے۔

فرمایا کہ اپنے اُستاد کو لاؤ، چُوڑیاں کیوں پہن لیں، پردہ سے باہر کیوں نہیں نکلتے مگر خود نہیں آئے۔ مولاناؒ نے وعظ میں بھی کہا کہ خود پردہ میں بیٹھ کر اوروں کو بھیجتے ہیں یہ کیا زنانہ پن ہے؟ ہمت ہے تو سامنے آئیں لیکن اس پر بھی اُن کی ہمت نہیں ہوئی، مولانا کی ذکاوت سے سب ڈرتے تھے۔

مولوی اسحاق صاحب کے ایک استاد عامل بالحدیث کہتے تھے کہ میں مولانا کی مجلس

میں پہنچا۔ مولانا قرأت فاتحہ خلف الامام کو عقلی دلائل سے ثابت کر رہے تھے کہ مجھے کسی جگہ خدشہ ہُوا لیکن چُپ ہو گیا کہ ان سے گفتگو کرنا جھاڑ اپنے پیچھے لگا لینا ہے۔ ان سے عہدہ برا ہونا مُشکل ہے۔

مولانا بے حد ذکی تھے۔ ایک مولوی صاحب غیر مقلد بہت تیز ہیں مَیں بھی اُن سے مِلا ہوں۔ اُن کے چہرے اور لہجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بے حد ذکی ہیں۔ انہوں نے مولانا سے کہا کہ مجھے امام صاحبؒ کے اقوال میں چند شبہ ہیں۔ مولاناؒ نے فرمایا متاخرین کی تفریعات کو تو مَیں نہیں کہتا لیکن خاص امام صاحبؒ کے جتنے اقوال ہیں مَیں دعوے کہتا ہوں کہ خود امام صاحب کے جس مسئلہ کو چاہے پوچھ لیجئے حدیث سے ثابت کر دوں گا۔ حالانکہ مولانا، کی کتابوں پر کچھ زیادہ نظر نہ تھی۔ ہے واقعی بہت بڑا دعویٰ۔ فرمایا کہ مَیں دعویٰ کرتا ہوں کہ خاص امام صاحب کا ایک قول بھی حدیث کے خلاف نہیں۔ وہ مولوی صاحب چند مسائل پُوچھ کر چُپ ہو گئے۔ جانتے تھے کہ کیسے شخص ہیں۔

رامپور کے وعظ میں مولاناؒ نے دعویٰ کیا تھا کہ لوگوں نے معقول معقول پکار رکھا ہے۔ پھر اصل علم تو قرآن و حدیث میں ہے۔ مَیں دعویٰ کرتا ہوں کہ جتنے مسائل فلسفی ہیں نفیاً یا اثباتاً سب قرآن میں موجود ہیں۔ ایک صاحب نے اُٹھ کر کہا: جزء لایتجزیٰ کے مسئلہ میں متکلمین اور حکماء کا کیا اختلاف ہے؟ مولانا نے فوراً فرمایا، متکلمین کی رائے صحیح ہے قرآن سے ثابت ہے۔ پھر سورۃ واقعہ کے شروع کی آیتیں پڑھ کر کچھ مقدمات ملا کر فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا سے ثابت کر دیا کہ یہ تجزیہ عدم تجزیہ تک واقع ہوگا۔ سب خاموش بیٹھے رہے کوئی کچھ نہ بول سکا۔

(حسن العزیز ج ۱ صہ ۳۸۰)

۵۵۔ امراء کے معاملہ میں غیور

فرمایا: نواب کلب علی خاں کا زمانہ تھا، نواب صاحب نے کہلوا بھیجا کہ آپ کو تکلیف تو ہو گی لیکن مجھے زیارت کا بے حد اشتیاق ہے۔ مولانا نے اوّل تہذیب کا جواب کہلا بھیجا کہ میں ایک کاشتکار کا بیٹا ہوں۔ آدابِ دربار سے ناواقف ہوں کوئی

بات آداب دربار کے خلاف ہو گی تو یہ نازیبا سا ہے۔ نواب صاحب نے کہلا بھیجا کہ حضرت آپ کے لئے سب آداب معاف ہیں۔ پھر مولانا نے کہلا بھیجا کہ وہ جواب تو تہذیب کا تھا اب ضابطہ کا جواب دینا پڑا۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے ملاقات کا اشتیاق ہے۔ سبحان اللہ! اشتیاق تو ہو آپ کو اور حاضر ہوں میں یہ عجیب بے جوڑ بات ہے۔ پھر نواب صاحب کی ہمت نہ بلانے کی ہوئی نہ خود حاضر ہونے کی۔ واقعی مولانا بڑے تارک تھے۔

امراء کے معاملہ میں تو بڑے غیور تھے۔ میرے سامنے جامع مسجد دیوبند میں ایک تحصیلدار پیچھے بیٹھے تھے۔ اُن کا خادم آیا کہ تحصیلدار صاحب کو کچھ مشورہ کرنا ہے (اس زمانہ میں قانون نہ متعلق نکاح خوانی آیا تھا) آپ کو بھی شریک کرنا چاہتے ہیں ذرا تکلیف فرمائیے۔ مولانا نے جھڑک دیا کہ جاؤ۔ (حسن العزیز ج ۱ ص ۳۸۱)

۵۶۔ فقیہہ عصر

فرمایا: حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص قسم کھالے کہ میں فقیہہ کو دیکھوں تو وہ حضرت مولانا گنگوہیؒ کو دیکھے تو اس کی قسم پوری ہو جائیگی۔
(مجالس حضرت حکیم الامتؒ)

۵۷۔ ہدیہ قبول نہ کرنے کا سبب

فرمایا: شاہجہان پور کے ایک بزرگ نے حضرت مولانا نانوتویؒ سے فرمایا تھا کہ جب میں لوگوں کے پیٹ میں سُور کتے بولتا دیکھتا ہوں تو پھر کیسے ہر ایک کی چیز لے لوں؟ (العشر) بعض بزرگوں کو کشف ہو جاتا ہے۔ اس لئے وہ ہر ایک کا ہدیہ قبول نہیں کرتے۔

۵۸۔ کسی کو بُرا کہنے میں احتیاط

فرمایا: ایک مشہور پیر صاحب بازاری عورتوں کو مرید کر لیتے تھے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کی مجلس میں کچھ لوگ اُن کو بُرا کہنے لگے تو حضرت نے بہت

خفا ہو کر فرمایا کہ تم نے اُن کا عیب تو دیکھ لیا۔ یہ نہیں دیکھا کہ وہ راتوں کو اللہ تعالےٰ کے سامنے عبادت گذاری اور گریہ وزاری کرتے ہیں۔ لوگوں کو خاموش کر دیا۔ اور اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ کسی شخص کے اچھے عمل کو اچھا اور بُرے کو بُرا یا بھلا اس کے مجموعہ اعمال کی بناء پر کہا جا سکتا ہے۔ جس کا عموماً لوگوں کو علم نہیں ہوتا اس لئے کسی شخص کی ذات کو بُرا کہنے میں بہت احتیاط چاہیئے۔

(مجالس حکیم الامت ؒ صـ ۱۲۴)

۵۹۔ کسی کا نام نہ بگاڑنا چاہیئے

فرمایا: حضرت مولانا نانوتویؒ کے خاص بے تکلف مرید امیر شاہ خاں صاحب مرحوم نے ایک مرتبہ فضل رسول صاحب جو اس زمانہ کے اہلِ بدعت میں سے تھے، اُن کا نام بگاڑ کر فضل رسول کی بجائے فصل رسول صرف صاد کے ساتھ کہا۔ حضرتؒ نے ناراض ہو کر سختی سے فرمایا کہ وہ جیسے بھی کچھ ہوں تم تو آیتِ قرآن: وَلَا تَنَابَزُوا بِالْاَلْقَابِ۔ کے خلاف کر کے گناہ گار ہو ہی گئے۔

(مجالس حکیم الامت ؒ صـ ۱۲۴)

۶۰۔ شعر و شاعری میں کسی کو کافر کہنے میں احتیاط

فرمایا: حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے سامنے ایک فارسی قطعہ پیش کیا گیا جس کا تعلق ایسے لوگوں سے تھا جو بلا وجہ شرعی کسی مُسلمان کو کافر کہہ دیتے ہیں۔ قطعہ یہ تھا ؎

مرا کافر اگر گفتی غم نیست!
چراغ کذب را نبود فروغے
مسلماں نت بخوانم در جوابش
دروغے را جزا باشد دروغے!

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے سُنا تو فرمایا کہ اس میں تو مخاطب کو کافر

ہی کہہ دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس کے مسلمان ہونے کو جھوٹ قرار دینا کافر ہی کہنا ہے۔
پھر خود اس میں ایک شعر کا اضافہ اپنی طرف سے اس طرح کر دیا ؎

مرا کافر اگر گفتی غمے نیست
چراغِ کذب را نبود فروغے!
مسلمانت بخوانم در جوابش
دہم شکر بجائے تلخ دوغے
اگر خود مؤمنی فبہا و الّا
دروغے را جزا باشد دروغے

(مجالس حکیم الامتؒ صہ ۱۲۱)

۶۱۔ ایک حدیث کی تحقیق

فرمایا: ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من احدث فی امرنا ھٰذا فھو ردٌّ۔ یعنی جس شخص نے ہمارے دین میں کسی نئی چیز کو بڑھایا وہ مردود ہے۔ حضرت مولانا نانوتویؒ نے اس حدیث کی تحقیق میں فرمایا کہ حدیث میں جس چیز کی ممانعت فرمائی ہے وہ احداث فی الدّین ہے۔ لیکن دین کے احکام کو بروئے کار لانے کے لئے جن ذرائع و وسائل کی ضرورت پیش آئے اس کا حدیث و قرآن میں منصوص یا مذکور ہونا ضروری نہیں۔ وہ ہر زمانے میں اور کام کی مناسبت سے اختیار کئے جا سکتے ہیں۔ جیسے اس زمانہ میں حج کے لئے ہوائی جہاز اور جہاد کے لئے ٹینک اور بم وغیرہ کا استعمال ہے کہ اس کو احداث فی الدین نہیں کہہ سکتے بلکہ احداث للدّین کہا جائے گا اور وہ جائز ہے۔

اسی طرح جمعیت کی خاطر اور قطع وساوس کے لئے ذکر جہر یا اشتغال صوفیہ میں سے کوئی اشغل اختیار کرنا احدث فی الدّین نہیں بلکہ للدّین ہے۔

(مجالس حکیم الامتؒ صہ ۸۵)

۶۲۔ نوتعلیمیافتہ سے گفتگو کا طریق

فرمایا: نوتعلیم یافتہ لوگوں سے تو ضابطہ کی گفتگو کرنی چاہیئے۔ مگر ہر موقع کی معرفت اور اُس کے مطابق۔ مولانا محمد قاسم صاحب فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے واقعہ میں کچھ اخفاء کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اُس کو ظاہر فرمادیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارادہ کی کہ اگر حطیم کو جزو بیت اللہ بنادے گا تو فتنہ ہو گا، حق تعالیٰ نے تصدیق فرمادی۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خیال میں دونوں جگہ اظہار خلافِ مصلحت تھا مگر ایک جگہ حق تعالیٰ نے ظاہر فرمادیا اور آپ کے خیال کو بدل دیا اور دوسری جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال کو ثابت رکھا۔

(الکلام الحسن ملفوظ ۳۴)

۶۳۔ ارادۂ فعل اختیاری ہے

فرمایا: مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے رڑکی میں دیانند سے کہا کہ مناظرہ کرلو۔ اُس نے کہا کہ عام جلسہ میں مناظرہ کرنے میں فساد کا خطرہ ہے۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ اب تو خلوت ہے ابھی کرلو۔ اُس نے کہا میں اس جگہ اس ارادہ سے نہیں آیا۔ فرمایا کہ ارادہ تو فعل اختیاری ہے اب کرلو۔ اس سے بالکل لاجواب ہوگیا۔

(الکلام الحسن ملفوظ ۵)

۶۴۔ تقویٰ حضرت نانوتویؒ

فرمایا: مولانا محمد قاسم صاحبؒ جب مدرسہ دیوبند کے دوات قلم سے کوئی خط لکھتے تھے تو روشنائی اور قلم کے استعمال کے عوض میں ایک پیسہ دے دیتے تھے۔

(الکلام الحسن ملفوظ ص ۱۲۹)

۶۵۔ مریدوں پر توجّہ

فرمایا: ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کسی مسجد میں چند مریدوں کو توجّہ

دے رہے تھے اور رات کا وقت تھا چراغ نہ تھا۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کو اس کی خبر لگی، جلدی سے آکر خفیہ طور پر حلقہ میں بیٹھ گئے۔ حضرت نانوتویؒ کو نسبت یعقوبیہ کا احساس ہو گیا۔ آپ نے توجہ روک لی۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کو اس کا ادراک ہو گیا۔ خفا ہو کر فرمانے لگے، بنا دو ان کو غوث و قطب، میں ہی ایک منحوس ہوں جو خارج معلوم ہوتا ہے۔ (خیر الافادات ملفوظ ص۱۸۳)

۶۶۔ انبیاء علیہم السلام سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا

ارشاد فرمایا کہ مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحبؒ نے مجھ سے نقل کیا ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ تھی کہ انبیاء علیہم السلام سے قبل نبوت یا بعد نبوت نہ کوئی گناہ کبیرہ سرزد ہوتا ہے نہ صغیرہ۔

(مجالس حکیم الامتؒ ص۲۱)

۶۷۔ ذہن دنیا سے رخصت ہو چکا

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ذہن تو دنیا سے رخصت ہو چکا مگر کچھ حافظہ باقی ہے اور وہ بھی نابیناؤں میں۔

(مجالس حکیم الامتؒ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی ص۱)

۶۸۔ حجرِ اسود کسوٹی ہے

فرمایا: حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ حجر اسود کسوٹی ہے اُس کے چھونے سے انسان کی اصلی حالت ظاہر ہوتی ہے۔ اگر واقعی فطرۃً صالح ہے توحج کے بعد اعمالِ صالحہ کا غلبہ ہو گا اور اگر فطرت طالع ہے محض تصنع سے نیک بنا ہوا ہے توحج کے بعد اعمالِ سئیہ کا غلبہ ہو گا اس لئے حاجی کی حالت خطرناک ہے اور اس خطرہ کا علاج یہ ہے کہ حاجی زمانۂ حج میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اصلاح حال کی خوب دُعا کرے اور دل سے اعمالِ صالحہ کے شوق کی دُعا کرے اور حج کے بعد اعمالِ صالحہ کا

خوب اہتمام کرے۔ (انفاس عیسیٰ ج ۱ صـ۲۶۹)

۶۹۔ کونسا مباح و مستحب ترک کرنا چاہیئے ؟

فرمایا: حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ گویہ قاعدہ شرعی ہے کہ جس مباح و مستحب میں احتمال مفسدہ ہو اس مباح و مستحب کو ترک کر دینا چاہیئے مگر اس کا فیصلہ کرنا کہ کونسا مفسدہ قابلِ اعتبار ہے اور کون سا قابلِ التفات نہیں۔ یہ ہر شخص کا کام نہیں بلکہ اس کا فیصلہ بھی شارع ہی کر سکتا ہے یا دوسرا وہ شخص جو کلام شارع کو اچھی طرح سمجھتا ہو۔

(تقلیل الاختلاط مع الانام صـ۵)

۷۰۔ غریب سمجھ کر دینا

فرمایا: مولانا محمد قاسم صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر یہ شبہ ہو جائے کہ یہ شخص ہم کو غریب سمجھ کر دے رہا ہے تو لینے کو جی نہیں چاہتا ہم غریب ہی سہی مگر اس کو کیا حق ہے کہ ہم کو غریب سمجھ کر دے۔

(انفاس عیسیٰ ج ۲ صـ۱۶۴)

۷۱۔ صدیق کو احکامِ الٰہی میں تردّد نہیں ہوتا

فرمایا: مولانا محمد قاسم صاحبؒ سے لوگوں نے ایک بار بہت اصرار سے پوچھا کہ آپ کا مرتبہ کیا ہے؟ بڑی مشکل سے اتنا کہا کہ مجھے یہ بات میسّر ہے کہ احکام میں سے کسی میں مجھے کبھی تردّد نہیں ہوتا۔ ذوقی طور پر بالکل یقین ہوتا ہے۔ ایک شخص جو نہایت ذہین تھے انہوں نے کہا آپ صدّیق ہیں اور صدیق کی شان یہی ہوتی ہے کہ اس کو احکامِ الٰہی میں ذرا تردّد نہیں ہوتا (جیسا کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے معراج کا حال سُن کر فوراً بے تامل تصدیق فرما دی تھی۔)

(مقالات حکمت صـ۳۷)

۷۲۔ قرآن مجید کے الفاظ ہی کافی ہیں

فرمایا: مولانا محمد قاسم صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن مجید کے الفاظ میں ہی غور کرنا چاہیئے۔ قرآن مجید کے الفاظ کافی ہیں۔ باہر جانے کی ضرورت نہیں۔ (مگر مولانا کا سا فہم بھی تو ہو۔)

(حسن العزیز ج ۲ صـ ۴۲)

۷۳۔ اسرار احکام شریعت کے عطاء کا سبب

فرمایا: مولانا محمد قاسم صاحبؒ فرماتے تھے کہ حدیث پڑھنے کے وقت میں یہی سوچا کرتا تھا کہ یہ بات رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کیوں فرمائی؟ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے یہی علوم آپ پر منکشف فرمائے یعنی اسرار و حکم شریعت۔

(حسن العزیز ج ۲ صـ ۱۳۹)

۷۴۔ دو چیزوں میں بے فکری

فرمایا: مولانا محمد قاسم صاحبؒ فرماتے تھے کہ دعوت کا کھانا اور جماعت کی نماز ایسی چیزیں ہیں کہ ان میں اپنے اُوپر کچھ بوجھ نہیں پڑتا۔ دعوت کے کھانے کی کچھ فکر نہیں ہوتی کہ کہاں سے آیا ہے؟ اسی طرح جماعت میں اللہ اکبر کہہ کر کھڑے ہو گئے۔ اب کچھ خبر نہیں کہ کیا ہوگا؟ سب بار امام صاحب کے ذمے۔

(حسن العزیز ج ۲ صـ ۱۱۵)

۷۵۔ لڑکیوں کو حقِ میراث دینا ضروری ہے

فرمایا: مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جلال آباد کی جائیداد خریدنا جائز نہیں۔ کیونکہ وہاں لڑکیوں کا حق نہیں دیا جاتا۔ البتہ جہاں ایسا نہ ہو وہاں کچھ حرج نہیں۔

(حسن العزیز ج ۲ صـ ۱۴۳)

۷۶۔ اسلام کی محبت سے خاتمہ بالخیر

فرمایا: حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے پڑوس میں ایک ہندو بنیا رہتا تھا۔ اُس کی دُکان سے مولانا کے یہاں سودا بھی آتا تھا اُس کا انتقال ہو گیا تو مولانا نے اُسے خواب میں دیکھا کہ جنت میں گشت کر رہا ہے۔ پوچھا لالہ جی تم یہاں کیسے پہنچے تم تو ہندو تھے بُت کی پُوجا کرتے تھے۔ سُود بٹہ لیا کرتے تھے جنّت تو مسلمان کے لئے ہے۔ کہا: مولوی جی! آپ کی صحبت سے مجھے اسلام سے محبت ہو گئی پھر جب مَیں مرنے لگا تو لوگوں نے کہا ان کہتی کہہ لے جان آسانی سے نکل جائے گی۔ اب تک فرشتے سامنے نہیں آئے تھے، مَیں نے دل میں کلمہ پڑھ لیا پھر وہ قبول ہو گیا اور مَیں جنت میں پہنچ گیا۔ (اشرف البیان فی معجزات القرآن)

۷۷۔ لوح محفوظ کی مثال

فرمایا: ایک دفعہ دیانند سرستی نے حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ سے سوال کیا کہ مسلمان کہتے ہیں لوح محفوظ میں اول خلقت سے قیامت تک کے تمام واقعات لکھے ہُوئے ہیں اور واقعات ولاتعداد ولامحصل ہیں تو وہ کتاب بہت بڑی ہو گی پھر وہ کہاں رکھی جاتی ہو گی؟

مولاناؒ نے اس کا جلدی جواب نہیں دیا۔ بلکہ اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔ دورانِ گفتگو دریافت فرمایا۔ لالہ جی آپ کی عمر کتنی ہے؟ آپ نے کہاں کہاں تعلیم حاصل کی؟ آپ کو جوانی کے سیر و سیاحت کے واقعات بھی یاد ہوں گے؟ انہوں نے بڑے دعویٰ سے کہا سب محفوظ ہیں۔

مولانا نے فرمایا لالہ جی! اس ذرا سے دماغ میں جو ایک بالشت سے بھی کم ہے، ستر برس کے واقعات اور کتابوں کے مضامین اور لوگوں کی باہمی تقریریں اور مباحث کس طرح سمائے ہیں؟ یہ لوح محفوظ کی نظیر تو خود آپ کے اندر موجود ہے' آپ کا دماغ، پھر حیرت کیسی؟ (وعظ نور النور)

۷۸۔ تحریری مناظرہ میں شعر کا اُسی غزل کے دوسرے شعر سے جواب

فرمایا: حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے بضرورت اہل زیغ (کج فہموں) سے تحریری گفتگو بھی فرمائی ہے۔ سرسید کے جواب میں بھی رسالہ تحریر فرمایا ہے۔ سرسید نے اپنی ایک تحریر میں کسی شخص کے اس استفسار کے جواب میں کہ کسی عالم کو تمہارے سمجھانے کے لئے آمادہ کیا جائے، یہ شعر لکھا تھا ؎

حضرت ناصح جو آئیں دیدہ و دل فرشِ راہ
کوئی ہم کو یہ تو سمجھا دے کہ سمجھائیں گے کیا

جب مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو وہ تحریر دکھلائی گئی تو مولانا نے جواب کے ساتھ اسی غزل کا یہ شعر لکھا ؎

بے نیازی حد سے گزری بندہ پرور کب تلک
ہم کہیں گے حالِ دل اور آپ فرمائیں گے کیا

(الافاضات الیومیہ ج ۵ ص ۱۰۵)

۷۹۔ تعلق و محبّت کی عجیب مثال

فرمایا: ایک صاحب تھے دیوان جی "اللہ دیا" انہوں نے حضرت مولانا محمد قاسمؒ سے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت مولاناؒ نے فرمایا گنگوہ جاکر مولانا گنگوہیؒ سے بیعت ہو۔ عرض کیا بہت اچھا۔ گنگوہ پہنچے اور حضرت گنگوہیؒ سے بیعت ہو کر دیوبند آگئے اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ سے پھر بیعت کی درخواست کی۔ مولانا نے فرمایا کہ مَیں نے تو تم سے کہا تھا گنگوہ جاکر مولاناؒ سے بیعت ہو جاؤ۔ عرض کیا میں بیعت ہو آیا اور جہاں جہاں آپ فرمائیں گے وہاں جاکر بیعت ہو آؤں گا، مگر دل سے بیعت ہوں گا آپ ہی سے۔ کیا ٹھکانا ہے اس تعلق اور محبت کا۔ آخر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت فرمالیا۔ دیکھئے کیا لطیف ادب اور طاعت ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۵ ص ۲۰۹)

۸۰۔ حضرت مولانا رفیع الدین صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند کے متعلق رائے

فرمایا: ایک مرتبہ مولانا رفیع الدین صاحبؒ کے متعلق حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ یہ مولانا رشید احمد صاحبؒ سے کمالاتِ باطنی میں کسی طرح کم نہیں۔ بس اتنا فرق ہے کہ وہ ظاہری عالم بھی ہیں یہ عالم نہیں۔

(الافاضات الیومیہ ج ۵ ص ۲۵۵)

ف: واقعی صحیح ہے ؎

علم کی حد سے میرے بندۂ مومن کے لئے
لذتِ شوق بھی ہے نعمتِ دیدار بھی ہے

کمالاتِ باطنی واقعی حق سبحانہٗ و تعالےٰ کی عطاء ہیں کہ جس کو چاہیں عطا فرمادیں ؎

داد او را قابلیت شرط نیست

۸۱۔ کون سا مفسدہ قابلِ اعتبار ہے؟

فرمایا: حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ گو یہ قاعدہ شرعی ہے کہ ہر جس مباح و مستحب میں احتمال مفسدہ ہو اس مباح و مستحب کو ترک کر دینا چاہیئے مگر اس کا فیصلہ کرنا کہ کون سا مفسدہ قابلِ اعتبار ہے اور کونسا قابلِ التفات نہیں، ہر شخص کا کام نہیں۔ بلکہ اس کا فیصلہ بھی شارع ہی کر سکتا ہے یا دوسرا وہ شخص جو کلام شارع کو اچھی طرح سمجھتا ہو۔

(تقلیل الاختلاط مع الانام ص ۵)

معارف یعقوبی

استاذ العلماء عارف باللہ حضرت مولانا
محمد یعقوب صاحب نانوتوی قدس سرہٗ
کے علوم و معارف، کلماتِ حکمت اور انمول فرمودات کا گنجینہ

بروایت

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ العزیز

ترتیب
محمد اقبال قریشی

ناشر
اِدارۂ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور

تقارِیظِ اکابر

استاذ العلماء عارف باللہ سیدی و مرشدی حضرت مولانا

خیر محمد صاحبؒ جالندھری قدس سرہٗ

بانی خیر المدارس ملتان

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ !

آپ نے اچھا لکھا ہے میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ آپ کے عزائم میں برکت فرمائے۔ آمین !

خیر محمد عفا اللہ عنہ

از ملتان

۲ رمضان ۸۸

مخدوم العلماء والفضلاء حضرت مولانا حافظ

محمد شریف صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

مہتمم مدرسہ عربی خیر المدارس ملتان شہر

مجدد الملت، حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ کو تین بزرگوں سے نہایت ہی خصوصی والہانہ تعلق و شغف تھا (۱) سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (۲) فقیہ العصر جنید وقت حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور (۳) قطب دوراں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ۔ ایک موقع پر حضرت حکیم الامتؒ نے ارشاد فرمایا کہ "مجھے زیادہ کتب بینی کی عادت نہیں" کسی نے عرض کیا کہ پھر اتنے علوم و معارف کی نشر و اشاعت و تصنیف کیسے ہوئی؟ فرمایا کہ میں نے صرف تین کتابیں پڑھی ہیں، ایک حضرت حاجی صاحبؒ دوسری حضرت گنگوہیؒ اور تیسری حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ۔

واقعی قابلِ اعتماد اور نافع علم کی تحصیل کا اصل طریق صحبت ہی ہے۔ حضرت حکیم الامتؒ اپنے مواعظ اور ملفوظاتِ مجالس میں اولیاءِ اُمت کے ارشادات بالعموم اور ان اکابر ثلثہ کا بالخصوص ذکر فرماتے رہتے تھے۔ ان تین بزرگوں کے ملفوظات نہایت مزہ لے لیکر عجیب کیفیت سے بیان فرمایا کرتے۔ ان حضرات کے یہ جواہرات حضرت حکیم الامتؒ کے مواعظ و ملفوظات میں بکثرت ملتے ہیں۔

مولانا محمد اقبال صاحب قریشی زید مجدہ (خلیفہ ارشد حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی قدس سرہٗ) کو حق تعالےٰ جزائے جزیل عطا فرمائے کہ نہایت محنت و عرق ریزی کر کے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی قدس سرہٗ کے ملفوظات منتشرہ کو یکجا جمع کرنے کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ جن کا حصہ اوّل طبع ہو چکا ہے۔ مجھے اس کے مطالعہ سے بہت ہی حظ حاصل ہوا۔

حق تعالےٰ جناب مؤلف صاحب اور قارئینِ کرام کو ان ملفوظات سے حظ وافر عطا فرمائیں اور انہیں اس خدمتِ جلیلہ کی تکمیل کی سعادت سے بہرہ مند فرمائیں۔ اہل اللہ کے ملفوظات کا مطالعہ صحبتِ معنوی ہے جو صحبتِ حسّی کا قائم مقام ہے۔ حق تعالےٰ

ہم سب کو ان کے مطالعہ پر دوام اور صحیح اخذ و استفادہ کی توفیق بخشیں ۔

ع این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

احقر

محمد شریف عفا اللہ عنہ جالندھری

مہتمم مدرسہ خیر المدارس (رجسٹرڈ) ملتان شہر

۳۰ر جمادی الاولی ۱۳۹۵ھ ۱۱ جون ۱۹۷۵ء

عارف باللہ شیخ الطریقت حضرت مولانا الحاج محمد شریف صاحب نور اللہ مرقدہٗ

(خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ مکان ۹۰، نواں شہر ملتان)

"بہت ذوق و شوق سے حرفاً حرفاً مطالعہ کیا جو کچھ مولانا وکیل احمد صاحب شیروانی مدظلہم العالی نے اس کے متعلق تحریر فرمایا ہے ، وہی کچھ میں کہتا ہوں "

محمد شریف عفی عنہ

جناب مولانا

وکیل احمد صاحب شیروانی مدظلہ

روح رواں "مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان" (لاہور)

"حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات یقیناً ایک بیش بہا خزانہ ہیں۔ ایک ایک ملفوظ جواہرات میں تولے جانے کے قابل ہے۔ اب تک یہ جواہرات منتشر حالت میں نمعلوم کہاں کہاں بکھرے پڑے تھے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے جناب اقبال قریشی صاحب کو کہ انھوں نے اس خزانے کو یکجا کر دیا۔

اس خزانے کی قدر و قیمت اس وقت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ خزانہ اب تک جس کے پاس امانت رہا ہے وہ اپنے وقت کے مجدد اور قطب عالم حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی ہے۔

ملفوظات حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے اور روایت حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی "سونے پر سہاگہ" شاید ایسے ہی موقع کے لئے بولا گیا ہے۔"

وکیل احمد شیروانی

حضرت مولانا سید نجم الحسن صاحب تھانوی مدظلہ العالی
صدر مجلس صیانۃ المسلمین (پاکستان)

"زیرِ نظر کتاب کے بارے میں مجھ جیسے ہیچمدان، کم علم اور گمنام انسان کا کچھ لکھنا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے ؎

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب　　گر دلیلت باید ازوے رومتاب

کتاب کے مطالعہ سے اطمینان وسکینہ قلب اور تعلق مع اللہ کی دولتیں غیر معلوم طریقے سے دل میں گھر کرتی چلی جاتی ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ خاموشی کے ساتھ نہایت آسان طریقے سے انسان اصلاحِ نفس کی راہ پر گامزن ہو جاتا ہے جو پیش خیمہ ہے علم صالح اور خاتمہ بالخیر کا۔

اسی کتاب کے حصہ اول کے ساتھ پیش لفظ اور "صاحب ملفوظات کا مختصر تعارف" کے ضمن میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ نہ صرف کافی ہے بلکہ بحمداللہ نہایت مفید اور بصیرت افروز بھی ہے۔ یہ احقر اپنے میں اس پر کچھ زیادہ کرنے کی اہلیت نہیں پاتا، بجز اس کے کہ دل سے یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جامع سلمہٗ کی اس مخلصانہ خدمت اور کوشش کو شرفِ قبولیت بخشے اور احقر اور جملہ ناظرینِ کرام کو اس رسالہ سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

حقیقت یہ ہے کہ اس رسالہ کی خوبیاں، اوصاف اور فوائد معرضِ تحریر میں آ ہی نہیں سکتے بلکہ مطالعہ کے بعد خود بخود قلب اور روح پر کیفیات وحالات کی صورت میں منکشف ہوتے ہیں جن کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ جیسے کوئی پھل کی لذت اور مزے کو سمجھانے کے لئے الفاظ ناکافی ہیں۔ مثلاً اگر کوئی چاہے کہ آم کی لذت کو لفظوں میں بیان کرے تو کہے گا کہ آم میٹھا ہوتا ہے۔ پوچھا جائے گا کہ گڑ کی طرح؟ کہے گا نہیں بلکہ اس کی شیرینی بہت لطیف ہوتی ہے۔ پوچھا جائے گا کہ پھر چینی کی طرح؟ کہے گا یہ

بھی نہیں، بلکہ اس میں تو خاص قسم کی خوشبو بھی ہوتی ہے۔ پوچھا جائے کہ پھر شہد کی طرح؟ کہے گا کہ یہ بھی نہیں، غرض یہی کہنا پڑے گا کہ میاں کھاؤ تو پتہ چلے کہ کیسا ہوتا ہے۔

بس اسی طرح ان جواہرات کے فوائد اور لطائف کا علم مطالعہ کے بعد ہی ہو گا جو بمنزلہ مشاہدہ کے ہے کہ جیسے آم کو دیکھ لیا۔ اس کے بعد ان ارشادات پر عمل کر کے جو حلاوت اور خیر و برکت نصیب ہوگی وہ گویا آم کھانے کے بعد کی حالت کے مترادف ہے کہ اس کی لذت اور حلاوت پوری معلوم ہوگئی اور اب زندگی بھر آم کے عاشق بن گئے۔

غرض ؎

ذوقِ ایں بادہ نہ دانی بخدا تا نہ چشی

اور ؎

دامانِ نگاہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار
گلچیں بہارِ تو ز داماں گلہ دارد!

اور ؎

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجا است

نجم الحسن تھانوی

جسٹس حضرت مولانا مفتی

محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ

نائب مہتمم "دار العلوم" کراچی ۱۴

"حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کبار اولیاء اللہ اور علمائے دیوبند کے استاذ الکل ہیں۔ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے خاص استاذ ہیں۔ اور حضرتؒ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مواعظ و ملفوظات میں جا بجا ان کے واقعات و ملفوظات بیان فرمائے ہیں۔

جناب مولانا محمد اقبال قریشی صاحب نے ان بکھرے ہوئے جواہر کو یکجا جمع کر کے کتابی شکل دے دی ہے۔ یہ کتابچہ عام مسلمانوں اور اہل علم دونوں کے لئے مفید ہے۔

شیرِ سرحد مولانا اشرف علی صاحب قریشی مدظلہ

مدیر اعلیٰ ماہنامہ "صدائے اسلام" پشاور

محترم مولانا محمد اقبال صاحب قابلِ مبارک باد ہیں کہ اس مادی دور میں دین کے چراغوں کی کرنوں سے ظلمات میں اُجالا کرنے کی سعی مشکور میں مصروف ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب استاذ العلماء حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ کے ملفوظات اور مختصر سوانح پر مشتمل ہے۔

کتاب ہذا ایمان کو جلا بخشنے والی ہے۔ اس کا مطالعہ ہر صاحبِ دل کے لئے ضروری ہے۔ مجھے ایک بات قبلہ ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب مدظلہ، خلیفہ مجاز حضرت حکیم الامتؒ کا بہت ہی پسند آئی ہے کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے منتسبین اپنے طور پر کچھ لکھنے کے بجائے ان ہی کی تحریرات کو عام کریں، اور پھیلائیں تو بہتر ہوگا۔ اس کے مطابق ہی اقبال احمد قریشی، حضرت تھانویؒ کی تعلیمات مختلف صورتوں میں پھیلانے کی سعی کر رہے ہیں۔

اشرف علی قریشی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ
وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَوْلِيَائِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا ۝

عارف باللہ حضرت مولانا

محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

کا مختصر تعارف

نام ونسب آپ کا اسم گرامی محمد یعقوب، تاریخی نام منظور احمد، تاریخ پیدائش ۱۳ر صفر ۱۲۴۹ھ ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ سے حاصل کی اور حدیث شریف شاہ عبدالغنی صاحب محدث دہلویؒ سے پڑھی۔

سلسلۂ تدریس تحصیلِ علم سے فارغ ہو کر اجمیر شریف میں تیس روپے ماہوار پر مدرس ہو گئے۔ بعدازاں آپ کو سو روپے ماہوار پر بنارس بلا لیا گیا۔ اس کے بعد ڈیڑھ صد روپے ماہوار پر ضلع سہارنپور کے ڈپٹی انسپکٹر مقرر ہوئے۔ ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں آپ کو حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے اشتباہ میں گرفتار کر لیا گیا۔ رہائی کے بعد آپ کو چھ ماہ کی تنخواہ پیش کی گئی تو آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ جب میں نے کام نہیں کیا تو تنخواہ کس چیز کی لوں۔ جب دارالعلوم دیوبند قائم ہوا تو آپ چالیس روپے مشاہرہ پر صدر مدرس مقرر ہوئے جہاں سے آپ کے بیسیوں تلامذہ ایسے نکلے جو آفتاب کے مثل مشہور ہوئے۔

سلوک وتصوّف آپ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے خلیفۂ اجل تھے۔ بڑے صاحبِ کشف بزرگ تھے۔ حالاتِ جذب آپ پر زیادہ طاری رہتے تھے اس لئے اپنے زمانے میں مجذوب

وسالک مشہور تھے۔

حج بیت اللہ آپ نے حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کے ساتھ ۱۲۷۷ھ اور ۱۲۹۵ھ میں دو حج کئے۔

وصال مبارک ۱۳۰۲ھ شب شنبہ کو آپ ہیضہ میں مبتلا ہوئے اور شب دوشنبہ کو تقریباً ایک بجے وفات پائی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؀

ع۔ آسماں اُن کی لحد پر شبنم افشانی کرے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ دارالعلوم دیوبند کے پہلے صدر مدرس تھے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا مملوک علی صاحب قدس سرہٗ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کے خاص شاگرد تھے۔ اور فقیہ ملت حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ و حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے استاد تھے۔ دہلی میں مدرس تھے۔ اس لئے مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے شہزادوں[1] کی گود میں پرورش پائی تھی کیونکہ شہزادے آپ کے والد ماجد مولانا مملوک علیؒ کے پاس پڑھتے تھے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب بہت ہی نازک بدن تھے۔ زبردست عالمِ دین ہونے کے علاوہ بڑے درویش اور صاحبِ باطن شیخ بھی تھے۔ سیدالطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ آپ کے بارے میں فرمایا کرتے کہ وہ تو مجذوب[2] ہیں۔ آپ پر استغراق کا عالم طاری رہتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک[3] مرتبہ فتویٰ لکھ کر دستخط کرنا چاہے تو اپنا نام بھول گئے۔ بہت یاد کیا لیکن یاد نہ آیا۔ آخر اپنے ایک شاگرد سے جو قریب بیٹھے تھے، اپنا نام پوچھ کر دستخط فرمائے۔

ملکہ کی تاجپوشی[4] کے زمانے میں آپ دہلی میں مقیم تھے اور اکثر غائب رہتے تھے۔ مولانا امیر شاہ خان صاحبؒ نے ایک مجلس میں (جس میں مولانا عبدالحق مؤلف تفسیر حقانی

---

[1] ادج قنوج ص۳۹ [2] ارواحِ ثلاثہ ص۱۶۸ [3] ایضاً ص۲۲۳ [4] ایضاً ص۲۶۵

اور مولانا فخرالحسن گنگوہیؒ بھی تشریف فرما تھے، آپ سے دریافت کیا کہ حضرت اکثر کہاں غائب رہتے ہیں ؟ آپ نے جواب پر فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ دہلی میں جس جس جگہ تمہارا قدم جائے گا ہم اس جگہ کو آباد کریں گے۔ اس لئے اکثر شہر اور حوالی میں گشت کیا کرتا ہوں تاکہ ویران مقامات آباد ہو جائیں ۔ بعد میں مولوی عبدالحق صاحبؒ مؤلف تفسیر حقانی، مولوی ناظر حسین صاحبؒ سے بیان کرتے تھے کہ جس جگہ اس زمانہ میں دربار ہُوا تھا اور مجلس ہوتی تھی اور جہاں جہاں مولوی محمد یعقوب صاحبؒ پھرے تھے، وہ جگہ اکثر آباد ہوگئی ۔ (امیر الروایات فی حبیب الحکایات)

حضرت حکیم الامت تھانویؒ شریف الدرایات حواشی امیر الروایات میں تحریر فرماتے ہیں :-

”یہ شان قطب[1] التکوین کی ہوتی ہے۔ بعض مقبولین کو قطب ارشادیہ کے ساتھ قطب تکوینیہ کا مرتبہ بھی عطا ہوتا ہے “

اور مولانا نانوتویؒ غصّہ میں ظرافت سے اپنے متعلق فرمایا کرتے کہ :-

”میرے[2] ولی ہونے میں تو کوئی شک نہیں مگر سنوارنے کا ولی نہیں، بگاڑنے کا ولی ہوں “

حضرت حکیم الامتؒ فرماتے تھے کہ واقعی[3] بد دُعا کے لہجہ میں مولانا نے جس کو جو کہہ دیا وہی ہوگیا ۔ باقی سنوارنے کی نفی فرمانا تواضعًا کہہ دیا ورنہ ہزاروں کو سنوار بھی دیا۔ دیوبند[4] میں ہیضہ کی وبا، پھیلنے سے قبل آپ نے یہ پیشین گوئی کی تھی اور لوگوں سے فرمایا تھا کہ یہاں ایک وباء آنے والی ہے۔ اگر ہر چیز میں سے صدقات کئے جائیں تو اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ بلا ٹل جائے۔ بعض اہلِ دیوبند نے بطورِ اعتراض کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ مدرسہ میں کچھ ضرورت ہوگئی ہے ۔ یہ بات کسی نے آپ کو بتا دی تو بہت غیظ آیا اور فرمایا ” یعقوب کی اولاد اور سارا دیوبند، یعقوب کی اولاد اور سارا دیوبند “

---

[1] ارواحِ ثلاثہ ص ۳۶۵ [2] المورد الفرسخی فی المورد البرزخی ص ۳ [3] ایضاً [4] ارواحِ ثلاثہ ص ۳۶۹

یہ جملہ کئی مرتبہ فرمایا۔ حضرت حاجی محمد عابد صاحبؒ جو حجرے میں تشریف فرما تھے، یہ سُن کر گھبرائے اور باہر نکل آئے۔ پوچھا کہ حضرت کیا فرما رہے ہیں؟ مولانا نانوتویؒ نے دریافت کیا کہ میں نے کیا کہا ہے؟ استغراقی کیفیت میں بھول گئے۔ حاجی صاحبؒ نے اس کو دُھرایا تو آپ نے فرمایا کہ اب تو یونہی ہوگا۔ اس کے بعد اس کثرت سے وباء پھیلی کہ بیس بیس پچیس پچیس جنازوں کی ایک ایک دفعہ نماز ہوتی تھی۔ بس دیوبند خالی ہوگیا۔ جب یہ وباء ختم ہوئی تو آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میں تو سمجھا تھا کہ میرا ابھی وقت آگیا۔ کیا ابھی دیر ہے؟ اس کے بعد نانوتہ تشریف لے گئے، وہیں مُبتلا مرض ہو کر واصل بحق ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

(اشرف التنبیہ)

مولانا امیر شاہ خان صاحب مرحوم و مغفور فرماتے تھے کہ یہ بزرگ[1] میں نے ایسے دیکھے کہ جن کی ولایت کے لئے کسی ثبوت کی ضرورت نہ تھی۔ حاجی منیر خاں صاحب خانپوریؒ، نواب فیض احمد خاں[2] صاحب، میاں جی محمدی اورنگ آبادی، نواب قطب الدین خاں صاحب، میاں رحیم داد صاحب خورجوی اور مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ، یہ اُن لوگوں میں سے تھے کہ جن کے چہروں ہی سے دیکھنے والوں کو معلوم ہو جاتا تھا کہ یہ حضرات اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ واقعی نورانی صورت خود ولایت کی شاہد ہوتی ہے۔ جیسا کہ عارف رُومی فرماتے ہیں ؎

نورِ حق ظاہر بود اندر ولی　　　نیک باشی اگر اہلِ دلی

مولانا کاندھلویؒ نے اس کا اُردو میں یوں ترجمہ کیا ؎

مردِ حقانی کی پیشانی کا نور　　　کب چھپا رہتا ہے پیشِ ذی شعور

مراد آباد کی شاہی مسجد میں ایک امام تھے، قرآن پاک بہت اچھا پڑھتے تھے۔ کئی حج بھی کئے تھے۔ لیکن علماء دیوبند سے انہیں سوءِ عقیدت تھی ایک مرتبہ میں (مولانا امیر شاہ خانؒ) وہ امام صاحب اور مولانا نانوتویؒ، اتفاقاً ایک پنجابی کی دعوت میں شریک

---

[1] ارواحِ ثلاثہ ص۳۶۸　[2] شروانی رئیس علی گڑھ۔

ہوئے۔ جب میں اور امام صاحب کھانے سے فارغ ہوکر باہر آکر کھڑے ہوئے تو اتنے میں مولانا نانوتویؒ بھی کسی سے باتیں کرتے اور مسکراتے ہوئے باہر نکلے۔ امام صاحب نے آپ کی صورت دیکھی تو آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور کہا مجھے ان حضرات سے بداعتقادی تھی۔ ایسی نورانی صورت اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کے سوا کسی دوسرے کی نہیں ہو سکتی۔ اس وقت اُن پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ بے تاب ہو گئے۔ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے قدم پکڑ لئے اور بہت دیر تک روتے رہے۔

(امیر الروایات فی حبیب الحکایات)

حضرت حکیم محمد مصطفیٰ صاحب بجنوری رحمۃ اللہ علیہ نے شجرہ چشتیہ عالیہ امدادیہ میں آپ کے ساتھ سلسلہ رکھنے والوں کے توسل کے لئے جو شعر بڑھایا ہے اس سے آپ کے حُسن وجمال کا اندازہ ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

فَبِسَیِّدِیْ یَعْقُوْبَ یُوْسُفِ وَقْتِہٖ
یَعْقُوْبُ وَجْدًا فِی الْجَمَالِ کَثَانِیْ

"بوسیلہ مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ کے جو یوسف وقت تھے، وجد میں حضرت یعقوبؑ اور حُسن میں یوسف کے مشابہ تھے۔"

مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر پڑھانے کے اندر آنسو کثرت سے جاری ہوتے تھے۔ آپ کا درس حلقہ توجہ بھی ہوتا تھا۔ تعلیم کے ساتھ تربیت بھی ہوتی تھی۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حلقہ[۱] درس کیا ہوتا تھا، حلقہ توجہ ہوتا تھا۔ یہ حال تھا کہ تفسیر کا سبق پڑھا رہے ہیں۔ آیات کا مطلب بیان کر رہے ہیں اور آنکھوں سے زار وقطار آنسو بھی جاری ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت حکیم الامت نے مولانا سے مثنوی پڑھنا چاہی تو مہتمم دار العلوم دیوبند حضرت مولانا رفیع الدین صاحبؒ نے فرمایا انہیں مدرسہ میں بیٹھنے دو گے یا نہیں؟ اگر مثنوی پڑھانے لگے تو جنگلوں کو نکل جائیں گے۔ آگ بھڑک اُٹھے گی۔

---

[۱] مناجات مقبول ص ۲۰۹ [۲] اشرف السوانح ج ۱ ص ۶۱ [۳] ارواح ثلاثہ ص ۲۶۷

حضرت مولانا فضل الرحمٰن[1] گنج مراد آبادیؒ نے جو مشہور صاحبِ کشف بزرگ ہوئے ہیں، حضرت حکیم الامتؒ سے از خود فرمایا تم تو لکھے پڑھے آدمی ہو، تم نے مولوی محمد یعقوب صاحبؒ سے پڑھا ہے۔ الہام ہُوا ہو گا؟ مولانا نے بہت بڑی تعریف کی کیونکہ مولانا تعریف میں مبالغہ نہیں کیا کرتے تھے۔ اتنا فرمانا کہ بہت اچھے آدمی تھے، بہت بڑی تعریف ہے۔ اختصار کے پیشِ نظر صرف ایک واقعہ کرامت کا جو آپ کے بعد ظاہر ہوئی لکھ کر آپ کا ذکرِ خیر ختم کرتے ہیں۔

نانوتہ میں ایک مرتبہ جاڑہ بخار کی شدت ہُوئی، جو شخص مولانا کی قبر سے مٹی لے کر باندھتا اُسے آرام ہو جاتا۔ لوگ اس کثرت سے مٹی لے جاتے کہ جب ڈالو تو فوراً ختم۔ مولانا معین الدین صاحبؒ جو آپ کے بڑے صاحبزادہ تھے نہایت تیز مزاج تھے۔ ایک مرتبہ قبر پر جا کر کہا کہ آپ کی کرامت ہو گئی اور ہماری مصیبت۔ یاد رکھو کہ اگر اب کوئی اچھا ہُوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے ایسے پڑے رہو گے۔ بس اُس دن سے پھر کسی کو آرام نہ آیا، جیسی شہرت آرام کی ہُوئی تھی، اب یہ شہرت ہو گئی کہ آرام نہیں ہوتا۔ پھر لوگوں نے مٹی لے جانا چھوڑ دیا۔ (اشرف التنبیہ)

اب اگر ہم ایسے عارف کامل کی مجلس سے مستفیض نہیں ہو سکتے تو اب اُن کے ملفوظات ہی ہمارے لئے موجبِ تسکین ہیں ؎

چوں کہ گل رفت و گلستاں شد خراب
بُوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب
چوں کہ شُد خورشید و ما را کرد داغ
چارہ نبود در مقامش جز چراغ

ملفوظات کا مطالعہ صُحبتِ شیخ کا نائب ہے

چند فوائد مطالعہ ملفوظات

ملفوظات کے مطالعہ سے انسان کو اپنے عیوب پر نظر ہوتی ہے۔ نفس و شیطان کے

---

[1] ارواح ثلثہ ص۲۸۹ نیل المراد فی الفراٰئی گنج مراد آباد۔

مکائد کا علم ہوتا ہے۔ اپنی غلطیوں پر متنبہ ہوتا ہے[۱]۔ اہل اللہ کے ملفوظات دل کی گہرائیوں میں اُتر جاتے ہیں اور اہلِ مناظر کے الفاظ صرف زبان تک رہتے ہیں۔ دُنیا دار کی دین کی باتیں بھی بے اثر ہوتی ہیں اور اہلِ اللہ کی دُنیا کی باتیں بھی مؤثر ہوتی ہیں بعض اوقات بزرگوں کے ایک جُملہ سے انسان کی حالت میں جو تغیّر ہو جاتا ہے وہ اکثر اوقات طویل مواعظ سُننے سے بھی حاصل نہیں ہوتا ؂

طوفانِ نوح لانے سے اے چشم فائدہ　　　دو اشک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں

حضرت اقدس سیدی مولانا خیر محمد صاحب جالندھری نور اللہ مرقدہٗ نے حضرت حکیم الامتؒ سے نقل فرمایا تھا کہ وعظ کی مثال ایسی ہے جیسے روٹی (مجموعہ) اور ملفوظات کی مثال ایسی ہے جیسے چاول کے دانے (منتشر) پھر حضرتؒ نے از راہِ تفنن فرمایا کہ اگر کسی کو روٹی کی دعوت دے کر پلاؤ کھلا دیا جائے تو اس کو اعتراض نہ ہونا چاہیئے۔ واضح ہو کہ ایک جگہ مولانا کے وعظ فرمانے کا اعلان تھا۔ لیکن حضرتؒ مولاناؒ ملفوظات بیان فرماتے رہے اور آخر میں مذکورہ جملہ ارشاد فرمایا۔ غرض جس کو شیخ صاحبِ باطن کی صحبت میسّر نہ ہو اس کو ملفوظات کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ عارف شیرازیؒ اسی کو فرماتے ہیں ؂

دریں زمانہ رفیقے کہ خالی از خلل است　　　صراحیِ مے ناب و سفینہ غزل است

اگر کسی کو جامع شریعت و طریقت شیخ نہ ملے تو اُس کو اس زمانے کے اولیاء اللہ کے ملفوظات کا مطالعہ کرنا چاہیئے اور ذکر اللہ کرنا چاہیئے۔ صراحی ناب سے مراد اللہ تعالیٰ کا ذکر اور سفینہ غزل سے مراد بزرگوں کے ملفوظات ہیں۔ دورِ حاضر میں ہر مقام پر عارف باللہ موجود نہیں کیونکہ آج کل قربِ قیامت میں اہلِ اللہ کا شاذ و نادر وجود ہے اور عوام الناس کو دُنیاوی مصروفیات کے سبب اتنی فرصت اور ہمت نہیں کہ اُن کے پاس رہ کر اُن کی صحبت سے مستفید و مستفیض ہو سکیں (تو کم از کم ان حضرات کے ملفوظات کا

---

[۱] نیز ملفوظات کے مطالعہ سے بہت سے غلط خیالات بھی رفع ہو جاتے ہیں اور انسان غوائلِ نفس سے بچ جاتا ہے۔ بہت سے دستور العمل اور طرقِ سلوک معلوم ہو جاتے ہیں اور بہت سی عملی پیچیدگیاں بھی حل ہو جاتی ہیں۔ (کمالاتِ اشرفیہ)

مطالعہ کرنا چاہیئے۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے اپنے بھانجے حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانویؒ کو اپنے ایک مکتوب گرامی میں فرمایا تھا کہ "معذور کو اسی مطالعہ ملفوظات میں صحبت کے آثار عطا ہو جاتے ہیں۔" نیز اپنے قریبی زمانے کے بزرگوں کے ملفوظات کا مطالعہ کرتے رہنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ ملفوظات موقع مناسبت وحال کے ہوتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد عیسٰی صاحبؒ و پروفیسر انٹرمیڈیٹ کالج الہ آباد (خلیفہ خاص حضرت حکیم الامت تھانویؒ) فرماتے ہیں کہ ان خاص حضرات کے زمانہ کے قریب کے طبائع ومذاق و استعداد کے اعتبار سے یہ حال خاصہ اصلاحِ قلب وتہذیب نفس میں بوجہ تناسب سب سے زیادہ معین ہوتے ہیں" چونکہ اس صدی کے مجدد حضرت حکیم الامت تھانویؒ ہیں جن کے ملفوظات اکسیر ہدایت ہیں۔ آپ کے دل نشین انداز اور پُر اثر ملفوظات کے بارے میں حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ نے فرمایا ہے ؎

ادھر کہتا گیا وہ ادھر آتا گیا دل میں!
اثر یہ ہو نہیں سکتا کبھی دعوائے باطل میں

پھر جب حضرت حکیم الامتؒ حضرت مولانا نانوتویؒ کے ملفوظات بیان فرمائیں اس کے اثر کا اندازہ لگائیے؟

ع ذکر اس پری وش کا اور پھر بیان اپنا

مولانا نانوتویؒ کے ملفوظات کی اہمیت کا اندازہ حضرت حکیم الامتؒ کے ان الفاظ سے لگایا جا سکتا ہے جو آپ نے تحدیث بالنعمت کے طور پر مولانا نانوتویؒ کے ملفوظات بیان کرتے ہوئے فرمائے تھے۔

فرمایا۔ کتابیں زیادہ دیکھنے کی مجھے عادت نہیں۔ اگر کسی کو وسعتِ نظر کا شوق ہو، ان کو یہ شوق مبارک ہو، ہمیں تو حق تعالیٰ نے اساتذہ ہی ایسے دیئے تھے جنہوں نے بہت سی کتابوں سے مستغنی کر دیا۔ کیسا ہی اشکال ہو ان کی چند باتوں سے جو یاد ہیں رفع ہو جاتا ہے۔" اس سے معلوم ہوا کہ مولانا نانوتویؒ کے اقوال موتیوں سے کم نہیں۔

ع جوہر شناس ہے تو انہیں موتیوں میں تول

عارف باللہ حضرت خواجہ عزیزالحسن صاحب مجذوبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت حکیم الامتؒ کو مولانا نانوتویؒ کے عجیب وغریب ملفوظات اب تک یاد ہیں جن کو حضرت نہایت لُطف لے لیکر بیان فرمایا کرتے ہیں کیونکہ حضرت مولانا نانوتویؒ بطورِ خاص آپ کے سامنے زیادہ علوم ومعارف بیان فرمایا کرتے تھے۔ کیونکہ حضرت مولانا کو معلوم تھا کہ حضرت حکیم الامتؒ کو ان علوم سے دلچسپی بھی ہے۔ حقائق سے مناسبت بھی ہے اور غوامض کو سمجھتے بھی ہیں اور قدر بھی کرتے ہیں۔ غرض مثنوی شریف کا یہ شعر صادق آتا ہے ؎

مالب و مساز خود گر جفتمے ہمچو نے گفتن ہا گفتمے

نیز فرماتے ہیں: "ان بزرگوں کے تذکرے اس قدر جوش وخروش کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ خود بھی متاثر ہو جاتے ہیں، دوسروں کو بھی متاثر کر دیتے ہیں اور ایسے موقعوں پر فرمایا کرتے ہیں کہ یہ حضرات اہلِ سکر تھے۔ ان بزرگوں کی یادوں سے رُوح میں تازگی اور قلب میں ایک نُور پیدا ہوتا ہے[1]"۔ اس پر احقر کو حضرت حافظؒ کا یہ شعر یاد آیا ؎

نام من رفتہ است روزے بہ لب جاناں بسہو
اہلِ دل را بوئے جاں مے ایداز نامم ہنوز

اُستاد شاگرد کے باہمی تعلقات: حضرت تھانویؒ کو حضرت نانوتویؒ سے بے حد محبت تھی۔ زمانہ طالب علمی میں جب آپ کو ذرا فرصت ملتی تو مولانا نانوتویؒ کی مجلس میں جا کر بیٹھ جاتے۔ مولانا نانوتویؒ کی توجہات سے حضرت حکیم الامتؒ میں علمی جامعیت پیدا ہوگئی تھی اپنی غلطی معلوم ہو جانے پر رجوع کر کے شائع کرنے کی صفت حضرت[2] نانوتویؒ کی صحبت ہی سے حاصل ہوئی تھی۔ کیونکہ مولانا نانوتویؒ کی طبیعت اتنی سادہ تھی کہ اپنے نقائص بھی اور اپنے کمالات بھی سب کے سامنے حتیٰ کہ اپنے مریدوں (اور شاگردوں) کے سامنے بے تکلف بیان فرما

---

[1] اشرف السوانح ص ۱۸۷ [2] ایضاً ص ۵۵ ج ۲

دیا کرتے تھے[ع]

اعتماد کی بناء[۱] پر مولاناؒ نے حضرت حکیم الامتؒ کی طالب علمی کے زمانہ میں ہی افتاء کا کام آپ کے سپرد کر دیا تھا۔ چنانچہ امداد الفتاویٰ میں آپ کے دستخط فرمودہ بےشمار فتاویٰ موجود ہیں اور صلاحیت[۲] کی بناء پر حضرت حکیم الامتؒ کو کبھی کبھی اپنی جگہ امام بھی بنا دیتے۔ غایت خصوصیت[۳] کی بناء پر مولانا نانوتویؒ حضرت حکیم الامتؒ سے بوقتِ ضرورت قرض بھی لے لیتے تھے اور تنخواہ ملنے پر واپس فرما دیتے۔ حضرت نانوتویؒ کو حضرت حکیم الامتؒ سے اس قدر محبت تھی کہ جہاں تشریف لے جاتے اکثر ساتھ لے جاتے۔ چنانچہ حضرت بہادر علی شاہ صاحب[۴] دیوبند میں اَن پڑھ بزرگ تھے، مولانا نانوتویؒ ان کی زیارت کو کثرت سے جایا کرتے تھے۔ حضرت تھانویؒ بھی ساتھ جاتے۔ وہ محبت سے ملتے اور چائے پلاتے[۵]۔

حضرت حکیم الامت مجدد ملت تھانوی قدس سرہٗ جن کا نام اور دینی کام سے بچّہ بچّہ واقف ہے، دورِ حاضر میں مثلِ آفتاب کے مشہور ہیں۔ آپ حضرت حاجی صاحبؒ کے خلیفہ تھے۔ آپ جو کچھ مجلس میں بیان فرماتے یا کسی بھی مقام پر وعظ بیان فرماتے بڑے بڑے اکابر علماء اس کو قلمبند کر لیتے۔ چنانچہ حضرت حکیم الامتؒ کی زبان مبارک سے جو بھی حرف نکلا وہ محفوظ ہو گیا ؎

سب نے کر لی حرزِ جاں وردِ زباں
بات جو نکلی لبِ اعجاز سے!

چنانچہ حضرت حکیم الامتؒ کے ملفوظاتِ طیبات[۶] تقریباً ساٹھ سے زیادہ مجلدات اور رسائل میں مدون ہیں اور مواعظِ حسنہ تقریباً چار صد[۷] سے زیادہ مطبوعہ موجود

ع پڑھاتے وقت کوئی شبہ پڑ جاتا تو اُٹھ کر ماتحت مدرسوں سے پوچھ کر حل فرماتے اور یہ خیال نہ کرتے کہ شاگرد کیا خیال کریں گے۔ (المجاہدہ ص۳۱) ۱ اشرف السوانح ج ۱ ص۲۲۸ ۲ ایضاً ج ۱ ص۲۲۸ ۳ ایضاً ۴ ایضاً ص۱۹۹ ۵ حیاتِ اشرف ص۵۲۔
۶ حیاتِ اشرف ص۱۵۴

ہیں۔ ان میں سے جس قدر احقر کو دستیاب ہو سکے، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نانوتوی کے گراں قدر ملفوظات کا انتخاب کر کے جمع کر دیئے ہیں۔ کیونکہ دورِ حاضر میں ہر ایک کو اس قدر فرصت کہاں کہ حضرت حکیم الامتؒ کی جملہ تصانیف ملفوظات اور مواعظ حسنہ کا مطالعہ کر سکے۔ وہ کم از کم ان بیش قیمت جواہرات (یعنی ملفوظات مولانا نانوتویؒ) سے مستفیض ہو سکے۔ مولانا نانوتویؒ کے ملفوظات کی صحت کے لئے اُن کے شاگرد خاص حضرت حکیم الامتؒ سے بڑھ کر اور کیا سند ہو سکتی ہے؟

ع مستند ہے ان کا فرمایا ہُوا

تشریح بھی اکثر حکیم الامتؒ کی ہے راقم الحروف کی حیثیت صرف جامع کی ہے۔

ع نقلِ ارشادات مرشد مے کنم

؎ انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زباں میری ہے بات ان کی
انہی کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی
فقط میرا ہاتھ چل رہا ہے انہی کا مطلب نکل رہا ہے
انہی کا مضمون، انہی کا کاغذ، قلم انہی کا، دوات ان کی

کیونکہ حضرت حکیم الامتؒ کے کلمات میں جو برکت اور اثر ہے وہ ہمارے الفاظ میں کہاں ؎

لفظ بے گانہ بھلا کیا ترجمانی کر سکیں
شوق بے انداز پیچیدہ وہ میرے دل میں ہے

اللہ تعالٰے ہم سب کو اس سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!
ثم آمین!

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

۱۔ نماز میں حضورِ قلب کا طریقہ

فرمایا: مجھے اپنے استاذ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا ایک جواب بہت پسند آیا جو انھوں نے ایک طالب علم کو دیا تھا۔ دورانِ درس جب یہ حدیث آئی کہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز ایسے پڑھے کہ اس میں اپنے جی سے باتیں نہ کرے تو اس کے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔ ایک طالب علم نے عرض کیا ایسی نماز ممکن ہے؟ جس میں خیالات نہ آئیں؟ مولانا نے فرمایا کہ میاں کبھی ارادہ بھی ایسی نماز پڑھنے کا کیا تھا؟ جس میں کامیابی نہ ہوئی۔ کبھی پڑھ کر بھی دیکھی تھی۔ اگر پڑھ کر دیکھتے اور ناکامی ہوتی تب تو پوچھتے ہوئے بھی اچھے معلوم ہوتے۔ شرم نہیں آتی کہ کبھی ارادہ[۱] تو کیا نہیں اور پہلے ہی اعتراض کرنے بیٹھ گئے۔ مولاناؒ نے کیسا عمدہ جواب دیا کہ پھر کلام کی گنجائش نہ رہی۔ سنار کی کھٹ کھٹ لوہار کی ایک۔ اگر مولانا علمی جواب دینا شروع فرماتے تو طالب علم کا شبہ دور نہ ہوتا۔ اشکال پر اشکال پیش آتے کیونکہ یہ کام عملی ہے اس لئے علمی تحقیقات سے کام نہیں چل سکتا۔ اس لئے مولانا نے عملی جواب دیا۔

دراصل طالب علم کا شبہ صحیح نہیں تھا۔ کیونکہ حدیث میں ہے: لا یحدث فیھا نفسہ یعنی حدیث النفس کے طور پر جو ہم اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے ہیں۔ وہ نماز اس سے خالی ہو۔ لیکن بے سوچے سمجھے اِدھر اُدھر کے خیالات آجائیں تو کچھ حرج نہیں کیونکہ حدیث

---

[۱] اور جب ارادہ ہی نہیں کیا تھا تو کس منہ سے عسیر الحصول کہا۔ (حب العاجلہ ص۲۳)

میں لا تتحدث فیہما نفسہ نہیں فرمایا۔ لیکن خیالات کو دل میں رکھے بھی نہیں۔ یعنی احداث اور ابقا۔ دونوں اس کی جانب سے نہ ہوں، نہ خود وسوسہ پیدا کرے نہ خود باقی رکھے۔

پس متوجہ الی اللہ رہے اور اگر خود بخود کوئی خیال آجائے تو حرج نہیں۔ اس لئے معلوم ہوا کہ حضورِ قلب بہت آسان ہے۔ لوگ خواہ مخواہ اُسے مشکل سمجھتے ہیں۔

(ملتِ ابراہیمؑ صنا۔ حقیقتِ انسان ص۲۶، تذکیرالاخرہ ص۱۷، التقویٰ ص۲۴)

۲۔ ہماری نماز کی مثال

فرمایا: ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہماری نماز کی مثال ایسی ہے جیسے گھڑی کہ جب اس کو کوک دیتے ہیں تو برابر چوبیس گھنٹے تک چلتی رہتی ہے۔ اسی طرح جب ہم نماز شروع کرتے ہیں تو ہم کو کچھ خبر نہیں ہوتی۔ رکوع، سجود، قیام، قرأت سب آپ سے ادا ہوتے ہیں۔ نماز بھی ادا ہوتی رہتی ہے اور دکان اور بازار کے کام بھی ہوتے رہتے ہیں۔ جب سلام پھیرتے ہیں اس وقت خبر ہوتی ہے کہ ہم نے نماز پڑھ لی ہے۔ وجہ صرف یہ ہے کہ ہم نماز یاد سے پڑھتے ہیں۔ مولانا فرماتے تھے کہ تسبیح اور قرأت یاد سے نہ پڑھو بلکہ ارادہ سے پڑھو۔ مثلاً الحمد کہو تو اوّل ارادہ کر لو کہ میں الحمد کہوں گا۔ اس کے بعد للہ کہنے کا ارادہ کرو۔ بس اسی شان سے تمام نماز ختم کرو۔ دیکھیں کیسے وسوسے آتے ہیں۔ ہاں نفس کو تھوڑی سی دشواری اور مشقت ہوگی۔ بھلا اتنی سے دشواری اور مشقت کیا چیز ہے؟ دُنیا کے لئے بڑی بڑی مشقتیں برداشت کرتے ہیں۔

ع مَتاعِ جانِ جاناں جان دینے پر بھی سستی ہے

اور یہاں تو جان دی بھی نہیں بلکہ جان لی گئی ہے کہ اِدھر اُدھر نفس مارا مارا پھرتا تھا۔ اس کو ایک جگہ آرام مل گیا۔ تھوڑے دنوں اس پر عمل کرنے سے مشقت بھی معلوم نہ ہوگی بلکہ راحت ہی راحت محسوس ہوگی۔

ع چند روزے جہد کن باقی بخند

یعنی چند دنوں غم سہہ لیا پھر عمر بھر مسرور رہے
(رفع الموانع ص۱۲، عصم الصنوف عن رغم الانوف ص۱۱)

۳۔ زیادہ دنیا کمانے کی مثال

فرمایا: آج کل اس پر فخر ہوتا ہے کہ میں نے اتنے روپے کمائے۔ دوسرا کہتا ہے مجھے اتنا نفع ہوا۔ تیسرا کہتا ہے کہ میرے پاس اتنا جمع ہے۔ چوتھا کہتا ہے میرے پاس اتنی دکانیں ہیں۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے دو بھنگی آپس میں فخر کریں۔ ایک کہے میں نے اتنے گوہ کے ٹوکرے کمائے۔ دوسرا کہے میں نے تجھ سے زیادہ کمائے؟ یہ ہے دنیائے مذموم (مظاہر الآکل ص۴)
حدیث پاک میں ہے کہ اگر دنیا کی قدر و قیمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی پینے کے لئے بھی نہ دیتے۔

۴۔ مقفّٰی اور مسجّع عبارتوں کی مذمّت

فرمایا: زمانہ طالب علمی میں ہم لوگ حضرت مولانا محمد یعقوبؒ صاحبؒ کی خدمت میں عربی عبارتیں مقفّٰی اور مسجّع لکھ کر پیش کرتے تھے۔ مولانا نے فرمایا کہ تم لوگ معانی کو الفاظ کے تابع کرتے ہو۔ الفاظ کو معانی کے تابع نہیں کرتے۔ اس کے بعد قافیہ کی رعایت سے منع فرمایا۔ پھر قافیہ کی رعایت چھوڑنے کے بعد عبارت کا رنگ بدل گیا۔ اب خود معلوم ہوتا تھا کہ پہلی مقفّٰی عبارتیں اس کے سامنے بالکل ردّی تھیں۔ عام لوگ بھی مقفّٰی عبارتوں کو پسند نہیں کرتے۔ جیسا کہ ایک بوڑھے نے کسی جاٹ کو کہا تھا:
"جاٹ رے جاٹ تیرے سر پر کھاٹ"
جاٹ نے جواب دیا "شیخ رے شیخ تیرے سر پہ کولہو" بوڑھے نے کہا: قافیہ تو نہیں ملا۔ جاٹ نے جواب دیا۔ بلا سے نہ ملے۔ بوجھ میں تو مرے گا ہی۔
(مظاہر الاقوال ص۶)
آج کل مقررین، مبلغین اور اکثر اہلِ قلم حضرات مضامین میں مشکل الفاظ اس

قدر استعمال کرتے ہیں کہ عوام الناس بالکل نہیں سمجھ سکتے۔ غالب مرحوم نے خوب کہا ہے ؎

بک گیا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

کاش یہ لوگ مقفٰی اور مسجع عبارتیں چھوڑ کر سہل انداز اختیار کریں تو اُن کے کلام میں بھی تاثیر ہوگی اور عوام الناس بھی استفادہ کر سکیں گے۔ حضرت نواب محمد مصطفٰے خان صاحب شیفتہؒ اپنا تجربہ بیان فرماتے ہیں ؎

شیفتہ سادہ بیانی نے ہمیں چمکایا
ورنہ صنعت میں کئی لوگ ہیں بہتر ہم سے

۵۔ کبرٰی موتُ الکبراءِ

فرمایا: مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے متنبّی کے بعض اشعار کا مطلب بیان کرکے فرمایا تھا کہ شعر کا مطلب تو یہی ہے۔ خواہ متنبّی نے خود بھی نہ سمجھا ہو۔ وہ شعر یہ ہے ؎

وَلَا فَضْلَ فِیْهَا لِلشَّجَاعَةِ وَالنَّدٰی
وَصَبْرُ الْفَتٰی لَوْلَا بِقَاءُ شُعُوْبُ

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "اگر موت نہ آیا کرتی تو دُنیا میں شجاعت، سخاوت اور ثبات و استقلال کی کچھ بھی فضیلت نہ ہوتی"۔

اس کی توجیہہ عام شرائع نے تو یہ کی ہے کہ انسان سخاوت سے تو اس لئے رُکتا ہے کہ اگر مال خرچ ہوگیا تو میں بھوکا مروں گا۔ شجاعت و مقاتلہ سے اس لئے خوف ہوتا ہے کہ کہیں ہم مر نہ جائیں۔ پس اگر موت نہ ہوتی تو اوصاف میں کچھ فضیلت نہ ہوتی۔ اس وقت تو ہر شخص شجاعت و سخاوت کے اختیار کرنے پر دلیر ہو جاتا کیونکہ موت سے تو بے فکری ہوتی۔ مگر حضرت استادؒ نے تو اس کا مطلب عجیب بیان فرمایا کہ اگر موت نہ ہوتی تو پہلے زمانے کے اسخیاء مثل حاتم وغیرہ اور پہلے زمانے کے اتقیاء حضرات انبیاء علیہم السّلام و حضرات صحابہؓ اور پہلے زمانے کے بہادر حضرت خالدؓ بن ولید اور رستم وغیرہ

سب موجود ہوتے۔ پھر اُن کے ہوتے ہُوئے ہماری شجاعت وسخاوت و استقلال کی کیا خاک قدر ہوتی؟ کچھ بھی نہیں۔ اس وقت جو ہمارے کمالات کی قدر ہے وہ موت ہی کی برکت سے ہے کہ پہلے زمانے کے اہلِ کمال اس وقت مفقود نہیں۔ پس شعر کا حاصل یہ ہُوا کہ کَبَّرَنِیْ مَوْتُ الْکُبَرَاءِ۔ ہمیں لوگوں کی موت نے بُرا بنا دیا۔ پھر فرمایا کہ مطلب تو یہی ہے چاہے متبنی نے خود بھی نہ سمجھا ہو۔ (مظاہر الاقوال ص۲۹)

۶۔ معقول اور فلسفہ کن طلباء کو پڑھانا مضر ہے؟

فرمایا: مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے صدرا، شمس بازغہ، میر زاہد امور عامہ کو نصاب سے خارج فرمادیا تھا۔ اس پر بعض طلباء نے شور کیا اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے عرض کیا کہ حضرت، مولانا نے ان کتابوں کو حرام فرمادیا۔ مولانا نے فرمایا کہ مولانا گنگوہیؒ نے ان کتابوں کو حرام نہیں کیا بلکہ تمہاری طبیعتوں نے ان کو حرام کیا ہے۔ ورنہ ہم تو جیسا بخاری کے پڑھنے کو ثواب سمجھتے ہیں ایسا ہی امورِ عامہ کے پڑھنے کو ثواب سمجھتے ہیں۔ کیونکہ جن کے فہم صحیح نہیں اُن کو معقول و فلسفہ پڑھ کر احکام و مسائل میں شبہات پیدا ہوں گے۔ اور جن کا فہم صحیح ہے وہ تو خود فلاسفہ کے اقوال سے ہی ان کے دعاوی کو باطل کردے گا۔

(استمرار التوبہ ص۲۹)

۷۔ طلب مقصود ہے

فرمایا: حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا ارشاد ہے کہ طلب مقصود ہے، وصول مقصود نہیں، تم طلب کے وقت طلب پر نظر رکھو، وصول پر نظر نہ کرو کہ فائدہ ہُوا یا نہیں

ع کارِ خود کن کارِ بیگانہ مکن

اپنے کام میں لگو دوسرے کے کام میں دخل نہ دو۔ تمہارا کام طلب ہے تم یہ کرو۔ وصول حق تعالیٰ کا کام ہے، وہ خود کریں گے۔ اس تحقیق کے بعد سالک کو پریشانی نہیں ہوسکتی۔ (استمرار التوبہ ص۳۵) کیونکہ وصول بندہ کے اختیار سے خارج ہے۔

(مقالاتِ حکمت ص۲۱۶)

۸۔ اہلِ ظاہر محبّت کو کیا سمجھیں

فرمایا: درسِ حدیث میں حضرت استادؒ نے ایک جواب طالب علم کو خوب دیا تھا۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب صحابیؓ سے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا مجھے حکم ہوا ہے کہ تم کو سُورۃ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سناؤں۔ صحابی نے عرض کیا اَاللہُ سَمَّانِیْ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر ارشاد فرمایا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! اس پر وہ صحابی رونے لگے تو وہ طالب علم کہتا ہے کہ یہ تو ہنسنے کی بات تھی نہ کہ رونے کی۔ مولانا نے فرمایا۔ جا بھڑ رے۔ (استمرار التوبہ صہ ۳۹)

واقعی ایسے عدیم الذوق کو کوئی کیا سمجھائے؟ حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ صوفیاء علماء ظاہر کو نابالغ سمجھتے ہیں، اس لئے محبت کے رموز انہیں نہیں بتلاتے اور زبانی کہنے سے یہ باتیں سمجھ میں نہیں آسکتیں ان کا تعلق دل سے ہے ؎

اسرارِ محبت ہر دل نبود قابل
دُر نیست بہ ہر دریا زر نیست بہ ہر شاخے

نواب محمد مصطفٰے خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر اس واقعہ کی خوب ترجمانی کرتا ہے ؎

شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہؔ
ہے آگ سی جو سینے کے اندر لگی ہوئی

۹۔ شیطان کا جُرم حق تعالیٰ کے حکم کو خلافِ حکمت سمجھنا تھا

فرمایا: ایک اور کام کی بات بتلاتا ہوں جو میں نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے سُنی ہے۔ مولانا فرماتے تھے کہ شیطان کا جُرم انکارِ صانع و انکارِ توحید نہ تھا بلکہ مُوحد تو وہ ایسا تھا کہ نالائق کو توحید کا ہیضہ ہوگیا تھا اس لئے غیر حق کو سجدہ نہ کیا بلکہ اُس کا جُرم یہ تھا کہ اُس نے حق تعالیٰ کے حُکم کو خلافِ حکمت سمجھا۔ چنانچہ جب سوال ہُوا

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ تجھ کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے منع کیا جبکہ میں نے تجھ کو حکم دیا، تو جواب میں کہتا ہے: قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ۝ (اعراف آیت ۱۲) "میں آدم سے افضل ہوں، مجھے آپ نے آگ سے بنایا ہے اور اس کو مٹی سے" پس اس کو کوڑھ مغزی کی بناء پر راندۂ درِ بارِالٰہی ہُوا۔

(استمرار التوبہ ص۱۲)

۱۰۔ گستاخانہ کلمات کہنے کی مذمّت

فرمایا: ایک پیر نے مُرید سے پُوچھا کہ تُو اللہ تعالیٰ کو جانتا ہے۔ اُس نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کو کیا جانوں میں تو آپ کو جانتا ہوں (نَعُوْذُ بِاللہ، نَعُوْذُ بِاللہ) اس پر کوئی عالم ایسے لوگوں کی تکفیر کرے تو اُس کی کیا خطاء ہے؟ میں نے یہ حکایت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے سامنے بیان کرکے کہا کہ وہ مرید تو کافر ہو گیا ہوگا؟ مولانا نے فرمایا نہیں، کافر کیوں کہتے ہو، تم ہی بتلاؤ کیا تم اللہ تعالیٰ کو پورا پورا جانتے ہو؟ مولانا کا مقصود ایک احتمال نکالنا تھا کہ ممکن ہے اس کا مطلب یہ ہو کہ میں حق تعالیٰ کو ایسا نہیں جانتا جیسا پیر کو جانتا ہوں۔ پھر کافر کیونکر ہُوا۔ خیر یہ تو علماء کی شفقت ہے کہ مسلمان کے اقوال کی تاویل کر لیتے ہیں ورنہ ان الفاظ کے سنگین ہونے میں کیا شُبہ ہے۔

(ارضاء الحق ص۲۳ حصّہ اوّل)

آج کل بھی بعض جدید تعلیم یافتہ اور جاہل عوام اکثر گستاخی اور بے باکی کے کہہ ہیں۔ زبان کو اس قسم کے بے ہودہ کلمات سے آلودہ نہ کرنا چاہیئے۔ ورنہ خداوند قدوس کی ناراضگی کا اندیشہ ہے۔ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ ۝ (بروج آیت ۱۲) "بے شک آپ کے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔" اس لئے بات کرنے سے پہلے سوچ لینا چاہیئے کہ زبان سے کیا کہنا ہے۔

ؔ زباں مُنہ اندر ہوتی زباں ہے
بڑھے ایک نُقطہ تو ہوتا زیاں ہے

✿

۱۱۔ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ کا مفہوم

فرمایا: سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ (میری رحمت میرے غضب سے بڑھ گئی)
حدیثِ قدسی کی ایک توجیہ وہ ہے جو میں نے اپنے استاد علیہ الرحمۃ سے سُنی ہے کہ جس
شخص میں مقتضیاتِ رحمت و غضب دونوں مجتمع ہوں اُس پر رحمت ہوتی ہے اور ایک
صُورت سبق کی یہ ہے کہ اعمالِ حسنہ میں تضاعف ہوتا ہے کہ ایک حسنہ کو دس حسنات
کے برابر کر دیا جاتا ہے اور بعض کے لئے ایک حسنہ کو سات سال تک اور بعض حسنات
الیٰ مَالَا یَنْتَہِیْ بِمَعْنِیْ لَا تَقِفُ عِنْدَ حَدٍّ (یعنی کسی حد پر نہیں ٹھہرتا) بڑھایا جاتا
ہے۔ چنانچہ صَوم کے بارے میں بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس کا ثواب مالا نہایتہ
ہے، جس کی انتہا ہی نہیں ہے اور اعمال سیئہ میں تضاعف نہیں ہوتا بلکہ ہر گُناہ ایک
ہی شمار ہوتا ہے۔ یہ توجیہہ بھی لطیف ہے۔ (جمال الجلیل ص۴۵)

۱۲۔ لوگ سستی چیز کی قدر نہیں کرتے

فرمایا: ہمارے استاد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے کہ انبلیٹھ میں
ایک دولت مند شخص کو بہت سخت مرض تھا کہ خلط سودا کا بہت زور ہو گیا تھا۔ مولانا کو بُلایا گیا تو، مولاناؒ
نے افتیمون اُس کے لئے تجویز فرمایا۔ ان لوگوں نے ارزاں دوا سمجھ کر ٹال دیا۔ وہاں
ایک نابینا حافظ جی رہتے تھے، اُن سے علاج پُوچھا گیا۔ اُنہوں نے خواب میں دیکھا
کہ کوئی شخص افتیمون ہی بتلاتے ہیں۔ انہوں نے لوگوں سے ذکر کیا۔ لوگوں نے
حضرت مولاناؒ سے ذکر کیا۔ مولانا خوش مزاج بہت تھے۔ حافظ جی سے پوچھا خواب
میں میں تو نہ تھا؟ حافظ جی نے کہا، جی ہاں آواز تو ایسی ہی تھی۔ پھر اس کا استعمال کیا۔
یہ مثال اس پر یاد آگئی کہ یہ نسخہ چُونکہ نہایت سہل تھا اس لئے اس کی قدر نہیں کی گئی۔
اسی طرح ہمارے مولانا نے ایک رئیس کو جامن کی کونپل بتلائی تھی۔ وہ بڑے آدمی
تھے کچھ التفات نہ کیا۔ اکثر سہول الوصول چیز کی وقعت کم ہوتی ہے۔ مولانا رومؒ
بعنوان شکایت فرماتے ہیں ؎

اے گراں جاں خوار دیدستی مرا
زانکہ بس ارزاں خریدستی مرا

"اے بڑے آدمی تو مجھ کو ذلیل سمجھ رہا ہے، اس لئے کہ تو نے مجھ کو سستا خریدا ہے"

اور ؎

ہر کہ او ارزاں خرد ارزاں دہد   گوہرِ طفلے بقرص ناں دہد

"جو سستا خریدتا ہے وہ سستا ہی فروخت کرتا ہے۔ مثلاً بچہ قیمتی موتی کو ایک روٹی کے بدلے میں دے دیگا" (تیسیر الاصلاح ص۱۰۱)

حضرت حکیم الامت تھانویؒ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ دین اور اسلام کی قدر اس لئے نہیں کرتے کہ تم کو مفت ملی ہے لیکن جان بھی تو تمہیں مفت ملی ہے اس کی اتنی حفاظت کرتے ہو کہ بیمار پڑ جاؤ تو لاکھوں روپے خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرتے اور اپنی جان کے مقابلہ میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے۔ جان سے دین مقدم ہے، دین کے لئے اپنی جان بھی قربان کرنا پڑے تو دریغ نہ کرو اور مفت سمجھ کر بے قدری نہ کرو۔

۱۳۔ اہلِ سنان کا بڑا اثر ہوتا ہے

فرمایا: حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نانوتوی کا ایک شعر ہے ؎

اَلْوَاعِظُ یَنْفَعُ لَوْ بِالْعِلْمِ وَالْحِکَمِ
وَالسَّیْفُ اَبْلَغُ وُعَّاظٌ عَلَی الْقِمَمِ

"یعنی نصیحت اگر علم و حکمت کے ساتھ ہو تو نفع پہنچاتی ہے اور تلوار سروں پر پڑنی نصیحت گروں میں سب سے زیادہ بلیغ نصیحت ہے"

خلاصہ یہ کہ اہلِ سنان کا بڑا اثر ہوتا ہے کیونکہ جب سر پر حیدری پڑیں گے سب ہوش و حواس درست ہو جائیں گے۔ ہمارے مولاناؒ فرمایا کرتے تھے کہ آسمان سے پانچ چیزیں نازل ہوئی ہیں، چار کتابیں اور پانچواں نعلدار جوتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آیت وَاَنْزَلْنَا مَعَھُمُ الْکِتَابَ (اور ہم نے اُن کے ساتھ کتاب نازل کی) جس طرح کتابوں

کے متعلق اَنْزَلْنَا (ہم نے نازل کی) فرمایا۔ اس کے متصل حدید کے متعلق بھی اَنْزَلْنَا فرمایا۔ جیسا فرماتے ہیں وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْہِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ (اور ہم نے لوہے کو نازل کیا۔ اس میں شدید ہیبت ہے) اس کی تفسیر مولانا نعلدار جوتے سے فرمایا کرتے تھے۔ اس کا نام مولانا نے روشن دماغ بھی رکھ دیا تھا کیونکہ نعلدار جوتا سر پر پڑنے سے دماغ درست اور روشن ہو جاتا ہے۔ جس شخص کا دماغ کتاب اللہ سے درست نہ ہو اُس کا نعلدار جوتے سے دُرست ہو جاتا ہے۔ (الاستمرار التوبہ ص۱۶۔ الظاہر ص۱۸۔ الفرسخی فی المورد البرزخی ص۱۶)

۱۴۔ علماء کے ذمہ احکام کے اسرار بیان کرنا نہیں ہے

فرمایا: ہمارے مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ عورتوں کے معمولی ایام میں جو روزے فوت ہوں تو اُن کی قضاء ہے اور نمازوں کی قضاء نہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر خلاف کرو گے تو اتنی جوتیاں پڑیں گی کہ سر پر بال نہ رہیں گے۔ مولانا کا مذاق ان کے اس شعر سے معلوم ہوتا ہے ؎

اَلْوَعْظُ یَنْفَعُ لَوْ بِالْعِلْمِ وَالْحِکَمِ
وَالسَّیْفُ اَبْلَغُ وَعَّاظٌ عَلَی الْقِمَمِ

"وعظ نفع دیتا ہے اگر علم و حکمت کے ساتھ ہو اور تلوار سب سے بڑا ہے۔"

(ازالۃ الغین ص۲۱۲ عن آلۃ العین)

عوام الناس کو احکام پر عمل کرنا چاہیئے نہ کہ مسائل کی حکمتیں اور علتیں دریافت کرتے پھریں کہ اس میں کیا حکمت ہے؟ اس میں کونسی حکمت ہے؟

؎ حدیث مطرب دمے گو کہ راز دہر کمتر جو
کہ کس نہ کشود بکشاید بحکمت ایں معمہ را

حضرت مولانا نانوتویؒ نے حاکمانہ شان کے باعث نہیں بتلایا کیونکہ علماء حاکمانہ شان میں نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، وہ ایسے سوالوں کا جواب دینا خلافِ حکمت سمجھتے ہیں ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز
ورنہ در مجلسِ رنداں خبرے نیست کہ نیست

علماء کے ذمہ صرف احکام پہنچانا ہے جیسا منادی کرنے والے کے ذمہ صرف منادی کرنا ہے۔ اگر کوئی اس سے اعلان کی حکمت پوچھے تو یہی جواب دے گا کہ یہ میرا فرض نہیں۔ اس لئے علماء سے صرف مسائل پوچھا کرو نہ کہ حکمتیں۔ کیونکہ حکمتیں تو حق تعالےٰ کو ہی معلوم ہیں جب اللہ تعالیٰ نے بیان نہیں فرمائیں تو پھر کسی اور سے پوچھنے کی کس کی مجال ہے ؎

اکنوں کرا دماغ کہ پرسد ز باغباں
بُلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد

خوب سمجھ لو کہ علماء صرف قانون (شریعت) کے جاننے والے ہیں۔ قانون بنانے والا (حق تعالیٰ) ہی سب حکمتیں جانتا ہے۔

۱۵۔ رُعب شفقت سے زیادہ ہوتا ہے

فرمایا: رُعب جتنا شفقت سے ہوتا ہے تخویف سے اتنا نہیں ہوتا۔ چنانچہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا بڑا رُعب تھا، لوگوں کی (بالخصوص طلباء کی) جان نکلتی تھی۔ حالانکہ ہر وقت ہنستے رہتے تھے۔ (ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ صـ۲۲۵)

۱۶۔ تحریکِ وقف علی الاولاد کا خیال کُفر ہے

فرمایا: جب میں دیوبند میں پڑھتا تھا بعض مدعیان خیرخواہ قوم نے تحریکِ وقف علی الاولاد شروع کی تھی۔ اس زمانہ میں نواب محمود علی خاں صاحب رئیس چھتاریؒ نے مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے دریافت کیا کہ اس تحریک کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ مولانا نے جواب دیا کہ ایسا خیال کُفر ہے اور سلب ایمان کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ اس خیال کا منشاء صرف یہ ہے کہ مسئلہ میراث کو جو منصوص قطعی ہے مضر اور خلافِ حکمت سمجھا جاتا ہے اور شیطان اسی لئے کافر ہوا تھا کہ اُس نے حکمِ خداوندی کو خلافِ حکمت سمجھا تھا۔ چنانچہ محرکین نے ایک وجہ یہ پیش کی تھی کہ اس طرح جائداد حصے بخرے سے محفوظ رہتی ہے اور میراث کے سہام جاری ہونے سے کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے۔

چنانچہ یہ خیر خواہانِ قوم بھڑ اُٹھے اور پریوی کونسل نے وقف علی الاولاد کے جواز پر علماء سے دستخط لئے۔ لیکن اس پر میں نے دستخط نہیں کئے۔ اللہ تعالیٰ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی قبر کو ٹھنڈا کرے۔ بڈھے کی بات جوان تھی اُس نے میری دستگیری کی ورنہ میں بھی دوسرے علماء کی طرح اس پر دستخط کر دیتا۔

(ارضاد الحق حصہ دوم صہ۵، استمرار التوبہ صہ۱۳، بوادر النوادر مطبوعہ دیوبند صہ۵۲ ج ۱)

۱۷۔ نیک صحبت کی برکت

فرمایا: حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ نانوتہ میں جب ایک شخص مسجد میں آتے تھے تو آنے کے ساتھ ہی مسجد منور ہو جاتی تھی حالانکہ وہ کوئی شیخ یا عالم یا بڑے ممتاز شخص نہ تھے معمولی دُنیادار وضع کے آدمی تھے، مولاناؒ نے اس نُورانیت کا سبب دریافت کیا تو معلوم ہُوا کہ اُن کی حضرت سید احمد صاحب شہید سے ایک مرتبہ ملاقات و زیارت نصیب ہوئی تھی۔ دیکھئے دُنیادار شخص کو ایک بار سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کرنے سے اللہ تعالےٰ نے یہ بزرگی عطا فرمائی۔ سچ ہے کہ ؎

آہن کہ بپارس آشنا شُد | فی الحال بصورت طلا شُد

"وہ جو لوہا پارس کی پتھری سے ملا فوراً ہی سونا بن گیا"۔

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

گر تو سنگ خارہ و مرمر شوی | چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

"اگر تُو سخت پتھر مرمر بھی ہو جب کسی اہلِ دل کے پاس پہنچے گا گوہر ہو جائیگا"۔

واقعی سید صاحبؒ کی تو وہی کیفیت تھی جو حضرت سلطان نظام الدین اولیاءؒ نے ایک بزرگ کی نسبت بیان فرمائی ہے ؎

ہر کو مرید سید گیسو دراز شُد
واللہ خلاف نیست کہ او عشقباز شُد

"جو شخص حضرت سید گیسو درازؒ کا مرید ہو گیا واللہ غلط نہیں کہ وہ عشق باز ہو گیا (خیر الحیات و خیر الممات صہ۶۲)

ایسے ہی اہل اللہ کے متعلق حضرت شیفتہؒ فرماتے ہیں ؎

تم لوگ بھی غضب ہو کہ دل پر یہ اختیار
شب موم کو لیا سحر آہن بنا دیا

نیز اس ملفوظ سے حضرت مولانا نانوتویؒ کی فراست ہی کا اندازہ ہوتا ہے کہ ظاہری دُنیادار شخص کو پہچان لیا۔ حدیث میں ہے :۔

اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ ۔

یعنی مومن کی فراست سے ڈرو، بے شک وہ اللہ تعالیٰ کے نُور سے دیکھتا ہے "

سچ ہے ؎

مردِ حقانی کی پیشانی کا نُور　　کب چھپا رہتا ہے پیشِ ذی شعور

۱۸۔ حضرت حکیم الاُمتؒ کو بشارت

فرمایا: ایک بار کسی کا طویل استفتاء آیا اور میں نے ایسا ہی طویل اور مُفصل جواب لکھ کر مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی خدمت میں بغرض دستخط پیش کیا تو مولانا نے سب کو پڑھ کر دستخط کرتے ہوئے فرمایا معلوم ہوتا ہے تم کو فُرصت بہت ہے۔ ہم تو جب جانیں گے کہ خطوں کا ڈھیر تمہارے سامنے ہوگا اور اس وقت تم ایسے ہی طویل جوابات لکھا کرو گے۔ (اشرف السوانح ص۲۲۹ ج ا و حیات اشرفؒ ص۲۶)

حضرت حکیم الامتؒ کے اس قدر خطوط روزانہ دو مرتبہ آتے تھے کہ حکومت کو خانقاہ میں باقاعدہ ڈاکخانہ بنانا پڑا۔ حضرت حکیم الامتؒ اسی دن انکے مختصر جواب تحریر فرمادیتے۔ اندازہ فرمائیے مولانا نانوتویؒ کی فراست کا کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو زمانہ طالب علمی میں اس کی بشارت دے دی۔

اسی سلسلہ میں فرمایا جب مجھے معلوم ہوا کہ دستاربندی اور تقسیم اسناد کا جلسہ بڑے شاندار پیمانہ پر ہو رہا ہے اور یہ رسم قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ کے مقدس ہاتھوں سے انجام پانے والی ہے تو میں اپنے ہم سبقوں کو جمع کر کے اپنے

استاذ خاص حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے پاس پہنچا اور عرض کیا کہ حضرت ہم نے سُنا ہے کہ ہم لوگوں کی دستار بندی کی جائے گی اور سندِ فراغ دی جائے گی۔ حالانکہ ہم ہرگز اس قابل نہیں، لہٰذا اس تجویز کو منسوخ فرما دیا جائے ورنہ اگر ایسا کیا گیا تو مدرسہ کی بڑی بدنامی ہوگی کہ ایسے نالائقوں کو سند دی گئی ۔ یہ سُن کر مولانا کو جوش آگیا اور فرمایا تمہارا یہ خیال غلط ہے۔ یہاں چونکہ تمہارے اساتذہ موجود ہیں اس لئے اُن کے سامنے تمہیں اپنی ہستی کچھ نظر نہیں آتی اور ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ جب باہر جاؤ گے تب تمہیں اپنی قدر معلوم ہوگی جہاں جاؤ گے بس تم ہو گے باقی سارا میدان صاف ہے اطمینان رکھو۔ (اشرف السوانح ص۲۲۹ جلد ا ص۵۵ حیات اشرف ص۳۵)

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نانوتویؒ نے حضرت حکیم الامتؒ کا زمانہ طالب علمی میں ہی اندازہ لگا لیا تھا۔

ع قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

اسی سلسلہ میں فرمایا زمانہ طالب علمی میں مَیں نے خواب دیکھا کہ ایک بزرگ نے اور ایک دُنیاوی حاکم نے دو متفرق تحریریں لکھ کر دیں اور دونوں میں یہ لکھا تھا کہ ہم نے تم کو عزت دی۔ ایک پر تو چاروں طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کی مُہر لگی ہوئی تھی اور وہ صاف پڑھی جاتی تھی۔ دوسری مہر کے حروف پڑھے نہ جاتے تھے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے یہ تعبیر دی کہ انشاء اللہ تعالیٰ دین و دُنیا دونوں کی عزت نصیب ہوگی۔ (اشرف السوانح ص۵۵ جلد ا)

یہ تعبیر بھی من و عن پوری ہُوئی۔ اسی ضمن میں فرمایا میں نے ایک خواب دیکھا کہ ایک تالاب ہے جس میں فوارہ کی طرح چاندی اُبل رہی ہے اس کی تعبیر مولاناؒ نے یہ دی کہ انشاء اللہ دُنیا تمہارے پیچھے پیچھے لگی پھرے گی اور تم اُس کی طرف رُخ بھی نہ کرو گے۔
(اشرف السوانح ج ا ص۵۱)

حضرت حکیم الامتؒ کے آستانے پر ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے حضرات حاضر رہتے رہے لیکن حضرت حکیم الامتؒ نے کسی سے مالی امداد طلب نہیں فرمائی۔ حضرت نانوتویؒ نے زمانہ طالب علمی میں ہی اس کی بشارت دے دی تھی۔

۱۹۔ عارفین شیطان کی تدابیر کو باطل کرتے ہیں

فرمایا: ہمارے استاذ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کو ایک دفعہ وضو سے فارغ ہو کر مصلی پر پہنچ کر یہ شبہ ہوا کہ شاید میں نے خفین کا مسح نہیں کیا۔ اس لئے وضو کی جگہ لوٹ کر مسح کیا۔ بس اب شیطان نے پیچھا کیا۔ اس کے بعد مصلے پر پہنچ کر یہی شبہ ہوتا کہ مسح نہیں کیا۔ کچھ دنوں تو احتیاط پر عمل کر کے دوبارہ مسح کر لیا۔ پھر سمجھ گئے کہ یہ شیطان کا وسوسہ ہے۔ ایک بار مصلے پر پہنچ کر یہی شبہ ہوا تو کوئی پرواہ نہ کی اور نماز شروع کر دی۔ اب شیطان نے کہنا شروع کیا کہ بدوں مسح کے وضو صحیح نہیں اور بدوں وضو کے نماز صحیح نہیں۔ یہ نماز اکارت جائے گی۔

آپ نے فرمایا تیری بلا سے تو ایسا ہی تو میری نماز کا خیر خواہ ہے تیری بلا سے تجھے اگر بدوں وضو کے نماز پڑھنا کفر ہے۔ فرمایا تیری بلا سے تجھے اگر ایمان سے خیر خواہی ہوتی تو لوگوں کو کافر کیوں بناتا تو جو چاہے کر لے۔ یہ نماز تو بدوں مسح کے ہی پڑھونگا۔ یہ مجادلات خصم کے طور پر تھا ورنہ ایسا شبہ شرعاً خود معتبر نہیں۔ مولاناؒ فرماتے تھے اس نماز کے بعد پھر شیطان نے کبھی وسوسہ نہیں ڈالا۔ دیکھئے عارفین شیطان کی تدبیروں کو کس طرح باطل کرتے ہیں۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :-

فَقِيْهٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ -

"ایک فقیہ شیطان پر ہزاروں عابدوں سے بھاری ہے"

(خیر الحیات وخیر الممات ص۶۲ ماعلیہ البصر ص۳۱)

۲۰۔ تدبیر سے موت نہیں ٹلتی

فرمایا: مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے کہ ایک بستی میں بھیڑیا آیا تھا، لوگ اس سے خائف تھے۔ ایک عورت کی مارے خوف کے یہ حالت ہوئی کہ باوجود سخت گرمی کے اپنے بچے کو کوٹھڑی میں لے جا کر سوئی۔ اتفاق سے رات کو چوروں نے اس میں نقب دیا۔ مگر آدمی کے سانس کی آواز سن کر بھاگ گئے اور اسی نقب میں سے بھیڑیا آکر بچے کو

لے گیا اور اس عورت کی وہی تدبیر جو بھیڑیئے سے بچنے کے لئے کی گئی تھی بچہ کی ہلاکت کا سبب بنی۔ واقعی موت ایسی چیز ہے جو تدابیر سے نہیں ٹل سکتی۔ حق تعالیٰ خود فرماتے ہیں:۔

قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ؀ (الاحزاب آیت ۱۶)

"کہہ دیجئے کہ بھاگنا تم کو ہرگز نفع نہ دے گا۔ اگر تم موت یا قتل سے بھاگو بجز قلیل مدت کے تم زندگی سے متمتع نہیں ہو سکتے۔"

(خیر الحیات و خیر الممات ص۲۶)

نیز ارشادِ خداوندی ہے :۔

اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ

(النساء آیت ۷۸)

"تم جہاں بھی ہو موت تم کو پالے گی خواہ تم قلعی چونوں کے قلعوں میں ہی کیوں نہ ہو۔"

اقبال مرحوم نے خوب کہا ہے ؎

کلبہ افلاس میں دولت کے کاشانہ میں موت
بحر و بر میں، دشت میں، شہر میں، گلشن میں، ویرانہ میں موت
موت ہے ہنگامہ آرا قلزم خاموش میں!
ڈوب جاتے ہیں سفینے موت کی آغوش میں

۲۱۔ دین کا ہر کام کرنے والا ہمارا معاون ہے

فرمایا: ہمارے اُستاد مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے ہیں کہ بھائی اگر کوئی شخص راہِ نجات بھی پڑھاتا ہے یا قاعدہ بغدادی پڑھاتا ہے تو وہ بھی ہمارا کام بٹاتا ہے۔ مطلب یہ کہ ہم ساری مخلوق کو تعلیم دینے سے عاجز ہیں اور تمنا یہ ہے کہ دین کا گھر گھر چرچا ہو جائے تو جو شخص جس جگہ بھی کام کر رہا ہے وہ ہمارا معاون و مددگار ہے۔

(الفاظ القرآن ص۳)

۲۲۔ مصیبت میں بھی اسرار و حکم

فرمایا: مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے کہ ایک بزرگ سخت مرض میں مُبتلا تھے اور ساتھ میں زخمی بھی تھے۔ وہ زمین پر بے ہوش پڑے ہُوئے تھے زخموں پر مکھیاں بھی بھِن کر رہی تھیں۔ ایک دُوسرے بزرگ وہاں سے گُذرے تو اُنھوں نے پہچانا کہ یہ صاحبِ نسبت اور عالی مقام بزرگ ہیں، وہ ان کی خدمت کے لئے قریب آ گئے اور پنکھا جھلنے لگے۔ اُن کو افاقہ ہُوا تو گھبرائے اور فرمایا یہ کون شخص ہے جو مجھ میں اور میرے محبوب میں حائل ہو گیا۔ انھوں نے عرض کیا کہ حضرت میں خدمت کے لئے حاضر ہُوا ہوں۔ فرمایا نہیں مجھے اس کی ضرورت نہیں تم اپنے کام میں لگو اور مجھے اور میرے محبوب کو چھوڑ دو۔ دیکھئے اس تکلیف میں جو لذّت تھی تو دوسرے کی خدمت اور راحت رسانی گوارہ نہ ہُوئی بلکہ تکلیف میں پڑا رہنا ہی پسند ہُوا۔ بات یہ ہے کہ مصیبت میں بھی اسرار و حکم ہوتے ہیں جن کی وجہ سے مصیبت نہیں رہتی بلکہ لذیذ ہو جاتی ہے۔

(خیرالحیات و خیرالممات صد ۵۲)

سچ ہے ع

ہر چہ دوست مے رسد نیکوست

"جو کچھ دوست کی طرف سے پہنچے اس میں بھلائی ہے"

؎ ناخوش تو خوش بود بر جانِ من
دل فدائے یار دل رنجانِ من

"ترجمہ شعر:۔"

حضرت حاجی صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کا یہ شعر آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے:

؎ خوشا حوادثِ پیہم خوشا یہ اشک رواں
جو غم کے ساتھ ہو تم پھر اس کا کیا غم ہے

ؔ

۲۳۔ حضرت حافظ شیرازیؒ کا کلام عارفانہ ہے

فرمایا: حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے، میاں جو ہوتا ہے وہی نکلتا ہے یعنی کسی کے مضمون یا کلام سے اعلیٰ مضامین یا پیچیدہ مسائل علمیہ اسی وقت نکالے جاسکتے ہیں جبکہ اس میں ان مضامین کا اندراج قصدًا ہو، ورنہ کسی رِند کے کلام سے ایسے مسائل نکال کر دکھاؤ۔ حضرت حافظ شیرازیؒ فرماتے ہیں:

؎ خستگاں را چوں طلب باشد و قوت نبود
گر تُو بیداد کُنی شرط مروت نبود!

کمزوروں میں جب طلب ہو اور قوت نہ ہو، شرط مروت سے بعید ہے کہ تم ان پر ظلم کرو۔ اس میں تعلیم ہے شیوخ کو کہ اپنے مریدوں پر سہولت کریں۔ مثلاً کسی بے چارہ کا دل شوقِ محبت سے لبریز ہو۔ خدا کی طلب اعلیٰ پیمانہ پر ہو لیکن ساتھ ہی ضعف و پیری کی یہ حالت ہو کہ کمر جھک گئی ہو۔ تھوڑی دُور چلنے سے سانس پھول جاتا ہو اس کو کبھی چوبیس ہزار اسم ذات کا ورد کرنے کو نہ بتلائیں بلکہ اس کی قدرت و استعداد کا خیال رکھیں۔

دیکھئے حضرت حافظ شیرازیؒ کا کلام عارفانہ ہے۔ ان کے کلام سے نہایت اہم مسائلِ تصوف مستنبط ہوتے ہیں۔ ان کی اعلیٰ دماغی ان کے مضامین سے ٹپکتی ہے۔ ان کے کلام کی لطافت ان کے عرفان اور اہلِ دل ہونے کی شاہد ہے۔ یہ ممکن ہے کہ ایک ناقابل اور غیر مستعد مدہوش کے کلام سے اس قدر مسائل تصوف مستنبط ہوں۔ (الدنیا والاخرہ ص۳۶)

اس ملفوظ سے ان لوگوں کا جواب بھی ہوگیا جو حافظ شیرازیؒ کے متعلق کہتے ہیں کہ ان کا کلام عارفانہ کہاں سے آیا؟ وہ مدہوش شرابی کبابی تھے۔ اس میں حافظ صاحبؒ کی کیا تخصیص، ہمیشہ اہلِ کمال پر اس قسم کے اعتراضات ہوتے رہے ہیں۔

عوام النّاس تو حضرات انبیاء علیہم السّلام پر اعتراض کرنے سے نہیں چوکے ؎

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں — تڑپے ہے مُرغ قبلہ نما آشیانے میں

۲۴۔ اپنے چھوٹوں کے ساتھ چھوٹوں کا سا معاملہ کرنا چاہیئے

فرمایا: حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اپنے چھوٹوں کے ساتھ چھوٹوں ہی کا سا معاملہ کرنا چاہیئے۔ اس سے اُن کا دل خوش ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ مجھے عزیزم میاں اشرف علیؒ لکھا کرتے تھے اور حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ خط میں مخدوم مکرم وغیرہ الفاظ لکھتے۔ میں نے ایک مرتبہ عریضہ لکھا کہ حضرت سے یہ تو توقع نہیں کہ حضرت چھوٹوں کے القاب سے مجھے یاد فرمائیں اس لئے حضرت اگر عنایت وغیرہ فرمادیا کریں تو بھی گوارا کرلوں گا۔ پھر اس کے جواب میں جو خط آیا اس میں بھی وہی مخدوم و مکرم وغیرہ القاب موجود تھے۔ حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ پر تواضع کا غلبہ تھا اور حکماء شرح پر یہ مذاق غالب ہے۔ (تاسیس البنیان علی تقویٰ من اللہ و رضوان ص۴۴)

حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے اپنے رسالہ ذکر محمودؒ میں حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ کے دو والا ناموں کو نقل فرمایا ہے۔ ابتدا میں حضرت حکیم الامتؒ کو ان القاب سے خطاب فرمایا ہے:

۱۔ سراپا فضل و کمال شرفکم اللہ تعالیٰ وجعلکم فوق کثیر من الناس

۲۔ معدنِ حسنات وخیرات دام ظلکم

(اشرف السوانح ص۲۳۴ ج ۱)

ان الفاظ سے جہاں شیخ الاسلام حضرت دیوبندیؒ کی تواضع ظاہر ہوتی ہے وہاں حضرت حکیم الامتؒ کے مقام کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ بے شک آپ مولانا دیوبندیؒ کے شاگرد تھے لیکن بارگاہِ ایزدی سے جو آپ کو رتبہ ولایت اور مجدد ملت ہونے کا شرف ملا اغلباً حضرت دیوبندیؒ اس کا خیال کرتے ہیں۔ نیز بعض لوگ جو سیاسی اختلاف کو ہوا دیتے ہیں، اس ملفوظ سے دونوں بزرگوں کے باہمی تعلقات کا بھی پتہ چلتا ہے۔ واقعی ایسے علماء کا اختلاف رحمت ہے ؎

باز شیرے با شکر آمیختند	عاشقاں بایک دیگر آمیختند
روز و شب را از میاں برداشتند	آفتابے با قمر آمیختند

۲۵۔ شطرنج اہلِ عجم کا قمار ہے

فرمایا: شطرنج وغیرہ میں اکثر اس قدر انہماک ہوتا ہے کہ اس کی بدولت تمام دُنیا و دین کے کاروبار چھوٹ جاتے ہیں۔ مَیں نے اپنے استاد علیہ الرحمۃ سے سُنا ہے کہ ایک شخص شطرنج کھیل رہے تھے اور اُن کا لڑکا بیمار پڑا تھا۔ اس اثنار میں کسی نے آکر اطلاع کی کہ لڑکے کی حالت بہت خراب ہے۔ کہنے لگے کہ اچھا آتے ہیں اور پھر شطرنج میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں پھر کسی نے آکر کہا کہ وہ مَر رہا ہے۔ کہنے لگے کہ اچھا آتے ہیں، اور پھر شطرنج میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں پھر کسی نے آکر کہا کہ لڑکے کا انتقال ہو گیا۔ کہنے لگے اچھا آتے ہیں۔ یہ سوال و جواب سب کچھ ہو لیا لیکن اُن کو اُٹھنے کی توفیق نہ ہوئی۔ جب شطرنج کی بازی ختم ہوئی تو آپ کی آنکھیں کُھلیں اور ہوش آیا۔ لیکن کیا ہو سکتا تھا؟ فرمائیے جس کھیل کا انجام یہ ہو اُس کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے۔

(نسیان النفس ص۲۷)

حدیث میں ہے "جو شخص نرد (گوٹ چوسر) سے کھیلا، اُس نے اللہ و رسولؐ کی نافرمانی کی"۔ (روایت کیا اس کو احمد، ابن ماجہ اور مالک نے)

اور حدیث میں ہے کہ "فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص نرد سے کھیلے۔ پھر اُٹھ کر نماز پڑھے اُس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی شخص پیپ اور خنزیر کے خون سے وضو کرے اور پھر اُٹھ کر نماز پڑھ لے"۔ (روایت کیا احمد نے)

اور حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ "شطرنج اہلِ عجم کا قمار ہے"۔

اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا ارشاد ہے کہ شطرنج نہیں کھیلتا مگر گنہگار، اس کے کھیلنے سے گناہ ہوتا ہے۔ اور ان ہی سے یہ روایت ہے کہ کسی نے اُن سے شطرنج کھیلنے کو پوچھا تو فرمایا کہ یہ باطل ہے اور اللہ تعالیٰ باطل کو پسند نہیں کرتا۔" ان تینوں حدیثوں کو بیہقیؒ نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے اور ہدایہ و درمختار وغیرہ میں شطرنج کو تصریحًا حرام لکھا ہے، خواہ اس میں بازی بدلی جاوے یا ویسے ہی کھیلیں۔

(اصلاح الرسوم ص۲۰ مطبوعہ دہلی)

۲۶۔ فالِ بد کی ممانعت میں حکمت

فرمایا: ہمارے اُستاد مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ دہلی میں مومن خاں شاعر تراویح میں قرآن شریف سُننے آیا کرتے تھے۔ ایک ڈوم بھی اُن کے ساتھ قرآن شریف سُننے آیا کرتا تھا۔ اُس نے کہا خان صاحب جس روز وہ سُورت آئے جس کا نام لیا کرتے (یعنی سورۂ یٰسین) جو مُردوں پر پڑھی جاتی ہے تو مجھے بتا دینا میں اسے نہیں سُنوں گا۔ عوام جہلاء سورۂ یٰسین کا نام سُننے سے بھی ڈرتے ہیں اس کو موت کی علامت سمجھتے ہیں۔ خان صاحب شاعر آدمی تھے، اپنی چلبلی اور شوخ طبیعت سے نہ رُک سکے گو وہ بڑے متقی اور متورع شخص تھے مگر نہ معلوم سچ یا جھوٹ کہہ دیا کہ وہ تورات کو پڑھی گئی۔ اس کو توتم نے سُن لیا۔ ان کی تو ہنسی ہوگئی اور اس کا طائر قفسِ عنصری سے پرواز کرنے لگا۔ ہوش اُڑ گئے حواس باختہ ہوگیا۔ روح تحلیل ہونے لگی ؎

لکھ کر ہمارا نام زمین پر مٹا دیا
ان کا تو کھیل، خاک میں ہم کو ملا دیا

غرض وہ دوسرے یا تیسرے روز مرگیا کسی شاعر نے سچ کہا ہے

ع مزن فالی بد کآورد حال بد

بُری فال مت دو۔ اس سے بُرا حال پیدا ہوگا۔ فالِ بد کی ممانعت اس وجہ سے نہیں کہ اس میں کچھ اثر ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی پیدا ہوتی ہے کہ اب اللہ میاں کوئی بلا ضرور بھیجیں گے۔ اور حدیث قدسی میں ہے وانا عند ظن عبدی بی یعنی میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں جو میرے ساتھ رکھتا ہے۔ بعض دفعہ اللہ تعالےٰ بدگمانی کی سزا میں ویسا ہی کر دیتے ہیں جیسا اُس نے گمان کیا تھا۔ (دستور سہارن پور ص۲۲)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

اَلطِّیَرَۃُ شِرْکٌ، اَلطِّیَرَۃُ شِرْکٌ، اَلطِّیَرَۃُ شِرْکٌ۔ (ابوداود)

"بے شک شگون لینا شرک ہے، شگون لینا شرک ہے، شگون لینا شرک ہے۔"

نیز فرمایا آپؐ نے: لَا عَدْوٰی وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ (رواہ البخاری عن ابی ہریرہؓ)

"نہ کسی کا کسی کو مرض لگتا ہے نہ کسی مُردہ کی کھوپڑی میں سے اُلّو نکلے اور صفر بھی کچھ نہیں"۔

بعض لوگ جانوروں کو (اُلّو) منڈیر پر بیٹھے تو مہمان کے آنے کی اطلاع، الوسر سے گزرے تو علامت بدبختی اور بلّی راستے میں ملے تو سفر سے واپس لوٹ آتے ہیں، ان سے شگون لیتے ہیں۔ یہ سب شرک کی باتیں اور کفر کی رسمیں ہیں۔

۲۷۔ عالمگیر اور شاہجہاں کے متعلق ارشاد

فرمایا: حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کو حق تعالیٰ نے عجیب جامعیت عطا فرمائی تھی۔ ہر کام میں رائے رکھتے تھے۔ فرماتے تھے کہ سلطنت کی قابلیت عالمگیرؒ سے زیادہ شاہجہان میں تھی، حالانکہ دین داری میں یقیناً عالمگیر بڑھے ہوئے تھے مگر لکل فن رجالٌ۔

(اشرف الملفوظات فی مرض الوفات، خاتمۃ السوانح ص۲۲)

۲۸۔ کلمۂ کفر کلمۂ ایمان کی خاصیت کو باطل کر دیتا ہے

فرمایا: میں نے وہ قاعدہ کلیہ اپنے استاد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے سُنا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ شارعؑ نے جو اعمال کے فضائل بیان کئے ہیں وہ گویا خواص اعمال ہیں۔ اور خواص اشیاء کا ظہور۔ عقلاً ارتفاع موانع سے مشروط ہوتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے طبیب ادویات کی خاصیت بیان کرتے ہیں تو ہر عاقل اس کا یہ مطلب سمجھتا ہے کہ اس کے مخالف کوئی مضر چیز نہ کھائی جائے تو یہ نفع ظاہر ہوگا۔ پس اگر کوئی خمیرہ گاؤزبان عنبری پر دو تولہ سنکھیا بھی کھالے اور مر جائے تو اس سے خمیرہ کے خواص غلط نہ ہو جائیں گے۔ اس طرح لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دل سے کہنے اور اس پر مستقیم رہنے کی بھی خاصیت ہے کہ اس سے ملائکۂ رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ بشارت بھی سنائی جاتی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ (حٰمٓ سجدہ آیت ۳۰)

"بے شک جن لوگوں نے اقرار کر لیا کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر مستقیم رہے، ان
پر فرشتے اُتریں گے کہ تم اندیشہ نہ کرو اور نہ رنج کرو اور تم جنت پر خوش رہو
جس کا تم سے وعدہ کیا جایا کرتا تھا"

مگر شرط یہ ہے کہ اس کے منافی کوئی کام نہ کرے۔ مثلاً لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے بعد ثالث
ثلٰثۃ (اللہ تین میں کا تیسرا، نعوذ باللہ) یا اَلْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ۔ (مسیح اللہ کے بیٹے ہیں) وغیرہ
نہ کہے۔ اگر کلمہ ایمان کے بعد کلمۂ کفر بھی کہہ دے گا تو اس کی وہی مثال ہو گی جیسے خمیرہ کے
بعد سنکھیا کھالے۔ پھر منافی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک جو پورا منافی ہو جیسے کلمہ ایمان کے بعد
کلمہ کفر کہنا یہ تو مبطل خاصیت ہے جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی خاصیت کو باطل اور زائل
کر دے گا۔ دوسرا منافی جو پورا منافی نہ ہو لیکن فی الجملہ منافی ہو۔ جیسے کفر کے علاوہ اور
معاصی ہیں۔ جن سے ایمان کی خاصیت باطل تو نہیں مگر کمزور ہو جاتی ہے۔ نفع دیر میں
ظاہر ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے خمیرہ گاؤزبان کے ساتھ کھٹائی، تیل، سرکہ اور
بینگن بھی کھائے جائیں۔ ان اشیاء سے خمیرہ کی قوت کمزور ہو جائے گی اور نفع دیر میں
ظاہر ہو گا۔ (الاستقامت ص۱۷)

مومن گناہ گار ہمیشہ دوزخ میں نہ رہے گا۔ اپنے گناہوں کی سزا جہنم میں بھگت کر
جنت میں داخل کیا جائے گا جس کی سب سے کم مقدار حدیث میں آئی ہے کہ ایک شخص
کے گناہ اتنے نہ ہوں گے کہ جہنم میں ڈالا جائے۔ صرف جہنم سے اُس کی جوتیاں تیار کر کے
پہنائی جائیں گی جس سے اُس کا دماغ ہانڈی کی طرح پکے گا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ
دوزخ کا عذاب کتنا سخت ہے؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عذابِ نار سے بچائے۔ آمین
ثم آمین! اس لئے گناہوں سے بچنا چاہیئے اور سابقہ گناہوں سے توبہ و استغفار کر لیں۔
اللہ تعالیٰ بخش دیں گے وہ غفور رحیم ہیں اور آئندہ گناہوں سے احتراز کریں۔

۲۹۔ ایک نوع کی مداومت

فرمایا: ایک مثال میرے استاد مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا جواب ہے جو اُنہوں
نے بعض ذاکرین کو دیا تھا جنہوں نے آپ سے ذکر پر مداومت نہ کر سکنے کی شکایت کی

تھی اور مولانا نے ان میں ذکر پر مداومت کرنے سے عجز کے آثار محسوس فرمائے تھے اور یہ بھی محسوس کیا کہ یہ عمل غیر دائمی پر راضی نہ ہوگا اور یہ بھی محسوس کیا کہ اگر اس کو دوام میسر نہ ہُوا تو عمل کو بالکل ترک کر دے گا۔ مولاناؒ نے فرمایا کبھی عمل کرنا اور کبھی اس کو ترک کرنا یہ بھی ایک نوع کی مداومت ہے کیونکہ مجموعہ عمل و ترک پر مداومت ہے۔ اس جواب سے اس شخص کو ایک قسم کا نشاط پیدا ہوگیا اور اُس نے عمل کو بالکلیہ ترک نہیں کیا۔ پھر اس نشاط کو غیر دائمی عمل کی برکت سے مداومت مطلوبہ حاصل ہوگئی کیونکہ مخاطب کے ذہن میں یہ بات آگئی کہ یہ بھی مداومت مطلوبہ ہے حالانکہ مولانا کی مراد یہ نہ تھی کیونکہ مداومت مطلوبہ تو وہی ہے جس کے ساتھ بجز شاذ و نادر کے ترک نہ ہو۔ مولاناؒ نے فرمایا تھا کہ ہر شخص کا دوام جُدا ہے۔ کبھی ترک کرنا اگرچہ مداومت نہیں لیکن بالکلیہ ترک سے تو افضل ہے۔ حضرت عارف رومیؒ فرماتے ہیں ؎

دوست دارد دوست ایں آشفتگی   کوششِ بیہودہ بہ از خفتگی

محبوبِ حقیقی اس آشفتگی کو پسند فرماتے ہیں سعی اگرچہ بے ثمر ہو لیکن تعطل سے بہتر ہے۔ مداومت مطلوبہ کا کرنا مخاطب کو دشوار ہو جاتا ہے اس مصلحت کے لئے مولانا نے اس طریق کو اختیار کیا جس سے عمل سہل ہو گیا۔ پھر اس کو مداومت کی توفیق ہو گئی۔ (رسالہ التحریض علی صالح التعریض بحوالہ بوادر النوادر ص۱۷۶ ج ۲، ھم الاخرہ ص۵۶، خیر الحیات و خیر الممات ص۶۹)۔

اس ملفوظ سے مولانا نانوتویؒ کی شفقت اور طرزِ تربیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ اپنے مریدوں کا کس طرح خیال فرماتے تھے جو آپ کے شیخ کامل ہونے کی بیّن دلیل ہے۔ گویا اس شعر پر پُورا عمل تھا ؎

خستگاں را چُوں طلب باشد و قوت نبود
گر تُو بیداد کنی شرط مروّت نبود

۳۰۔ کافر کے لئے تبرّکات بالکل بے سُود ہیں

رسالہ "التحریض علی صالح التعریض" میں حضرت حکیم الامتؒ تحریر فرماتے ہیں کہ جس وقت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن ابی منافق کی نمازِ جنازہ پڑھنے کھڑے ہوئے۔ اور عرض کیا آپؐ عبداللہ بن ابی کا جنازہ پڑھتے ہیں حالانکہ اُس نے فلاں دن یوں کہا، فلاں دن یوں کہا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کوئی صریح ممانعت نہیں فرمائی۔ چنانچہ ارشاد ہے:-

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۔ (سورۃ توبہ آیت ۸۰)

"یعنی اگر آپؐ اُن کے لئے استغفار کریں یا اُن کے لئے استغفار نہ کریں اللہ تعالیٰ اُن کو نہ بخشے گا۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور رسولؐ کے ساتھ کفر کیا اور اللہ تعالیٰ ایسے سرکش لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

چنانچہ مُجھ کو ستر پر عدم مغفرت کی خبر دی گئی ہے میں ستر سے بڑھا دوں گا۔ حق تعالیٰ کا ارشاد سبعین مرّۃ مبالغہ پر محمول ہے نہ کہ تحدید پر۔ پس اس عدد کا مفہوم مخالف معتبر نہیں۔ ان اشکالوں کے جواب میں علماء قدیمًا و حدیثًا قائل رہے۔ اس کا سہل جواب مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محض الفاظ سے بدوں التفات معانی تمسک فرمانے کا قصد فرمایا کہ مخاطب محض الفاظ سے تمسک کرے اور اس طرف التفات نہ کرے کہ ان الفاظ سے کیا مُراد ہے؟ اور نمازِ جنازہ فی نفسہٖ جائز تھا کیونکہ نماز و استغفار سے نہی صریح وارد نہیں ہوئی تھی۔ اگرچہ یہ نماز و استغفار فی حد ذاتہٖ اصل سے فعل غیر مفید تھا لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں کچھ حکمتوں کی بھی رعایت فرمائی اس لئے وہ فعل عبث بھی نہ رہا اور حکمت وہ ہے جس کو حاشیہ بخاری میں مختلف کتابوں سے نقل کیا ہے جس کی عبارت یہ ہے کہ آپؐ نے جو کچھ جواب میں فرمایا اس سے اُمت پر غایت رحمت و شفقت کے اظہار کو خیال میں ڈال دیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میرا قمیص اور میری نماز اس کو کیا نافع ہو سکتی ہے۔ واللہ میں اُمید کرتا ہوں کہ اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی

اسلام لے آئیں۔ اور ایک روایت ہے کہ اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئے۔ جبکہ انہوں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قمیص مبارک کا تبرک عطا ہوا۔ ان روایتوں کو میں نے کہیں منقول نہیں دیکھا لیکن یہ روایتیں اس احتمال سے گری ہوئی نہیں کہ شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حکمتوں کا قصد فرمایا ہو۔ ایک حکمت اور بھی ہے جو میرے اُستاد مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے بیان فرمائی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فعل سے ظاہر کر دیا کہ اگر کسی میں ایمان نہ ہو تو اس کو تبرکات بالکل کام نہیں دیتے۔ بھلا اس شخص کے برابر کس کو تبرکات نصیب ہو سکتے ہیں۔ مگر منافق ہونے کی وجہ سے نار کے درک اسفل کا مستحق رہا۔ پہلی حکمتیں غیر مسلمین کے اعتبار سے تھیں کہ ان کا تالیفِ قلب کرنا مقصود تھا اور آخر کی حکمت مسلمین کے اعتبار سے ہے کہ ان کو مسئلہ کی تعلیم کرنا مقصود ہے۔

(بوادر النوادر جلد دوم ص۲۱۲ مطبوعہ دیوبند)

حضرت حافظ شیرازیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل
خضر از آبِ حیواں تشنہ مے آرد سکندر

۱۳۱۔ دُنیا کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں

فرمایا: میں نے اپنے استادؒ سے سُنا ہے کہ دُنیا میں چوری ہوتی ہے مگر اس کا وجود بھی حکمت سے خالی نہیں ہے۔ اگرچہ یہ تو اعتقاد ہے کہ اللہ کی حکمت نے چاہا کہ کوئی ایسا ہو اور کوئی ایسا ہو۔ اس فعل میں گناہ بھی ہوگا بوجہ اس کے اختیاری ہونے کے۔ مگر یہ ایسا ہے جیسے گھر میں پاخانہ ہوتا ہے کہ وہ تمام قطعات سے ارذل ہے۔ لیکن مکان بغیر اُس کے ناتمام ہے۔ ایسا ہی عالم بدوں کفر کے ناتمام ہے۔ ایک مرتبہ مجھے خیال ہوا کہ بزرگوں کی برکات کا مقتضا تو یہ تھا کہ ان کے مزارات پر خرافات نہ ہُوا کرتے۔ اسی شب خواب میں یہ شعر وارد ہوا ؎

در کارخانۂ عشق از کفر ناگزیر است — آتش کرا بسوزد گر بولہب نباشد

دُنیا میں کفر کا وجود لازم ہے۔ اگر بولہب نہ ہوتا تو آگ کس کو جلاتی۔
(وعظ النور ص۵)

۳۲۔ حضرت آدم علیہ السلام کی جنت سے نکلنے میں حکمت

فرمایا: حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے کہ بھائی اگر حضرت آدم علیہ السلام جنت سے نہ نکلتے تو ان کی اولاد میں سے کون نکلتا کیونکہ جو ممانعت ان کو ہوئی تھی وہی ممانعت ان کی اولاد کو ہوتی۔ کیونکہ وہ شجر قابلِ نہی کے تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ اس ممانعت کے خلاف بھی بہت لوگ کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ نکالے جاتے اور اخراج ایسی حالت میں ہوتا کہ جنت خوب آباد ہوتی۔ وہاں اس کے ماں باپ، بھائی بیٹے بیوی سب ہی ہوتے اور ان سب سے علیحدہ کر کے اس کو دُنیا میں بھیجا جاتا تو جنت میں ایک کہرام مچ جاتا تو وہ جنت مثل دوزخ کے ہو جاتی۔ اس لئے اللہ میاں نے وہاں سے سب کو رخصت فرما دیا۔ یہ مصلحت حضرت آدم علیہ السلام کے حق میں ہے کہ جنت میں تکلیف ہونے سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ (النور ص۳۳، المورد الغرسخی فی المورد البرزخی ص۱۰۵)

بہشت کی تعریف میں کسی نے خوب کہا ؎

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد
کسے را باکسے کارے نباشد

بہشت وہ مقام ہے کہ جہاں تکلیف کا نام و نشان نہ ہو اور کسی کو کسی سے کام نہ ہو۔

۳۳۔ شانِ صدیق اکبرؓ

فرمایا: حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپؐ سے بعد نہ ہُوا تھا جیسا قربِ حیات میں تھا۔ وصال کے بعد بھی ویسا ہی حاصل تھا۔ اس لئے اُن کو دوسرے صحابہؓ کی طرح بدحواسی اور زیادہ پریشانی نہیں ہوئی۔ وہ اسی طرح مستقیم رہے جیسا کہ حضورؐ کے سامنے مستقیم تھے (جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر سُن کر حضرت صدیقؓ تشریف لائے تو آپؓ نے صحابہؓ کو پریشان اور حضرت عمرؓ کو یہ کہتے

ہوئے پایا۔ خبردار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت وفات کا لفظ کسی کی زبان سے نکلنے نہ پائے ورنہ اس تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر دوں گا۔ حضرت صدیقؓ سیدھے حضرت عائشہؓ کے حجرے میں پہنچے۔ آپؐ کے چہرۂ اطہرہ سے چادر ہٹا کر دیکھا تو دیکھتے ہی یقین آگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے۔ اس وقت ثابت قدم رہے۔ ہاں زبان سے یہ الفاظ نکلے:۔

واہ خلیلاہ واہ حبیبا طِبْتَ حَیًّا وَّ مَیِّتًا وَاللّٰہِ لَا یَجْمَعَنَّ اللّٰہُ عَلَیْکَ مَوْتَتَیْنِ اَبَدًا اَمَّا الْمَوْتَتُ الَّتِیْ کُتِبَ عَلَیْکَ فَقَدْ مِتَّہَا۔

"واہ حبیب، واہ خلیل تو اچھا زندہ رہا اور تجھے اچھی موت نصیب ہوئی۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ تجھ پر کبھی دو موتیں جمع نہیں کریں گے۔ بس یہ موت تجھ پر لکھی ہوئی تھی سو وہ آگئی"۔

پھر ضبط کے ساتھ تشریف لائے۔ اوّل حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اے شخص ٹھہر خاموش ہو جا لیکن حضرت عمرؓ جوش میں بھرے ہوئے تھے خاموش نہ ہوئے تو حضرت صدیقؓ ممبر پر تشریف لے گئے۔ خطبہ پڑھا۔ اس وقت سب صحابہؓ آپ کی طرف متوجہ ہوئے۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا:۔

فَمَنْ کَانَ یَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ کَانَ یَعْبُدُ اللّٰہَ فَاِنَّ اللّٰہَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اَفَاِئْنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ وَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْہِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰہَ شَیْئًا وَسَیَجْزِی اللّٰہُ الشّٰکِرِیْنَ o وَ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ۔ ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عِنْدَ رَبِّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ

"پس جو شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو بے شک آپؐ فوت ہو چکے ہیں اور جو شخص اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتا تھا، پس اللہ تعالےٰ ہمیشہ زندہ رہیں گے جن کو موت کبھی نہیں آسکتی اور محمدؐ نرے رسول ہی تو ہیں۔ آپؐ سے پہلے اور بھی بہت رسول گزر چکے ہیں۔ سو اگر آپؐ کا انتقال ہو جائے

یا آپؐ شہید ہی ہو جائیں تو کیا تم لوگ اُلٹے پھر جاؤ گے اور جو شخص الٹا پھر بھی جائے گا تو اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان نہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ جلدی ہی عوض دے گا حق شناس لوگوں کو، اور بے شک آپؐ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔ پھر قیامت کے روز تم مقدمات اپنے رب کے سامنے پیش کرو گے۔"

یہی وجہ ہے کہ حدیث میں حضرت عمرؓ کے لئے آیا ہے لو کان بعدی نَبِیًّا لکان عُمَر یعنی اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمرؓ ہوتے۔ لیکن حضرت صدیقؓ کے بارے میں یہ بات نہیں فرمائی۔ اس کے جواب مختلف طور پر علماء نے دیئے ہیں مگر مجھ کو اپنے استاد کا جواب زیادہ پسند ہے۔

ع وَ لِلنَّاسِ فِیْمَا یَعْشَقُوْنَ مَذَاھِبُ

مولانا نے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ حضرت صدیقؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرب اور فنائے تام کا ایسا تعلق تھا کہ وہاں بعدی کہنے کی گنجائش نہ تھی کیونکہ بعدیت کے لئے غیریت ضروری ہے اور حضرت صدیقؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گویا بالکل غیریت نہ تھی وہ تو گویا ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

"میں آپ کا ہو گیا، آپ میرے ہو گئے میں مثلِ بدن ہو گیا آپ مثلِ جاں ہو گئے تاکہ اس کے بعد کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ میں اور آپ دو ہیں۔"

کا مصداق تھے۔ اس لئے حضرت صدیقؓ کے واسطے آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو ابوبکرؓ ہوتے۔ ان میں بعدیت اور غیریت کا مرتبہ نہ تھا۔ اور اس بات میں محض نکات وغیرہ پر مدار نہیں بلکہ نصوصِ قرآنیہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برتاؤ وغیرہ کافی دلائل ہیں۔ مثلاً جب حضرت صدیقؓ اور آپؐ ہجرت کے لئے غارِ ثور میں جا کر چھپے اور کفار تلاش کرکے غار تک پہنچے، یہاں تک کہ حضرت صدیقؓ نے ان کو چلتا پھرتا دیکھا، تو گھبرا گئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر یہ لوگ ذرا اپنے قدموں کی طرف نگاہ ڈالیں تو ہمیں

دیکھ لیں گے تو آپ نے ارشاد فرمایا: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ غم نہ کرو بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے (پوری آیت یوں ہے)۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ (التوبہ آیت ۴۰)

"اگر تم لوگ رسول اللہ کی مدد نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ آپ کی مدد اُس وقت کر چکا ہے جبکہ آپ کو کافروں نے جلاوطن کر دیا تھا، جبکہ دو آدمیوں میں ایک آپ تھے، جس وقت کہ دونوں غار میں تھے جبکہ آپ اپنے ہمراہی سے فرماتے رہے تھے کہ تم غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔"

(تحقیق الشکر ص۱۹، الکلام الحسن ملفوظ نمبر ۱۵۸)

ڈاکٹر اقبال مرحوم نے خوب کہا ہے ؎

پروانے کو چراغ، بُلبُل کو پھول بس
صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسول بس

۳۴۔ ایک سیّد کا فنِ موسیقی سے تائب ہونا

فرمایا: مولانا محمد یعقوب صاحبؒ اپنے ابتدائی زمانے میں اجمیر میں تشریف رکھتے تھے۔ وہاں ایک شخص شریف سید فنِ موسیقی میں کامل تھے۔ مولانا[۱] کو چونکہ ہر فن کی تحصیل کا شوق تھا۔ اس لئے مولانا نے چندے ان سے اس فن کو سیکھا تھا۔ لیکن اللہ والے

---

[۱] مجالس حکیم الامت ص۵۵ پر اس واقعہ کو اس سُرخی "صالحین سے بھی غلطی ہو سکتی ہے، مگر جب اُن کو متنبہ کیا جاتے تو وہ فوراً باز آجاتے ہیں" کے تحت لکھا ہے۔ نیز لکھا ہے کہ مولانا ایک روز بالاخانہ پر موسیقی میں مشغول تھے نیچے سے ایک مجذوب گزرے اور پکار کر کہا مولوی تیرا یہ کام نہیں تو دوسرے کام کے لئے ہے۔ یہ سُننا تھا کہ اس کام سے بالکل نفرت ہو گئی اور اسی وقت توبہ کر لی۔ ان کی توبہ کی خبر اُن کے استاد کو پہنچی تو اُس نے بھی توبہ کر لی۔

اگر کسی سے کوئی معمولی نفع بھی حاصل کرتے ہیں تو اسے دینی فائدہ پہنچاتے ہیں۔ اس پر مجھے ایک اور حکایت یاد آئی کہ حضرت سلطان نظام الدین اولیاءؒ ایک مرتبہ بہت بیمار ہو گئے تھے۔ حتیٰ کہ خدام کو بالکل مایوسی ہو گئی۔ اس زمانے میں دہلی میں ایک شخص رہتا تھا جو کافر تھا اور توجہ سے مرض کو سلب کر لیتا تھا۔ خدام نے حضرت سے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو بلالیں۔ حضرت نے فرمایا نہیں، اس میں سخت فتنہ ہوگا اور میرا کیا ہے زندہ رہا، رہا، نہ رہا۔ اس کے بعد پھر آپ کو بے ہوشی طاری ہو گئی۔ اسی حالت بے ہوشی میں خدام آپ کو اس کے گھر لے گئے۔ اس کے لئے حضرت کا تشریف لے جانا موجبِ فخر ہو گیا۔ فوراً اس نے توجہ کی اور تمام مرض سلب کر لیا۔ اسی وقت حضرت کو افاقہ ہوا۔

آپ نے دیکھا کہ میں ایک ملحد کے مکان میں ہوں اور مرض بالکل ضائع ہو گیا ہے آپ سمجھ گئے اور خیال ہوا کہ هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ۔ احسان کا بدلہ کیا ہے مگر احسان کرنے والے کو بھی اس نفع کا صلہ دینا چاہیئے۔

حضرت نے اس سے پوچھا کہ میاں یہ کمال تم میں کس بات سے پیدا ہوا؟ اس نے کہا کہ صرف ایک بات سے وہ یہ کہ میرے گرو نے کہہ دیا تھا کہ جس بات کو جی چاہے وہ نہ کرنا۔ بس میں یہی مجاہدہ کرتا ہوں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ کیا مسلمان ہونے کو جی چاہتا ہے؟ کہنے لگا نہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ پھر اس قاعدہ کے مطابق مسلمان ہو جانا چاہیئے۔ کچھ تو حضرت کی توجہ اور کچھ اس تعلیم کا خیال۔ وہ ایسا مغلوب ہوا کہ کچھ بن نہ پڑا اور مسلمان ہو گیا۔ اور حضرتؒ کے ہاتھ بیعت ہو کر ساتھ ساتھ ہو لیا۔

غرض اللہ تعالیٰ کے بندے ہر جگہ فیض ہی پہنچاتے ہیں۔ اسی طرح مولانا حضرت محمد یعقوب صاحبؒ نے ان سے سیکھا تو ہوگا ہفتہ تک مگر اس کا اثر یہ ہوا کہ ان کی ہدایت کا سامان پیدا ہوا۔

اس طرح سے ان کے پاس ایک اور شخص آیا جو فنِ موسیقی میں ماہر تھا اس نے کچھ سنانے کی فرمائش کی۔ انھوں نے سنایا۔ جب سنا چکے تو وہ کہنے لگا سبحان اللہ

کیا گلا پایا ہے۔ یہ جملہ سن کر اُن کو سخت غصہ آیا اور کہا افسوس کہ اتنی محنت یہ صلہ ملا کہ میری وہ تعریف کی گئی جو ایک ڈوم کی ہو سکتی ہے اور عہد کیا کہ اس کے بعد پھر کبھی اس مہمل کام کے پاس نہ جاؤں گا۔ بس مولاناؒ کی برکت سے تائب ہو گئے۔

۳۵۔ بنو جنیہ کیوں مشہور ہیں

فرمایا: یہ مشہور ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ایک بیوی جنیہ تھی جس کے بطن سے محمد بن الحنفیہ پیدا ہوئے۔ میں نے اس کے متعلق حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے دریافت کیا تو فرمایا کہ عرب کی عادت یہ ہے کہ ہر عجیب جنات کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس لئے عمدہ اور عجیب چیز کو عبقری کہتے ہیں۔ کیونکہ عبقر نام ایک وادی کا ہے جس میں جنات رہتے تھے۔ اسی طرح حضرت محمد ابن الحنفیہؒ اور اُن کے بھائیوں کے متعلق کسی نے بطور مدح کے کہا ہے بنو جنّیہ ولدت سیوفاً ایک جنیہ عورت کی اولاد ہیں جنہوں نے تلواریں جنی ہیں۔ اس سے کسی کو شبہ ہو گیا کہ وہ جنیہ کی اولاد ہیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اُن کی حیرت انگیز شجاعت کی وجہ سے شاعر نے بنو جنیہ کہہ دیا ہے۔

(اشرف الملفوضات فی مرض الوفات، خاتمۃ السوانح ص۲۲)

۳۶۔ کلامِ الٰہی عقل وادراک اور جذباتِ انسانی کے دائرہ میں ہے

فرمایا: حق تعالےٰ کی رحمت کا ہم کیا اندازہ کر سکتے ہیں اور کس کس نعمت کا شکر ادا کر سکتے ہیں۔ قرآن مجید کے اسلوبِ بیان کو دیکھئے تو معلوم ہو گا کہ سارا کلام انسانی جذبات اور انسان کے عقل وادراک کے دائرہ میں ہے۔ وہی محاورات استعمال فرمائے ہیں جو انسان استعمال کرتا ہے حالانکہ حق تعالےٰ شانہٗ کی ذات اور اس کا کلام کہاں اور ہماری عقل وفہم کہاں؟ لیکن یہ رحمتِ عظیمہ ہے کہ انسان کے مدرک پر تنزل فرما کر کلام کیا ہے۔ بلاتشبیہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے بچوں سے بات کرتے وقت بڑے آدمی بچوں کی طرح تتلا کر کلام کرتے ہیں تاکہ بچہ اس سے مانوس ہو اور سمجھے۔ قرآن مجید کے

متعدد مواضع میں لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ وغیرہ کے الفاظ وارد ہیں جن میں مفسرین کو کلام ہے کہ یہ لفظ لعل کا کیا موضع ہے۔ کیونکہ اس کے معانی ہیں شاید جو شک کا کلمہ ہے اور ظاہر ہے کہ حق تعالےٰ جل وعلیٰ کو ہر چیز کا قطعی علم ہے۔ اس کے کلام میں شک کے کوئی معنی نہیں۔ اس لئے مختلف توجیہات ان علماء حضرات نے لکھی ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ اس جگہ لعل تحقیق کے لئے ہے شک کے معنی نہیں۔ لیکن حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ سب تکلف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسانی مدارک پر تنزل فرمانے کے باعث یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس موقعہ پر انسان کو ظن ہونا چاہیئے۔ اس لئے ظن تعبیر کیا گیا۔

فرمایا کہ یہ علوم مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کو کچھ زیادہ مطالعہ سے حاصل نہیں ہوئے تھے بلکہ حق تعالیٰ نے قلب میں ایک نور پیدا فرمایا جس سے یہ چیزیں منکشف ہوئیں۔ کنوئیں میں کوئی پانی باہر سے نہیں ڈالتا اندر سے اُبلتا ہے۔ اسی طرح اہلِ اللہ کے سب علوم خارج سے مکتسب نہیں ہوتے بلکہ محض موہوب ہوتے ہیں۔ اس لئے بعض اکابر کا مقولہ ہے کہ بزرگوں کے ملفوظات جمع کرنے کی فکر میں زیادہ نہ رہو۔ بلکہ بڑی فکر اس بات کی کرو کہ صاحبِ ملفوظ جیسے بنو تاکہ تمہاری زبان سے بھی ویسے ہی علوم نکلنے لگیں۔

(اشرف الملفوظات فی مرض الوفات خاتمۃ السوانح ص۲۳۵)

۳۷۔ وجدی اور نجدی میں فرق

فرمایا: رامپور ریاست میں ایک صاحبِ تلوین درویش تھا اس کو کسی مقام پر قبض ہوا اور یہ یقین ہو گیا کہ میں مردود ہو گیا ہوں، تو اس نے خودکشی کا ارادہ کیا۔ پھر سوچا لاؤ کسی دوسرے شیخ سے ہی اپنا حال کہوں۔ شاید گرہ کھل جائے۔ وہاں ایک مشہور شیخ تھے ان کے پاس گیا۔ انہوں نے پوچھا کون ہو؟ درویش نے کہا حضرت میں شیطان ہوں تو شیخ نے جواب دیا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ بجز اللہ تعالےٰ بزرگ و برتر کے نہ گناہوں سے بچنے کی ہمت اور نہ عبادت

کی قوت"۔ اس جواب سے سائل کو اپنی مردودیت کا یقین ہو گیا اور اپنے ایک مُرید سے کہا میں خودکشی کرتا ہوں۔ اگر کچھ کسر رہ جائے تو تم پورا کر دینا۔ چنانچہ حجرہ میں آکر اُس نے اپنی گردن کاٹ لی۔ مُرید نے اندر جا کر دیکھا تو کچھ کھال اُلجھی ہوئی رہ گئی۔ اُس نے اس کو بھی الگ کر دیا۔ وہاں سے نکل ہی رہا تھا کہ لوگ آگئے اور مرید کو گرفتار کر لیا گیا۔ اُس نے کہا مجھے گرفتار کرنے کی ضرورت نہیں، جب میرا شیخ خودکشی کر کے مَر گیا تو مجھے جینے کی کیا تمنا ہے؟ تم شوق سے مجھے قتل کر دو۔ پھر واقعہ کی تحقیق کی گئی تو مُرید کی برأت ثابت ہوئی اور اسے رہا کر دیا گیا۔

یہ واقعہ ایک طالب علم نے جو میرے ہم سبق تھے، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے بیان کیا تو مولانا نے فرمایا افسوس ہم تو اس شیخ کو اب تک کامل سمجھے ہوتے تھے مگر معلوم ہوا کچھ بھی نہیں شہرت ہی شہرت ہے اس کو اتنی بھی خبر نہ ہوئی کہ سائل پر کیا حالت ہے اور اس کا علاج کیونکر کرنا چاہیئے۔ اگر اُس نے اپنے کو شیطان کہا تھا تو ان کو جواب میں یوں کہنا چاہیئے تھا کہ پھر کیا مضائقہ ہے؟ شیطان بھی تو اسی کا ہے، نسبت و تعلق تو اب بھی منقطع نہیں ہوا۔ اس جواب سے فوراً قبض کُھل جاتا مگر ظالم نے لاحول پڑھ کر بے چارے کو مایوس کر دیا۔ دیکھا آپ نے، وجدی ایسے ہوتے ہیں۔ اسی واسطے میں کہا کرتا ہوں کہ محض نجدی (زاہد خشک) ہونا کافی نہیں' وجدی ہونے کی بھی ضرورت ہے۔ وہ شیخ صرف نجدی تھا وجدی نہ تھا۔ وجدی ایسے ہوتے ہیں جو طالب کو کسی حال میں بھی مایوس نہیں کرتے بلکہ اُس کے شریکِ غم ہو جاتے اور اُس کے غم کو ہٹا کر کچھ اپنے اوپر بھی لے لیتے ہیں یعنی اس کی حالت پر غصہ نہیں کرتے۔ بلکہ اس کی حالت پر غمگین ہو کر اس کو ورطہ سے نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر جب اُن کی شرکت سے دو دل ایک ہو گئے تو اب شیطان کا قابو کہاں چل سکتا ہے۔ اب تو یہ پہاڑ کو بھی توڑ دیں گے۔

ع دو دل یک شود بشکند کوہ را

(الرحیل الی الخلیل صفحہ ۲۵)

☆

۳۸۔ مدح وذم کا اثر نہ ہونا تکبّر نہ ہونے کی علامت ہے

فرمایا: جس میں کبر نہیں ہوتا اس کے نزدیک مدح وذم دونوں برابر ہیں۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی یہی حالت تھی کہ آپ پر مدح وذم کا بالکل اثر نہ ہوتا تھا۔ مولاناؒ کی اگر کوئی مدح کرتا آپ اپنے کام میں لگے رہتے اور وہ جھک مار کر چلا جاتا۔ ان کو تو اس سے بحث ہی نہ تھی اُن کی نظر حقیقت پر تھی۔

(ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ ص۱۲۹)

فرمایا: مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا یہی معمول تھا کہ مادح کی مدح پر خاموش ہونا جس سے ناواقف دیکھنے والا یوں سمجھتا کہ یہ اپنے آپ کو اس تعریف کا اہل سمجھتے ہیں اور یہ تکبر ہے۔ مگر تواضع کی یہ حالت تھی کہ دیوبند کے قریب املیا ایک گاؤں ہے اس میں آموں کی دعوت ہوئی۔ داعی نے سواری تک نہیں بھیجی مولاناؒ مع رفقاء کے پیدل چلے گئے۔ جب وہاں سے آم کھا کر چلنے لگے تب بھی بُلانے والے نے سواری کو نہ پوچھا۔ پیدل ہی چل دیئے اور چلتے وقت اُس نے گھر والوں کے واسطے بھی آم دے دیئے اور ظاہر ہے کہ مولانا کو اوروں سے زیادہ حصّہ دیا ہوگا۔ مولانا نے اپنا حصّہ لنگی میں باندھ لیا۔ مولانا دہلی میں شہزادوں کی گودوں میں پلے تھے اور بہت نازک بدن تھے۔ بوجھ لے چلنے کی عادت کہاں؟ اس گٹھڑی کو کبھی دائیں ہاتھ میں لیتے کبھی بائیں ہاتھ میں، بمشکل دیوبند کے قریب پہنچے تو تھک کر اس گٹھڑی کو ایک دفعہ سر پر رکھ لیا تو بڑا آرام معلوم ہُوا۔ تو فرماتے ہیں پہلے یہ ترکیب سمجھ میں نہ آئی ورنہ بڑے آرام سے آتے۔ سر پر گٹھڑی رکھے ہوئے چلے آتے ہیں اور دونوں طرف سے سلام ہوتے جاتے ہیں اور مصافحے ہوتے جاتے ہیں۔ مولانا بے تکلف چلے جاتے ہیں۔ مدرسہ تک اسی طرح چلے گئے۔ راستہ میں معتقدین نے لینا چاہا مگر کسی کو نہیں دیا، ہشاش بشاش ذرا طبیعت پر بار نہ تھا۔

(اوج قنوج ص۳۹، ص۵۲)

واقعی ایسے اکابر علماء کا تواضع کرنا اُن کے کمال کی دلیل ہے ۵

تواضع کند ہوش مندِ گزیں — نہد شاخ میوہ بر سر زمیں
تواضع ز گردن فرازاں نکوست — گدا گر تواضع کند خوی اوست

مگر افسوس دورِ حاضر کے اکثر علماء میں بھی تواضع اور سادگی کا نام و نشان بھی نظر نہیں آتا ؎

اختیارِ سادگی جرمِ جوانی ہے رفیق
خوب چمکی ہے تہذیب اس بازار میں

۳۹۔ تکبر کی نیت سے تواضع کا اظہار مذموم ہے

فرمایا: مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ آج کل تواضع کی شکل میں تکبر ہوتا ہے۔ یعنی بہت سے لوگ صورت تواضع اس لئے اختیار کرتے ہیں کہ لوگ اُن کی اور زیادہ تعریف کریں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ صاحب میں تو کوئی چیز نہیں ہوں اور دل میں یہ ہوتا ہے کہ میں سب کچھ ہوں۔ یہ صرف اس لئے کہتا ہے کہ سُننے والے اور زیادہ تعریف کریں گے۔ اور اس کا امتحان کہ ان الفاظ سے واقعی تواضع مقصود ہے یا محض تصنع اور بناوٹ ہے یہ ہے کہ جب یہ کہا جائے کہ میں نالائق ہوں اور سامع بھی اگر اس کی موافقت کرے اور کہے کہ واقعی آپ نالائق ہیں تو پھر دیکھئے اُن کی کیا حالت ہوتی ہے۔

(تفصیل التوبہ صـ۳۴)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مجمع میں اپنی مذمت بیان کرے، اُس نے درحقیقت اپنی مدح کی ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ اس وقت لوگ اس کی مدح کریں گے اور یہ کید نفس ہے کہ لوگوں سے اپنی مدح کرا کر خوش ہونا چاہتا ہے۔ جس کی یہ سبیل نکالی ہے کہ خود اپنی مذمت کرنے لگے اور یہ علامات ریا میں سے ہے۔

اَللّٰھُمَّ احْفِظْنَا مِنْ کَیْدِ النَّفْسِ۔

آمین!

۴۰۔ بالکل مامون ہو جانا کفر ہے

فرمایا: طالب علمی کے زمانہ میں دیوبند میں مجھ پر ایک مرتبہ خوف غالب ہوا۔ بعد مغرب مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت کوئی ایسی بات فرما دیجئے کہ جس سے اطمینان ہو جائے کہ ہاں خاتمہ ٹھیک ہو جائے گا۔ فوراً فرمایا کہ ہیں کفر کی درخواست کرتے ہو۔ بالکل مامون ہو جانا تو کفر ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرِّجَاءِ "ایمان امید اور خوف کے درمیان ہے۔"

(کمالاتِ اشرفیہ صـ ۲۱۲)

۴۱۔ یاجوج ماجوج کی غذا

ایک مولوی صاحب نے حضرت حکیم الامتؒ سے دریافت کیا کہ غذا یاجوج ماجوج کی کیا ہے؟ فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا (حضرت نانوتویؒ چونکہ کتابیں بہت دیکھتے تھے اس لئے باتیں زیادہ معلوم تھیں) کہ غذا یاجوج ماجوج کے لشکر کی ایک سانپ ہے جو آسمان سے روزانہ گرتا ہے۔ وہ اتنا بڑا ہوتا ہے کہ سب کو کافی ہو جاتا ہے۔

(ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ صـ ۲۶)

۴۲۔ امام سنتیں پڑھے بغیر جماعت کرا سکتا ہے

ایک مرتبہ حضرت حکیم الامتؒ قدس اللہ سرہٗ نے ظہر کے لئے وضو کیا تو وقت جماعت کا ہو گیا، لہٰذا بلا سنتیں پڑھے ہوئے امامت کی۔ حکیم محمد مصطفیٰ صاحب بجنوریؒ نے بعد نماز دریافت کیا کہ امام نے اگر سنتیں نہ پڑھی ہوں تو امامت کرانے میں، کیا حرج نہیں؟ فرمایا میں نے مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کچھ حرج نہیں۔

(کمالاتِ اشرفیہ صـ ۳۵۱)

اشرف السوانح جلد اوّل صـ ۲۲۸ میں ہے کہ ایک مرتبہ مولانا نانوتوی قدس سرہٗ نے حضرت حکیم الامتؒ سے ظہر کی نماز پڑھانے کے لئے کہا تو حضرت حکیم الامتؒ نے عذر کیا کہ حضرت

مَیں نے ابھی سُنتیں بھی نہیں پڑھیں۔ اس پر مولانا نے فرمایا کہ ہم فرض میں تمہاری اقتدار کریں گے نہ کہ سُنتوں میں۔"

۳۴۴۔ استفاضہ علم میں ادب اور تقویٰ کو بڑا دخل ہے

فرمایا: استفاضہ علم میں ادب اور تقویٰ کو بڑا دخل ہے۔ ایک شخص نے مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے پوچھا تھا کہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے وہی کتابیں پڑھی تھیں جن کو سب پڑھتے ہیں پھر ان کو اتنا علم کہاں سے آیا؟ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے فرمایا کہ اس میں کئی چیزوں کا دخل ہے۔ ایک تو مولانا طِب کی رُو سے معتدل مزاج تھے اس لئے اُن پر نفس کا فائض ہُوا۔ دوسرے یہ کہ استاد بڑے کامل ملے یعنی مولانا مملوک علی صاحبؒ جن کا علم و فضل مخفی نہیں۔ تیسری یہ بات کہ متقی اعلیٰ درجے کے تھے۔ پھر اُن میں استاد کا ادب بھی بہت تھا اور پھر پیر بھی بڑے کامل ملے یعنی حضرت حاجی صاحبؒ۔

ادب کی یہ کیفیت تھی کہ مولانا ذوالفقار علی صاحبؒ جب بیماری میں آپ کے پاس آتے تو آپ اُٹھ کر بیٹھ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ مولوی صاحب موصوف نے دریافت کیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ تو فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا مملوک علی صاحبؒ کسی کام میں تھے تو آپ سے فرمایا تھا کہ ذرا ان کو کافیہ کا سبق پڑھا دو۔ چنانچہ مَیں نے آپ سے سبق پڑھا تھا۔

دوسرا قصہ یہ ہے کہ تھانہ بھون کا ایک گندھی جس کو اہلِ علم سے محبت تھی، مجھ سے (حضرت حکیم الامتؒ) کہتا تھا کہ ایک بار مَیں دیوبند کی مولانا کی مجلس میں حاضر ہُوا مولانا نے فارغ ہو کر پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ اُس نے کہا کہ تھانہ بھون سے آیا ہوں۔ یہ سُن کر گھبرا گئے اور فرمایا کہ بے ادبی ہوئی۔ وہ تو میرے پیر کا وطن ہے۔ آپ آئیے اور مَیں بیٹھا رہا مجھ کو معاف کیجئے۔ وہ گندھی کہتا تھا کہ مَیں مولانا کی اس حالت کو دیکھ کر شرمندگی سے مَرا جاتا تھا۔

ایک دفعہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا کے ادب کا ذکر فرماتے تھے کہ مَیں نے اپنا ایک مسودہ مولانا کو نقل کے لئے دیا۔ ایک مقام پر املا میں غلطی ہو گئی تھی، مولانا اس مسودہ کو نقل کر کے لائے تو اس لفظ کی جگہ بیاض میں چھوڑ دی۔ صحیح بھی نہیں لکھا کیونکہ یہ

توحضرت حاجی صاحبؒ کے کلام کی اصلاح بھی اور غلط بھی نہیں لکھا کیونکہ یہ علم کے خلاف تھا اور عمداً خطا بھی اور آکر فرمایا کہ اس جگہ پڑھا نہیں گیا۔ اور غرض یہ تھی کہ دیکھ کر غلطی درست کر دیں۔ مگر کس عنوان سے کہا۔ یہ نہیں کہ غلطی ہوگئی۔ چنانچہ حضرت حاجی صاحبؒ نے اپنے قلم سے کاٹ کر درست لکھ دیا۔ ان باتوں کے جمع ہونے سے یہ برکت آپ کو حاصل ہوئی۔

(کمالاتِ اشرفیہ صہ ۱۵۳، ارضاء الحق جلد اوّل، کوثر العلوم صہ ۴)

۴۴۔ مخالفت طبیعت کی مجاہدہ ہے

فرمایا: مولانا محمد یعقوب صاحبؒ جب آتے تو ہم کھڑے ہو جاتے۔ مولانا کو تکلیف ہوتی بہت دن صبر کیا۔ ایک دن فرمایا کہ بھائی مجھے تکلیف ہوتی ہے کھڑے مت ہُوا کرو۔ اس کے بعد سے کھڑا ہونا چھوڑ دیا۔ جب مولوی صاحب آتے بے اختیار جی چاہتا تھا کہ کھڑے ہو جائیں کیونکہ محبت بھی تھی اور ادب بھی اور عظمت بھی۔ لیکن یہی ہوتا تھا کہ مولانا کو تکلیف ہوگی جوش کو ضبط کئے بیٹھے رہتے۔ پھر فرمایا کہ اس صورت میں میرے نزدیک بیٹھے رہنا زیادہ نافع ہے کیونکہ مخالفت طبیعت کی مجاہدہ ہے

(کمالاتِ اشرفیہ صہ ۲۲۵)

واقعی محبت اور ادب یہی ہے کہ اپنے محبوب کی مرضی پر اپنی مرضی قربان کر دے ؎

میلِ من سوئے وصال و میل او سوے فراق

ترکِ کام خود گرفتم تا برآید کار دوست

۴۵۔ سالک کے لئے جرح وقدح موجبِ حرمان ہے

فرمایا مولانا محمد یعقوب صاحبؒ قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ ہر

؏ ہر طالب علمی کہ چوں وچرا نکند وہر درویشے کہ چوں چرا کند، ہر دو را چراگاہ باید فرست۔

یعنی طالب علم استاد سے پُوچھ پوچھ کر اپنی معلومات نہ بڑھائے اور جو درویش اپنے پیر سے جھک جھک کرے دونوں اس قابل ہیں کہ ان کو جنگل کی طرف بھگا دیا جائے۔

وجہ یہ ہے کہ طالب علم تعلم کے وقت طلب فن میں ہے اور حصول فن کے لئے لازمی ہے کہ سوالات کرے اور قیل و قال سے مسئلہ کی تہہ تک پہنچے اور سالک سلوک کرتے وقت عمل میں مشغول رہے اس کے لئے جرح و قدح موجب حرمان اور سبب ہلاکت ہے۔ (ضرورت التوبہ ص۱۱ کمال الصوم والعید ص۴)

۴۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم افضل البشر ہیں

فرمایا: آج کل لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی ایسا غلو کیا ہے، چنانچہ میرے استاد مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے پاس ایک سوال آیا تھا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشر تھے؟ اس شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے میں تعجب تھا اور اس تعجب کا منشاء یہی ہوا کہ آپ میں بشریت کے علاوہ بعض وہ کمالات بھی تھے جو دوسرے انسانوں میں نہیں جس سے ناواقف کو دھوکہ ہو جاتا ہے کہ آپ بشر نہیں، ملک بصورت بشر انسان کی شکل میں فرشتہ یا نعوذ باللہ آلہ بصورت بشر ہیں۔

(الیسر مع العسر ص۵)

اللہ علیم و خبیر نے ان لوگوں کی اصلاح کے لئے خود اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کہلوایا:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ج

(سورۃ الکہف آیت ۱۱۰)

آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم جیسا ہی بشر ہوں، میرے پاس بس یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔"

اس ارشاد سے مذکورہ غلط اور فاسد عقیدے کی اصلاح ہوتی ہے۔ نیز کلمہ شہادت میں اور ہر نماز کے تشہد میں یہ اقرار لیا جاتا ہے کہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ یعنی بے شک میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔"

امام المفسرین حضرت علامہ سید محمود آلوسی بغدادیؒ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں

اور رئیس المورخین حضرت علامہ زرقانی نے مواہب اللدنیہ میں نقل کیا ہے کہ امام الفقہاء الشیخ ولی الدین العراقی سے سوال کیا گیا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے اور عربی ہونے کا علم صحتِ ایمان کے لئے شرط ہے یا فرض کفایہ - فَاَجَابَ بِاَنَّہٗ شَرْطُ صِحَّۃِ اِیْمَانٍ یعنی یہ صحتِ ایمان کی شرط ہے -

پھر فرمایا کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت الیٰ جمیع الخلق (تمام مخلوق کے لئے نبی ہونے پر) ایمان رکھتا ہوں لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنس بشر میں سے ہیں یا ملائکہ میں سے یا جن میں سے' یا میں نہیں جانتا کہ آپ عربی ہیں یا عجمی ؟ تو فرمایا فَلَا شَکَّ فِیْ کُفْرِہٖ لِتَکْذِیْبِہٖ الْقُرْآنَ تو بوجہ تکذیب قرآن (قرآن کو جھوٹا سمجھنا) اس کے کفر میں کوئی شک نہیں - اور اس نے اس عقیدہ کا انکار کیا جس پر قرون اسلام خَلَفًا عَنْ سَلَفٍ قائم رہے اور جو سب خاص و عام (یعنی سب مسلمانوں کو) معلوم ہے اور یہاں تک فرماتے ہیں وَلَا اَعْلَمُ ذٰلِکَ خِلَافًا - یعنی مجھے اس کا علم نہیں کہ اس میں کسی کو خلاف ہو اور فرماتے ہیں اگر کوئی غبی ہو اور یہ حقیقت نہ جانتا ہو تو اُسے اس کی تعلیم دینا واجب ہے - پھر اگر وہ اس کے بعد بھی انکار کرے تو حَکَمْنَا بِکُفْرِہٖ ہم اس کے کفر کا حکم دیں گے -

(البشریت النبی صفحہ ۱۲۴ مولفہ مولانا سید نور الحسن بخاری شاہ صاحب مرحوم)

۷۴- حق تعالیٰ کے لئے صیغہ واحد کا استعمال خلافِ ادب نہیں

فرمایا: صیغۂ واحد کا استعمال حق تعالیٰ کی جناب میں خلافِ ادب نہیں کیونکہ عرف ہو گیا ہے اور عرف میں اللہ تعالیٰ کے لئے صیغۂ واحد غالباً اس لئے اختیار کیا گیا کہ اس میں توحید پر زیادہ دلالت ہے اور صیغۂ جمع میں توحید کی صراحت - مگر مجھے اپنے استاد رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے صیغۂ جمع کے استعمال کی عادت ہو گئی ہے - حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ ہمیشہ یونہی فرمایا کرتے تھے کہ "اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرماتے ہیں" کیونکہ صیغۂ جمع میں تعظیم زیادہ ہے -

رہا یہ کہ اس میں توحید کی رعایت نہیں - میں کہتا ہوں کہ اس میں توحید بھی محفوظ ہے '

کیونکہ علماءِ بلاغت نے لکھا ہے کہ مُوحّد کہے اَنبَتَ الرَّبِیعُ البَقلَ (ربیع نے بقل کو اگایا) تو اسناد مجازی ہوگی۔ اسی طرح یہاں سمجھ لو۔

رہا یہ کہ قرآن میں بھی کہیں اصل موجود ہے یا نہیں؟ سو صیغۂ تکلم میں تو بکثرت جمع کا صیغہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے اختیار کیا ہے اور خطاب کی صورت میں بھی ایک جگہ جمع کا صیغہ آیا ہے: قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ "رب مجھ کو پھر واپس بھیج دیجئے۔ اللہ تعالیٰ صیغۂ جمع کے ساتھ خطاب ہے۔ اس میں دوسرا بھی احتمال ہے: رَبِّ ارْجِعْ رَبِّ ارْجِعْ رَبِّ ارْجِعْ" اے پروردگار مجھ کو دوبارہ واپس بھیج دیجئے۔ اے میرے پروردگار مجھ کو دوبارہ واپس بھیج دیجئے وغیرہ، مگر تکرار فعل کے لئے صیغہ جمع کا لانا خلاف ظاہر ہے۔ اس لئے یہ احتمال بعید ہے۔ اگر بعید بھی نہ ہو تو دُوسرا احتمال بھی اُمّت کے نزدیک متلقی بالقبول ہے اس لئے اس کا اعتبار و اتباع بھی جائز ہے۔ بہرحال اس کی اصل موجود ہے اور اس لئے یہ بھی جائز ہے۔ مگر پھر بھی مَیں کسی ایک شق کو دوسری پر ترجیح نہیں دیتا۔ کیونکہ ممکن ہے اپنے استاد کی محبت سے مَیں اس شق کو پسند کرتا ہوں۔ (آداب المصاب لتسلیۃ الاحباب ص۹)

۸۴۔ خلافِ شریعت عمل کی سزا

فرمایا: ہمارے اُستاد مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ ایک عورت اور مرد میں یہ رشتہ ہے اُن کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ مولانا نے فرمایا کہ نہیں ہوسکتا۔ وہ کہنے لگا ہم نے تو کیا تھا ہوگیا۔ نہ ہونے کا مطلب اس نے یہ سمجھا کہ لفظ ایجاب و قبول مُنہ سے نہ نکلیں گے۔ جیسا کسی فارسی دیہاتی نے کسی واعظ سے سُنا کہ بے وضو نماز نہیں ہوتی تو آپ فرماتے ہیں کہ" بارہا کردیم و شُد نماز" ایسا ہم نے بہت مرتبہ کیا اور نماز ہوگئی۔

(الاستغفار ص۲۶، ذمّ ہویٰ ص۸)

بعض احمقاء کہتے ہیں کہ نافرمانی کے وقت ہی حق تعالیٰ شانہٗ کی گرفت ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ اس لئے ہم لوگوں کو یوم الحساب تک

مہلت دے رکھی ہے۔ اس دن حق و باطل کا فرق معلوم ہو جائے گا ؎

فسوف تری اِذا انکشفَ الغبار
افراس تحت رجلکَ امُ حمارُ

"جب غبار ہٹ جائے گا اُس وقت معلوم ہو گا کہ تم گدھے پر سوار تھے
یا گھوڑے پر۔"

بہرحال غفور رحیم کی اس رعایت پر دلیر نہ ہونا چاہیئے کیونکہ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ۔ (البروج آیت ۱۲) "بے شک آپ کے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔"

۴۹۔ طولِ قیام افضل ہے یا کثرت سجود

فرمایا: علماء کا ایک مقام پر اختلاف ہے کہ طول قیام افضل ہے یا کثرتِ سجود؟ یعنی رکعتیں مختصر کر کے تعداد میں زیادہ پڑھنا افضل ہے یا یہ افضل ہے کہ رکعتیں خواہ تعداد میں کم ہوں مگر بہت طویل ہوں۔ مَیں اس کا فیصلہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے سُن چکا ہوں جس سے مجھ کو دونوں مذہب میں کسی قسم کا اختلاف معلوم نہیں ہوتا اور وہ فیصلہ یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے سے مِن وجہٍ افضل ہے جس وقت جس کو زیادہ دل چاہے اور جس سے دلچسپی اور رغبت و شوق ہو اُس پر عمل کریں۔ جس وقت طولِ قیام مرغوب ہو اُسے اختیار کرے اور جس وقت کثرتِ سجود محبوب ہو اُس وقت اس پر عمل کرے۔ حاصل فیصلہ یہ ہے کہ ہر ایک میں دوسرے کے اعتبار سے فضیلت ہے۔ (اعانۃ النافع صـ۸)

۵۰۔ تواضع کی تعریف

فرمایا: ہمارے استاد علیہ الرحمۃ نے تواضع کی یہ تعریف کی ہے کہ دل میں اپنے آپ کو پست سمجھے اور یہ بھی فرمایا کہ اکثر لوگ جو تواضع کرتے ہیں وہ اس لئے نہیں کہ شرعاً یہ پستی مطلوب ہے بلکہ اس لئے کہ وہ عرفاً محمود ہے۔ لوگوں میں اس سے وقعت ہوتی ہے تو واقع میں یہ تواضع کبر ہے۔ کیونکہ اُس نے بڑا بننے کے واسطے

تواضع کو اختیار کیا ہے۔ (اشرف العلوم صٹ)

۵۱- سمع کو مفرد لانے کا سبب

فرمایا: ایک دوسری آیت میں ایک اور نکتہ بیان کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے :-

وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ؕ

" اور تم کو کان اور آنکھیں اور دل دیئے "

اس میں ابصار و افئدہ کو جمع لایا گیا ہے اور سمع کو مفرد۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ سمع ایسی چیز ہے کہ بہت سے سننے والے ایک دم سنتے ہیں اس لئے وہ سب مل کر مثل ایک کے ہیں۔ مجلس واحدہ میں عادۃً یہی ہوتا ہے کہ سب ایکدم سنیں۔ یہ نہیں کہ علی التعاقب سنیں، تو گویا سب اسماع جمع ہو کر سمع واحد کے حکم میں ہیں اور ابصار میں تعاقب ہو سکتا ہے۔ اسی طرح قلوب کے فہم میں بھی تعاقب ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ادراک سمع کا واحد تھا اس لئے سمع کو مفرد لائے۔ بخلاف ابصار، قلوب کے' ان کا ادراک علی التعاقب جُدا ہو سکتا ہے اور اس نکتہ کی ضرورت اس مقام پر ہو گی کہ ابصار و قلوب بدوں اضافت الی ضمیر الجمع آیا ہو۔ ورنہ اضافت الی ضمیر الجمع کے وقت تو بوجہ مقابلہ جمع بالجمع کے ابصار و قلوب بھی حکم مفرد میں ہو جائیں گی۔ (ازالۃ الغین عن آلۃ العین صو۴۹)

۵۲- فہم کیا چیز ہے ؟

فرمایا: فہم کیا چیز ہے اور کس درجہ میں ہوتی ہے' ان کے بیان سے الفاظ قاصر ہیں۔ بس اس کے سمجھنے کا طریقہ یہی ہے کہ تقویٰ اختیار کر کے دیکھ لو۔ الفاظ سے کمالاتِ حقیقیہ کی تعبیر نہیں ہو سکتی ؎

پُرسید یکے عاشقی چیست؟ گفتم کہ چوں ماشوی بدانی

" کسی نے پوچھا کہ عاشقی کیا چیز ہے ؟ میں نے جواب دیا کہ جب ہماری طرح ہو جاؤ گے

تب جان لوگے "۔

مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے کہ امورِ ذوقیہ کی حقیقت بیان سے سمجھ میں نہیں آسکتی۔ دیکھو اگر کسی نے آم نہ کھایا ہو اور تم اس سے آم کی تعریف کرو کہ ایسا لذیذ اور میٹھا ہوتا ہے تو وہ کہے گا کہ گڑ جیسا ہوتا ہے تم کہوگے نہیں، وہ کہے گا کہ شکر جیسا یا انگور و انار جیسا؟ تم کہوگے نہیں۔ پھر وہ اصرار کرے گا کہ بتلاؤ کیسا ہوتا ہے؟ تم یہی کہوگے کہ بھائی ہم اس کے بیان کی قدرت نہیں رکھتے۔ ایک دفعہ کھا کر دیکھ لو خود معلوم ہو جائے گا۔ اس وقت اس شخص کو تعجب ہوگا اور اس بات کا یقین نہ کرے گا کہ بیان پر قدرت نہیں۔ مگر جب کھاتے گا تو وہ بھی بیان پر قادر نہ ہوگا۔ (کوثر العلوم صہ۲۱)

۵۳۔ صلوٰۃ کسوف میں تعدادِ رکوعات مسنون نہیں

فرمایا: یہی جواب دیا ہے حضرت استاد علیہ الرحمۃ نے تعدادِ رکوعات صلوٰۃ کسوف کا کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تجلیات کا غلبہ تھا کبھی آپؐ پر ایک تجلی غالب ہوتی تھی جس کا مقتضیٰ طول قیام تھا کبھی دوسری تجلی غالب ہوتی جس کا مقتضیٰ رکوع تھا۔ رکوع سے فارغ ہو کر پھر وہ تجلی غالب ہوگئی جو قیام کو مقتضی تھی اس لئے پھر قیام فرمایا۔ اس کے بعد پھر تجلی مقتضی رکوع کا غلبہ ہوگیا۔ اسی غلبہ تجلیات میں آپ نے متعدد بار قیام اور متعدد بار رکوع کئے۔ اور جو فعل شارع علیہ السلام سے تشریعاً صادر نہ ہو بلکہ غلبہ حال سے صادر ہو وہ مامور بہ نہ ہوگا۔ لہٰذا صلوٰۃ کسوف میں تعدادِ رکعات مشروع نہیں۔ (تکمیل الانعام فی صورۃ ذبح الانعام صہ۱۲)

۵۴۔ کیا حضرت خضر علیہ السلام ابھی زندہ ہیں؟

فرمایا جب میں دیوبند میں پڑھتا تھا، ایک صاحب کا خط حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی خدمت میں آیا۔ اس میں پوچھا تھا کہ آیا حضرت خضر علیہ السلام ابھی تک زندہ ہیں؟ مولوی صاحب تھے بڑے زندہ دل، جواب لکھوایا کہ بھائی بہت دنوں

سے ان کا میرے پاس کوئی خط نہیں خبر نہیں زندہ ہیں یا مر گئے؟ بہت دن سے خیریت نہیں آئی جب کوئی خط آئے گا تو اطلاع دوں گا۔

لوگ بھی کیا فضول سوال کرتے ہیں جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ شان ہے کہ اگر دنیا میں سارے انبیاء علیہم تشریف لے آویں تو سب آپ کے اُمتی ہو کر رہیں گے۔ پھر خضر علیہ السلام کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ بس ہمیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کافی ہیں۔ کسی کی تلاش نہیں چاہیئے۔ (راحت القلوب صد ۱۹)

صوفیائے کرام کا قول ہے کہ حضرت خضر علیہ السّلام ابھی زندہ ہیں بہت سے اولیائے کرام سے اُن کی ملاقات ہُوئی ہے۔ دلائل اس کے نزہت البساتین میں ہیں۔ علماء کہتے ہیں کہ پہلے زندہ تھے اب فوت ہو چکے ہیں جیسا کہ تفسیر کبیر میں مذکور ہے۔ حضرت حکیم الاُمت تھانویؒ نے زندہ ہونے کے قول کو ترجیح دی ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے حیات کے قول کو اختیار فرمایا اور یہ کہ ہر سو سال کے بعد اس کا شباب عود کر آتا ہے۔ (مجالس حکیم الاُمتؒ صد ۳۲۹)

۵۵۔ دُنیا میں چین و راحت نہیں

فرمایا: مَیں نے ایک حکایت نہایت مطلب خیز اپنے استاد مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے سُنی ہے کہ ایک شخص کو جو دلی کا رہنے والا تھا حضرت خضر علیہ السّلام کی ملاقات کی بڑی تمنا تھی کیونکہ سُنا تھا کہ حضرت خضر علیہ السّلام بڑے مقبول الدعوات ہیں ان سے دُعا کرائیں گے۔ وہ شخص وظیفے پڑھتا تھا اور دُعا کراتا تھا لیکن حضرت خضر علیہ السّلام کہیں ملتے ہی نہ تھے (بعض لوگوں کو یہ خبط ہوتا ہے) حضرت خاتم الانبیاؐ اور آپؐ کی شریعتِ کاملہ کے بعد ہمیں کسی کی حاجت نہیں۔ اتفاق سے ایک روز آپ کہیں مل گئے لیکن اس شخص نے نہیں پہچانا کیونکہ ظاہری کوئی علامت تو تھی نہیں۔ عوام میں جو مشہور ہے کہ اُن کے ہاتھ کے انگوٹھے میں ہڈی نہیں ہوتی لاحول ولا قوۃ، بالکل لغویات ہے غرض حضرت خضر علیہ السّلام نے خود ہی ان سے کہا مَیں خضر ہوں کہو کیا کہتا ہے؟ میری اس قدر کیوں تلاش تھی۔ احمق نے طلب بھی کیا تو کہتا ہے کہ حضرت میرے لئے دُعا کر دیجئے کہ میں

دُنیا میں بے فکر ہو کر رہوں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا ارے یہ نہیں ہو سکتا کہ دنیا میں بے فکری نصیب ہو اس نے دوبارہ کہا۔ آپ نے پھر یہی جواب دیا کہ جو کام نہیں ہو سکتا ایسے کام کے لئے کیا دُعا کروں۔ اگر بیٹا کہے کہ یہ دُعا کرو میں اپنے باپ کا باپ ہو جاؤں تو بھلا یہ لغو فرمائش نہیں. جب اس نے زیادہ اصرار کیا تو حضرت خضرؑ نے اپنے اخلاق سے یہ جواب دیا کہ خیر ایسی دُعا مانگنا تو بے ادبی ہے کیونکہ ایسا ہونا عادت اللہ کے خلاف ہے ہاں تم تمام دلّی میں جس کو بے فکر سمجھو اُسے منتخب کر لو۔ پھر میں یہ دُعا کروں گا کہ اے اللہ یہ شخص بھی ایسا ہی ہو جیسا فلانا میں تمہیں چھ مہینے کی مُہلت دیتا ہوں۔ اس درمیان میں اطمینان سے تلاش کر رکھنا میں چھ ماہ بعد پھر تم سے ملوں گا اس وقت اپنی رائے سے مجھے مطلع کر دینا [۱]

چنانچہ اُس نے گھوم گھوم کر ایک ایک رئیس کو دیکھنا شروع کیا جب یہ رائے قائم کی کہ اس جیسا ہونے کی دُعا کراؤں گا لیکن اندرونی حالات تفتیش کرنے پر وہ کسی نہ کسی مصیبت میں مُبتلا نکلا۔ یہاں تک کہ چھ ماہ مُدّت ختم ہونے کو آئی اب اسے بڑا تردُّد ہُوا کہ حضرت خضر علیہ السلام کو کیا جواب دوں گا معلوم ہوتا ہے واقعی دُنیا میں چین نہیں۔ اتفاق سے ایک جوہری پر اُس کا گذر ہُوا دیکھا کہ لاکھوں کا کارخانہ ہے۔ بڑا ساز و سامان، سینکڑوں مکان اور دُکانیں، عالی شان فرش و فروش، حشم خدم، اولاد بھی کثرت سے۔ غرض سارا سامانِ عیش موجود ہے اور خود گاؤ تکیہ لگائے نہایت اطمینان کے ساتھ ہٹا کٹا سُرخ سپید بیٹھا ہُوا ہے، کچھ کام بھی نہیں۔ کارندے ایسے معتمد کہ سب کام نہایت خوبی اور انتظام سے ہو رہے ہیں۔

اس جوہری کو دیکھ کر یہ حضرت بڑے خوش ہُوئے کہ الحمد للہ جیسا شخص چاہتا تھا ویسا مل گیا۔ بس ایسا ہی ہونے کی دُعا کراؤں گا۔ پھر سوچا بھائی احتیاطاً اس سے بھی

---

[۱] اور ایسا ممکن ہے کہاں ؟

[۲] وہ شخص یہ سُن کر دل میں بڑا خوش ہُوا کہ یہ کیا مشکل بات ہے ؟ دلّی میں ہزاروں امراء ہیں شاہی دربار سے ایسا شخص مل جانا بہت آسان ہے۔

مل لو۔ چنانچہ مِل کر سارا قصّہ سنایا۔ جوہری نے ایک آہ سرد کھینچی اور کہا اللہ مجھ جیسا ہونے کی دُعا ہر گز نہ کرانا۔ اس شخص کو بڑا تعجب ہُوا اور کہا تم صاحبِ جائیداد، صاحبِ اولاد، صحت مند، ہر طرح کا ساز و سامان، غرض دُنیا کی سب نعمتیں تمہارے پاس ہیں۔ پھر بھی تم کہتے ہو کہ اللہ تعالےٰ ایسی مصیبت دُشمن کو بھی نہ دکھائے۔ بڑی ناشکری حق تعالےٰ کی ہے۔ جوہری نے کہا میں تم سے کیا چھپاؤں ؟ میری حکایت بڑی دردناک ہے۔ جب میری شادی ہوئی تو قسمت سے میری بیوی نہایت حسین و جمیل ملی۔ تھوڑے دنوں بعد وہ اس قدر سخت بیمار ہوئی کہ نوبت مایوسی کی پہنچی۔ مَیں رونے لگا۔ اُس نے کہا یہ سب جیتے جی محبّت ہے۔ مَردوں کو کبھی باوفا رہتے نہیں دیکھا یہ مرد بڑے بے وفا ہوتے ہیں جب مَیں مَر جاؤں گی تم دُوسری شادی کر لو گے۔ مَیں نے کہا میری محبت تمہارے ساتھ بھلا ایسی ہے؟ مَیں دوسری بیوی کر سکتا ہوں ؟ اُس نے کہا یہ سب باتیں ہیں کہیں آج تک بھی کوئی رُکا ہے جو تم رُکو گے، چنانچہ مجھے واقعی اُس سے محبت تھی۔ مَیں نے کہا اچھا تمہیں یقین نہیں آتا تو مَیں ضرورت کو ہی حذف کر دیتا ہوں، وہیں اُسترا لے کر مَیں نے اپنا اندام نہانی کاٹ کر الگ کر دیا اور کہا اب تو تمہیں یقین آئے گا کیونکہ جڑ ہی نہ رہی جو ضرورت شادی کی ہو۔ (اس بھلے مانس نے بھی کمال کر دیا کہ اڈا ہی اُڑا دیا۔ جیسا ایک افیونچی کی ناک پر مکھی آبیٹھی تو وہ اُڑا دیتا۔ وہ پھر آبیٹھتی وہ پھر آبیٹھتا۔ غرض غصّہ میں آکر اُس نے اپنی ناک ہی اُڑا دی اور مکھی سے مخاطب ہو کر بولے کُسری بیٹھ اب کہاں بیٹھتی ہے اب تیرا اڈا ہی نہ رہا۔ غرض اُس نے بیوی کے احتمالات کی جڑ کو ہی کاٹ دیا۔) لیکن وہ کم بخت پھر مَری نہیں مَیں بے کار ہو چکا تھا۔ ادھر اس کی جوانی کا زمانہ۔ اس نے میرے نوکروں سے ساز کر لیا۔ اب یہ جس قدر اولاد تم دیکھ رہے ہو یہ سب میرے نوکروں کی عنایت ہے۔

مدت سے اس بے حیائی کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں لیکن کچھ کہہ نہیں سکتا۔ بھلا کس مُنہ سے اور کس بوتے پر منع کروں۔ رات دن اسی غم میں گھُلتا ہوں اور کچھ کر نہیں سکتا۔ یہ سُن کر وہ شخص انگلی مُنہ میں داب کر حیرت میں رہ گیا۔ جوہری نے کہا مَیں تم سے پہلے ہی کہتا تھا کہ مجھ جیسے ہونے کی دُعا نہ کرانا لیکن تمہاری سمجھ میں نہ آتا تھا۔ اب تو معلوم

ہوگیا میں بھی تم سے کہتا ہوں کہ دِتی تو دِتی دُنیا میں کوئی بھی شخص ایسا نہ ملے گا جو بے فکر ہو
تم کس خبط میں مبتلا ہو، اس خیال کو چھوڑ و اور آخرت کی درستی کی دُعا کراؤ۔

غرض میعاد مقررہ کے بعد حضرت خضر علیہ السّلام اس شخص سے ملے اور فرمایا کہو کیا رائے
ہے؟ کون سا شخص تم نے منتخب کیا ہے؟ اُسے بڑی ندامت ہوئی۔ عرض کیا حضرت سچ
فرماتے تھے، اب مجھ کو اس کا عین الیقین ہوگیا کہ دُنیا میں کوئی شخص چین سے نہیں۔ حضرت
خضر علیہ السلام ہنسے اور فرمایا ہم نہ کہتے تھے لیکن تمہیں یقین نہ آتا تھا اب بولو کیا چاہتے ہو؟
اُس نے عرض کیا، حضرت بس آخرت کی درستی کی دُعا فرما دیجئے۔ چنانچہ حضرت خضر علیہ السّلام
نے دُعا فرما دی اور وہ شخص ولی کامل ہوگیا۔

(راحت القلوب صـ۱۹ تا صـ۲۲ و طریق النجات صـ۱۹)

۵۶۔ صبر تسلیم و رضا کو چارہ

فرمایا: مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا جب انتقال ہوا۔ اُن کے چودہ آدمی گھر کے اُن
سے پیشتر چند ہفتوں کے اندر مر چکے تھے۔ مولانا بڑے صابر تھے نہ روئے نہ بے صبری
کی بات مُنہ سے نکالی۔ ہاں ایک مرتبہ تنہائی میں بیٹھے ہوئے مَیں نے سُنا کہ یہ شعر پڑھ
رہے تھے ؎

صبر و رضا کو چارہ   در کفِ شیرِ نرِ خونخوارہ

(کمالاتِ اشرفیہ صـ۲۲۱)

۵۷۔ اپنے کو کُتّے سے بدتر سمجھو

فرمایا: حضرت مجدد الف ثانی قدس سرّہٗ فرماتے ہیں کہ مومن، مومن نہیں ہوسکتا جب
تک کافر فرنگ سے اپنے کو بدتر نہ سمجھے۔ شاہ جی توکل شاہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ اپنے کو
کُتّے سے بھی بدتر سمجھنا چاہیئے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے اس کی توجیہ میں فرمایا
تھا کہ کُتّے میں اندیشہ بے ایمانی کا نہیں اور مُسلمان کو اندیشہ بے ایمانی کا ہے اس لئے
مسلمان کو چاہیئے کہ اپنے کو اس اعتبار سے کُتّے سے بھی بدتر سمجھے۔ حقیقت میں زندگی

ختم ہونے تک انسان کو کچھ حق نہیں کہ اپنے کو اچھا سمجھے۔ کوئی آج زاہد عابد ہے تو کل کو شیطان ہو جاتا ہے۔ کوئی آج مسلمان ہے تو کل کو کافر اور کوئی آج کافر ہے تو کل مسلمان ہو جاتا ہے۔ اسی کو ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

گہ رشک برد فرشتہ زپاکی ما گہ خندہ زند دیو زِ ناپاکی ما

ایماں چوں سلامت بہ لبِ گور بریم احسنت بریں چستی و چالاکی ما

کبھی فرشتہ ہماری پاکی پر رشک کرتا ہے کبھی شیطان ہماری ناپاکی پر ہنستا ہے اگر ہم قبر تک ایمان سلامت لے جائیں تو ہماری چستی اور چالاکی پر آفریں کہنا۔ اس لئے زندگی میں اپنے کو کسی سے اچھا سمجھنے کا حق نہیں۔ ہاں مرنے کے بعد اسلام پر خاتمہ ہو جائے تو چاہے سمجھ لینا۔

ایک شخص نے مجھ سے (مرشدنا مولانا تھانویؒ) سے دریافت کیا کہ یزید پر لعنت کرنا کیسا ہے؟ میں نے کہا مرنے کے بعد قبر میں جائز ہے یعنی جب یقین ہو جائے کہ ہماری حالت یزید سے اچھی ہے۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم آج اس پر لعنت کریں اور کل ہماری حالت اس سے بدتر ہو جائے تو یزید کہے گا سبحان اللہ! آپ دنیا میں کس سرخروئی سے مجھ پر لعنت کرتے تھے۔ حضرت رابعہ بصریہؒ شیطان پر بھی لعنت نہ کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ جس قدر لعنت میں وقت صرف کیا جائے اس سے بہتر ہے کہ یہ وقت ذکرِ محبوب میں صرف کیا جائے۔ ہر چند کہ شیطان پر تبرا جائز ہے مگر یہ بزرگ اس کے درپے نہیں ہوتے کیونکہ مرنے تک اپنا ہی پتہ نہیں پھر ضروری کام میں کیوں نہ لگیں۔ (صلوٰۃ الحزین ص۲۵)

آج کل اکثر لوگوں کا مشغلہ دوسروں کے گناہوں اور عیبوں[1] کو ڈھونڈنا اور اس کی تشہیر کرنا ہے۔ انہیں چاہیئے کہ اس طرح وقت ضائع نہ کریں بلکہ اسی وقت میں اپنے

---

[1] حدیث پاک میں ہے:

لَا تَنْظُرُوا اِلٰی ذُنُوْبِ الْعِبَادِ کَاَنَّکُمْ اَرْبَابٌ۔

"یعنی اس طرح لوگوں کے گناہوں پر نظر نہ کرو جیسے تم خدا ہو اور وہ تمہارا کوئی حق فوت کر رہا ہو۔"

گناہوں کو دیکھیں اور یہ وقت توبہ، استغفار اور عبادت میں صَرف کریں مُغلوں کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفرؒ نے خُوب فرمایا ہے ؎

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنے خبر — رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہُنر
پڑی اپنی بُرائیوں پر جو نظر — تو نگاہ میں اپنے کوئی بُرا نہ رہا

۵۸۔ زائد از ضرورت چیز سے نفرت

فرمایا: مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی مہر املی کے بیج کے برابر تھی۔ لوگوں نے کہا ذرا بڑی مُہر بنوا لیجئے۔ مولانا نے فرمایا کیا ہوگا یہ چھوٹی سی ہی ایسی ہے کہ اوّل اس کو تلاش کرتے ہیں جہاں یہ نہ بڑی بڑی مہریں اینٹ سی اینٹ بیکار سمجھی جاتی ہیں۔

(ارواحِ ثلاثہ ص۳۱۱)

اس ملفوظ سے حضرت مولانا نانوتویؒ کی زائد از ضرورت چیزوں سے نفرت ظاہر ہوتی ہے۔ ہم اکثر چیزیں جو بنانے کی فکر میں رہتے ہیں وہ ضرورت سے زائد ہیں۔

حرص قانع نیست صائب ورنہ اسبابِ معاش
آنچہ ما درکار داریم اکثرے درکار نیست

۵۹۔ ستمبر کا ذکر کریما میں

فرمایا: ہمارے مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ ظرافت سے فرمایا کہ دیکھو بھائی ستمبر کا نام کریما میں بھی آیا ہے اور یہ شعر پڑھا ؎

ستم بر ضعیفاں مسکین مکن

(ارواحِ ثلاثہ ص۳۱۷)

۶۰۔ مفہوم شعر اہلِ دُنیا کافران مطلق اند

فرمایا: ایک مشہور شعر ہے ؎

اہلِ دُنیا کافرانِ مطلق اند — روز و شب در زرق زرق و بق بق اند

ہمارے مولانا محمد یعقوب صاحبؒ اس شعر کی شرح یوں فرماتے تھے کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مولانا نے اہلِ دُنیا کو کافر کہا ہے۔ بلکہ کافرانِ مطلق کو اہلِ دُنیا کہا ہے یعنی پُورے اہلِ دُنیا وہی ہیں جو کافر ہیں۔ حاصل یہ کہ اہلِ دُنیا مبتدا اور کافرانِ مطلق خبر نہیں بلکہ اس کا عکس ہے۔ (اشرف التنبیہ و اروارِ ثلاثہ ص۳۷۶)

۶۱- قرآن و حدیث کا مدلول

فرمایا: مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے کہ قرآن و حدیث کا مدلول جو ماہر کے ذہن میں آجائے وہ صحیح ہے اور اس کے بعد اپنے اہوا کی نصرت ہے۔

(اروارِ ثلاثہ ص۳۷)

۶۲- عبادت دوام سے کرو خواہ قلیل ہو

فرمایا: عبادت (مثل تلاوت نوافل وغیرہ) اس قدر کرنا چاہیئے جو ہمیشہ ہو سکے گو قلیل ہو۔ کیونکہ گو وہ اس وقت قلیل ہے مگر دوام اور نباہ سے کثیر ہو جائے گا۔ اور عبادت کثیرہ گو وہ اس وقت زیادہ معلوم ہوتی ہے مگر تعطل کے بعد عبادت قلیلہ دائمہ کے سامنے وہ قلیل ہو جائے گی۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے کہ سبق کو ایسے حال میں چھوڑو۔ اگر دس بار کا شوق ہو تو نو بار ذکر کرو، ایک بار کا شوق باقی رہے اور اس کی ایک مثال فرمایا کرتے تھے کہ بچے جو چکی سے کھیلتے ہیں تو اس پر کچھ تھوڑا ڈور لپٹا ہُوا چھوڑ دیتے ہیں وہ پھر لوٹ آتی ہے۔ اگر سارا ڈور کھول دیا جائے تو پھر عود نہیں کرتی۔

تکلف اعادہ کی حاجت ہوتی ہے۔ مگر یہ مشورہ اُس شخص کے لئے ہے جس میں شوق غالب ہو باقی جو بدشوق ہو اس کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ بہ تکلف عبادت میں مشغول ہو تاکہ کچھ شوق پیدا ہو۔

(زکوٰۃ النفس ص۱۴، التوجہ ص۲۱)

❁

۶۳۔ جنّت کا مزہ مصیبت زدہ کو ہو گا

فرمایا: ایک مرتبہ میں نے مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے عرض کیا کہ حضرت حدیث میں جو آیا ہے کہ قیامت کے دن جب جنت نہ بھرنے کی شکایت کرے گی تو اللہ تعالیٰ ایک مخلوق پیدا کرے گا اور اُسے بلا عمل جنّت میں داخل کرے گا۔ تو یہ لوگ بڑے مزے میں ہوں گے۔ فرمایا انہیں کیا خاک مزہ ہو گا؟ وہ راحت کا کیا لُطف اُٹھائیں گے؟ جو راحت بعد کلفت کے حاصل ہو اس میں لذّت ہوتی ہے جنّت میں آرام وچین ہم کو ہو گا جو مختلف شدائد اور آلام جھیلے ہُوئے ہیں ؎

اے ترا خارے بپا نشکستہ دانی کہ چیست
حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند!

(ارواحِ ثلاثہ ص۳۷)

۶۴۔ عوام النّاس کو معانی کی خبر نہیں

فرمایا: حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے کہ جب شیخ نہال احمد رئیس دیوبند کا نکاح اُن کے والد نے کیا تو چماروں کو بھی زردہ پلاؤ فرینی وغیرہ کھلائی، اور کھانے تو اُنھوں نے جس طرح ہُوا کھائے مگر جب فرینی سامنے آئی تو اُس کو چکھ کر ان میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ یہ تھوک سا کیسا ہے؟ یعنی کیا ہے؟ واقعی جس نے ہمیشہ گُڑ اور شیرا کھایا ہو وہ کیا جانے کہ قند میں کیا مزہ ہے؟ اور فرینی کیسی ہوتی ہے؟ اسی طرح معانی کی، عوام النّاس عارفین کے کاموں کی حقیقت کا اندازہ نہیں لگا سکتے ؎

درنیابد حال پختہ ہیچ خام   پس سخن کوتاہ باید والسّلام

"یعنی تجربہ کار آدمی کی حالت کو غیر تجربہ کار آدمی نہیں سمجھ سکتا۔ لہٰذا بات کو طُول نہ دے"

یعنی بڑوں کی شان میں اعتراض کرنے سے اپنی زبان کو تھامے رکھو۔ اسی میں بھلائی وخیریت ہے"

۶۵۔ قادرِ مطلق صرف خداوند قدوس ہیں

فرمایا: ایک قصہ میں نے اپنے استاد علیہ الرحمۃ سے سنا ہے کہ ایک بزرگ تھے، اُن کے پاس ایک مرد اور ایک عورت اپنے بچّہ کو لائے جو مادر زاد اندھا تھا (یعنی ماں کے پیٹ سے ہی اندھا پیدا ہُوا تھا) اور دونوں رونے لگے کہ حضرت اوّل تو ہماری اولاد ہی نہ ہوتی تھی، بہت دُعائیں کیں منتیں مانیں تب تو کہیں یہ بچّہ عنایت ہُوا مگر افسوس ہم لوگ پھر بھی محظوظ و مسرور نہ ہو سکے کیونکہ یہ اندھا پیدا ہُوا۔ اب اس کو دیکھ دیکھ کر ہر وقت جی کڑھتا ہے ہم نے سُنا ہے کہ آپ بہت بڑے مقبول الدعوات بزرگ ہیں اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ دُعا کر دیجئے اس کی آنکھیں اچھی ہو جائیں۔

اُس زمانہ کے لوگ آج کل کی طرح بدعقیدہ نہ تھے۔ یہ نہیں کہا کہ آپ اچھا کر دیں بلکہ یہ کہا کہ آپ دُعا کریں۔ مگر یہ درخواست سُن کر بھی کمالِ انکسار کے غلبہ سے آپ کو جوش آگیا اور بگڑ کر فرمانے لگے کہ کیا میں عیسیٰ علیہ السّلام ہوں جن کی دُعا سے مادر زاد اندھے اچھے ہو جاتے تھے۔ وہ بے چارے مایوس اور شکستہ دل ہو کر چلے گئے۔ بس اُن کا جانا تھا کہ اُن کی زبان پر بے اختیار جاری ہو گیا مائُنیم مائُنیم ہم اچھا کریں گے ہم اچھا کریں گے، لاؤ اس کو بُلا کر۔

خدام کو بڑی حیرت ہُوئی کہ یا تو عیسیٰ علیہ السّلام بھی نہ بنتے تھے یا اب خُدا بننے لگے۔ مگر اس وقت کہنا بے ادبی تھا دوڑ کر اُس کو بُلا لائے۔ آپ نے اپنا ہاتھ اس بچّہ کی آنکھوں پر پھیر دیا۔ بس ہاتھ پھیرتے ہی آنکھیں اچھی خاصی ہو گئیں اور وہ لوگ دُعائیں دیتے ہُوئے خوش بخوش اپنے بیٹے کو گھر لے گئے۔

اس کے چلے جانے کے بعد خاص خادموں نے موقع پا کر عرض کیا کہ حضرت یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ یا تو دُعا کرنا بھی گوارا نہ تھا یا ایک ساتھ ایسے دعوے کے الفاظ فرمانے لگے کہ مائُنیم مائُنیم۔ آپ نے فرمایا بھائی یہ میں نہیں کہتا تھا۔ بات یہ ہے کہ جس وقت وہ لوگ چلے گئے تو مُجھ پر عتاب ہُوا کہ تم نے جو (حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا نام لیا کیا وہ اچھا کرتے تھے؟ کیا وہ تھے قادرِ مطلق اور فاعلِ حقیقی یا ہم تھے؟ ہم تو اب بھی قادرِ مطلق

ہیں پھر کیوں نہیں ہم سے عرض کیا ؟ اگر اچھا کرتے تھے تو ہم کرتے تھے تم کون تھے مایوس کرنے والے ؟ اور اگر اب بھی اچھا کریں گے تو ہم کریں گے۔

غرض ادھر وہ مایوس ہو کر چلے گئے ادھر مجھ پر عتاب ہوا اور بے اختیار میرے مُنہ سے وہی الفاظ اللہ تعالیٰ کے نکلنے لگے ماگئیم ماگئیم۔ مَیں توبہ توبہ یہ الفاظ کیسے کہہ سکتا تھا ؟ میری بھلا کیا مجال ہے ؟ وہ تو حق تعالےٰ فرما رہے تھے مَیں تھوڑا ہی کہہ رہا تھا۔ تو اولیاء اللہ میں بعض بعض کی یہ حالت ہوتی ہے ؎

درپس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند   آنچہ اُستاد ازل گفت ہماں می گویم

(ملت ابراہیم ص۲۶)

۶۶۔ شریعت و طریقت کو جمع کرنا

فرمایا: میرٹھ مجتبائی میں ایک مقام پر مولانا محمد یعقوب صاحبؒ اور مولانا محمد قاسم صاحبؒ ایک ہی جگہ ٹھہرے ہُوئے تھے مگر مولانا نانوتویؒ تو نیچے کے درجے میں تھے، اور مولانا محمد یعقوب صاحبؒ اُوپر کے درجہ میں۔ ایک رنڈی اپنی چھوکری کو جو سیانی تھی اپنے ہمراہ لائی اور مولانا محمد قاسم صاحبؒ سے عرض کیا (کسی نے اُن کا پتہ بتادیا کیونکہ یہ مشہور تھے اور مولانا محمد یعقوب صاحبؒ اتنے مشہور نہ تھے) کہ یہ میری چھوکری ہے اور مُدت سے بیمار چلی جارہی ہے۔ میری بسر اوقات اسی پر ہے آپ اسے تعویذ یا دُعا کر دیجئے۔

مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے یوں چاہا کہ نہ تو میری وضع میں فرق آئے اور نہ اس کی دل شکنی ہو۔ اس سے فرمایا کہ اُوپر ایک بزرگ ہیں تم اُن کے پاس جاؤ۔ یہ اوپر پہنچی۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے پوچھا کیا ہے ؟ اس نے معاملہ عرض کیا۔ آپ نے نہ معلوم اُسے تعویذ دیا یا دُعا کی اور اُسے رخصت کر کے نیچے تشریف لائے اور پوچھا کہ اُسے کس نے بھیجا ؟ مولانا محمد قاسم صاحبؒ خاموش ہو گئے۔ فرمانے لگے کہ بڑے متقی نکلے اپنے فتوٰی کی تو اتنی حفاظت اور میرے پاس خلوت میں بازاری عورت کو بھیج دیا اپنے نفس کو کس پر اعتماد ہے ؟ اللہ تعالےٰ کے فضل سے اس کی چھوکری کو آرام آگیا تو وہ مٹھائی لے کر سیدھی اُوپر مولانا کے پاس پہنچی اور ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ حضرت آپ

کی دُعا سے میری لڑکی کو صحت ہوگئی۔ یہ مٹھائی شکریہ میں لائی ہوں۔ مولانا نے فرمایا رکھ دو۔ چنانچہ وہ رکھ کر چلی گئی۔ مولانا نیچے تشریف لائے اور فرمایا کہ حرام کی کمائی ہے اس کا کھانا حرام ہے، مساکین کا حق ہے، اغنیاء کا حق نہیں ہے جس کا دل چاہے لے لے۔ سبحان اللہ شریعت و طریقت سب جمع کر دی۔

(ارواحِ ثلاثہ صہ ۳۷۶)

۶۷۔ مولانا سید احمد رأس الاذکیاء تھے

فرمایا: مولانا سید احمد صاحبؒ خود اس قدر ذہین تھے کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ جو خود رأس الاذکیاء تھے فرمایا کرتے تھے کہ خود اقلیدس بھی اگر ذہین ہوگا تو اتنا ہی ہوگا اس سے زیادہ نہ ہوگا۔ ریاضیات میں بدرجۂ کمال ماہر تھے۔ باوجود اس کے کہ کسی استاد سے نہ پڑھی تھی بلکہ بطور خود ہی مطالعہ کرکے اس فن کو حاصل کیا تھا۔

(اشرف السوانح جلد اول صہ ۵۹)

۶۸۔ حضرت حاجی سیّد محمد عابد صاحبؒ دیوبندی کی پابندی معمولات

فرمایا: حضرت حاجی سیّد محمد عابد صاحب دیوبندیؒ خلیفہ حضرت شیخ العرب والعجم مولانا امداد اللہ صاحبؒ مہاجر مکی اس درجہ پابند معمولات و اوقات تھے کہ حضرت مولانا محمد یعقوبؒ نے فرمایا کہ جاننے والا ہر وقت یہ بتا سکتا ہے کہ اس وقت حاجی صاحبؒ فلاں کام میں مشغول ہیں اور اگر کوئی اسی وقت جا کر دیکھے تو ان کو اسی کام میں مشغول پائے کبھی اس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ (اشرف السوانح جلد اول صہ ۲۴۴)

۶۹۔ نفس میرا خُدا نہیں

فرمایا: مولانا محمد یعقوب صاحبؒ ایک روایت بیان فرمایا کرتے تھے کہ دہلی میں ایک بزرگ[1] تھے، ایک روز سرِ راہ بیٹھے ہوئے یہ کہہ رہے تھے کہ نہ میں تیرا بندہ نہ تو

[1] امیر الروایات میں ہے کہ یہ واقعہ حضرت احمد جام کا ہے۔ (دیکھو ارواحِ ثلاثہ صہ ۳۴۹)

میرا خدا۔ لوگ سُن سُن کر لعنت بھیجتے کہ افسوس ایسا بزرگ کافر ہو گیا۔ کسی نے قاضی تک پہنچایا۔ اُنھوں نے بُلا کر پوچھا آپ کس سے خطاب کر رہے ہیں؟ اس سوال پر وہ ہنسے اور کہا خیر الحمد للہ دہلی میں ایک تو عقلمند ہے۔ بس ایک تم نے یہ سوال کیا باقی سب احمقوں نے خواہ مخواہ اپنی طرف سے یہ سمجھ کر کہ نعوذ باللہ میں اللہ تعالےٰ سے خطاب کر رہا ہوں کُفر کا فتویٰ لگا دیا۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ کہیں اللہ تعالیٰ سے ایسا خطاب کر سکتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ آج میرا نفس صُبح سے تقاضا کر رہا ہے کہ ہم کھیر کھائیں گے۔ اس سے میں کہہ رہا ہوں کہ میں کیوں تیرا کہنا مانوں نہ میرا تیرا بندہ نہ تُو میرا خدا۔ مَیں اس کو جواب دے رہا ہوں اور لوگوں نے اپنی طرف سے سمجھ لیا کہ نعوذ باللہ مَیں خدا سے کہہ رہا ہوں۔ (اشرف السوانح جلد سوم ص ۵۴۶)

۷۰۔ طبائع اور مذاق کا فرق

فرمایا: حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ حبشہ میں بڑا حسین وہ ہے جو خوب سیاہ ہو جس کی سیاہی میں چمک پیدا ہو گئی ہو اور ہونٹ خوب موٹے موٹے ہوں۔ حبشیوں کے نزدیک یہی حُسن ہے اور ان کی طبائع اسی پر فریفتہ ہوتی ہے۔ واقعی اللہ تعالےٰ ان میں اگر یہ بات پیدا نہ کرتا تو حبشنیں تو سب عمر بھر کنواری رہتیں۔ اس اختلافِ مذاق کا اثر یہ ہے کہ ہمارے سامنے قورمہ اور ماش کی دال رکھی جائے تو قصباتی لوگ ماش کی دال کو پسند کریں گے اور نئے نئے کھانے لائے جائیں جو کبھی نہ کھائے ہوں تو ہم کو اچھے نہیں لگتے۔ (نور النور)

۷۱۔ بدعتی کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی

فرمایا: حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے کہ ایک جگہ میرا گزر ہوا تو کچھ ایسا معلوم ہُوا کہ اہلِ قبور کو عذاب ہو رہا ہے۔ ہم نے اُن کے لئے دُعا کی تو معلوم ہُوا کہ اہلِ بدعت کے سوا سب کی اس وقت مغفرت ہو گئی۔ بدعت کرنے والے کو توبہ کی توفیق ہی نہیں ہوتی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ گُناہ تو گناہ سمجھ کر کرتے ہیں اور بدعت نیکی سمجھ کر

کی جاتی ہے۔ (راس الاربعین)

۷۲۔ عالم کے لئے شرائط اور تنخواہ قلیل

فرمایا: حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے پاس ایک عالم کی طلب میں خط آیا تھا جن میں اُن عالم کے لئے بہت سی شرطیں لکھی تھیں کہ وہ ایسے ہوں اور ایسے ہوں اور کل دس روپے تنخواہ لکھی۔ مولانا فرمانے لگے، بھلے مانس فی وصف ایک روپیہ تو رکھا ہوتا۔ (طریق النجات ص۔؟)

۷۳۔ اہل اللہ کو مال کے زیادہ ہونے سے بار ہوتا ہے

فرمایا: حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کو ایک صاحب مطبع میں ملازم رکھنا چاہتے تھے، آپ نے فرمایا کہ علمی لیاقت مجھ میں ہے نہیں اس لئے بڑا کام تو کر نہیں سکتا البتہ قرآن پاک تصحیح کر لیا کروں گا اس میں دس روپے ماہوار دے دیا کرو۔ اللہ اللہ کیا تواضع اور زُہد ہے۔

اسی زمانے میں ایک ریاست سے تین سو روپے ماہوار کی نوکری آگئی مولانا جواب میں لکھتے ہیں آپ کی یاد آوری کا شکر گزار ہوں مگر مجھ کو یہاں دس روپے ملتے ہیں جس میں پانچ روپے تو میرے اہل وعیال کے لئے کافی ہو جاتے ہیں اور پانچ روپے بچ جاتے ہیں۔ آپ کے یہاں سے جو تین سو روپے ملیں گے اُن میں سے پانچ روپے تو خرچ میں آئیں گے اور دوسو پچانوے روپے جو بچیں گے مَیں اُن کا کیا کروں گا؟ مجھ کو ہر وقت یہی فکر رہے گا کہ کہاں خرچ کروں؟ اس لئے معذور ہوں۔ غرض تشریف نہیں لے گئے۔ اسی کے ساتھ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کو بھی لکھا اور سو روپے تنخواہ لکھی۔ مولانا نے دُوسرا جواب دیا کہ مَیں آسکتا ہوں مگر تین سو روپے سے کم نہیں آسکتا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے فرمایا۔ مولانا ذرا سنبھل کر جواب لکھئے۔ اگر تین سو کی منظوری پر طلبی آگئی تو وعدہ پر جانا پڑے گا، تو مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے اس کے ساتھ یہ جُملہ بھی بڑھا دیا، مگر اس میں ایک شرط ہے وہ یہ کہ جب چاہوں گا یہاں رہوں گا

جب چاہوں گا وہاں رہوں گا۔ وہ رئیس صاحب سمجھ گئے کہ ان حضرات کو آنا ہی منظور نہیں، اور واقعی جانا تھوڑا منظور تھا۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے یہ بات ظرافت کے طور پر لکھ دی تھی۔ اللہ اکبر کس قدر استغناء تھا ان حضرات میں۔ واقعی اہل اللہ کو مال کی کثرت سے بھی بار ہوتا ہے۔ ان کو خیال ہوتا ہے کہ خدا جانے ان کے حقوق ہم سے ادا ہوں یا نہ ہوں۔ (خیر المال للرجال ص۴۳)

۷۴۔ قرآن پاک کے حفظ کی برکت

فرمایا: حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے پاس جب کوئی اپنے بچّہ کو لاتا تو دریافت فرماتے کہ اس نے قرآن شریف حفظ کیا ہے یا نہیں؟ اگر وہ حافظ ہوتا تو فرماتے کہ انشاء اللہ یہ پڑھ لے گا۔ اگر حافظ نہ ہوتا تو وعدہ نہیں کرتے تھے بلکہ یوں فرماتے تھے کہ میں بھی دُعا کروں گا تم بھی دُعا کرنا۔ اور واقعی یہ تجربہ بھی ہے کہ جو لوگ حافظِ قرآن ہیں اکثر ان کو دوسرے علوم بھی نہایت آسانی سے آجاتے ہیں۔

(ضرورت العلم بالدین ص۴۶)

(یہ قرآن پاک کا معجزہ نہیں تو اور کیا ہے۔ افسوس آج کل اس طرف سے توجہ ہٹتی جا رہی ہے۔ لوگ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ حفظ کرنے سے دماغ کمزور ہو جاتا ہے۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ حالانکہ حفظ کر لے سے دماغ قوی ہو جاتا ہے۔ یہ قرآن پاک کی برکت ہے۔

۷۵۔ اُردو میں آمیزش

فرمایا: مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے مکّہ معظمہ میں ایک ہندی عربی مرکب بچّے کو دیکھا کہ رو رہا تھا کہ اَنَا بَازَارَہ جاؤں۔ غرض ماں کی ہندیت نے زبان کی عربیت کو ضائع کیا اور اصلی زبان برباد ہوئی اور اگر کوئی کہے کہ ہم تو مادری زبان کو اصلی سمجھتے ہیں تو میں کہوں گا کہ جب نسب باپ سے ہے تو کیوں باپ کی زبان اپنی اصلی زبان نہ کہا جاتے؟ غرض جب ہماری اصلی زبان عربی ہے تو اگر ہم کو اُردو زبان میں آمیزش

ہی کرنا تھا تو اس بناء پر زیادہ سے زیادہ ہم یہ کرتے کہ اُردو زبان کو عربی کے تابع کر دیتے مگر تعجب یہ ہے کہ ہم نے انگریزی کے تابع کیا جس کی بدولت اُردو زبان قریب قریب اُردو ہونے ہی سے نکل گئی۔ اصلی اُردو زبان وہ ہے جیسے چہار درویش یا اردوئے معلّیٰ، غالبؔ کی اُردو۔ اس میں آمیزش ہو تو عربی کی ہونا چاہیئے کہ عربی کی آمیزش لُطف کو دوبالا کر دیتی ہے۔ دیکھو فارسی کی عبارت میں اگر کہیں ایک جُملہ عربی کا آجاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے جیسے گُل فشانی ہو گئی۔

(تعلیم البیان ص۱۱)

۷۶۔ اقطاب التکوین مجاذیب زیادہ ہوتے ہیں

فرمایا: اقطاب التکوین مجاذیب زیادہ ہوتے ہیں۔ دیوبند میں ایک ولایتی مجذوب شہاب الدین تھے۔ میری طالب علمی کا زمانہ تھا۔ ہم طالب علم ان کو چھیڑا کرتے تھے کہ دُعا کرو کہ فلاں فلاں جاتے رہیں حالانکہ وہ تکویناً ان کے حامی تھے مگر کبھی بُرا نہ مانتے اور صرف یہ کہا کرتے تھے کہ خدا خیر کند! خدا خیر کند!

جب اُن کا انتقال ہُوا تو مَیں نے اُن کے مرنے پر افسوس ظاہر کیا تو غالباً شاہ رفیع الدین صاحبؒ نے فرمایا کہ ایسے شخص کے مرنے پر کیا افسوس وہ تو فلاں فلاں کے موافق اور ہمارے مخالف تھے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ مجاذیب کے بھی بڑے معتقد تھے وہ مجذوب صاحب مولانا کی اجازت ہی سے چھتہ کی مسجد میں مقیم ہوئے تھے۔

(الافاضات الیومیہ من افادات القومیہ حصّہ دوم ص۱۱)

۷۷۔ عصاء کی برکت

فرمایا: حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ طالب علموں کو مارتے وقت بڑی ظرافت سے کام لیتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ اس عصاء میں یہ خاصیت ہے کہ اس سے مُردے زندہ ہوتے ہیں۔ مارنے کے وقت طالب علم کہتے کہ حضرت ہم مر گئے۔ فرماتے کہ مارنے

کے لئے ہی تو مار رہا ہوں۔ حضرت اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے معاف کر دیجئے۔ فرماتے اللہ اور رسول ہی نے تو حکم دیا ہے کہ ایسے نالائقوں کی خوب[له] خبر لو۔

(الافاضات الیومیہ حصہ دوم صـ۱۶۱ ج ۲ صـ۱۶۷)

[له] حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار فرمایا کہ یہ بھی سنت اللہ ہے کہ ایک کرے اور سب کو پٹلو۔ چنانچہ قحط و باء عام ہوتا ہے اور واقع میں کرنے والے سب ہی ہوتے ہیں۔ مثلاً قدرت ہوتے ہوئے نہ روکنا وغیرہ ذلک۔ مگر ظاہر کے اعتبار سے یہ فرمادیا کہ ایک کرے اور سب کو سزا ہو۔ پھر اس کی ظاہری تائید میں مولانا نے ایک حکایت بیان فرمائی کہ عالمگیر کے زمانے میں روزانہ بازار والوں میں اور فوج والوں میں لڑائی ہوا کرتی تھی مقدمہ ہوتا۔ زیادہ تر فوج والوں کو ہی سزا ہوتی۔ جیل خانہ پُر ہوگیا۔ بادشاہ کو اطلاع ملی کہ یہ صورت ہے اور روزانہ ایسے ہونے لگا ہے حکم دیا کہ اب کے جو معاملہ پیش آئے وہ ہمارے پاس بھیج دو۔ چنانچہ اگلے ہی روز ایک معاملہ پیش آیا۔ عالمگیر کے یہاں بھیج دیا گیا۔ عالمگیر نے فوجیوں کے ساتھ آس پاس جو بازار والے تھے ان کو بھی سزا دی۔

بس پھر کوئی مقدمہ نہ آیا اور اس کی وجہ عالمگیر نے یہ فرمائی کہ اور بازار والے تماشہ دیکھتے تھے نہ چھڑاتے تھے نہ منع کرتے تھے ایک مشغلہ بنا لیا تھا۔ جہاں باہم تیزی سے گفتگو ہوتی بازار والے منع کرنے کھڑے ہو جاتے کہ ایسا مت کرو ہم پھنس جائیں گے۔ بس سمجھا دیتے ہیں لڑائی نہیں ہونے پاتی۔

معمولی جزی انتظامات ہیں باقی مکمل اور کلی انتظامات فقہاء نے کر دیئے۔ جس کو مخالفین بھی مانتے ہیں۔ چنانچہ ایک نے لکھا ہے کہ فقہ حنفی میں ایک خاص امتیازی شان ہے اگر بڑی سے بڑی سلطنت کا انتظام اس کے موافق کیا جائے تو کوئی کام نہیں رک سکتا۔

[له] اسی طرح ایک مرتبہ فرمایا کہ مولوی صاحب لوگ بھی بادشاہوں سے کم نہیں، ان کے ہاں پلٹن اور رسالے ہوتے ہیں ان کے یہاں کتابیں اور رسالے۔

(المال والجاہ صـ)

۷۸۔ دانت گرنے کی تعبیر

مولوی عبدالمجید صاحب نے عرض کیا کہ میں اکثر خواب میں دیکھتا ہوں کہ میرے دانت ڈاڑھ نکل کر گر پڑے۔ فرمایا: ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ اس کی تعبیر فرمایا کرتے تھے گو معبرین کے یہاں اس کی اور تعبیر ہے مگر حضرت فرمایا کرتے تھے کہ دانت سخت چیز ہے اس سے مراد سختی دُور ہونا ہے۔ ایک اور بھی اس کی تعبیر ہو سکتی ہے کہ دندان آز تیز ہو گیا۔ پس اس خواب سے مُراد ہے کہ حرص جاتی رہی ۔

(الافاضات الیومیہ صـ۲۶ ج ۲)

۷۹۔ ہم مرغانِ جنگی نہیں

فرمایا: ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے زمانے میں مدرسہ دارالعلوم میں ایک سوال آیا وہ حضرتؒ نے میرے سپرد فرمایا کہ اس کا جواب لکھ دو میں نے جواب لکھ دیا۔ وہاں سے اس پر کچھ اشکال لکھا ہُوا آیا۔ میں نے پیش کیا تو فرمایا کہ لکھ دو کہ ہم مرغانِ جنگی نہیں۔ یہ ہمارا تبرع اور احسان تھا کہ وقت نکال کر جواب لکھ دیا۔ اگر آپ کو ہمارے جواب سے شفا نہیں ہوتی تو فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ۔ اور کسی سے تحقیق کر لو۔ مَیں نے عرض کیا کہ حضرت جواب تو ہونا چاہیئے ۔ فرمایا نہیں جی۔ چنانچہ اسی پر عمل کیا گیا۔ بعد میں اسی کا مصلحت ہونا معلوم ہُوا۔ (الافاضات الیومیہ صـ۱۸۱ ج ۲)

حضرت حکیم الامتؒ کا قول ہے کہ علماء کو چاہیئے کہ دلائل نہ بتلائیں کیونکہ عمل کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ ایک بزرگ سے کسی مسئلہ کی دلیل پوچھی گئی تو اُنھوں نے فرمایا کہ بھائی ہمارے باپ دادا تو شروع ہی سے مسلمان چلے آرہے ہیں۔ یہ نو مُسلموں سے پوچھو کہ یہ مسئلہ تم نے کہاں سے سمجھا؟ باقی ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ دوسرے یہ کہ ہمارے باپ نے عمل کے لئے پڑھایا لڑنے کے واسطے نہیں پڑھایا ۔ کیسی کام کی بات ہے ۔

(حوالہ بالا)

۸۰۔ مباحات کو کس وقت چھوڑنا چاہیئے

فرمایا: بعض مباحات بھی چھوڑ دینا چاہیئے۔ جہاں یہ شبہ ہو کہ یہ غیر مباح کی طرف مفضی ہو جائے گا یہ نفس کا علاج ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کو جو کہ پہلے ڈپٹی انسپکٹر تھے، مدارس کی چھ ماہ کی تنخواہ نہ ملی۔ جب غدر ہو گیا تو تنخواہ کا نوسو روپیہ آ گیا۔ انکار کر دیا کہ میں نے کوئی کام نہیں کیا جس کی میں تنخواہ لوں۔ کہا گیا کہ کام سے انکار بھی تو نہیں کیا گیا تسلیم نفس تو بحالہٖ رہا مگر پھر بھی آپ نے کچھ نہیں لیا۔ ایک تو یہ رنگ تھا۔ اب کہتے ہیں کہ بدوں ٹکٹ کے سفر کرنا جائز ہے۔ (معاذ اللہ)

(الافاضات الیومیہ صہ۲۴ ج ۲)

۸۱۔ تکبّر حماقت سے ہوتا ہے

فرمایا: حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ تکبّر ہمیشہ جہل سے ہوتا ہے۔ میں نے جہل کی جگہ حمق کر دیا کہ تکبّر ہمیشہ حماقت سے ہوتا ہے۔ یہ ذرا واضح لفظ ہے مراد جہل سے بھی حضرت کی یہی تھی۔ اگر کوئی برسوں تجربہ کرتا تب بھی ایسی بات نہ کر سکتا جو اِن حضرات کو فی البدیہہ معلوم ہو جاتی ہے۔

(الافاضات الیومیہ صہ۲۶ ج ۲)

۸۲۔ ہر صاحبِ کمال کا رنگ جُدا

فرمایا: جی ہاں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کتنے بڑے عالم ہیں مگر صاحبِ تصنیف نہیں۔ ہر صاحبِ کمال کا رنگ جُدا ہے۔

(الافاضات الیومیہ صہ۲۵ ج ۲)

آپ نے ایک کتاب سوانحِ عمری حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ تصنیف فرمائی تھی نیز حضرت حکیم الامتؒ نے آپ کا کلام اور مکتوبات، طبّی نسخہ جات اور تعویذات وغیرہ بیاضِ یعقوبی کے نام سے شائع فرمائی تھی۔

۸۳۔ جہل کے ساتھ شرارت

فرمایا: بے جا حمایت کا میرے اندر مادہ ہی نہیں۔ شریعت میری فطرت ہے۔ اسی لئے جہلاء صوفیاء پر رد و نکیر بھی زور شور سے کرتا ہوں۔ چنانچہ بعضوں کی یہ حالت ہے کہ اُنھوں نے شریعت کے خلاف میں بالکل مخترع طریق اختیار کر رکھا ہے۔ یہاں کوئی چیز ایسی نہیں جس میں کچھ نہ کچھ جہل شامل کر دیا گیا ہو۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے ایک جاہل صوفی کا قول اس کی توجیہہ میں بیان کیا کہ حضرت غوث اعظمؒ کا لقب دستگیر کیوں ہے؟ سو توجیہ یہ کی کہ ایک مرتبہ اللہ میاں اور غوث پاک ہاتھ میں ہاتھ ڈالے جا رہے تھے، اللہ میاں کا پیر پھسلا۔ نعوذ باللہ حضرت غوث پاکؒ نے تھام لیا۔ اس وقت اللہ میاں نے فرمایا دستگیر۔ اس قدر جہل بڑھا ہوا ہے اور اب تو جہل کے ساتھ شرارت بھی ہو گئی ہے۔ پہلے بدعتی ایسے نہ تھے۔ اکثر اللہ اللہ کرنے والے تھے۔ نیت خراب نہ تھی اور اب تو شریر ہیں نیت خراب ہے۔

(الافاضات الیومیہ ص۹۴ ج۳)

۸۴۔ انتظام کا ایک گُر

فرمایا: انتظام کا ایک گُر ہے اگر اس کو اپنے اصول میں داخل کرے تو بہت نافع ہے۔ وہ گُر یہ ہے کہ سوچ کر خرچ کرے اور سوچنے کا بھی ایک طریقہ ہے وہ یہ کہ تین مرتبہ سوچے اور درمیان میں آدھ آدھ گھنٹے کا فصل ہو۔ چند روز کو گرانی ہو گی پھر عادت ہو جائے گی۔ مگر غلو اس میں بھی ممنوع ہے۔ اگر ہر شئے اپنے درجہ پر رہے تب ممنوع نہیں اور اس بُخل کے مشورہ کی ایک مثال ہے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے یہ مثال بیان فرمائی ہے عجیب مثال ہے۔ اکثر لوگ ایسا کرتے ہیں کہ کاغذ موڑ کر لپیٹ دیتے ہیں اس میں خم پڑ جاتا ہے اور جب سیدھا کرنا چاہتے ہیں، تو اس کا عکس کرتے ہیں یعنی اس کو اُلٹا موڑتے ہیں تاکہ اس کا بل اور خم نکل کر سیدھا ہو جائے۔ اگر بدوں دوسری طرف موڑے سیدھا کرنا چاہیں سیدھا نہیں ہوتا۔ اسی

طرح اگر کسی میں اسراف کا مرض ہو تو وہاں صورت بخل کا حکم کرنا چاہیئے اور بخل کا مرض ہو تو اسراف کا[1] مگر یہ تجویز تجربہ کار (شیخ کامل) ہی کر سکتا ہے، وہی مرض کو سمجھتا ہے۔

(الافاضات الیومیہ ص۱۳۲ ج ۳)

۸۵۔ شعائر اسلامی سمجھنے کا واقعہ

فرمایا: حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ ایک زمانہ میں اجمیر میں تشریف رکھتے تھے۔ اتفاق سے عشرہ محرم میں ایک مقام پر تعزیہ داروں میں اور ہندوؤں میں جھگڑا ہو گیا۔ کوئی درخت تھا۔ وہاں کے سُنی عمائد نے علماء سے استفتاء کیا کہ ہندوؤں کا اور تعزیہ داروں کا جھگڑا ہے ہم کو کیا کرنا چاہیئے۔ علماء نے جواب دیا کہ کفر اور بدعت کی لڑائی ہے تم کو الگ رہنا چاہیئے۔ پھر وہ لوگ مولانا کے پاس دریافت کرنے آئے۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ بدعت اور کفر کی لڑائی نہیں ہے بلکہ اسلام اور کفر کی لڑائی ہے۔ کفار بدعت سمجھ کر تھوڑا ہی مقابلہ کر رہے ہیں۔ جاؤ ان کا مقابلہ کرو۔

غرض کہ تمام مسلمان متحد ہو کر لڑے فتح ہوئی تو ان چیزوں کو سمجھنے کے لئے فہم اور عقل کی ضرورت ہے۔ صرف ایک پہلو پر نظر نہیں کرنا چاہیئے۔ شعائر اسلامی سمجھنے پر ایک واقعہ یاد آیا۔ کیرانہ میں زمانہ تحریکِ خلافت میں میری ایک مولوی صاحب سے گفتگو ہوئی۔ مَیں نے کہا اور بات تو بعد میں ہو گی، پہلے ترکوں کی سلطنت کو اسلامی تو ثابت کر دیجئے تب دوسروں کو نصرت کی ترغیب دیجئے گا۔ اور مَیں نے اُن سے پوچھا کہ مجموعہ کفر اور اسلام کا کیا ہو گا؟ کہا کفر۔ مَیں نے کہا اب یہ بتلاؤ کہ ترکوں کی حکومت جو اس وقت ہے وہ شخصی ہے یا جمہوری؟ مَیں نے کہا کہ جو اس میں

---

[1] یہ مجاہدات خود مقصود نہیں ہوتے بلکہ علاج ہوتے ہیں (مجالس حکیم الامتؒ ص۲۹۷) اسی طرح بعض اوقات ناجائز کام سے بچنے کے لئے جائز و مباح کام بھی چھوڑنا پڑتا ہے مثلاً فضول گوئی سے بچنے کے لئے گفتگو کم تر ہو۔

پارلیمنٹ ہے وہ کفار اور مسلمانوں سے مرکب ہے یا خالص مسلمانوں کی جماعت ہے ؟ کہا کہ مسلم اور کافر میں مشترک ہے۔ مَیں نے کہا کہ مجموعہ کیا ہُوا ؟ پھر نصرت کیسی؟ کیا غیر اسلامی سلطنت کی نصرت کراتے ہو؟ حیرت زدہ رہ گئے۔ کہنے لگے یہ تو کچھ اور ہی نکلا۔ سارا بنا بنایا قصر ہی منہدم ہو گیا۔ مَیں نے کہا کہ اگر آپ جواب نہ دے سکیں تو اپنے علماء اور لیڈروں سے پُوچھ کر جواب دیجئے۔ وہ خاموش تھے بیچارے، مَیں نے کہا کہ جاؤ جن کو مخالف سمجھتے ہو اور خشک مُلا کہتے ہو اس کا جواب بھی انہی کے پاس ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ پھر بھی اُن کی نصرت واجب ہے اس لئے کہ کفار تو اسلامی سلطنت ہی سمجھ کر مقابلہ کر رہے ہیں، اس لئے اس وقت ترکوں کی نصرت اسلام اور مسلمانوں کی نصرت ہے۔ اس پر بے حد خوش ہُوئے اور دُعائیں دیں اور مجھ کو خوشی میں کچھ نقد نذرانہ بھی دیا۔

(الافاضات الیومیہ ص۲۴۵ ج ۳)

۸۶۔ عوام کے اعتقاد کی مثال

فرمایا: عوام کا اعتقاد ہے کیا چیز؟ ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ اس اعتقاد کی ایک مثال بیان فرمایا کرتے تھے کہ عوام کے عقیدہ کی بالکل ایسی حالت ہے کہ جیسے گدھے کا عضو مخصوص، بڑھے تو بڑھتا ہی چلا جائے اور جب غائب ہو تو بالکل پتہ ہی نہیں۔ واقعی عجیب مثال ہے۔

(الافاضات الیومیہ ص۲۴۶ ج ۳)

۸۷۔ شکستہ خط سے نفرت

فرمایا: ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو دو چیزوں سے خاص نفرت ہے۔ ایک شکستہ خط سے اور ایک غیر مانوس لغات سے، یعنی تقریر میں ایسے لغت بولنے سے، اور وجہ ظاہر ہے کہ تقریر اور تحریر سمجھنے کے واسطے ہے جب یہ مقصود حاصل نہ ہُوا تو نتیجہ کیا ؟

(الافاضات الیومیہ ص۲۴۷ ج ۳)

۸۸۔ انگریزوں کی دو بُرائیاں

فرمایا: حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ انگریزوں میں دو چیزیں رکھ دیں ورنہ اب تک نصف ہندوستان عیسائی ہو جاتا۔ ایک کبر اور دوسرا بخل۔ بڑے کام کی بات فرمائی مگر جس میں یہ بات نہ ہو وہ اس میں داخل نہیں۔ بعض احکام قوم کے ہوتے ہیں عاماو (خاص) افراد کے نہیں ہوتے۔

(الافاضات الیومیہ صـ ۲۸۳ ج ۴)

۸۹۔ انسان بندہ بننے کے لئے ہے

فرمایا: میں نے اپنے استاد علیہ الرحمۃ سے مؤکل تابع کرنے کا عمل پوچھا تو فرمایا کیا کرو گے؟ میں نے عرض کیا جی چاہتا ہے کہ مؤکل تابع ہو جائیں۔ جس کام کو جی چاہا ان کے ذریعہ سے فوراً ہو گیا۔ فرمایا عمل تو اس قسم کے ہیں مگر میں پوچھتا ہوں کہ انسان بندہ بننے کے لئے ہے یا خدا بننے کے لئے۔ میاں خود تابع بن جاؤ اللہ تعالیٰ کے بس یہی دولت ہے۔ حکومت کر کے کیا کرو گے۔ (الباطن صـ ۸۹)

۹۰۔ ہچکی بند کرنے کی عملی تدبیر

فرمایا: مولانا محمد یعقوب صاحبؒ ایک بار تراویح پڑھا رہے تھے پیچھے ایک منشی صاحب تھے ان کو ہچکیاں آنے لگیں۔ بند ہی نہ ہوتیں۔ مولانا نے سلام پھیرا تو ان منشی صاحب سے فرمایا کہ منشی جی کچھ خبر بھی ہے کہ ہچکی سے وضو رہتا ہے یا ٹوٹ جاتا ہے؟ یہ کہہ کر نیت باندھ لی۔ اب منشی جی کو اپنی نماز کی فکر ہو گئی۔ بس ہچکیاں بند ہو گئیں۔ جب مولانا نے سلام پھیرا تو انہوں نے مسئلہ دریافت کیا۔ مولانا نے فرمایا اب ہچکیاں کہاں؟ تو مشائخ محققین نے یہاں دو چیزیں بتائی ہیں۔ ایک علمی تحقیق، دوسری عملی تدبیر، تو مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا یہ جواب علمی نہ تھا بلکہ تدبیری معالجہ تھا۔ (آثار العوبہ فی اسرار التوبہ صـ ۴۳)

۹۱۔ سلطنت میں قوم کا ہر فرد صاحبِ حکومت سمجھا جاتا ہے

فرمایا: حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو فرماتے ہیں؛ وَجَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا یعنی ملوک تو سب کو فرمایا اور انبیاء میں فیکم فرمایا کہ انبیاء بعض ہیں۔ اس میں یہ نکتہ معلوم ہوتا ہے کہ نبوت تو بعض افراد کے ساتھ خاص ہوتی ہے مگر سلطنت جس قوم کی ہوتی ہے اس کا ہر فرد عرفاً صاحبِ سلطنت سمجھا جاتا ہے۔ (ملفوظات مقالاتِ حکمت صد ۱۸)

۹۲۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی ایک پیشین گوئی

فرمایا: مولانا محمد یعقوب صاحبؒ ایک ملحد کی نسبت فرماتے تھے کہ لوگ تمنا کرتے ہیں کہ وہ مرجائے اور میں تمنا کرتا ہوں کہ وہ زندہ رہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب تک زندہ ہے اُس وقت تک دس محب اور بات بنانے والے ہیں تو پچاس آدمی اس کے عیب دیکھنے والے اور سات پردے کھولنے والے ہیں، مرجائے گا تو محبین رہ جائیں گے اور ناقدین کی جماعت کم رہ جائے گی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک روز وہ محبین کی بدولت بزرگوں میں شمار ہونے لگے گا۔ عیوب پر پردہ پڑ جائے گا۔ چنانچہ وہ شخص مرا اور بعد مرنے کے بعینہٖ یہی واقعہ ہوا جس کی پیشین گوئی فرمائی تھی۔ (مقالاتِ حکمت صد ۳)

۹۳۔ امراء کی صحبت سے طبیعت میں انقباض کا پیدا ہونا

فرمایا: امراء کی صحبت سے میری طبیعت نہایت منقبض ہوتی ہے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ امراء کی صحبت میں بیٹھ کر مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کہ پنجرے میں بند کر دیا گیا۔ (مقالاتِ حکمت صد ۲۶۴)

۹۴۔ مشروعیّتِ حج کی حکمت

فرمایا: استاذنا مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے کہ مشروعیتِ حج کی ایک حکمت یہ

بھی ہے کہ مومن خدا کا محب ہے تو لازمی ہے کہ شائق وصال بھی ہوگا اور انسان ضعیف البنیان اس دنیا میں دیدار کی تاب نہیں لاسکتا تو دیدار سے مایوسی ہوتی اور یا اس میں تو محبت زائل ہو جاتی ہے جیسا بعض طبائع کا خاصہ ہوتا ہے اور یا اس قدر اضطراب ہوتا ہے کہ اس سے نوبتِ ہلاکت آجاتی ہے۔ جیسا بعض طبیعتوں کا یہ بھی انداز ہے اور دونوں مضر تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک مکان بنایا اور اس کو اپنی طرف منسوب فرمایا کہ اگر پُورا وصالِ یار[1] نہ ہو تو در و دیوار ہی کو دیکھ کر تسکین ہو جائے۔ اس میں حجرِ اسود کو یمین اللہ لقب دیا کہ دست بوسی کے لئے بے قرار ہوں تو اس سے تسلی ہو۔ طواف کا حکم دیا کہ عاشق کی طبعی حالت ہے چُونکہ عشق کے لئے رشک بھی لازم ہے اور بلا عدمخل ہوتا نہیں اس لئے شیطان کی طرف منسوب کر کے ایک جگہ کی رمی کا حکم دیا (رمی جمرہ وغیرہ) اور جب حج اس حکمت سے مشروع ہُوا تو سفر حج میں اگر ہزار تکالیف بھی ہوں تو پرواہ نہ کرنی چاہیئے۔ (مقالاتِ حکمت صـ۳۰۹)

۹۵۔ بہشتی دروازہ

فرمایا: بعض مقام پر بہشتی دروازہ ہے، مَیں نے اپنے استاد رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا تو فرمایا تھا کہ شاید کسی شیخ نے اپنی جماعت کے لئے بہشتی ہونے کی دُعا کی اور اس وقت اُن کو الہام ہُوا ہوگا کہ اگر اس وقت اس راستہ سے نکل جائے تو بہشتی ہے، اُنھوں نے ظاہر کیا ہوگا، لوگوں نے مستمر قرار دیا۔ واللہ اعلم۔ اور اس وعدہ بشارت میں اس دروازے کو کوئی دخل نہ تھا بلکہ ایک صورت تھی تعیین مصداق و محل بشارت کی۔

(مقالاتِ حکمت صـ۳۶)

---

[1] ہمارے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ کا عجیب شعر ہے ؎

تماشائے دو عالم ہے میرے دلدار کا کُوچہ
جہاں کے گلشن و بازار کو دیکھا تو کیا دیکھا

۹۶۔ بزرگوں کی برکت سے جگہ بھی باأثر ہو جاتی ہے

ایک بار مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے اپنے استاد سے نقل فرمایا کہ مولانا ریلوے پلیٹ فارم پر کسی مقام پر جا بیٹھے بیٹھتے ہی لطائف ستہ جاری ہو گئے۔ حیرت ہوئی کہ یا اللہ کیا معاملہ ہے؟ معلوم ہوا کہ فلاں بزرگ ریل کے انتظار میں اس جگہ بیٹھے رہے۔ یہ اُس کا اثر تھا۔ بزرگوں کی برکت سے جگہ بھی باأثر ہو جاتی ہے۔

(مقالاتِ حکمت ص۱۴۸)

اسی طرح ایک مرتبہ اپنے تمام کمالات کو دارالعلوم دیوبند کی طرف منسوب کرتے ہوئے تواضعاً فرمایا۔ میاں ہماری مثال تو ایسی ہے جیسے روئی کے گودام کا کاریگر کہ جب تک گودام میں ہے کاریگر ہے اور جہاں باہر نکلا کچھ نہیں کیونکہ اس گودام میں مشین کے ذریعہ سب کام ہوتے ہیں۔ ایک چیز کی کل لگا دی اُس نے اسے کاٹا دوسری کل نے ہتھوڑا مارا تیسری نے بنا بنایا ایک جگہ رکھ دیا۔ ایسے ہی ہمارا کمال ہے جب تک مدرسہ کے اندر ہیں سب کچھ ہیں اور جہاں باہر نکلے کچھ نہیں۔

(آداب التبلیغ ص۸۵)

۹۷۔ حبّ جاہ و مال سے متعلق قطعہ

فرمایا: حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کو حبّ جاہ و مال کا وسوسہ بھی نہ ہوتا تھا وہ اپنے کو بالکل ہیچ سمجھتے تھے اور فرمایا اگر انسان خیال کرے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ دُنیا میں ہزاروں انسان اپنے سے افضل اور اعلیٰ موجود ہیں۔ پھر ترفع اور خود بینی کے کیا معنی؟ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا اسی مال و جاہ میں ایک قطعہ خوب ہے ؎

آفریں تجھ پہ ہمتِ کوتاہ — طالب جاہ ہوں نہ طالب مال
مال اتنا کہ اس سے ہو خورد نوش! — جاہ اتنی کہ بس نہ ہوں پامال

(مقالاتِ حکمت ص۲۳۱)

۹۸۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک خصوصیت پیچھے سے بھی دیکھنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے سے بھی دیکھتے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے شعاعوں کے مقوس بنانے کی قوت مرحمت فرمائی تھی۔ جب آپ قصد فرماتے دیکھ لیتے۔ آگے کا قصد فرماتے آگے دیکھ لیتے اور پیچھے کا قصد کرتے پیچھے نظر فرما لیتے۔ ہر شخص میں یہ قوت نہیں اس لئے نظر نہیں آتا۔ اور اس توجیہہ کو حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے نقل کرتے تھے۔

(مقالاتِ حکمت ص۱۶۷)

۹۹۔ وضو میں پانی کے اسراف سے بچنے کا طریقہ

فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ وضو وغیرہ میں پانی زیادہ صَرف کرتے ہیں اُن کو پانی برتنے کا طریقہ نہیں آتا۔ ورنہ اگر طریقہ سے وضو کریں تو بہت کم پانی صَرف ہوتا ہے۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے کہ وضو وغیرہ میں پانی زیادہ تر بدن میں سے لگ کر صَرف نہیں ہوتا، زیادہ حصّہ بدن سے لگنے سے پہلے ہی اِدھر اُدھر ضائع ہو جاتا ہے۔ اگر اس کا خیال رکھا جائے تو ہر چُلّو پانی بدن سے اچھی طرح لگ کر زمین میں گرے تو بہت تھوڑے پانی میں بافراغت وضو ہو جاتا ہے۔ (الحج المبرور ص۴۳)

وضو کے لئے پانی کی مقدار ایک کلو کافی ہے اس سے زیادہ اسراف ہے۔

۱۰۰۔ دُنیا کی عجیب وغریب نعمتیں

فرمایا: حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے ایک حکایت بیان فرمائی کہ دو شخص ایک امیر سے ملنے گئے۔ ناشتہ کا وقت تھا اُس نے باورچی سے کہا ناشتہ لاؤ۔ ایک پُرتکلف دسترخوان بچھا اور نہایت پتلی چپاتیاں آئیں، قورمہ آیا، ایک پیالی میں اور ایک چھوٹی طشتری میں میٹھے چاول، وہ اس مقدار قلیل کو دیکھ کر جل گئے اور جلدی جلدی جو سامنے تھا سب صفاچٹ کر گئے۔ جب کھا چکے تو باورچی نے کہا یہ پیالہ اور طشتری بھی کھا لیجئے وہ یہ سمجھے کہ مذاق کرتا ہے، ناخوش ہوئے، اُس نے معافی چاہ کر پھر کہا

توڑا تو نمکین بالائی اور میٹھی بالائی۔ تو صاحبو جب دُنیاؐ کے ایسے لطائف و غرائب ہیں تو وہاں کے لطائف کس سے بیان ہو سکتے ہیں؟ (دواء الضیق ص۳۷)

۱۰۱۔ ذِکر و فکر ہی مشاہدہ ہے

فرمایا: حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے اپنی غزل کسی کو سُنائی۔ اُس نے ایک معمولی سے شعر کو مکرر پڑھوا کر سُنا اور بڑی دیر تک مزے لیتا رہا۔ مولانا نے پُوچھا اس میں ایسی کون سی بات ہے جس سے تمہیں لُطف آ رہا ہے۔ اس نے ایک ایسے معنی بیان کئے کہ مولانا کے ذہن میں بھی نہ تھے۔ خیر وہ قول یہ ہے ؎

تلاشِ یار میں رہنا مجاہدہ ہے یہی ‎ ‎ ‎ تصوّرِ قدِ جاناں مشاہدہ ہے یہی

سچی بات ہے ذکر و فکر ہی مشاہدہ ہے یہی ارشاد ہے۔ فاذکرونی اذکرکم "تم میرا ذکر کرو، مَیں تمہارا ذکر کروں گا"۔ یہ خدا کو یاد کرتا ہے اور خدا اس کو یاد کرتا ہے۔ پھر اپنی بڑی دولت کے ہوتے ہُوئے اور کیا چاہیئے۔

(روح الصیام ص۱۲)

۱۰۲۔ حق کبھی نہیں چھُپتا

فرمایا: مَیں نے ایک مکتوب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا دیکھا ہے جو بیاور ضلع اجمیر کسی کو لکھا تھا۔ اس مکتوب میں یہ الفاظ تھے کہ حق وہ ہے جو مدلول ہو نص کا، بلا کلفت مطلب یہ ہے کہ جو لوگ آپس میں کسی بات میں جھگڑتے ہیں، ایک فریق یہ کہتا ہے کہ قرآن سے یہ ثابت ہے اور دوسرا فریق کہتا ہے کہ یہ ثابت ہے تو اس میں قولِ فیصل یہ ہے کہ اپنے اغراض اور خیالات کو الگ کر کے اور ان سے بالکل قطع نظر کر کے دیکھو کہ نص قرآنی کا مدلول بلا کلفت کیا ہے؟ جس میں اینچ پیچ اور تکلف و تاویل کی بالکل ضرورت نہ ہو۔ بس وہی حق ہے وہ اپنے خیال کے موافق ہو یا مخالف

ؐ بقول اقبال مرحوم ؎ دنیا میں ایک بہشت ہے اللہ اے کرم کن نعمتوں کو حکم دیا ہے جواز کا

یہ کہ حق تو چھپتا ہی نہیں اس کو قصداً اغراض اور تاویلوں سے چھپایا جاتا ہے۔
(التسوق لاہل الشوق صـ۹)

۱۰۳۔ حدیث اِنَّ الَّذِیْ مَعَہَا کا مفہوم

فرمایا: ہر ایک کی حیثیتیں ہیں حاجت و لذّت، مگر فرق اتنا ہے کہ عادۃً اکل و شرب میں تو حاجت غالب ہے اور لذّت مغلوب اور مباشرت میں لذّت غالب ہے اور حاجت مغلوب۔ چنانچہ کھانے پینے میں حاجت کا غالب ہونا ظاہر ہے مگر چونکہ لذّت بھی ایک درجہ میں مقصود ہے اس لئے اس میں تکلّفات بھی سوجھتے ہیں اور بیوی کے پاس جانا اس میں عادۃً حاجت مغلوب ہے لذت غالب ہے اگرچہ کسی معالجہ کی ضرورت سے حاجت کے پہلو کو غالب کر لینا ضروری ہو۔ جیسا مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے حدیث اِن الذی معہا مثل الذی معہا کی تفسیر میں فرمایا تھا۔

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی عورت اجنبیہ کی طرف تم کو میلان ہو جائے تو اپنی بی بی سے فراغت کر لو کیونکہ دونوں کے پاس یکساں چیز ہے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب انّ الّذی معہا سے یہ ہے کہ گو عادۃً اس میں لذّت کا پہلو غالب ہے مگر تم معالجہ کے لئے اس میں بھی حاجت کے پہلو کو غالب رکھو۔
(روح الجوا صـ۱۳۹، صـ۱۴۰)

۱۰۴۔ شغف حدیث کی عجیب برکت

فرمایا: ہمارے استاد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں نے جب سے حدیث شریف پڑھنا شروع کیا ہے تو مجھ کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل متحد ہوں۔ یہ حدیث شریف کی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مرتبہ میسّر فرمایا۔ یہ غلبہ اتحاد ہے۔ یہی غلبہ تو شجرہ طور پر ہو گیا تھا جو مظہر ہو گیا اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ کا۔ اس تقریر سے آپ کو رفعت و عظمت حدیث کی معلوم ہو گئی ہو گی۔
(اطاعۃ الاحکام صـ۱۹، صـ۲۰)

۱۰۵۔ دشمن کے شر سے بچنے کے لئے بہت دور نہ بھاگے

فرمایا: حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کو قرآن و حدیث سے تمدن اور اخلاقی تعلیم کے استنباط کا بڑا ملکہ تھا۔ ایک روز فرمایا کہ دیکھو حدیث سے ایک قاعدہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے شر سے بھاگے تو بہت دور نہ جائے نزدیک ہی کہیں جاکر چھپ جائے اس لئے کہ ڈھونڈھ جب پڑتی ہے تو دور تو دیکھنے جاتے ہیں اور پاس کوئی نہیں دیکھتا اور اس قاعدہ کو ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے سمجھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو مکہ معظمہ سے تشریف لے گئے تو تین میل پر جاکر غارِ ثور میں چھپے۔ لوگوں نے دور دور ڈھونڈا اور قریب کسی نے نہ ڈھونڈا۔ جب لاچار ہو گئے ایک قائف کو لائے، اس زمانہ میں قیافہ شناس غضب کے تھے۔ اس قائف نے غارِ ثور پر لاکر کھڑا کر دیا کہ اس سے آگے نہیں گئے۔ (التوکل ص۲۲)

۱۰۶۔ ایک حدیث شریف کی عجیب تشریح

حدیث شریف میں آیا ہے: لعن اللّٰه السارق یسرق البیضة فتقطع یده ویسرق الحبل فتقطع یده۔ یعنی اللہ تعالیٰ چور پر لعنت کرے بیضہ چوری کرتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور رسی چوری کرتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے"۔

اس حدیث کی شراح حدیث نے مختلف توجیہ کی ہیں۔ اس لئے کہ حبل اور بیضہ کے سرقہ میں کسی کے نزدیک قطع نہیں ہے اس لئے کہ ان چیزوں کی قیمت نصاب سرقہ کے برابر نہیں ہے، چنانچہ بعض نے کہا کہ بیضہ کے معنی متبادر نہیں بلکہ دوسرے معنی بلکہ خود مراد ہے اور حبل سے کشتی کا لنگر مراد ہے کہ اس کی قیمت قدر نصاب قطع کو پہنچ جاتی ہے۔ ہمارے استاذ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے اس حدیث کے معنی نہایت لطیف بیان فرمائے کہ اسی میں کسی تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ یہ کہ قلیل کثیر کی طرف مفضی ہو جاتا ہے۔ اول بیضہ اور رسی چرایا تھا پھر حوصلہ ہوا کہ بڑی چیز چرانے لگا حتیٰ کہ ہاتھ بھی کٹ گیا۔ تو مطلب یہ ہوا کہ چور کی بھی کیا بری اوقات ہے کہ اس نے

اول بیضہ چرایا تھا جس پر قطع کا شبہ بھی نہ تھا مگر اس کی بدولت آج یہ نوبت آئی۔
حاصل یہ ہے کہ چھوٹا گناہ بڑھ کر بڑا ہو جاتا ہے۔ اسی واسطے بزرگوں نے فرمایا ہے انتم تخافون المعاصی ونحن نخاف الکفر۔ یعنی تم لوگ تو گناہوں سے ڈرتے ہو اور ہم کفر سے ڈرتے ہیں۔ (عمل الذرہ ص۵۴، ص۵۵)

۱۰۷۔ وسوسہ گناہ، گناہ نہیں

فرمایا: بعض نے جو یہ کہا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے ارادہ گناہ کا کیا تھا اور یہ آیت وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَ هَمَّ بِهَا سے استدلال کرتے ہیں۔ ہمارے استاذ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ پر کلام ختم ہو گیا اور وَ هَمَّ بِهَا علیحدہ کلام ہے۔ حاصل آیت کا یہ ہوا کہ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ ارادہ برائی کا کیا اور یوسف علیہ السلام بھی کر لیتے اگر اپنے رب کا برہان نہ دیکھتے اور اس واسطے مولانا فرماتے تھے کہ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ پر میں وقف نہیں کرتا پس اس سے همّ کی نفی ہوتی ہے نہ کہ اثبات، اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ آگے ارشاد ہے:۔
كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ کہ اس میں صغیرہ اور کبیرہ دونوں کی نفی ہے نہ کہ اثبات وَ هَمَّ بِهَا پر وقف کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ آیت کے مراتب مختلف ہیں۔ زلیخا نے جو همّ کیا وہ اُن کے مرتبہ کے موافق ہے اور یوسف علیہ السلام سے جو همّ ہوا وہ انکے مرتبہ کے موافق ہے جو صغیرہ سے بھی مراتب کم ہے غرض صغیرہ اور کبیرہ سے پاک ہونا سب کا متفق علیہ ہے۔ یوسفؑ سے کوئی عمل ایسا جس سے گناہ لکھا جائے ظہور میں نہیں آیا۔ جمہور کی تفسیر پر وسوسہ گناہ ہوا کہ وہ گناہ نہیں ہے۔

۱۰۸۔ ایک آیت کی تفسیر

فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں جو یہ آیت آتی ہے لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ۔ اس کی تفسیر میں اکثر ائمہ تفسیر نے یہ فرمایا ہے کہ یہاں عاصم بمعنی معصوم ہے۔ فرمایا کہ اس میں تکلف ہے اور بے تکلف تفسیر یہ ہے کہ یہاں اصل میں دو جملے تھے ایک

لا عاصم الیوم الا اللہ دُوسرا لا معصوم الا من رحم۔ ان دونوں کو ملا کر ایک جملہ میں ادا کر دیا گیا لا عاصم الیوم الا من رحم (مجالس حکیم الامتؒ ص۲۹۷)

۱۰۹۔ گمنامی کی زندگی اسلم ہے

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ اوّل عمر سے عفیف اور متقی تھے شہرت اور امتیاز سے سخت نفرت تھی، فرمایا کرتے تھے کہ دو حرف علم کی وجہ سے شہرت کی بلا میں مبتلا ہو گیا ورنہ میں تو کسی اور ہی طرح کی گمنامی کی زندگی گزارتا۔

(مجالس حکیم الامتؒ ص۶)

۱۱۰۔ وفادار ناقص اچھا ہے

فرمایا: وفادار ناقص اچھا ہے بے وفا کامل سے۔

(مجالس حکیم الامتؒ ص۲۶۶)

۱۱۱۔ راز پوشیدہ رکھنے کا طریقہ

فرمایا: راز کو پوشیدہ کہہ کے کہنے کا طریقہ تو سب جانتے ہیں۔ ایک صورت یہ بھی ہے کہ مجمع عام میں باتوں کے درمیان رلا ملا کر راز کی بات کہہ دے تو کسی کو التفات بھی اس طرف نہ ہوگا اور جس کو سمجھانا ہے وہ سمجھ جائے گا۔

(مجالسِ حکیم الامتؒ ص۲۲۶)

۱۱۲۔ کشف کے سمجھنے میں غلطی

فرمایا: حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ مرضِ وفات میں تھے، تکلیف بڑھی تو لوگ گھبرانے لگے۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے فرمایا گھبراؤ نہیں، یہ دس سال اور زندہ رہیں گے۔ مگر پھر اسی مرض میں مولانا کی وفات ہوگئی۔ لوگوں کو تعجب ہُوا کہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا کشف غلط ہو گیا۔ مولانا نے فرمایا کہ کشف تو دراصل صحیح تھا مگر مجھے سمجھنے میں غلطی ہوگئی۔

وہ یہ کہ میں نے بذریعہ کشف مولانا کی عمر کے متعلق حال دریافت کرنا چاہا تو لفظ مہدی منکشف ہوا۔ میں نے اس سے حروف کے اعداد سمجھے جو ۵۹ ہوتے ہیں، مولانا کی عمر اس وقت ۴۹ سال تھی تو میں نے کہہ دیا کہ ابھی دس سال اور زندہ رہیں گے مگر بعد میں ثابت ہوا کہ لفظ مہدی کے حروف کے اعداد مراد نہ تھے بلکہ حضرت مہدی کی عمر مراد تھی جو ۴۹ سال ہوگئی اسی کے مطابق اُن کی وفات ہوگئی۔

اور فرمایا کہ میں نے یہ دُعا بھی کی تھی کہ یہ بزرگ نافع خلائق ہیں میری عمر میں سے کچھ حصّہ ان کی عمر میں اضافہ کر دیا جائے مگر دُعا قبول نہ ہوئی۔

حضرتؒ نے فرمایا کہ یہ دونوں بزرگ کوئی استاد شاگرد یا پیر مرید نہ تھے بلکہ ہم سبق، ہم مکتب معاصر اور پیر بھائی تھے مگر ان کا عمل اپنے معاصرین کے حق میں یہ تھا تو اپنے بڑوں کے حق میں کیسا ہوگا؟ (مجالسِ حکیم الامتؒ ص۲۷۴، ص۲۷۵)

۱۱۳۔ تربیت میں مار پیٹ کی سزا

فرمایا: مولوی احمد الدین صاحب مرحوم حضرت مولاناؒ کے شاگرد تھے مگر اپنی زوجہ پر بہت تشدد کرتے تھے۔ حضرتؒ کو اطلاع ہوئی تو مجمع کے سامنے ان کو خوب پیٹا اور فرمایا کہ مجھے طلاق کا وکیل بناؤ۔ مولوی صاحبؒ کی خوبی یہ کہ بیٹھے پٹتے رہے ذرا حرکت نہ کی اور فوراً حضرت کو وکیل بالطلاق بنا دیا۔ پھر حضرت نے حالات و معاملات کی تحقیق فرمائی تو زیادتی واقعی مولوی صاحب کی ہوئی اس لئے ان کی بیوی کو بحیثیت وکیل اُن کی طرف سے طلاق دے دی۔ حضرتؒ نے فرمایا ان کی اس فرمانبرداری اور طاعت کی برکت یہ ہوئی کہ ایک عرصہ کے بعد اُن سے چھتاری میں ملاقات ہوئی تو ان کی شکل و صورت، چال ڈھال سب حضرت مولانا محمد یعقوبؒ جیسا ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ ابتداء میں پہچان نہ سکا۔ (مجالسِ حکیم الامتؒ ص۲۲۶)

۱۱۴۔ مدارس عربیہ اسلامیہ میں معاشی فنون کی تعلیم

حضرت مولاناؒ نے فرمایا کہ زمانہ کے بعض عقلاء اور اسلام و مسلمانوں کے خیر خواہ ہم سے

یہ کہتے ہیں کہ مدرسہ کی موجودہ تعلیم سے فارغ التحصیل طلباء کے معاش کا کوئی انتظام نہیں ہو سکتا اس لئے اس وقت تو یہ مدارس صرف ان لوگوں کے کام کے ہیں جو آخرت کے دیوانے اور اس پر سب کچھ قربان کرنے والے ہیں۔ اگر ان مدارس میں کچھ تعلیم انگریزی یا صنعت و حرفت کی بھی جاری کر دی جائے تو یہ تعلیم سب مسلمانوں کے لئے مفید ہو جائے۔

اس کے جواب میں حضرت مولاناؒ نے فرمایا کہ ہم سے جو کچھ ہو سکتا تھا کہ دین و آخرت کے طلب گاروں کے لئے انتظام کر دیں اور ہم نے کر دیا۔ اب جس خدا کے بندہ کو توفیق ہو وہ اُن کے معاش کا بھی انتظام کر دے۔ اس کے بعد فرمایا کہ تجربہ شاہد ہے کہ جب نقد اور اُدھار جمع ہوں تو ہر شخص نقد کو ترجیح دیتا ہے اُدھار پہ راضی نہیں ہوتا۔

اب سمجھ لیجئے کہ علم دینیہ اور تعلیم آخرت بمنزلہ ادھار کے ہے اور فنونِ دنیویہ بمنزلہ نقد کے جب دونوں جمع ہوں گے تو لوگوں کو زیادہ میلان کی طرف ہو گا اور علمِ دین و آخرت مؤخر بلکہ غیر مقصود بن کر رہ جائیں گے۔ حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا کہ سبحان اللہ! کس قدر متین اور انجام بینی کا جواب ہے۔ یہ محض نورِ ایمان کا اثر ہے جو بزرگوں کی صحبت سے حق تعالےٰ اُن کے قلوب میں ڈال دیا تھا ورنہ ان بزرگوں کو دُنیا کا تجربہ زیادہ نہ تھا۔ (مجالسِ حکیم الامت صـ۳۴۲)

۱۱۵۔ دارالعلوم دیوبند کا فارغ التحصیل معاشی پریشانی کا شکار نہ ہو گا

جس زمانہ میں سرسید نے علی گڑھ کالج کی بُنیاد رکھی اسی زمانہ میں دارالعلوم دیوبند کی بُنیاد اکابر علماء نے رکھی۔ سرسید کو خبر ہُوئی تو کہنے لگے کیا ہو گا؟ مسجدوں کے ٹکڑے کھانے والے اور دو، چار بڑھ جائیں گے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کو جب سرسید کا یہ جُملہ پہنچا تو دُعا کی کہ یا اللہ اس کا عملی جواب تو آپ ہی دے سکتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ مجھ سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمالیا ہے کہ اس مدرسہ کا پڑھا ہُوا کوئی آدمی دس روپیہ سے کم کا ملازم نہ ہو گا جبکہ اس وقت کے دس آج کل کے پانچ سو کے برابر تھے مراد غالباً یہ تھی کہ وہ معاشی پریشانی کا شکار نہ ہو گا۔

(مجالس حکیم الامتؒ صـ۱۱۲)

۱۱۶- حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ کو بیماری میں تیمم نہ کرنے پر تنبیہ

حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ ایک مرتبہ بیمار ہوئے اور پانی کا استعمال مضر تھا مگر حضرت تکلیف کے باوجود وضو ہی کرتے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کے لئے تیمم جائز ہے آپ کیوں مشقت برداشت کرتے ہیں مگر مولانا اس عزیمت پر عمل کرنے کے لئے تکلیف و مشقت برداشت کرتے تھے۔

ایک روز حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ عیادت کے لئے آئے اور یہ حالت دیکھی تو فرمایا کہ ایسی حالت میں رخصت پر عمل کرنے میں احتیاط برتنا میرے نزدیک اچھا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی بہادری جتانے کے مترادف ہے۔ اس وقت آپ کو تیمم کرنے میں زیادہ ثواب ملے گا۔ مولاناؒ نے اُن کے فرمانے کو قبول فرمالیا۔

(مجالسِ حکیم الامتؒ ص۸۳)

۱۱۷- فضول اور مضر باتیں کرنا منع ہے

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مولوی صاحب نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے بے تکلفی کے ساتھ پوچھا کہ حضرت آپ بولتے بہت ہیں حالانکہ بزرگوں نے زیادہ بولنے کی ممانعت کی ہے؟ نہایت بشاشت سے جواب میں فرمایا کہ میاں کم بولنا فی نفسہٖ مقصود نہیں۔ مقصود یہ ہے کہ فضول باتیں اور مضر باتیں نہ کرے اور اس کی صورت مبتدی کے لئے یہ ہے کہ ابتداء میں بہت ہی زیادہ کمی کی جائے۔ اور پھر اس پر کاغذ کی مثال بیان فرمائی کہ جس کاغذ کو چند روز موڑ کر یعنی لپیٹ کر رکھا گیا ہو پھر جب اس کو سیدھا کرنا ہو تو اس کا عکس کرتے ہیں یعنی دوسری طرف کو اسی طرح موڑتے اور لپیٹتے ہیں تاکہ سیدھا ہو جائے عجیب مثال ہے۔

(الافاضات الیومیہ ص۲۵۵ ج ۶)

❁

۱۱۸۔ آمین بالجہر اور آمین بالسّر

فرمایا: مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے ایک غیر مقلد نے کہا کہ جس جگہ آمین بالجہر نہ کہتے ہوں وہاں آمین بالجہر کہنا احیاءِ سُنّت ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ پھر جس جگہ آمین بالجہر کا عمل ہے وہاں آمین بالسّر کہا کرو۔ کیونکہ آمین بالسّر بھی سُنّت ہے، وہاں اس کا احیاء کرو۔ اُس نے کہا واہ صاحب میں دونوں جگہ پٹوں۔ (سبحان اللہ کس طرح سمجھادیا)۔

(الکلام الحسن ملفوظ ص۳۴۴)

۱۱۹۔ دجّال قادیانی کے دعویٰ نبوت سے قبل پیشین گوئی

فرمایا: مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے اوّل ہی قادیانی کی براہین کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ اس کی طرز سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت جلد لوگوں کو گمراہ کرے گا۔

(الکلام الحسن ج ۱ ص۴۴)

۱۲۰۔ ابن عربی کی طرف فناءِ نار کا قول درست نہیں

فرمایا: ابن عربیؒ کی طرف فناءِ نار کا قول منسوب ہے۔ مگر ان کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں ہے۔ اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے اس کی ایک توجیہہ فرمائی تھی کہ شیخ کا یہ مسئلہ کشفی ہے اور یہ انقطاع عذاب ممکن ہے کہ ایک لمحہ کے واسطے ہو جیسا بعض کو معلوم ہوا ہے مگر اس میں استمرار نہ ہوگا۔ پس شیخ کو وہ عذاب زوال مکشوف ہوا اور اس زوال کا زوال مکشوف نہیں ہوا۔ اور وہ اس کا استمرار سمجھ گئے حالانکہ یہ غلط ہے اور نصوص صریحہ کے خلاف ہے۔ (الکلام الحسن حصّہ اوّل ص۵۸)

۱۲۱۔ مسلمان کافر نہیں ہو سکتا

فرمایا: حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی بات یاد آئی۔ مولاناؒ فرماتے تھے کہ جو مسلمان ہو گیا وہ کافر کبھی نہیں ہو سکتا۔ اور یہ جو بعضے مسلمان آریہ وغیرہ ہو جاتے ہیں وہ حقیقت

میں مسلمان ہی نہ تھے ان کو ایمان نصیب ہی نہیں ہُوا۔ اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ ایک شخص ظاہر میں اپنے کو مسلمان کہتا ہو اور اُس کے دل میں ایمان نہ ہو۔ کیونکہ زبانی دعویٰ سے دل میں ایمان کا ہونا لازم نہیں تو ممکن ہے کہ ایک مدعی اسلام عنداللہ مسلمان نہ ہو بلکہ مَیں ترقی کر کے کہتا ہوں کہ جو لوگ مرتد ہوتے ہیں وہ عندالناس بھی مسلمان نہیں تھے اور ہم لوگوں کا ان کو مسلمان سمجھنا محض حسن ظن پر مبنی تھا کہ نیک گمان کی وجہ سے ہم نے اُن کی حالت میں غور نہیں کیا اور اگر دعویٰ اسلام کی حالت میں اُن کے اقوال و افعال کو غور سے دیکھا جاتا تو ہم کو بھی معلوم ہو جاتا کہ ان کو ایمان نصیب نہیں ہُوا۔

(ذم النسیان صہ ۳۲۱)

۱۲۲۔ علمِ قیافہ کا حاصل

فرمایا: مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے ایک بار علمِ قیافہ کا حاصل بیان فرمایا تھا کہ باطنی نقص پر حق تعالےٰ کسی ظاہری ہیئت کو علامت بنا دیتے ہیں تاکہ ایسے شخص سے احتیاط ممکن ہو۔ یہ حاصل ہے اس علم قیافہ کا مگر ایسے امور علامات ہیں کوئی حجتِ شرعیہ نہیں۔ اور اس ہیئت کے متعلق بعض کا قول ہے کہ انسان کے ہر عمل سے خواہ وہ عمل خیر ہو یا شر۔ اس شخص کے اندر اس عمل کے کرنے سے اس کے مناسب ایک ہیئت پیدا ہو جاتی ہے جس کو اہلِ بصیرت جانتے ہیں۔

(الافاضات الیومیہ صہ ۱۳۳ ج ۹)

۱۲۳۔ سلاطین و ملوک اکثر حنفی ہوئے ہیں

فرمایا: حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ بطور لطیفہ فرمایا کرتے تھے کہ حنفیت کلام مجید سے ثابت ہے۔ قَالَ اللّٰهُ تعالیٰ: اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔ (اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اپنے حاکم کی) اولی الامر سے مراد سلاطین و ملوک ہیں اور سلاطین و ملوک اکثر حنفی ہُوئے ہیں۔ چنانچہ اب بھی مُدت سے سلاطینِ روم حنفی ہوتے آرہے ہیں

اور حنفی کا مطیع فروع میں عامل بالحنفیت ہو گا۔

(ملفوظات ہفت اختر صہ ۵۴)

۱۲۴۔ اپنی بنائی ہوئی چیزوں کے بگڑنے کا فطری رنج ہوتا ہے

اتجعل فیہا من یفسد فیہا کی تفسیر جو حضرتؒ نے فرمائی عجیب و غریب ہے۔ بہت سی تفسیریں دیکھیں مگر وہاں تک کسی مصنف کی رسائی نہیں ہوئی۔ وہ یہ کہ یہ امر فطری ہے کہ اپنی بنی ہوئی چیز کے بگڑنے سے رنج ہوتا ہے اور خلافت کے لئے تصرف لازم ہو گا اور تصرف کا حاصل یہی تحلیل و ترکیب ہے اور تحلیل یہی توڑ پھوڑ ہے۔ پس فساد سے یہی تحلیل مراد ہے۔ فساد بمعنی معصیت مراد ہونا ضروری نہیں۔ اس طرح سفک دماء سے سفک محرم مراد ہونا ضروری نہیں۔ چونکہ فرشتوں کا کام تھا پرورش کرنا، شجر کو مویشی وغیرہ کو اور یہ آدمی کسی درخت کو کاٹے گا کہ کسی میں سے کڑیاں بنائے گا کسی میں سے تختے۔ اور جانوروں میں سے کسی پر سواری کرے گا اور کسی سے کھیتی کا کام لے گا اور کسی کو ذبح کرے گا اسی لئے فرشتوں کو یہ گراں ہوا۔

اب یہ شبہ بھی نہ رہا کہ فرشتوں نے بنی آدم کی طرف معصیت کو کیسے منسوب کر دیا۔ عجیب تحقیق ہے۔ یہ ہیں علوم اور حقائق و معارف، اور یہ حضرات ہیں کہ باوجود ان کمالات کے نہ دعویٰ ہے اور نہ ناز ہے۔ بلکہ نہایت مسکین، لہجہ نہایت زہد، اور سیدھے سادے الفاظ اور خود بھی نہایت سادی وضع میں رہنے والے۔ مگر بات وہ کہتے ہیں کہ ہر شخص نہ کر سکے۔ کیونکہ پیدا تو بعد میں ہوئے مگر ان میں روح پہلوں کی تھی۔ (حضرت حکیم الامتؒ کے حیرت انگیز واقعات صہ ۱۱۱)

۱۲۵۔ فرشتوں سے مصافحہ کا مفہوم

فرمایا: حدیث شریف میں ہے کہ حضرت حنظلہؓ کی ملاقات ہوئی حضرت صدیق اکبرؓ سے، انہوں نے پوچھا اے حنظلہ کیسے ہو؟ جواب دیا: نَافَقَ حَنْظَلَةُ حَنْظَلَةُ (یعنی میں) تو منافق ہو گیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا یہ کیسے؟

فرمایا کہ جب ہم حاضر ہوتے ہیں دربار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تو یہ حالت ہوتی ہے کہ گویا جنت و دوزخ آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور جب وہاں سے آتے ہیں تو بال بچوں میں مشغول ہو کر سب بھول جاتے ہیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر یہ نفاق ہے تو پھر میں بھی منافق ہوں۔ کیونکہ میں بھی اس میں مبتلا ہوں۔ آؤ چلو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس کا علاج پوچھیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور سب حال بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ یاد رکھو:

لَوْ كُنْتُمْ كَمَا تَكُوْنُوْنَ عِنْدِيْ لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلٰئِكَةُ وَلٰكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً۔

"یعنی اگر ایسا نہ ہوتا بلکہ تمہاری ہر وقت وہی حالت رہتی جو میرے سامنے ہوتی ہے تو تم سے ملائکہ مصافحہ کیا کرتے مگر اے حنظلہ ایک ساعت کیسی؟ اور ایک ساعت کیسی؟"

اس حدیث کے سمجھنے میں علماء قشر پریشان ہو گئے اول تو ان کو نافق حنظلۃ (حنظلہ منافق ہو گیا) پر اشکال ہوا کہ محض تفاوت حالت کو انھوں نے نفاق کیسے کہہ دیا؟ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب پر انہیں شبہ ہوا کہ اس جواب سے حضرت حنظلہؓ کا اشکال کیونکر حل ہوا؟ اس جواب کی شرح صوفیہ سمجھے اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ مقصود تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت حنظلہؓ کی تسلی کرنا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ اس جواب سے تسلی کیسے ہو گئی؟ اول تو یہ سمجھئے کہ یہاں نفاق سے حقیقی نفاق مراد نہیں۔ کیونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ و حضرت حنظلہؓ ضرور یہ بات جانتے تھے کہ نفاق نام ہے ابطان الکفر و اظہار الایمان کا۔ اور جب ہم جانتے ہیں تو کیا وہ نہیں جانتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ اس حالت میں ابطان الکفر نہ تھا۔ مگر مجازاً اس کو نفاق کہہ دیا اور اس کا منشا یہ تھا کہ حالت حضور میں ایمان کامل معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس وقت عالم غیب رائے العین ہوتا ہے تو تصدیق بھی کامل ہوتی ہے اور حالتِ غیبت میں تصدیق کی یہ شان نہیں ہوتی صرف

عقلی تصدیق ہوتی ہے جو علم کا درجہ ہے۔ معائنہ و مشاہدہ کی سی کیفیت نہیں ہوتی۔ اس تفاوت کی وجہ سے وہ یہ سمجھے کہ ہمارا ایمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور طرح کا ہوتا ہے، پیچھے اور طرح کا ہوتا ہے۔ گویا کبھی کامل ہے کبھی ناقص ہے اور مطلوب ایمان کامل ہے تو جب اس میں نقص ہوگا وہ نفاق کے مشابہ ہوگا گو حقیقی نفاق نہ ہو۔ یہ تو نَافَقَ حَنْظَلَةُ کی تفسیر ہوئی۔

اب سوال یہ ہے کہ حضرت حنظلہؓ نے اپنی حالت ادنیٰ درجہ کی سمجھ کر اس پر تاسف کا اظہار کیا تھا تو جواب میں کوئی تسلی کا مضمون ہونا چاہیئے اور جو جواب حدیث میں مذکور ہے بظاہر وہ تسلی کے لئے کافی نہیں۔ کیونکہ ساعۃً ساعۃً ہی پر تو اُنہیں تاسف ہے۔ پھر یہ جواب وجہ تسلی کیونکر ہو سکتا ہے۔

میرے استاد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے اس کی حقیقت بیان فرمائی تھی کہ حکمتِ حق اس کو مقتضی ہے کہ ملکوت سے ناسوت میں انسان کو آباد کیا جائے اور اگر ہر وقت وہی حالت رہتی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رہتی ہے تو انسان ناسوت میں نہ رہتا بلکہ ملکوت میں پہنچا دیا جاتا۔

(آثار العبادہ ص۳۷۸، ص۳۷۹)

۱۲۶۔ نظر زناء کا مفہوم

الحدیث : اَلْعَيْنَانِ تَزْنِيَانِ وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُهُ اَوْ يُكَذِّبُهُ۔
"آنکھیں زنا کرتی ہیں اور شرمگاہ اُس کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب"

اس کی لطیف تفسیر وہ ہے جو مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے منقول ہے اور یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ کہ ہر نظر زنا نہیں بلکہ جو علاقہ فرج سے ہو یعنی جس نظر کا باعث شہوت ہو وہ گناہ ہے۔ (حسن العزیز ج ۳ ص۲۱)

۱۲۷۔ امامت کس نیت سے کرے

فرمایا: مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے کہ اپنے آپ کو مستحق سمجھ کر امامت

نہ کرے بلکہ تطییب قلب مومن کے لئے کرے کہ چند آدمی امام بناتے ہیں اُن کے کہنے کی تعمیل کرتا ہوں۔ (حسن العزیز ج ۴ صـ۲۴۵)

۱۲۸۔ خدا کو نہ پہچاننے والی قوم کبھی عاقل نہیں ہوسکتی

مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب کوئی اہلِ یورپ کو عقلمند کہتا تو نہایت برہم ہوتے اور فرماتے تھے کہ جو قوم خدا کو بھی نہ پہچانے وہ خاک عقلمند ہے۔ ہاں یوں کہو کہ چاقو قینچی بنانا خوب جانتے ہیں یعنی کاریگر اچھے ہیں اور صنعت کو عقل سے کیا واسطہ؛ عقل کا کام علم و معرفت ہے اس سے ان لوگوں کو مس بھی نہیں۔

(نوید جاوید صـ۳۲)

۱۲۹۔ صُورت سیرت کی ترجمان ہے

فرمایا: حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے صُورت کو سیرت کا ترجمان بنایا ہے، جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے صُورت اچھی دی ہے وہ علامت ہے حُسنِ سیرت کی، اسی طرح جس شخص کی شکل و صُورت میں کوئی عیب ہے وہ بمقتضائے اصل علامت ہے عیب باطنی کی۔ لیکن کسی جگہ عوارض کی وجہ سے حال مختلف ہوجائے تو وہ ضابطہ کے خلاف منافی نہیں۔ (مجالس حکیم الامتؒ صـ۳۰۲)

احقر نے اس رسالہ کا ثواب اپنے پیر و مُرشد اور ہادی استاذ العلماء راس الاتقیا سیدی و سندی بقیتہ السلف حجتہ الخلف حضرت المخدوم مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ کے لئے وقف کیا ہے، انشاءاللہ ان کی برکت سے رسالہ ہذا سے نفع عام اور فیضِ تام ہوگا۔

محتاجِ دعا: بندہ محمد اقبال قریشی غفرلہٗ ہارون آباد

معارفِ گنگوہیؒ

امام ربانی، فقیہ الثانی حضرت مولانا رشید احمد
صاحب گنگوہی قدس سرہٗ کے عارفانہ، فقیہانہ اور
عالمانہ کلمات، کلماتِ حکمت اور ملفوظاتِ طیبات
کا عظیم ذخیرہ

بروایت

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ

ترتیب

محمد اقبال قریشی غفرلہٗ

ناشر: اِدارۂ اِسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دُعائیہ کلمات

از

مفتئ اعظم پاکستان حضرت مولانا مُفتی محمد شفیع صاحب قدس سرّہٗ

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کی مرسلہ دونوں کتابیں معارف گنگوہیؒ و معارف نانوتویؒ وصول ہوئیں۔ اگرچہ اب نگاہ پڑھنے کے قابل نہیں رہی تاہم کچھ کچھ دیکھا دل سے دُعا نکلی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرماویں اور مزید خدمتِ دین کی توفیق اخلاص کے ساتھ عطا فرمائیں۔

اللہ تعالے "مُعارفِ امدادیہ" کی بھی تکمیل فرماویں۔

والسلام

محمد شفیع عفی عنہ،

جمعہ ۴/۹۶ ۱۱ھ

تقریظ

مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا **محمد رفیع عثمانی** صاحب مدظلہٗ
استاذ حدیث وصدر دارالعلوم کراچی ۱۴

"معارف گنگوہی" کا نسخہ ادارۂ اسلامیات سے آیا۔ دیکھ کر بہت مسرت ہوئی۔ اور دل سے آپ کے لئے دعائیں نکلیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سے دین کی بیش از بیش خدمت لے۔ آمین (الیٰ انتہٰی)

والسلام
محمد رفیع عثمانی عفااللہ عنہ

۱۱/۹۵ ۱۵ھ

قطب عالم، امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کے مختصر حالاتِ زندگی

پیدائش حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ سہارنپور ضلع کے قصبہ گنگوہ محلہ سرائے متصل خانقاہ حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ ۶ ذیقعدہ ۱۲۴۴ھ بروز دوشنبہ بوقت چاشت پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام حضرت مولانا ہدایت اللہ صاحبؒ تھا جو حضرت شیخ غلام علی صاحبؒ کے خلیفہ، مجاز تھے۔

تعلیم و تربیت ابتدائی کتب گنگوہ میں مولانا عنایت احمد صاحبؒ سے پڑھیں۔ فارسی کی بقیہ کتب اپنے ماموں مولانا محمد تقی صاحب اور مولانا غوث محمد صاحب سے پڑھیں۔ عربی کا شوق ہونے پر ابتدائی صرف و نحو کی کتب مولانا محمد بخش صاحب رامپوری سے پڑھیں اور انہی کی ترغیب سے ۱۷ سال کی عمر میں ہدایت النحو پڑھ کر دہلی تشریف لے گئے۔ چند دنوں قاضی احمد الدین صاحب پنجابی سے پڑھا اور اسی سال ۱۲۶۱ھ میں حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ کے پاس حاضر ہوئے جہاں ایک سال قبل حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نانوتوی تشریف لا چکے تھے۔ اس طرح دونوں شمس و قمر کی تعلیم بھی ساتھ ساتھ ہوئی۔

علم حدیث خاندان ولی اللٰہی کے آخری چشم و چراغ راس الاتقیا حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب محدث دہلویؒ و مہاجر مدنی سے حاصل کیا۔ معقولات کی چند کتابیں مفتی صدرالدین صاحب آزردہ سے پڑھیں۔

نکاح حضرت گنگوہیؒ کا نکاح اُن کے پاکباز اور پاک باطن ماموں حضرت مولانا محمد تقی صاحبؒ مجاز طریقت سلسلہ قادریہ کی بزرگ اور صالح صاحبزادی حضرت خدیجہؒ سے ہوا جن کی عمر ۱۵ برس اور حضرت گنگوہیؒ کی عمر ۲۱ برس تھی۔

بیعت وسلوک

حضرت گنگوہیؒ دہلی سے دستارِ فضیلت حاصل کرنے کے بعد وطنِ عزیز تشریف لائے اور سید مومن علی صاحب کو علمِ دین پڑھانا شروع کیا۔ اسی دوران حضرت مولانا شیخ محمد صاحب تھانویؒ کی تحریر درباره مسئلہ روضہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نظر سے گزری کہ جو جگہ ایک قبر کے لئے افتادہ ہے اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مدفون ہوں گے۔ یہ امر قطعی ہے اور اس کا منکر ایسا ہے ویسا ہے۔ حضرت گنگوہیؒ نے حضرت شیخ صاحبؒ کی اس تحریر پر تحریر فرمادیا کہ سارا ثبوت باحادیث اخبارِ احاد ہے اس لئے اس سے علم ظنی حاصل ہوگا قطعیت کا ثبوت دشوار ہے۔ یہ جواب حضرت شیخ صاحبؒ کی نظر سے گزرا تو جوش وغضب میں بھر گئے۔ پھر کیا تھا طرفین میں سوال و جواب شروع ہوگئے۔ بالآخر حضرت گنگوہیؒ ایک بارات کے ساتھ تھانہ بھون تشریف لے گئے اور حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا منشا عرض کیا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے یہ کہہ کر کہ "وہ ہمارے بڑے ہیں" مناظرے سے منع فرمادیا۔

حضرت گنگوہیؒ نے حضرت[1] حاجی صاحبؒ کی بات مان لی اور فورًا اپنا ارادہ بیعت ظاہر کیا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے حضرت گنگوہیؒ کے اصرار اور حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہیدؒ کی سفارش پر بیعت فرمالیا۔

الزامِ بغاوت وگرفتاری

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے ہولناک حادثہ کے بعد حضرت حاجی صاحبؒ ہندوستان سے ہجرت فرماکر مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا نانوتویؒ اور امام ربانی حضرت گنگوہیؒ روپوش ہوگئے۔ تگری میں حضرت گنگوہیؒ نے حضرت حاجی صاحبؒ سے

---

[1] نہ معلوم حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کس قدر شفقت کی نگاہوں سے دیکھا کہ حضرت گنگوہیؒ کو اس قدر کشش ہوئی ؎

آنکھوں آنکھوں میں اشارے ہوگئے   ہم تمہارے تم ہمارے ہوگئے

یا بقول حضرت مجذوبؒ ؎

نگاہوں سے بھردی رگ وپے میں بجلی   برق کردہ نظرے تپاں ہو رہا ہے

آخری ملاقات کی۔ آپ کی عدم موجودگی میں گنگوہ میں آپ کے ماموں زاد بھائی مولانا ابوالنصرؒ کو گرفتار کرکے سخت زدوکوب کیا گیا اور پھر رہا کر دیا گیا۔ تگری سے گنگوہ واپسی کے بعد حضرتؒ کو حالات کا علم ہوا تو عزیز و اقارب کے مشورے سے اپنے دادھیال رامپور تشریف لے گئے لیکن مخبر کی خبر رسانی سے حکیم ضیاء الدین صاحبؒ کے مکان سے گرفتار ہوئے۔ سہارن پور کی جیل کی کال کوٹھڑی میں آپ کو رکھا گیا۔ مقدمہ چلتا رہا۔ حالات کی تفتیش جاری رہی۔ حاکم نے آپ سے سوال کیا کہ کیا آپ کے پاس اسلحہ ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! اور جیب سے تسبیح نکال کر دکھائی۔ سہارن پور جیل سے آپ کو مظفر نگر جیل میں منتقل کر دیا گیا۔ بالآخر جب گورنمنٹ کو کوئی ثبوت نہ ملا تو رہا کر دیئے گئے۔ زمانہ جیل میں اکثر قیدی آپ کے معتقد ہو گئے اور بہت سے تائب ہو کر بیعت ہو گئے۔ ہمیشہ جیل خانہ میں نماز باجماعت ادا کرتے تھے۔

رہائی کے بعد سلوک و تصوف اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے اور ظالم حکومت کا مقابلہ کرنے کیلئے دو مشہور علمی دینی چھاؤنیوں دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور کی ترقی اور فلاح کے لئے مصروف ہو گئے۔ یہاں سے بڑے بڑے جرنیلوں اور سپہ سالاروں کو تیار کیا جن کی کوششوں سے پاکستان بنا اور آج کل اس لادینی اور آزادیٔ فکر کے زمانے میں کچھ دینی فضاء موجود ہے وہ ان کے روحانی فرزندوں کی مساعی ہائے جمیلہ کا موجب ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔ آمین!

حج

قطبِ عالم حضرت گنگوہیؒ نے تین حج کئے۔ پہلا حج ۱۲۸۰ھ میں ڈپٹی عبدالحق صاحب پنشنر کے خرچہ سے کیا۔ دوسرا حج ۱۲۹۴ھ میں اکابرِ دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ، حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتویؒ و دیگر بزرگان کی معیت میں کیا۔ تیسرا حج ۱۲۹۹ھ میں حاجی ظہور احمد اور منشی تجمل حسین صاحبؒ کی معیت میں کیا۔

وصال مبارک

۱۲، ۱۳ر جمادی الاول ۱۳۲۳ھ کی شب میں نوافل تہجد میں آپ کی خنصر و بنصر دونوں انگلیوں کے درمیان کسی زہریلے جانور نے کاٹ لیا۔ آپ کو پتہ بھی نہ چلا۔ خدام نے صبح خون کے دھبے دیکھے۔ خون کافی نکل گیا، ضعف

بڑھتا رہا اور زہر کا اثر ترقی کرتا رہا۔ حتیٰ کہ ۲۷ جمادی الاوّل کو شدّت کا بخار چڑھا۔ آپ کے صاحبزادے حکیم محمد مسعود صاحبؒ نے علاج کی طرف خصوصی توجّہ کی لیکن افاقہ نہ ہوا بالآخر ۸ یا ۹ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ بوقت اذانِ جمعہ واصل بحق ہوئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حضرت شیخ الہندؒ نے اِنَّہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ اور حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے مَوْلَانَا عَاشَ حَمِیْدًا مَاتَ شَہِیْدًا سے تاریخِ وصال نکالی۔

خلفاء مجاز

تذکرۃ الرشید میں خلفاء مجازِ طریقت کی تعداد ۳۱ لکھی ہے۔ چند مشہور خلفاء کے نام یہ ہیں :۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ۔ حضرت مولانا محمود الحسن صاحب اسیر مالٹا حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ۔ حضرت مولانا صادق الیقین صاحبؒ۔ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتویؒ۔

حضرت امام ربّانی کا مقام، پیر و مُرشد کی نظر میں

سیّد الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکّی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ "ضیاء القلوب" میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"ہر کہ ازیں فقیر محبّت و ارادت دارد مولوی رشید احمد سلمہٗ و مولوی محمد قاسم سلمہٗ کہ جامع جمیع کمالات علوم ظاہری و باطنی اند بجائے من راقم اوراق بلکہ بمدارج فوق از شمارند اگرچہ معاملہ برعکس شد کہ او شان بجائے من و من مقام او شان شدم وصحبت او شان را غنیمت دانند کہ ایں چنیں کساں دریں زماں نایاب اند۔"

"یعنی جو شخص مجھ سے محبّت اور تعلّق بیعت رکھتے ہیں انہیں چاہیئے کہ حضرت مولانا رشید احمدؒ اور حضرت مولانا محمد قاسمؒ جو ظاہری اور باطنی تمام کمالات

---

[1] حضرت گنگوہیؒ کو جو حضرت حاجی صاحبؒ سے محبت تھی اس کا اندازہ ملفوظ ۲۲۹، ۲۶۶ اور ۲۷۰ کے مطالعہ سے ہو سکتا ہے۔

کے جامع ہیں میری طرح بلکہ مجھ سے بلند مرتبہ پر شمار کرے۔ اگرچہ معاملہ برعکس ہے کہ وہ میری جگہ ہیں اور میں اُن کی جگہ ہوں۔ ان کی صحبت کو غنیمت سمجھے کیونکہ ایسے لوگ زمانہ میں نایاب ہیں"۔

نیز قیامِ مکّہ معظمہ کے دوران فرمایا :۔

"مولوی[1] رشید احمد صاحب میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں، لوگوں کو یہاں آنے کی کیا ضرورت ہے"؟

نیز اپنے مکتوب گرامی میں حضرت گنگوہیؒ کو تحریر فرماتے ہیں :۔

"مَیں[2] نے "ضیاء القلوب" میں آپ کی نسبت جو لکھا ہے وہ الہام سے لکھا ہے"۔

نیز آپ فرمایا کرتے :۔

"اگر[3] حق تعالےٰ مجھ سے دریافت کرے گا کہ امداد اللہ کیا لائے؟ تو مَیں مولوی رشید احمد صاحبؒ اور مولوی محمد قاسم صاحبؒ کو پیش کر دوں گا کہ یہ لے کر حاضر ہوا ہوں"۔

کج فہم اور کم سمجھ لوگ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو یوں سمجھتے تھے کہ یہ اپنے شیخ کے طریقہ پر نہیں۔ ایسے ہی صاحب نے حضرت گنگوہیؒ سے کہا کہ حضرت حاجی صاحبؒ تو میلاد میں شرکت فرماتے ہیں اور آپ اس سے منع فرماتے ہیں۔ اس پر حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ اوّل تو تم اس کی حقیقت کو نہیں سمجھتے اور اگر تمہارا ایسا ہی خیال ہے تو حضرت حاجی صاحبؒ سے ہم نے جو بیعت کی ہے وہ اصلاحِ باطن اور راہ سلوک طے کرنے کے لئے کی ہے اور جہاں تک ظاہری احکام کا تعلق ہے، سو اس میں تو خود حضرتؒ کو بھی ہم سے پُوچھ کر عمل کرنا چاہیئے"۔

یہ معترض اس بات سے بہت ناراض ہوئے اور بطور شکایت کے یہ بات حضرت

---

[1] سوانح عمری حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ صد ۳ [2] تذکرۃ الرشید ج ۲ صد ۳۲۰۔

[3] ایضاً حوالہ ۵ القول العزیز ج ۱ صد ۱۰۹

حاجی صاحبؒ سے جالگائی کہ آپ کے مُرید ہو کر آپ کو ایسا کہتے ہیں۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے اُن کو ڈانٹا اور فرمایا کہ مولانا رشید احمد صاحبؒ صحیح فرماتے ہیں۔ بے شک ہمیں مسائل میں اُن کا اتباع کرنا چاہیئے۔ تب یہ صاحب اپنا سا مُنہ لے کر رہ گئے۔ [1]

حضرت امام ربّانی کا مقام اکابرینِ اُمت کی نظر میں | مشہور صاحبِ کشف بزرگ

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادیؒ فرمایا کرتے تھے :-

"میاں مولانا رشید احمد صاحبؒ کا کیا پُوچھتے ہو وہ تو دریا پی گئے اور ڈکار تک نہ لی" [2]

حکیم نعمت اللہ صاحب مانکپور ضلع پرتاپ گڑھ نے حضرت گنج مُراد آبادیؒ سے عرض کیا کہ حضرت! مولانا احمد حسن صاحب کانپوری کے نام خط لکھ دیں کہ وہ حدیث ختم کرادیں۔ حضرتؒ نے فرمایا تم گنگوہ جاؤ۔ جب انہوں نے دوبارہ کہا تو فرمایا کہ ایک مَیں ہوں اور دوسرے رشید احمدؒ، تیسرا ایسا کوئی مل جائے تو ظلمت فلسفہ دُور ہو جائے تم گنگوہ ہی جاؤ۔ [3]

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ آپ کو ابو حنیفۂ عصر اور حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری محدث آپ کو فقیہ النفس فرمایا کرتے تھے۔ مُرشدنا حضرت حکیم الامتؒ آپ کو امام وقت فرمایا کرتے تھے۔

حضرت حکیم الاُمّت اور قطب عالم حضرت امام ربّانی | حضرت حکیم الامتؒ کی دستار بندی

حضرت امام ربّانی کے مقدس ہاتھوں ۱۳۰۰ھ میں ہُوئی۔ جب حضرت گنگوہیؒ دستار بندی کے لئے تشریف لائے تو حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ نے حضرت حکیم الامتؒ کی

---

[1] تذکرہ مشائخ دیوبند ص۱۳۸ [2] ارواح ثلاثہ ص۱۸۵ [3] تذکرہ مشائخ دیوبند ص۱۰۵
[4] اشرف السوانح ج۱ ص۵۸ [5] اشرف السوانح ج۱ ص۵۹

ذہانت اور ذکاوت کی تعریف کی۔ تعریف سُن کر حضرت گنگوہیؒ نے مشکل سوالات کئے اور حضرت حکیم الامتؒ کے جوابوں سے بہت خوش ہوئے۔

حضرت حکیم الامتؒ کی طالب علمی کے دوران ایک مرتبہ قطب عالم حضرت گنگوہیؒ کسی ضرورت سے مدرسہ دیوبند تشریف لائے۔ حضرت حکیم الامتؒ غایت اشتیاق میں بغرض مصافحہ دوڑے تو ان اینٹوں کی وجہ سے جو اس وقت وہاں نو ذرہ کی تعمیر کے لئے پڑی ہوئی تھیں، حضرت حکیم الامتؒ کا پاؤں بے اختیار پھسلا اور زمین پر گرتے ہی کو تھے کہ حضرت گنگوہیؒ نے فوراً ہاتھ پکڑ کر سنبھال لیا۔ حضرت حکیم الامتؒ کو حضرت گنگوہیؒ کی زیارت ہوتے ہی اس قدر کشش اور عقیدت ہوئی کہ بقول حضرت حکیم الامتؒ باوجود اس وقت حقیقت و غایت بیعت بھی نہ سمجھنے کے مولاناؒ سے بیعت کی درخواست کی۔ مولاناؒ نے اس بناء پر کہ بزمانہ طالب علمی شغل باطن مخل تحصیلِ علم ہوگا، انکار فرما دیا۔ اس واقعہ کا مفصل ذکر حضرت حکیم الامتؒ نے اپنے رسالہ " یادِ یاراں " میں تحریر فرمایا ہے۔

حضرت حکیم الامتؒ کی حضرت امام ربانیؒ سے محبت وعقیدت

حضرت حکیم الامتؒ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے قطب عالم حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہٗ کے ساتھ غیر اختیاری اور قلبی تعلق ہے اور حضرت کی عظمتِ شان اور جلالت قدر بفضلہٖ تعالےٰ طبعی طور پر میرے دل میں ہے، اور اسی قلبی وطبعی مناسبت کی وجہ سے مَیں نے بیعت کے لئے بھی حضرت گنگوہیؒ سے درخواست کی تھی مگر حضرت کے قبول نہ فرمانے پر مَیں نے حضرت قطبِ عالم جنابؒ حاجی صاحبؒ کی خدمت میں اس مضمون کا عریضہ تحریر کیا جس کا حاصل یہ تھا کہ آپ حضرت گنگوہیؒ سے سفارش فرما دیں۔ مگر اس کے جواب میں حضرت حاجی صاحبؒ نے خود بیعت فرما لیا۔ عارف باللہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسریؒ فرماتے تھے کہ جب حضرت حکیم الامتؒ کے ہاں حضرت گنگوہیؒ کا ذکر شروع ہو جاتا تو دیر تک اُن کے واقعات

لہ اشرف السوانح ج۱ صنہ۲۱ ۔ ۲ہ القول العزیز حصہ اول صنہ۱
۳ہ القول العزیز جلد۱ صنہ۱ ❖

کمالات بیان فرماتے رہتے اور عجیب شان ہوتی تھی۔ حضرت حکیم الامتؒ فرماتے تھے کہ ان حضرات کے ذکر میں بھی گرمی ہے۔ چنانچہ اس وقت بھی مجھے پسینہ آرہا ہے۔

چنانچہ حضرت حکیم الامتؒ نے اپنی باطنی پریشانی کے دوران حضرت گنگوہیؒ سے رجوع کیا تھا[1]۔ حضرت گنگوہیؒ شروع[2] سے آخر تک اسی تجویز پہ قائم رہے کہ خطراتِ منکرہ کی طرف التفات نہ کرو۔ حضرت حکیم الامتؒ فرمایا کرتے کہ یہی ارشاد مولانا کے امامِ فن ہونے کی دلیل ہے۔ اس دوران حضرت امام ربانی دُعا اور توجہ بھی خاص طور سے فرماتے رہے۔"

حضرت حکیم[3] الاُمتؒ پر جب قرض ہو گیا تو آپ نے حضرت مولانا گنگوہیؒ سے دُعا کی درخواست کی۔ حضرت گنگوہیؒ نے حکیم الاُمتؒ سے پُوچھا کہ کہو تو مدرسہ دیوبند میں تمہارے لئے مدرسی کی کوشش کروں۔ حضرت حکیم الاُمتؒ نے عرض کیا کہ میرا تو اس وقت عرض کرنے کا مقصود صرف دُعا ہے۔ باقی حضرت حاجی صاحبؒ نے بعد ترکِ تعلق کانپور کسی اور جگہ تعلق قائم کرنے کی ممانعت فرمادی ہے۔ لیکن اگر حضرتؒ کی یہی تجویز ہے تو میں اس کو بھی حضرت حاجی صاحبؒ کی تجویز سمجھوں گا کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے اپنی پچھلی تجویز منسوخ فرماکر اب یہ صُورت تجویز فرمادی ہے کیونکہ تجویز مؤخر ناسخ ہوتی ہے تجویز مقدم کی۔ یہ سُن کر حضرت گنگوہیؒ نے گھبرائے ہُوئے لہجہ میں فرمایا کہ نہیں نہیں اگر حضرت حاجی صاحبؒ کی ممانعت ہے تو میں اس کے خلاف مشورہ نہیں دیتا۔ چنانچہ دونوں حضرت کی دُعا کی برکت سے قرضہ سے جلد سبکدوش ہو گئے۔

حضرت[4] حکیم الامتؒ نے اپنے والد ماجد کے ترکہ میں سے بعض مشتبہ اموال میں سے نہ لینا چاہا تو حضرت گنگوہیؒ نے یہی ارشاد فرمایا کہ اگر لو تو فتویٰ سے گنجائش ہے اور اگر نہ لو تو اللہ تعالیٰ تم کو روزی سے پریشان نہ کرے گا۔

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ حضرت حکیم الاُمتؒ کو حضرت گنگوہیؒ سے کسقدر عقیدت

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھو اشرف السوانح جلد اوّل صـ۲۸۹ [2] اشرف السوانح جلد اوّل صـ۳۹۷

[3] ایضاً صـ۳۸ [4] ایضاً جلد اوّل صـ۳۴۸

و محبت تھی ۔ چنانچہ ارشاد[1] فرمایا کہ لوگ حضرت مولانا گنگوہیؒ کو خشک مزاج بتلاتے ہیں کیونکہ یا تو کبھی ملے نہیں یا اگر ایک دو دفعہ ملے تو اتفاق سے ایسے وقت ملے کہ مولانا کسی دوسرے شغل یا احتساب میں مشغول ہوئے اور ساری عمر کی لئے رائے قائم کر دی ۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ فلاں جج صاحب بڑے خوش اخلاق ہیں کا سن کر کوئی عدالت میں جائے اور اتفاق سے ایسے وقت پہنچے کہ جج صاحب دو شخصوں کو حبسِ دوام کا حکم سُنا رہے ہوں اور دو شخصوں کو پھانسی کا ، تو یہ شخص جج صاحب کو نہایت درجے کا تند خو سمجھے گا لیکن عقلمند یہی کہے گا کہ بھائی تم نے عدالت میں دیکھا ہے پھر اتفاق سے اس وقت سنگین مقدمات پیش تھے ذرا ان کے بنگلہ پر جاکر دیکھو ۔ اسی طرح بزرگوں کے پاس ایک وقت جاکر دیکھا اور کہہ دیا کہ نہایت خشک ہیں ۔

حضرت امام ربانی کی حضرت حکیم الامتؒ سے محبت

ایک[2] مرتبہ حضرت گنگوہیؒ کے پاس کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور حضرتؒ اس وقت چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے ۔ جب حضرت حکیم الامت ملنے کے لئے تشریف لائے تو حضرت امام ربانی چارپائی سے اُتر کر نیچے تشریف لائے اور عام لوگوں میں آبیٹھے ۔ حضرت حکیم الامتؒ کو خجلت ہوئی اور عرض کیا کہ اب تو اکثر حاضری کا اتفاق ہوا کرے گا میں تو خادموں کے طور پر حاضر ہوتا ہوں ۔ خادموں کا سا برتاؤ فرمایا کریں ۔ مولاناؒ نے یہ فرما کر حضرت حکیم الامتؒ کی خجلت دُور فرمائی کہ نہیں میں دیر سے لیٹا ہوا تھا اس لئے آبیٹھا ہوں ۔ اور آئندہ خیال فرما کر نشست نہ بدلی ۔

ایک[3] مرتبہ تھانہ بھون کے کچھ لوگ حضرت گنگوہیؒ کے پاس حضرت حکیم الامتؒ سے شکایت کرنے لگے کہ ایسا کرتے ہیں ویسا کرتے ہیں اور ابھی نام ظاہر نہ کیا تھا ، مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کس کی شکایت ہے ؟ انہوں نے کہا مولانا اشرف علی کی ۔ حضرتؒ

---

[1] فوائد الصحبت ص ۵۹ [2] اشرف السوانح جلد ۱ ص ۲۲۰ ۔
[3] رسالہ اشرف التنبیہ و ارواحِ ثلاثہ ص ۲۵۷

نے فرمایا کہ میں نہیں سننا چاہتا۔ وہ جو کام کرتے ہیں حق سمجھ کر کرتے ہیں، نفسانیت سے نہیں کرتے۔ بشریت سے غلطی دوسری شئے ہے۔ وہ سب اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

ایک[1] مرتبہ حضرت حکیم الامت کا گنگوہ میں ایک مقام پر وعظ ہو رہا تھا۔ کچھ لوگ حضرت گنگوہیؒ کے پاس بیٹھے تھے جس میں حضرت امیر شاہ خاں صاحبؒ بھی تھے۔ حضرت گنگوہیؒ نے حاضرین سے غصہ ہو کر فرمایا کہ یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ ایک عالم ربانی کا وعظ ہو رہا ہے۔ اس کے وعظ میں جاؤ میرے پاس کیا رکھا ہے؟

حضرت[2] امیر شاہ خاں صاحب مرحوم و مغفور فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر تھا اور جناب مولوی اشرف علی صاحبؒ بھی گنگوہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ صبح کی نماز کے بعد آپ حضرت گنگوہیؒ سے کچھ پوچھتے ہوئے حضرت کے ساتھ ساتھ حجرے تک تشریف لے گئے اور سہ دری میں پہنچ کر دونوں حضرات کھڑے ہو گئے اور کچھ دیر تک کھڑے کھڑے گفتگو ہوتی رہی۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مولانا اور حضرت سے مولود[3] وغیرہ کے باب میں مکاتبت ہوتی تھی اور مجھے حضرت مولانا سے اپنے مسلک سابق کی وجہ سے عقیدت نہ تھی جبکہ میں نے حضرت گنگوہیؒ کا حضرت مولانا تھانویؒ سے اس خصوصیت کا برتاؤ دیکھا تو حضرت قدس سرہٗ سے دریافت کیا کہ کیا مولوی اشرف علی صاحبؒ اچھے ہو گئے؟

آپ نے فرمایا کہ ہاں اچھے ہو گئے۔ میں نے پھر پوچھا کیا بالکل اچھے ہو گئے؟ مولاناؒ نے تیز لہجہ میں فرمایا۔ ہاں بالکل اچھے ہو گئے۔ ان چند واقعات سے حضرت گنگوہیؒ کی حضرت حکیم الامتؒ سے محبت و لحاظ کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

---

[1] ارواح الثلاثہ ص ۳۲۷ [2] امیر الروایات فی حبیب الحکایات" و ارواح ثلاثہ ص ۳۲۷

[3] اس مکاتبت کا نام "ضیاء الافہام من علوم بعض الاعلام" ہے۔ حضرت حکیم الامتؒ نے خلو عن المنکرات مباح سمجھتے تھے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ باندیشۂ فساد منع فرماتے تھے۔ بالآخر حضرت حکیم الامتؒ نے اپنے قول سے رجوع کیا۔ تفصیل تذکرۃ الرشید میں ہے۔

صحبت کی برکت حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں کہ آپ کی صحبت میں یہ اثر تھا کہ کیسی ہی پریشانی یا وساوس کثرت کیوں نہ ہو، جونہی آپ کی صحبت میں بیٹھے قلب میں ایک خاص قسم کا سکون اور جمعیت حاصل ہوئی جس سے سب کدورتیں رفع ہوگئیں اور قریب قریب آپ کے کل مریدوں میں عقائد کی درستی، دین کی پختگی خصوصًا حب فی اللہ وبغض فی اللہ بدرجہ کمال مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ یہ سب برکت آپ کی صحبت کی ہے۔

ملفوظات اب چونکہ حضرت گنگوہیؒ اس دار فانی سے عالم جاودانی تشریف لے گئے۔ اس لئے اب ہمیں ان کی صحبت میسّر نہیں ہوسکتی۔ ان کے ملفوظات ہی ہمارے لئے موجبِ تسکین ہیں [۵]

چونکہ گل رفت و گلستان شد خراب
بوئے گل را از کہ جویم از گلاب

چونکہ شد خورشید ما را کرد داغ
چارہ نبود در مقامش جز چراغ

حضرت حکیم الامتؒ قدس اللہ سرہٗ خلیفہ خاص حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خواجہ تاش حضرت گنگوہیؒ کی زبانی، حضرت امام ربانیؒ کے ملفوظات ملاحظہ فرمائیے۔

واللہ المستعان وعلیہ التکلان ○ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ آمین۔

---

[۵] تذکرۃ الرشید ج ۱ صد ۱۴۵ ؛

معارفِ گنگوہیؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلّم وسلم وتسلیماً کثیراً کثیرا۔

ا۔علما کی توہین و بے ادبی کا انجام

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو لوگ علمائے دین کی توہین اور ان پر طعن و تشنیع کرتے ہیں، قبر میں اُن کا منہ قبلہ سے پھر جاتا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ جس کا جی چاہے دیکھ لے۔ (ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ صہ ۵۴)

۲۔شانِ انتظامی

فرمایا: ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اہلِ باطل کے تکفیر کا ذکر تھا۔ اسی روز جوش میں شانِ رحیمی کا ذکر ہو رہا تھا۔ یہاں تک فرمایا کیا کافر کافر لئے پھرتے ہو۔ قیامت میں دیکھو گے کہ ایسوں کی مغفرت ہو گی جنہیں تم دُنیا میں کافر قطعی کہتے ہو اور واقع میں وہ کافر نہ ہوں گے مگر نہایت ضعیف الایمان ہوں گے۔ پھر فرمایا لیکن اگر ڈرانے دھمکانے کے لئے شرعی انتظام کے لئے کسی وقت کافر کہدیا جائے تو اس میں مضائقہ نہیں۔ اس میں شانِ انتظامی کا ظہور ہو گیا۔ (کمالاتِ اشرفیہ صہ ۹۲)

سیّد الطائفہ حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ جس قدر نظر وسیع ہو جاتی ہے اعتراض کم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت حکیم الامتؒ فرماتے تھے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے اندر اسقدر حسن ظن تھا کہ کہیں نہ دیکھا۔ (ارواحِ ثلاثہ صہ ۳۲۸) یہ ملفوظ حضرت گنگوہیؒ کی وسیع النظری کا شاہد ہے اور بے مثال حسنِ ظن کی دلیل ہے۔

۳۔کسی سے توقع نہ رکھو

فرمایا: ایک بار حضرت مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ کسی سے کسی قسم کی توقع مت رکھو۔ چنانچہ مجھ سے بھی مت رکھو۔ یہ بات دین و دُنیا کا گُر ہے۔ جس شخص کی یہ حالت ہوگی وہ افکار و ہموم سے نجات پائے گا۔ (کمالاتِ اشرفیہ ص ۱۲۷)

غیبت جیسا گناہ کبیرہ بھی توقع سے ہوتا ہے کیونکہ اسی کی غیبت کرتا ہے جس سے توقع رکھی ہوتی تھی۔ مرزا غالب مرحوم نے سچ فرمایا ہے ؎

جب توقع ہی اُٹھ گئی غالبؔ کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی

۴۔تہذیب بناوٹ کا نام نہیں

فرمایا: تہذیب اسی کا نام ہے کہ بناوٹ نہ ہو۔ چنانچہ گاؤں کے لوگ نہایت مخلص ہوتے ہیں۔ نانوتہ کے پاس آبہہ ایک گاؤں ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ وہاں عرصہ تک قیام فرمارہا کرتے تھے۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ بھی اس موضع میں حضرت حاجی صاحبؒ کے ہمراہ تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اس گاؤں سے لوگ آتے ہیں اور ان کو یہاں قیام کرنا ہوتا ہے تو صاف کہہ دیتے ہیں کہ ہم اتنے آدمی ہیں اور رات کو قیام کریں گے۔ میں اس بات کی بڑی قدر کرتا ہوں۔ میں ان کی چیز[1] واپس نہیں کرتا۔ ان میں کوئی بناوٹ نہیں ہوتی۔ پہلے آبہہ کے لوگ جمعہ پڑھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا آبہہ ہمارا ہی ہے اور پھر ہمارے مسلک کے خلاف جمعہ پڑھتے ہیں۔ یہ خبر گاؤں پہنچی تو سب نے جُمعہ پڑھنا چھوڑ دیا۔ (کمالاتِ اشرفیہ ص ۱۳۱)

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ پر تمام دُنیا بے چُون و چرا عمل کرتی تھی۔ سب کو آپ کے فتویٰ پر یقین تھا۔

---

[1] حضرت حکیم الامتؒ بہت کم ہدیہ قبول فرمایا کرتے تھے مگر اخلاص سے دیا ہُوا رد نہیں فرماتے تھے۔ اگر قرائن سے ذرا بھی دکھلاوے کا شُبہ ہو جاتا تو بلا تامّل واپس فرما دیتے تھے۔ (احقر قریشی عفی عنہ)

۵۔ ہٹے کٹے سائل کو بھیک نہ دو

ایک صاحب نے حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ سے سوال کیا کہ جو سائل جوان ہٹا کٹا ہو اس کو بھیک دینا کیسا ہے؟ فرمایا یوں کہہ دو کہ آگے جاؤ یا خاموش رہو، خود ہی چلا جائے گا۔ پھر فرمایا کہ اگر لوگ نہ دینے پر پورا عمل کریں تو ایسے لوگ مانگنا ہی چھوڑ دیں۔ بھیک مانگنے والے جو قادر ہوں کسب پر فقہاء نے ان کو دینا حرام لکھا ہے۔ کیونکہ سوال کرنا ایسے شخص کو حرام ہے اور بھیک دینا یہ اعانت ہے معصیت پر اس لئے وہ بھی حرام ہے اور دلیل یہ ہے: لَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (یعنی گناہ اور ظلم کے لئے مدد نہ کرو)۔ مولانا گنگوہیؒ نے اس مسئلہ کو بیان فرمادیا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ لوگ غل تو مچادیں گے مگر پہنچائے دیتا ہوں۔ چنانچہ بڑا غل مچا۔ بات یہ ہے کہ مانگنا رسم ہوگیا ہے اور رسم کے خلاف لوگ نہیں مانتے۔ (کمالاتِ اشرفیہ ص۱۳۳)

اللہ تعالیٰ ہمیں رسوم سے بچائیں اور سنت پر عمل کی توفیق بخشیں۔ آمین۔

۶۔ آئندہ کمالات کی طلب میں موجودہ کمالات پر نظر نہیں ہوتی

فرمایا: مولانا گنگوہیؒ نے ایک جگہ قسم کھائی ہے کہ مجھ میں کوئی کمال نہیں ہے محض احباب کا حسنِ ظن ہے جو میرے ساتھ ہے۔ بعض مخلص لوگوں کو اس میں شک ہوگیا کہ مولانا میں کمال کا ہونا تو ظاہر ہے تو اس قول سے مولانا کا جھوٹ بولنا لازم آتا ہے۔ پھر ہمارے حضرت (حکیم الامتؒ) نے مولانا کے قول کی تفسیر میں فرمایا کہ بزرگوں کو آئندہ کمالات کی طلب میں موجودہ کمالات پر نظر نہیں ہوتی۔ پس مولانا اپنے کمالات موجودہ کو کمالاتِ آئندہ کے سامنے نفی خیال فرماتے تھے۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ کسی شخص کے پاس ایک ہزار روپے ہیں وہ لکھ پتیوں کے سامنے مالدار نہیں۔ البتہ دوسرے شخصوں کو مولاناؒ کی نسبت یہ گمان کہ وہ خالی از کمالات تھے نہ کرنا چاہیئے۔ (کمالاتِ اشرفیہ ص۱۶۱ و اشرف السوانح ص۲۹ ج۱)

حق تعالیٰ شانہٗ کی بڑی عظیم الشان بے مثال درگاہ ہے۔ یہاں سے جو کچھ عطا ہو آگے

کی ہوس کرنا چاہیئے۔ کسی ایک مقام پر بس[1] نہیں کرنا چاہیئے ؎

اے برادر بے نہایت درگہیست
ہر کہ بر وے میرسی بر وے مایست

۷۔ اپنی مصلحت دیکھنا

فرمایا: میں نے حضرت مولانا گنگوہیؒ سے پوچھا کہ میرا جی تنہائی کو بہت چاہتا ہے لیکن اس میں لوگوں کی دل شکنی کا خیال ہوتا ہے۔ حضرت مولاناؒ نے فرمایا کہ اپنی مصلحت دیکھ لو اور کسی کا خیال نہ کرو۔ سب کو جھاڑو بھی مارو بھی۔ یہ اس طرح فرمایا کہ گویا خود[2] پر بھی گزری ہو۔ (کمالات اشرفیہ صـ۲۱۸، اشرف السوانح جلد۱ صـ۳۸۲)

(مزید تشریح کے لئے دیکھو الافاضات الیومیہ جلد ۲ صـ۹)

۸۔ تحمل سے زیادہ اپنے ذمہ کام نہ لو

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہیؒ کا یہ قول مجھے بہت پسند ہے کیونکہ میرے مذاق کے موافق ہے۔ وہ یہ کہ تحمل سے زیادہ کبھی اپنے ذمہ کام نہ لے۔ چنانچہ ایک صاحب نے مولانا (حضرت حکیم الامتؒ) کے کسی مہمان سے بستر کے لئے پوچھا تو معلوم ہونے کے بعد فرمایا کہ اگر اس کے پاس نہ ہوتا تو تم کہاں سے دیتے۔ اور اگر ایک دو بستر کہیں سے لا بھی دیئے تو اگر بہت سے مہمان آئے اور کسی کے پاس بھی بستر نہ ہو تو سب کے لئے کہاں سے لاؤ گے؟ خبردار جو کسی سے بستر کے لئے پوچھا۔

(کمالاتِ اشرفیہ صـ۲۱۸)

---

[1] اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر مقام سے زیادہ قرب کی کوشش کرنی چاہیئے اور جدوجہد نہ چھوڑنی چاہیئے کیونکہ اُس کے خزانہ میں کمی نہیں ؎

چند کلیوں پر قناعت کر کے تو ناداں رہ گیا   ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیٔ داماں بھی ہے

[2] مراد حضرت گنگوہیؒ

۹۔ حضرت گنگوہیؒ کی بادشاہوں جیسی شان

فرمایا: مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے پاس کوئی بیٹھا ہوا ہوتا تو اشراق اور چاشت بھی قضا کر دیتے تھے اور مولانا رشید احمد صاحبؒ کی اور شان تھی۔ کوئی بیٹھا ہو جب اشراق کا یا چاشت کا وقت آیا وضو کر کے وہیں نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے۔ یہ بھی نہیں کہ کچھ کہہ کر اُٹھیں کہ میں نماز پڑھ لوں یا اُٹھنے کی اجازت لیں۔ جہاں کھانے کا وقت آیا لکڑی لی اور چل دیئے چاہے کوئی نواب ہی کا بچہ بیٹھا ہو وہاں یہ شان تھی جیسے بادشاہوں کی شان ہوتی ہے۔ ایک تو بات ہی کم کرتے تھے اور اگر کچھ مختصر سی بات کہی تو جلدی سے ختم کر کے تسبیح لے کر ذکر میں مشغول ہو گئے کسی نے کوئی بات پوچھی تو جواب دیدیا گیا اور اگر نہ پوچھی تو کوئی گھنٹوں بیٹھا رہے انہیں کچھ مطلب نہیں۔ مولانا قاسم صاحبؒ کے پاس جب تک کوئی بیٹھا رہتا بولتے رہتے۔ (کمالاتِ اشرفیہ صـ۲۲۶)

۱۰۔ دُوسروں کو اپنے سے افضل سمجھنا

فرمایا: ایک بار مولانا محمد قاسم صاحبؒ مولانا گنگوہیؒ سے فرمانے لگے کہ ایک بات پر بڑا رشک آتا ہے کہ آپ کی نظر فقہ پر بہت اچھی ہے۔ ہماری نظر ایسی نہیں۔ بولے جی ہاں! ہمیں کچھ جزئیات یاد ہو گئیں تو آپ کو رشک ہونے لگا اور آپ مجتہد بنے بیٹھے ہیں ہم نے کبھی آپ پر رشک نہیں کیا۔ ایسی ایسی باتیں ہُوا کرتی تھیں۔ وہ انہیں اپنے سے بڑا سمجھتے تھے اور یہ انہیں۔ (کمالاتِ اشرفیہ صـ۲۲۶)

۱۱۔ مولانا گنگوہیؒ کا انتظام

فرمایا: مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور مولانا رشید احمد صاحبؒ حج کو چلے تو بمبئی میں مولانا محمد قاسم صاحبؒ لوگوں سے ملتے پھرتے۔ مولانا محمد قاسم صاحبؒ واپس آتے تو مولانا گنگوہیؒ فرماتے کچھ فکر بھی ہے کہ کیا انتظام کرنا چاہیئے۔ مولانا فرماتے کہ مجھے فکر کی کیا ضرورت ہے جب آپ بڑے سر پر موجود ہیں۔ (کمالاتِ اشرفیہ صـ۲۲۶)

۱۲۔ بزرگوں کی تکلیف کے خیال سے خدمت نہ کرنا

فرمایا: مَیں نے اپنے کسی بزرگ کی خدمت ہاتھ پاؤں (دبانے) کی کبھی کوشش نہیں کی کہ شاید مجھ سے نہ آوے تو اُنہیں تکلیف ہو۔ عمر بھر میں ایک دفعہ مولانا گنگوہیؒ کو پنکھا جھلنے بیٹھا تھا۔ اس وقت مولاناؒ اور مَیں اکیلے تھے۔ کبھی یہ کام کیا نہ تھا۔ تھوڑی دیر میں مونڈھے دُکھنے لگے۔ اب اَور کوئی دوسرا وہاں نہ تھا کہ اس کو دے دوں اور موقوف کر دینا بُرا معلوم ہُوا۔ جی چاہا کہ کوئی آجاتے تو اچھا ہو۔ چنانچہ ایک صاحب آ گئے۔ مَیں نے اُن کے حوالے کر دیا اور جی میں کہا کہ توبہ ہے جو اَب پنکھا جھلوں[1]۔ نہ ہمارے بزرگوں کو کبھی اس کا خیال ہُوا۔ اب جیسا برتاؤ بزرگوں کا دیکھا ویسے ہی کرنے کو جی چاہتا ہے۔

(کمالاتِ اشرفیہ صہ ۲۲۵)

۱۳۔ یاجُوج ماجُوج کی غذا

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہیؒ سے سُنا ہے کہ یاجُوج ماجُوج کی تبلیغ ہو چکی ہے۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رات بھر اس دیوار کو چاٹتے ہیں اور کھودتے ہیں جو اُن کے درمیان حائل ہے۔ جب وقت آئے گا تو یہ کہیں گے کہ انشاء اللہ کل اس کو ختم کر دیں گے۔ انشاء اللہ کہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا نام معلوم اور تبلیغ ہو چکی ہے۔ یہ نئی بات معلوم ہوئی پہلے سے معلوم نہ تھی۔

(کمالاتِ اشرفیہ صہ ۲۲۶)

اس حدیث سے حضرت گنگوہیؒ کے حدیث کا عمیق النظری اور غور و فکر سے مطالعہ کا عجیب استدلال کرنا معلوم ہُوا۔

---

[1] حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہٗ نے باوجود نازک اندامی کے تبلیغِ دین کے لئے ہزاروں میل کا سفر کیا اور سخت تکلیفیں برداشت کیں۔ ساری زندگی تبلیغ و اشاعتِ دین میں صَرف کی اور تکالیف کی پرواہ نہ کی۔

۱۴۔ تصوّف کا حاصل

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ہم کو پہلے سے خبر ہوتی کہ تصوف میں اخیر میں کیا چیز حاصل ہوتی ہے تو میاں ہم کچھ بھی نہ کرتے۔ مدتوں کے بعد معلوم ہوا کہ جس کے لئے اتنے مجاہدات اور ریاضت کئے تھے وہ ذراسی بات ہے۔ حضرتؒ نے تو اپنی عالی ظرفی کی وجہ سے اس ذراسی بات کو نہیں بتلایا۔ میں اپنی کم ظرفی کی وجہ سے بتلاتا ہوں کہ وہ ذراسی چیز ہے کیا جس کے حاصل کرنے کے لئے اتنی محنتیں کرنی پڑتی ہیں۔ وہ یہی ہے کہ جس کو تبدیلی ثانی کے عنوان سے میں نے بیان کیا ہے۔ کیونکہ یہ تبدیلی ہے پیدا کرنے والی تعلق مع اللہ کی اور یہی ہے محافظ تعلق مع اللہ کی اور یہی ہے بڑھانے والے تعلق مع اللہ کی۔

غرض وہ ذراسی بات جو تصوّف کا حاصل ہے یہ ہے کہ جس طاعت میں سستی ہو، سستی کا مقابلہ کر کے اس اطاعت کو کرے اور جس کو یہ بات حاصل ہوگئی اُس کو پھر ضرورت نہیں نہ شیخ کی نہ سید کی نہ مغل کی نہ پٹھان کی۔ نہیں تو چاروں ذاتوں کی ضرورت ہے ؎

کشند از برائے دلے بارہا   خورند از برائے گلے خارہا

شیخ کا بس یہی کام ہے کہ اسی ذراسی بات کے حاصل کرنے کی تدبیریں بتلاتا ہے اور کچھ نہیں کرتا۔ بدوں شیخ کے اس کا حصول متعذر ہے۔ قدم قدم پر گاڑی اٹکے گی یہ پتہ نہ چلے گا کہ اُدھر جاؤں یا ادھر۔ دونوں چیزیں ایک نظر آئیں گی ؎

بحر تلخ و بحر شیریں ہمعناں   درمیان شاں برزخ لا یبغیاں

(کمالاتِ اشرفیہ ص۲۷۲)

۱۵۔ حضرت گنگوہیؒ کا درس حدیث

فرمایا: مولانا گنگوہیؒ کا دیکھئے کیا طرز تھا؟ درسِ حدیث کے لئے نہ کوئی مکان تھا نہ مدرسہ تھا، کچھ مساجد میں رہتے تھے کچھ وہاں ہی کے حجروں میں۔ جن میں سے

بعض حُجرہ کی چھت ایسی کہ کہیں گر نہ جائے۔ ساری عمر اسی طرح گذار دی۔
(کمالاتِ اشرفیہ ص۳۰۳)

۱۶۔ روپیہ واپس فرمانا

فرمایا: مولانا گنگوہیؒ کے یہاں ایک رئیس نے طلباء کے لئے روپیہ بھیجا تھا، درس ملتوی ہوچکا تھا، حضرت نے واپس فرمادیا اور فرمایا کہ جس کام کے لئے بھیجا ہے وہ یہاں ہے نہیں اس لئے واپس۔ ورنہ ممکن تھا کہ اور کسی کام کے لئے مشورہ دیا جاتا تو وہ رئیس ضرور قبول فرمالیتے۔ (کمالاتِ اشرفیہ ص۳۰۳)

۱۷۔ اسباب کے ساتھ تشبث رکھنے کی ضرورت

فرمایا: جب گنگوہ میں جامع مسجد کی تعمیر ہورہی تھی تو ایک رئیس نے حضرت کو یہ لکھ بھیجا تھا کہ اس کام کا تخمینہ کرا کے اطلاع فرمادیں۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ میرے پاس کوئی انجینئر نہیں ہے اگر دل چاہے اپنا آدمی بھیج کر تخمینہ کرا لیجئے۔ صاف جواب دے دیا۔ یہ زندگی تھی ہمارے حضرات کی۔ پھر سلف صالحین کا یہ طرز نہیں تھا مگر اب ضرورت ہے اس طرز کی۔ لیکن ہمارے حضرات نے اس ضرورت کے زمانے میں بھی طرزِ سلف کر دکھایا۔ ہم چونکہ ضعفاء ہیں۔ اس لئے اسباب کے ساتھ تشبث رکھنے کی ضرورت ہے۔ (کمالات اشرفیہ ص۳۳)

۱۸۔ گناہ ہوگیا تو توبہ کرلو

فرمایا: حضرت حافظ ضامن صاحبؒ کے ایک خلیفہ تھے۔ اُن کے یہاں ایک مرتبہ چوری ہوگئی۔ ان صاحب کا رئیسانہ مزاج تھا، مگر تھے اہلِ نسبت۔ اُن کے سامنے کسی نے ایک جولاہا کا نام لے دیا۔ وہ نمازی تھا مگر کم وقعت تھا۔ ان صاحب نے اُس کو بلایا وہ ڈر گیا اور باتیں دریافت کرتے وقت خوف کی وجہ سے اس کے کلام میں لغزش ہوئی۔ اس کی وجہ سے اُس پر کچھ شبہ ہوا اور ان صاحب نے اس کو مارا۔ وہ

مولانا گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مولانا کو بہت ناگوار ہوا۔
پس مولاناؒ نے ان صاحب کو رقعہ لکھا کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ سے سوال کریں کہ آپ نے اس غریب کو کس حجتِ شرعیہ سے مارا تو آپ کے پاس کچھ جواب ہے؟ اس جواب کو آپ تیار کرلیں۔
اس رقعہ کو سُن کر ان صاحب کا سر سے پاؤں تک سناٹا نکل گیا۔ بس گنگوہ پیدل پہنچے۔ مولاناؒ اس وقت حجرے میں لیٹے تھے، باہر ایک طالب علم بیٹھے تھے۔ ان صاحب نے اُس طالب علم سے کہا کہ مولانا کو اطلاع کردو ایک ناپاک کُتّا آیا ہے اگر مُنہ دکھانے کے قابل ہو تو مُنہ دکھلائے ورنہ کسی کنوئیں میں ڈُوب مرے تاکہ یہ عالم پاک ہو۔ طالب علم نے اطلاع کی۔ مولانا نے بُلالیا۔ ان صاحب نے کہا حضرت مَیں تو تباہ ہوگیا۔ مولانا نے فرمایا کیوں قصّہ پھیلایا ہے؟ گناہ ہوگیا تو توبہ کرلو یہی علاج ہے۔ حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا بعض دفعہ ایک شیخ دوسرے شیخ کے سامنے مبتدی ہوجاتا ہے۔ (کمالاتِ اشرفیہ صـ۳۲۹)

۱۹۔ توسّل کا مسئلہ

فرمایا: مُجھے توسّل کے مسئلہ میں اشکال تھا۔ اس کو حل کرنے کے لئے حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں گنگوہ حاضر ہُوا (یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت گنگوہیؒ کی بینائی نہ رہی تھی) سلام کے بعد مَیں نے اس خیال سے کہ حضرت (گنگوہیؒ) نے سلام کی آواز سے مجھے پہچان لیا ہوگا۔ عرض کیا کہ توسّل کے مسئلہ میں کچھ پُوچھنا ہے؟ فرمایا کہ کون پوچھتا ہے؟ مَیں نے عرض کیا کہ اشرف علی۔ فرمایا کہ تعجب ہے۔ بس اتنی گفتگو ہُوئی۔ اس کے بعد مجھے بھی کچھ عرض کرنے کی ہمّت نہ ہوئی اور واپس تھانہ بھون آگیا مگر اس مسئلہ میں ایسا شرح صدر ہُوا کہ کوئی اشکال اور گنجلک باقی نہ رہی۔ مَیں نے اس مسئلہ میں ایک رسالہ تصنیف کیا اس میں مسئلہ توسّل کو خوب شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے (اس رسالہ کا نام "الادراک والتوصل الیٰ حقیقت الاشراک والتوسل" ہے) اس واقعہ کو بیان فرمانے کے بعد حضرت حکیم الاُمت یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

اے لقائے تو جواب ہر سوال — مشکل از تو حل شود بے قیل وقال

(القول العزیز ص۱۰۷)

۲۰۔ اپنے اعضاء کو سرکاری مشین سمجھو

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہیؒ نے ایک ذاکر کو تقلیل غذا سے منع فرمایا تھا۔ انہوں نے اپنے کچھ حالات بیان کئے تو مولاناؒ نے فرمایا کہ دماغ میں یبی آگیا ہے جنوں کا مقدمہ ہے۔ تم تقلیل غذا موقوف کر دو اور دماغ کا علاج کراؤ۔ مگر وہ تو ان کشفیات کو کمال سمجھے ہوئے تھے۔ اس لئے مولاناؒ[۱] کے قول پر اعتماد نہ کیا بالآخر جنون ہوگیا اور سارے اذکار واشغال موقوف ہوگئے۔ پھر یہ حالت تھی کہ بالکل ننگے بیٹھا کرتے تھے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ اپنے اعضاء کو سرکاری مشین سمجھ کر کبھی تیل بھی دیا کرو۔ دودھ، گھی بھی کھایا کرو۔ اس حیثیت سے اُن کی محبت کرنا، حفاظت کرنا اور جب اُن سے اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل ہو جائے تو اس پر ان کی تعریف کرنا سب محمود ہے۔ یہی مطلب ہے اس شعر کا ؎

شکر اللہ کہ نمردیم و رسیدیم بدوست — آفریں باد بریں ہمت مردانہ ما

(العید والوعید ص۴۰)

۲۱۔ قضاء اور خطابت میں میراث نہیں

فرمایا: آج کل یہ مصیبت عام ہو رہی ہے کہ قضاء اور خطابت میں بھی میراث چلنے لگی ہے کہ قاضی کی اولاد قاضی اور خطیب کی اولاد خطیب، چاہے علم اور دین سے کورے ہی ہوں۔ گنگوہ میں ایک جاہل قاضی تھے، انہوں نے مولانا گنگوہیؒ کی نقل اُتارنا چاہا۔ مولاناؒ کی عادت تھی کہ عیدین کے خطبے میں کچھ مسائل صدقہ و فطر اور قربانی کے

---

[۱] حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا صحت کی قدر کرنا چاہیئے۔ اپنی جان کو مارنا کوئی تصوف نہیں نہ اُس سے کچھ قرب ہوتا ہے ہاں اگر سمن مفرط ہو تو اس کے کم کرنے کی اطباء ضرور تدبیر کرتے ہیں مگر اس وقت بھی اپنی رائے سے تقلیلِ غذا نہ کرو بلکہ شیخ کا اتباع کرو ورنہ بجائے نفع کے ضرر کا اندیشہ ہے۔

متعلق بیان فرمادیا کرتے تھے۔ قاضی صاحب نے سوچا ہم مولاناؒ سے کسی بات میں کم کیوں رہیں۔ ہم بھی مسائل بیان کریں گے، تو آپ نے مسئلہ بیان کیا کہ قربانی میں گائے پورے سال بھر کی ہونا چاہیئے، اور نہ معلوم کیا گڑبڑ کی کہ لوگ ہنس پڑے کہ جاہل کو مسائل تو معلوم نہیں، مولاناؒ کی ریس کرتا ہے مگر اس پر بھی وہ قاضی بنے ہوئے تھے۔ کیونکہ قاضی کی اولاد میں سے تھے۔ حیرت ہے کہ ان باتوں میں تو میراث چلتی ہے اور اس میں میراث نہیں چلتی کہ باپ لنگڑا ہو تو بیٹا بھی لنگڑا ہو اور اگر صحیح سالم ہو تو لنگڑا بن جایا کرے۔ اور اگر باپ آنکھوں کے حافظ جی ہوں تو لڑکا بھی حافظ ہو یعنی اندھا ہو۔ کیونکہ عرف میں ہر اندھے کو حافظ ہی کہتے ہیں۔

(اصلاح ذات البین ص ۴۲)

۲۲۔ اب اصلاح کی اُمید نہ رکھو

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہیؒ جب کسی کو اصلاحِ خلق کے بہت دَرپے دیکھتے تو فرمایا کرتے ہاں بھائی کرو تم کو ثواب ملے گا۔ مگر اب اصلاح کی اُمید نہ رکھو۔ اب اصلاح نہ ہوگی۔ بلکہ فساد ہی بڑھے گا۔ بس اب تو مہدی علیہ السّلام ہی آکر اُمّت کی اصلاح فرمائیں گے۔ حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا کہ ابتداء میں یہ بات سمجھ میں نہ آتی تھی مگر اب مشاہدہ ہوگیا۔ واقعی حضرتؒ نے سچ فرمایا تھا کہ اب اصلاح کی اُمید نہیں۔ فتنوں کی گھٹائیں آرہی ہیں ایک چڑھتی ہے ایک اُترتی ہے ؎

یک من و خیل و آرزو دل بچہ مُدعا دہم
تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

(ماہنامہ "النور" ذوالحجہ ۱۳۴۴ھ تھانہ بھون)

(حاشیہ اسباب المحمودیہ)

؎ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

بچائے گا انہیں اے ناخدا کیا ڈوب جانے سے
جنھیں ہو ڈر بہ ازادہ ڈوب جاتے ہیں سفینے میں

(احقر قریشی عفی عنہ)

۲۳۔ مذہب حنفی احادیث میں روشن نظر آتا ہے

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو امام صاحبؒ کا مذہب حدیثوں میں ایسا روشن نظر آتا ہے جیسا کہ نصف النہار میں آفتاب۔ بات یہ ہے کہ معرفت کے لئے فہم کی ضرورت ہے۔ بدفہم لوگ شب و روز معترض رہتے ہیں۔ بینائی تو اپنی خراب اور آفتاب پر اعتراض۔ (الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ جلد ۳ صفحہ ۴)

۲۴۔ پاؤں دبوانے میں راحت

فرمایا: ایک گاؤں والے نے جو دیندار تھا اور بے تکلف۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ کو پاؤں دبواتے ہوئے دیکھا۔ کہنے لگا مولوی جی! جی تو بڑا خوش ہوتا ہوگا کہ میں پاؤں دبوا رہا ہوں۔ فرمایا کہ ہاں خوش تو ہوتا ہے مگر نہ اس وجہ سے کہ میں بڑا ہوں، بلکہ راحت کی وجہ سے۔ تو وہ کہتا ہے کہ بس تو تم کو پاؤں دبوانا جائز ہے۔ کیا ٹھکانہ ہے اس فہم کا؟ کہاں نظر پہنچی۔ آج کل تو مشائخ کی بھی ان دقائق پر نظر نہیں۔

(الافاضات الیومیہ ج ۳ صفحہ ۴۹، صفحہ ۲۴۳ وجلد ۲ صفحہ ۲۲۵، صفحہ ۲۷)

۲۵۔ تقویٰ حضرت حکیم الامتؒ

فرمایا: میں ہر کام میں، ہر بات میں احتیاط کا پہلو اختیار کرتا ہوں۔ مجھ کو اس پر وہمی کہا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہی سے میری شکایت کی گئی کہ یہ جلسہ میں آکر مدرسہ کی رقم سے کھانا نہیں کھاتا۔ حضرت مولاناؒ نے مجھ سے سوال کیا۔ میں نے صاف عرض کر دیا کہ مجھ کو اس کے جواز میں شبہ ہے۔ حضرتؒ نے کچھ نہیں فرمایا۔ ایک شخص نے میرا وعظ سن کر سو روپیہ چندہ بلقان میں دیئے اور انجمن ہلالِ احمر میں داخل کیئے گئے اور احمق نے مجھ پر تقاضا کیا کہ قسطنطنیہ سے اس کی مستقل رسید منگوا کر دو ورنہ میرا روپیہ واپس کر دو۔ میں نے قطع شغب کے لئے اپنے پاس سے روپیہ دے دیا۔
ایک مولوی صاحب نے یہ سن کر مجھ سے فرمایا کہ اپنے پاس سے کیوں دیئے، تمہاری

معرفت جو چندہ بلقان جمع ہوتا اس میں سے سو روپے رکھ لئے ہوتے اور تاویل یہ کی کہ خاص اُس کی دی ہوئی رقم تو واپس کر دینا جائز ہی تھا اور وہ رقم اور دوسرے چندہ کی رقمیں سب ایک ہی حکم میں ہیں۔ کیا ٹھکانہ ہے اس بد احتیاطی کا، نفسانی غرض کا جب غلبہ ہوتا ہے ایسی ہی باتیں سوجھتی ہیں۔ مَیں تو اکثر کہا کرتا ہوں کہ اموال کے باب میں اکثر اہلِ علم کو بھی احتیاط نہیں اِلّا ماشاء اللہ، اور عوام کو کیا ہوتی۔ (الافاضات الیومیہ ج ۳ ص ۹۵)

۲۶۔ حضرت حکیم الاُمت کے آنے سے دل تازہ ہونا

فرمایا: ایک مرتبہ مَیں گنگوہ حاضر ہُوا۔ حضرتؒ کی شفقت کی یہ حالت تھی کہ فرمایا: جب تم آجاتے ہو دل تازہ ہو جاتا ہے۔[1] مَیں نے واپسی کی اجازت چاہی کہ حضرت جاؤں گا۔ فرمایا کہ اتنی جلدی۔ مَیں نے کہا کہ کپڑے مَیلے ہو گئے ہیں، زیادہ ٹھہرنے کے ارادہ سے نہیں آیا تھا۔ فرمایا کہ کپڑے تو ہم دے دیں گے۔ مَیں نے عرض کیا حضرت اور بھی کام ہے۔ پھر حضرتؒ نے کچھ نہیں فرمایا۔ حضرت کے کپڑے پہننے کو بھی جی نہیں چاہا۔ بے ادبی معلوم ہوئی۔ (الافاضات الیومیہ ج ۳ ص ۲۰۱)

اس ملفوظ سے معلوم ہُوا کہ حضرت گنگوہیؒ حضرت حکیم الامتؒ پر کتنی شفقت فرماتے تھے اور حضرت حکیم الامتؒ حضرت گنگوہیؒ کا کتنا ادب کرتے تھے۔

۲۷۔ اظہارِ حق کے بعد ندامت کیسی

حضرت مولانا گنگوہیؒ کا ذکر فرماتے ہُوئے فرمایا کہ واقعی حضرتؒ اپنے وقت میں

---

[1] اخی فی اللہ دوست کے ملنے کا یہی اثر ہوتا ہے ؎

اے دوست کسی ہمدم دیرینہ کا ملنا   بہتر ہے ملاقات مسیحا و خضر سے

اور بقول امام شافعیؒ ؎

وعدہ جنت چوں یاد آمد لا جرم
عاشقاں جنت برائے دوست می دارند دوست

اس فن کے مجتہد تھے۔اس کے ساتھ ہی حضرت کی انتظامی شان بھی تھی۔خصوصاً شریعت کی حفاظت میں۔ایک مرتبہ امیر شاہ خان صاحبؒ نے حضرت گنگوہیؒ کے ایک فتویٰ کے متعلق جس میں کچھ توسع فرمایا گیا تھا،حضرتؒ کو ایک خط لکھ مارا کہ جب آپ حضرات ایسی باتوں کو جائز کہیں گے تو بدعتی نہ معلوم کہاں پہنچ جائیں گے۔لکھنے کو تو لکھ گئے مگر اس کے بعد تنبہ ہُوا کہ ایسا لکھنا سوءِ ادب ہے۔دوسرا خط لکھا کہ ایک خط ایسی بے ادبی کا لکھ چُکا ہوں اور نادم ہوں۔اُمید ہے کہ احقر کو معاف فرمائیں گے۔

حضرتؒ نے جواب تحریر فرمایا کہ امیر شاہ خان صاحبؒ مجھے حیرت ہے کہ اظہارِ حق کے بعد ندامت کیسی مجھکو تو جیسے پہلے خط سے خوشی ہوئی تھی دوسرے سے اتنا ہی رنج ہُوا۔یہ تھی ان حضرات کی شان حفاظتِ شریعت کی۔

(الافاضاتِ الیومیہ ج ۳ ص۲۱۷)

۲۸۔ دجّال ابصار میں تصرّف کرے گا

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت دجّال کے حضور کی وقت جو ایک سال کا دن ہوگا کیا حقیقت میں وہ ایک دن ہوگا۔فرمایا کہ وہ ایک دن نہ ہوگا تین سو ساٹھ ہی دن ہوں گے مگر وہ ابصار میں تصرف کرے گا اور جہاں اُس کا تصرف نہ پہنچے گا وہاں یہ اثر نہ ہوگا۔یہ تحقیق مشہور نہیں مگر ایک حدیث سے مستنبط ہوتی ہے۔اور وہ حدیث یہ ہے :۔

فَيَفْتَحُوْنَ قُسْطَنْطُنِيَةَ فَبَيْنَا هُمْ يَقْتَسِمُوْنَ الْغَنَائِمَ إِذْصَاحَ فِيْهِمُ الشَّيْطَانُ اَنَّ الْمَسِيْحَ قَدْ خَلَفَكُمْ فِيْ اَهْلِيْكُمْ فَيَخْرُجُوْنَ وَذٰلِكَ بَاطِلٌ فَاِذَا جَاءَ وَا الشَّامَ خَرَجَ ۔

(رواہ مسلم کذا فی مشکوٰۃ الفصل الاوّل من باب الملاحمہ)

"یعنی مسلمان قسطنطنیہ کو فتح کریں گے اور اس حال میں کہ مسلمان مالِ غنیمت کو تقسیم کر رہے ہوں گے شیطان چیخے گا کہ دجّال نے تمہارے اہل وعیال پر حملہ کر دیا ہے اور یہ بات غلط ہوگی پھر جب مسلمان شام میں آویں گے دجّال نکل آئے گا۔"

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خبر غلط ہوگی۔ مگر اس کے غلط ہونے پر شام پہنچے تک سے استدلال نہ کر سکیں گے کہ دن تو طویل ہوا ہی نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ مستمعین[1] بھی سمجھیں گے کہ اس کا تصرف عام نہ ہوگا تو ممکن ہے کہ خبر وج کی خبر صحیح ہو مگر ہم پر اس تصرف کا اثر نہ ہوا ہو۔ میں نے سنا ہے کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے یہ تقریر فرمائی تھی۔

(الافاضات الیومیہ جلد ۳ ص ۲۲۳)

۲۹۔ تعلق مع اللہ بڑی دولت ہے

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہیؒ نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے انتقال پر فرمایا تھا جس سے حضرت کا عشق معلوم ہوتا ہے کہ اگر میرے پاس ایک چیز نہ ہوتی تو میں ہلاک ہو جاتا۔ دریافت کیا گیا حضرت وہ کیا چیز ہے؟ فرمایا وہی چیز جس کی وجہ سے تم مجھ کو بڑا سمجھتے ہو۔ میں اس سے یہ سمجھا کہ اس سے مراد تعلق مع اللہ[2] ہے۔

(الافاضات الیومیہ جلد ۳ ص ۲۲۶)

۳۰۔ زندگی میں حبِ عقلی افضل ہے اور مرتے وقت حبِ عشقی

فرمایا: مولانا اسماعیل شہیدؒ حب عقلی کو افضل فرماتے تھے اور حضرت حاجی صاحبؒ حبِ عشقی کو، اور حضرت مولانا گنگوہیؒ نے خوب تطبیق دی ہے مجھ کو تو وجد ہو گیا کہ حیات میں تو حبِ عقلی افضل ہے اور مرنے کے وقت حبِ عشقی۔ (الافاضات الیومیہ ج ۳ ص ۲۲۶)

۳۱۔ انتظام کا نام قانونِ حکومت رکھا ہے

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہیؒ کے یہاں اپنے اور بزرگوں سے زیادہ انتظام تھا۔

---

[1] سننے والے

[2] اکبر الہ آبادی مرحوم نے سچ فرمایا ؎

تعلیم مذہبی کا خلاصہ یہی تو ہے　　　سب مل گیا اسے جسے اللہ مل گیا

اس انتظام کا نام معترضین نے آج کل قانون رکھا ہے اور قانون حکومت سے تشبیہ دے کر طعن کیا کرتے ہیں۔ (الافاضات الیومیہ جلد ۳ صہ ۲۴۶)

۳۲۔ پائیدار دوستی کی علامت

فرمایا: آج کل دوستی کا نام ہی نام رہ گیا ہے ورنہ حقیقت تو قریب قریب مفقود ہے۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ کی مجلس میں حافظ محمد احمد صاحبؒ اور مولوی حبیب الرحمٰن صاحبؒ حاضر تھے جن کی دوستی مشہور و معروف تھی۔ حضرتؒ نے ان سے دریافت فرمایا کہ کبھی تم میں اور ان میں بے لطفی یا لڑائی بھی ہوتی ہے۔ عرض کیا کہ حضرت کبھی کبھی ہو جاتی ہے۔ فرمایا کہ یہ دوستی پائیدار ہے۔ درخت وہ مستحکم ہوتا ہے کہ جس پر آندھی آ چکی ہو پھر اپنی جڑوں کو نہ چھوڑا ہو۔ بس دوستی بھی وہی ہے کہ باہم لڑائی بھی ہو جائے اور پھر تعلقات باقی رہیں۔ (الافاضات الیومیہ ج ۲ صہ ۳۱۴)

۳۳۔ ذکر میں لذت نہ ڈھونڈو

فرمایا: ایک شخص نے مجھ سے شکایت کی کہ ذکر میں جو مزہ پہلے آتا تھا اب نہیں آتا۔ مَیں نے کہا کہ میاں مزہ تو مذی میں ہے یہاں کہاں مزہ ڈھونڈتے ہو۔ جیسے مولانا فضل الرحمٰن نے ایسی شکایت کے جواب میں فرمایا تھا کہ تم کو خبر نہیں کہ پرانی جورو اماں ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ اوّل شوق کا غلبہ ہوتا ہے پھر انس کا اور مزہ شوق میں زیادہ ہوتا ہے۔

خواجہ صاحب (عارف باللہ حضرت عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ) نے عرض کیا کہ حضرت سُنا ہے کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے ایک مثال بیان فرمائی ہے کورے بدھنے کی کہ اول جس وقت اُس میں پانی بھرا جاتا ہے تو بڑا شور سا ہوتا ہے اور بعد میں پرانا اور پرانے پر وہ شور نہیں ہوتا بلکہ سکون کا غلبہ ہوتا ہے اس لئے کہ اس کے رگ و ریشہ میں پانی سرایت کر چکا ہے۔ حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا واقعی عجیب مثال ہے۔ عارفین کو حسن تمثیل حضرات انبیاء علیہم السلام سے عطا ہوئی ہے۔

قاضی بیضاویؒ نے بھی لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور حکماء کی باتوں میں مثالیں

بہت ہوتی ہیں۔ وہ حقائق کے تطابق پر اور محسوسات سے معانی کی توضیح پر قادر ہوتے ہیں۔ اُن کو ایک نُور عطا ہوتا ہے جس سے ان کو حقائق کا انکشاف ہوتا ہے۔

(الافاضات الیومیہ جلد ۲ صا)

۳۴۔ طالب علموں کو جمعیت قلبی کی ضرورت ہے

فرمایا: طالب علمی کے زمانہ میں کسی دوسری[1] طرف متوجہ ہونا تعلیم کو برباد کرنا ہے۔ طالب علم کے لئے جمعیتِ قلب اور یکسوئی ضروری ہے۔ اس کے برباد ہونے سے تعلیم برباد ہو جاتی ہے۔ میں نے زمانہ طالب علمی میں حضرت مولانا گنگوہیؒ سے بیعت ہونے کے لئے درخواست کی تھی۔ اس پر حضرتؒ نے یہ فرمایا تھا کہ جب تک کتابیں ختم نہ ہو جائیں اس خیال کو شیطان خیال سمجھنا۔

واقعی یہ حضرات بڑے حکیم ہیں۔ کیسی عجیب بات فرمائی۔ ایک وقت میں قلب دو طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ بس ضروری کو غیر ضروری پر ترجیح دینا چاہیئے اور طالب علمی ضروری ہے اور بیعت ضروری نہیں۔ (الافاضات الیومیہ جلد ۲ ص ۳۴)

۳۵۔ جماعت کراتے وقت لوگوں کی راحت کا خیال رکھنا چاہیئے

فرمایا: نماز تو حضرت مولانا گنگوہیؒ پڑھاتے تھے ایسی ہلکی پھلکی کہ ذرہ برابر مقتدیوں پر گرانی نہ ہو۔ حضرت تو صُبح کی نماز میں اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ اور سورہ بروج پڑھا کرتے تھے۔ ضرورت ہے اس کی کہ لوگوں کی راحت کا خیال رکھا جائے۔ (الافاضات الیومیہ جلد ۲ ص ۴۲)

حضرت حکیم الامتؒ نے اسی ملفوظ میں علماء کو عیدین اور جمعہ کے خطبے لمبے

---

[1] مقامِ افسوس ہے دورِ حاضر میں طلبا سیاست میں دلچسپی لیتے ہیں۔ حضرت حکیم الامتؒ نے حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دار العلوم دیوبند کو طلباء کو سیاست سے علیحدہ رکھنے کے لئے بطورِ خاص متنبہ فرمایا تھا۔
(خاتمۃ السوانح مؤلفہ حضرت مجذوبؒ ص ۵۲)

پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ لمبے خطبے پڑھنے کا سبب یہ ہے کہ لوگ سمجھیں گے کہ بڑا عالم ہے۔ اس مرض کا نام حب جاہ ہے۔

۳۶۔ مخارج مسوڑھوں سے بھی ادا ہو سکتے ہیں

فرمایا: مخارج تو مسوڑھوں سے بھی ادا ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا گنگوہیؒ کے دانت نہ رہے تھے۔ مگر قرآن شریف پڑھنے کے وقت یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ حضرتؒ کے دانت نہیں ہیں۔ عمر اسی سال کی تھی۔ ایک صاحبؒ نے حضرت گنگوہیؒ سے عرض کیا تھا کہ حضرت دانت بنوا لیجئے۔ فرمایا کیا ہوگا دانت بنوا کر پھر بوٹیاں چبانی پڑیں گی۔ اب تو لوگوں کو رحم آتا ہے نرم نرم حلوہ کھانے کو ملتا ہے۔ حضرت بڑے ہی ظریف تھے۔

(الافاضات الیومیہ جلد ۲ صـ۶۶)

۳۷۔ ذکرِ جہر میں ریاء نہیں ہو سکتا

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہیؒ نے ایک ذاکر کے اس شبہ پر کہ اس ذکرِ جہر میں ریاء[1] ہے۔ یہ جواب فرمایا تھا کہ ذکر جہر میں تو سب دیکھ رہے ہیں کہ اللہ اللہ کر رہے ہیں اور ذکر خفی میں گردن جھکائے بیٹھے ہیں۔ دیکھنے والے سمجھتے ہیں کہ نہ معلوم لوح و قلم عرش و کرسی کی سیر کر رہے ہیں تو اس حساب سے ذکر خفی میں ذکر جہر سے زیادہ ریاء ہے۔

(الافاضات الیومیہ جلد ۲ صـ۱۱۴)

۳۸۔ طبیعت کی حالت

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہیؒ سے کسی شخص نے کہا تھا کہ اگر حضرت بیت اللہ تشریف لے جائیں تو سفر خرچ کے لئے کل روپیہ میں دوں گا۔ سن کر فرمایا دیکھو تو کیسی اچھی بات

---

[1] دراصل ریاء نیت کی خرابی سے ہوسکتا ہے۔ اگر ریاء کی نیت نہ ہو تو ریا نہیں ہوسکتا۔ اس قسم کے وساوس شیطان دل میں ڈال کر ذکر سے روکنا چاہتا ہے۔

ہے۔ ایک تو بیت اللہ کی زیارت اور دوسرے حضرت حاجی صاحبؒ سے ملاقات، مگر کچھ حالت ایسی ہوگئی ہے کہ طبیعت میں جانا نہ جانا دونوں برابر معلوم ہوتے ہیں۔
(الافاضات الیومیہ جلد ۲ صفحہ ۱۲)

۳۹۔ بزرگوں کی توجّہ بڑی دولت ہے

فرمایا: بزرگوں کی توجہ اور عنایت بڑی دولت ہے اس کی قدر کرنا چاہیئے۔ میں تو اپنے متعلق عرض کرتا ہوں کہ جو کچھ بھی ہے سب اپنے بزرگوں کی نظر اور توجّہ کی برکت ہے۔ یہاں پر جو مدرسہ ہے کوئی مستقل اُس کی آمدنی نہیں، شان وشوکت نہیں۔ مگر حضرت گنگوہیؒ نے ایک مرتبہ یہاں کی نسبت فرمایا تھا کہ بینائی نہیں رہی ورنہ ایک مرتبہ تھانہ بھون جاکر دیکھتا۔ (الافاضات الیومیہ جلد ۲ صفحہ ۱۳۴)

۴۰۔ نکاح کن چیزوں سے ٹوٹتا ہے؟

فرمایا: ایک صاحب نے حضرت مولانا گنگوہیؒ کو تنہا بیٹھے ہوئے دیکھا تو ادائے حق کے لئے کچھ گفتگو کرنا چاہی اور یہ گفتگو کی کہ حضرت وہ چھوٹی چھوٹی باتیں کون سی ہیں جن سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟ حضرتؒ نے مزاحًا فرمایا کہ چھوٹی چھوٹی باتوں سے انبہٹہ والوں کا نکاح ٹوٹ جاتا ہوگا ہمارا نہیں ٹوٹتا۔ کہنے لگے یہی کفر وشرک کی باتیں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ کفر وشرک کی باتیں تو چھوٹی ہوگئیں پھر بڑی کون سی باتیں ہوں گی؟ شرمندہ ہو کر خاموش ہوگئے۔ (الافاضات الیومیہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۸)

۴۱۔ ریاضت ومجاہدات کا اصل مقصد

فرمایا: حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ ریاضات ومجاہدات کا اصل مقصد یہ ہے کہ ملائکہ اللہ سے تشبہ اور قرب ہو۔ اور وہ انسان کو جبھی حاصل ہو سکتا ہے کہ نہ بھوک کی کلفت ہو نہ بہت کھانے کا کسل۔ کیونکہ جس طرح پیٹ بھرنے کا کسل قلب کو مشوش کرکے ملائکہ سے بُعد کا سبب بنتا ہے ایسے ہی بھوک کی کلفت جو مشوش کرے وہ بھی مانع

تشبّہ بالملائکہ ہے۔ (مجالس حکیم الامتؒ ص۳۲۸)

۴۲۔ حبِ جاہ مقبولیت عنداللہ سے مانع ہے

فرمایا: حضرت گنگوہیؒ نے ایک شیخ اور مرید کی حکایت سنائی کہ مُرید بہت عبادت و ریاضت کرتا تھا مگر کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ شیخ نے بہت وظائف تبدیل کئے اور تدبیریں اختیار کیں لیکن اُس کے باطنی حالات درست ہوتے نظر نہ آئے۔ پھر ایک تدبیر کی جو حُبِّ جاہ اور ظاہری عزت کے خلاف تھی وہ یہ کام نہ کر سکا۔ اس وقت معلوم ہُوا کہ یہ طالب جاہ تھا۔ یہی طلبِ جاہ اس کے راستہ کا سنگِ گراں بن گئی تھی۔

(مجالسِ حکیم الامتؒ ص۲۵۳)

۴۳۔ حدیث یونس بن امتّٰی سے فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہے

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھے یونس بن امتّٰی نبی پر فضیلت نہ دو۔" مولانا فخر الحسن صاحب گنگوہیؒ سے اس کے متعلق سوال کیا کہ سب مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام سے افضل، سب کے سردار اور سب کے امام ہیں۔ پھر اس حدیث میں حضرت یونس علیہ السلام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت بیان کرنے کو کیوں منع فرمایا ہے۔ یہ اشکال حدیث کے تمام شارحین نے نقل کیا اور اپنی طرز کے مختلف جوابات دیئے ہیں۔ حضرت گنگوہیؒ نے اپنے طرز میں یہ جواب دیا کہ خود یہی حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کی دلیل ہے کہ اپنے کو افضل کہنے سے منع فرمایا۔ جو لوگ افضل ہوتے ہیں ان کا یہی طریق ہے۔

مگر مولانا فخر الحسن صاحب گنگوہیؒ کا اس جواب سے اطمینان نہ ہُوا تو حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ اچھا یہ بتاؤ تم مجھے اپنی نسبت سے کیسا سمجھتے ہو؟ مجھ کو افضل کہتے ہو یا نہیں؟ سب نے کہا کہ اس میں تو ذرا بھی شُبہ نہیں۔ حضرت گنگوہیؒ نے یہ سُن کر فرمایا کہ اگر میں آپ سے کوئی بات قسم کھا کر کہوں تو آپ اس کو سچ سمجھو گے یا نہیں؟ سب نے کہا بلاشبہ و تردد کے اس کو سچ سمجھیں گے۔ اس پر حضرتؒ نے فرمایا کہ خُدا کی قسم میں تم میں سے ہر ایک کو

اپنے سے افضل سمجھتا ہوں۔ حضرتؒ کی اس قسم پہ سارا مجمع محوِ حیرت ہوگیا اور حضرتؒ مجلس سے اُٹھ کر اپنے حُجرہ میں تشریف لے گئے۔ (مجالسِ حکیم الامتؒ، صـ۱۰۱)

۴۴۔ گستاخی و بے ادبی تصوّف میں رہزن ہیں

حضرت گنگوہیؒ سے نقل فرمایا کہ تفسیر سورۃ یوسف منظوم کے مصنّف حضرت میاں جی نُور محمد صاحبؒ کی شان میں کچھ گستاخانہ الفاظ کہا کرتے تھے۔ پھر متنبّہ ہُوا۔ توبہ کی اور حضرت میاں جی صاحبؒ سے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت میاں جیؒ نے بیعت کر لیا لیکن کچھ عرصہ بعد تنہائی میں اُن سے فرمایا کہ میاں اشرف اس طریق کی بنیاد اخلاص پہ ہے اس لئے تم سے بات چھپانا نہیں چاہتا۔ بات یہ ہے کہ جب میں بغرض افاضہ تمہاری طرف توجّہ کرتا ہوں تو تمہارے وہ سب کلمات جو تم نے پہلے کہے تھے میرے سامنے آکر حائل ہو جاتے ہیں۔ ہر چند تمہیں نفع پہنچانے کی کوشش کرتا ہوں مگر اس کی صُورت نہیں بنتی۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ تم کسی اور شیخ سے بیعت کر لو میں تمہاری سفارش کر دوں گا۔ احقر جامع (سیدی و مرشدی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی قدس سرہٗ مفتیٔ اعظم پاکستان کے نزدیک یہ کوئی حسد و کینہ نہیں بلکہ غیر اختیاری امر ہوتا ہے جس کا انسان مکلّف نہیں۔ جیسے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی کو مسلمان ہونے کے بعد ہدایت فرمائی کہ تم میرے سامنے نہ آیا کرو۔ مجھے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا صدمہ تازہ ہو جاتا ہے وہ تمہارے لئے مضر ہوگا۔ (مجالسِ حکیم الامتؒ صـ۲۴)

بندہ احقر قریشی غفرلہٗ عرض کرتا ہے کہ حضرت میاں جیؒ کی مصنّف سورۃ یوسف منظوم سے خیر خواہی اس سے ظاہر ہے کہ اُن کے لئے غائبانہ دُعائیں فرمائیں اور مقبولیّت کی اُمید نہ ہونے پر اس کا اظہار بھی فرما دیا۔

۴۵۔ ایک عجیب مثال

فرمایا: مولانا رشید احمد صاحبؒ نے مدرسہ دیوبند میں معقولات میں سے صدرا، شمس بازغہ اور امور عامہ کی تعلیم کو بند کر دیا تو ایک مولوی صاحبؒ جو معقولی تھے اور فلاسفہ کے

عقائد کا رد بھی کرتے تھے اور مولانا گنگوہیؒ کے معتقد بھی تھے کہا کہ مولاناؒ نے میرا معقول پڑھانا نہیں سنا اگر سنتے تو منع نہ فرماتے۔ مولانا گنگوہیؒ کو یہ بات پہنچی تو فرمایا اس کی مثال تو ایسی ہوئی کہ ایک ڈوم ہندوستان کا عرب میں گیا وہاں بدوؤں کا گانا سنا تو کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسوں کا گانا سنا تو حرام فرمایا، اگر میرا گانا سنتے تو منع نہ فرماتے۔ سبحان اللہ عجیب مثال بیان فرمائی۔ (الکلام الحسن ملفوظ ۱۰۱)

۴۶۔ تعویذ گنڈوں سے نفع خلق

فرمایا: حضرت گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ بعض مرتبہ تو اس پر افسوس ہوتا ہے کہ ہم نے تعویذ گنڈے کیوں نہ سیکھ لئے کہ لوگوں کو نفع ہوتا۔ (مجالس حکیم الامتؒ ص ۲۳۴)

۴۷۔ صاحبِ کشف کو دعا سے عار

فرمایا: جس جہاز میں بغرض حج حضرت مولانا گنگوہیؒ سوار تھے اسی میں ایک اور شخص سوار ہو گیا جو کئی مرتبہ پہلے بھی حج کو گیا تھا مگر حج اس کو نصیب نہ ہوا تھا۔ وہ شخص جہاز میں سوار تو ہو گیا مگر مشہور یہ ہو گیا کہ حج کا وقت آخر ہو گیا ہے۔ اگر جہاز نے کامران میں قرنطینہ کیا تو وقت پر نہ پہنچ سکے گا۔ یہ سن کر وہ شخص وہیں اتر پڑا۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ حج ضرور مل جائے گا مگر وہ شخص پھر بھی سوار نہ ہوا۔ کسی نے کہا اس کے لئے دعا فرمائیں کہ اس کو بھی حج کی توفیق مل جائے۔

فرمایا جی نہیں چاہتا اور دعا نہ فرمائی۔ جب جہاز کامران کے قریب پہنچا تو ولایتی جو اس جہاز میں سوار تھے کہا کہ اگر جہاز کامران میں کھڑا کیا تو ہم تم کو قتل کر دیں گے اور چھری نکال کر خوب ڈرایا۔ کپتان نے ڈر کر جہاز سیدھا جدہ جا کر لگا دیا۔ کپتان پر اس وجہ سے کئی ہزار روپیہ جرمانہ ہوا۔ جہاز کو اتار دیا گیا کہ ان کا کوئی قصور نہیں تھا حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر مولانا اس جہاز میں نہ آتے تو اہلِ جہاز میں سے کسی کو بھی حج نصیب نہ ہوتا۔

حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا کہ عارفین کو بعض جگہ بہت اشکال پیش آتے

ہیں۔ مثلاً جب اُن کو کوئی معاملہ مشکوف ہو جاتا ہے اور اُس کے خلاف دُعا کرتے زبان لڑکھڑاتی ہے دُعا سے انکار بھی مُشکل ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں دوسرے مُسلمان کی دل شکنی ہے اور دُعا مستحب ہے۔ دُعا کرنا شرعاً ممنوع نہیں مگر صاحبِ کشف کی زبان لڑکھڑاتی ہے۔

(الکلام الحسن ص۳۷)

۴۸۔ شیخ الشرارت کوئی نہیں ہُوا

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ برسوں کے مجاہدہ اور ریاضت کے بعد اگر یہ سمجھ میں آجائے کہ مُجھ کو کچھ حاصل نہیں ہُوا تو اس کو سب کچھ حاصل ہو گیا۔ لیکن آج کل تو بھُول کر بھی یہ خیال نہیں ہوتا۔ دعویٰ ہی دعویٰ ہے ذرا ذرا سے بچے شیخ الحدیث شیخ التفسیر، شیخ الادب کہلائے جانے پر نازاں ہیں مگر ابھی تک کوئی شیخ الشرارت نہیں ہُوا۔

(الافاضات الیومیہ جلد ۲ ص۲۳۸)

۴۹۔ وصُول اِلیٰ اللہ کے لئے اِسلام شرط ہے

فرمایا: ایک ہندو جو کسی بزرگ سے بیعت تھا اس کی وفات کے بعد حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں بغرض تجدیدِ بیعت حاضر ہُوا۔ حضرت نے فرمایا پہلے اسلام لے آؤ۔ وہ مسلمان نہیں ہُوا۔ حاضرین نے عرض کیا اگر حضرتؒ بیعت فرما لیتے تو اسلام سے اس کو کچھ قرب ہو جاتا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ نہیں تم اس کو نہیں سمجھتے بلکہ اس کے اسلام سے بُعد ہو جاتا کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ذکر و نفل سے یکسوئی ہوتی ہے اس سے بعض اوقات وجد ہونے لگتا ہے جو کوئی کمال اور مقصود نہیں اور ذاکر یہ سمجھتا ہے کہ وصول ہو گیا۔ حالانکہ وصول سے ان چیزوں کو تعلق نہیں۔

اس طرح وہ ہندو یہ سمجھتا کہ وصول الی اللہ کے لئے اسلام شرط نہیں۔ دوسرے یہ کہ لوگوں کے عقائد خراب ہوتے وہ یہ سمجھتے کہ تصوف میں اسلام شرط نہیں۔

(الافاضات الیومیہ جلد ۱ ص۳۴)

☆

۵۰۔ تعویذ سے نکاح کا ہونا

فرمایا: ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت گنگوہیؒ کے پاس آکر غالبًا یہ کہا کہ حضرت میرا نکاح نہیں ہوتا۔ آپ نے تعویذ لکھ کر دے دیا۔ اس پر لکھا کہ اے اللہ! میں کچھ جانتا نہیں اور یہ مانتا نہیں اور یہ تمام غلام تو جانے اور تیرا کام۔ بس نکاح ہو گیا۔

(الافاضات الیومیہ جلد ۲ صہ ۲۹۴)

۵۱۔ حضرت حاجی صاحبؒ سے محبّت

فرمایا: حاجی محمد اعلیٰ انبہٹویؒ جب حج سے واپس آئے تو انھوں نے مشہور کیا کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے مجھے سماع کی اجازت دے دی ہے۔ کسی نے حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں یہ حکایت بیان کی، بڑا مجمع تھا۔ حضرت مولاناؒ نے فرمایا کہ حاجی محمد اعلیٰ غلط کہتے ہیں اور اگر یہ صحیح کہتے ہیں تو حاجی صاحبؒ غلط کہتے ہیں۔ بڑی بدنامی ہوئی کہ پیر کے لئے ایسا کہا مگر محبّت کی کیفیت یہ تھی کہ جب حضرت حاجی صاحبؒ کا انتقال ہوا تو ہم نے ایک وقت کا بھی کھانا نہیں چھوڑا مگر مولاناؒ کو دست لگ گئے کئی روز تک کھانا نہیں کھایا گیا۔ اس زمانہ میں لوگوں نے اکثر یہی کہتے سنا کہ ہائے رحمۃ اللعالمین واقعی حضرت کی شان رحمت ہی رحمت تھی۔ ایسا نفع عام اور تام تھا کہ کہیں دیکھنے میں نہیں آیا، بگڑنا اور خفا ہونا تو جانتے ہی نہیں تھے۔

ایک دفعہ میری کتاب کراماتِ امدادیہ سے حضرت مولانا حاجی صاحبؒ کی کرامتیں سن رہے تھے۔ ایک مولوی صاحب جو مولانا کے خادم بھی تھے بولے کہ حضرت کیا یہ سب صحیح ہیں؟ حضرتؒ کو غصہ آگیا اور فرمایا کہ نہیں سب غلط ہیں۔ پھر فرمایا کہ تعجب کی بات ہے ایک شخص ثقہ، ثقہ لوگوں سے روایت کرے اور وہ روایت بھی شریعت کے قواعد اور عقل کے موافق ہو خلاف نہ ہو پھر بھی ایک لکھا پڑھا شخص اس میں شبہ کرے۔ تم نے مجھے بڑی تکلیف دی، اس میں تو کچھ بھی نہیں لکھا۔ ہم تو حضرت حاجی صاحبؒ کو ایسا سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی یوں کہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کی پیدائش سے پہلے اور آسمان

زمین تھے، اللہ تعالیٰ نے حضرت حاجی صاحبؒ کی خاطر سے نیا آسمان اور زمین پیدا کر دی تو ہم اُس کا بھی یقین کر لیں۔ ہم تو حضرت حاجی صاحبؒ کو ایسا سمجھتے ہیں۔ اللہ اکبر بڑے دُور کی بات کہی۔ دُوسرا وقت ہُوا تو ان مولوی صاحب سے فرمایا کہ بھائی تمہارا دل دُکھا ہوگا معاف کر دو۔ انہوں نے عرض کیا حضرت میری ہی حماقت تھی۔ فرمایا واقعی رنج ہُوا تم ایسے فہیم آدمی سے ایسی بات بعید تھی۔

(حسن العزیز جلد ا صفحہ ۳۸۷)

۵۲۔ مولانا گنگوہیؒ کے ہاں انوارِ سنت کا غلبہ

فرمایا: مولانا گنگوہیؒ ان کی (مولوی محمد حسین صاحبؒ) کی نسبت فرماتے تھے کہ اپنے ہی ہیں۔ مولوی صاحب بھی حضرت مولانا کے معتقد تھے۔ ایک صاحب نے ایک بار مولوی صاحب سے کہا کہ آپ گنگوہ نہیں جاتے مولانا آپ کے پیر بھائی ہیں ان سے بھی کبھی مل آیا کیجئے۔ اس پر مولوی صاحب رونے لگے اور فرمایا کہ میں ظلمت بدعت میں مُبتلا ہوں وہاں انوارِ سنّت کا غلبہ ہے میں کیا مُنہ لے کر اُن کے پاس جاؤں۔

ایک ان کے ادب کی یہ بات ہے کہ سب عرسوں میں جاتے تھے لیکن گنگوہ کے عرس میں کبھی نہیں گئے۔ سمجھتے تھے کہ مولانا کو میرے وہاں جانے سے کلفت ہوگی۔ اس لئے وہاں کے عرس میں شریک نہیں ہوتے۔

مولوی بدر الدین مرحوم ساکن گلاوٹھی نے حضرت مولانا گنگوہیؒ سے مولوی صاحب کے ذوق وشوق کا حال بیان کیا جو سفرِ مدینہ میں دیکھا تھا تو مولانا بہت خوش ہُوئے۔ اور فرمایا بھائی وہ اپنے ہی ہیں اگر ان کی اچھی حالت سُنتے ہیں تو خوشی ہوتی ہے اور اگر کوئی ناگوار حالت سُنتے ہیں تو رنج ہوتا ہے۔

(حسن العزیز جلد ا صفحہ ۴۳۲)

۵۳۔ حضرت گنگوہیؒ کی ظرافت

فرمایا: مولانا گنگوہیؒ بڑے ظریف تھے۔ ایسی بات چپکے سے فرما دیتے تھے کہ سُننے

والوں کے پیٹ میں ہنستے ہنستے بل پڑ جاتے تھے لیکن خود بالکل نہیں ہنستے تھے اور لوگ تو ہنس رہے ہیں اور آپ تسبیح سے اللہ اللہ کر رہے ہیں ۔

اللہ اکبر! بڑا وقار تھا اور بہت کم گو تھے۔ گو عام طور سے جو لوگ کم گو ہوتے ہیں اُن کا کلام بہت مختصر اور مبہم ہوتا ہے لیکن مولانا باوجود اس قدر کم گو ہونے کے جس وقت گفتگو فرماتے تھے تو نہایت صاف اور بلند آواز سے نہایت کافی شافی تقریر ہوتی تھی۔ حضرت مولانا کو حق تعالےٰ نے ہر پہلو سے کامل پیدا فرمایا تھا۔ میں نے کوئی شخص ایسے عادات و صفات کا نہیں دیکھا۔ (حسن العزیز جلد ۱ ص۹۵)

۵۴۔ حضرت شاہ ولی اللہ کی اولاد

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ جب مرض موت میں مُبتلا ہوئے تو بمقتضائے بشریت بچّوں کی صغرسنی کا تردّد ہُوا۔ اسی وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ تشریف لائے اور فرماتے ہیں کہ تُو کاہے کا فکر کرے ہے جیسی تیری اولاد ویسی ہی میری۔ پھر آپ کو اطمینان ہوگیا۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ شاہ صاحبؒ کی اولاد عالم ہوئی اور بڑے مرتبے پر پہنچی۔ جیسے بھی صاحبِ کمال ہُوئے ظاہر ہیں۔ (رسالہ اشرف التنبیہ و ارواحِ ثلاثہ)

۵۵۔ تشدّد سے اصلاح نہیں ہوتی

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہیؒ ایک واعظِ دہلی کی نسبت فرماتے تھے کہ متشدّد بہت تھے، اس قدر تشدّد سے اصلاح نہیں ہوتی ۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ جب حج کیلئے تشریف لے گئے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے راستہ میں ایک طبیب رئیس کی دعوت قبول کرلی تو اس پر واعظ مذکور کا اعتراض تھا کہ فاسقوں کی دعوت قبول کر لی۔ حالانکہ سب سے زیادہ مولاناؒ کے معتقد تھے ۔

(ارواحِ ثلاثہ ص۲۹۱)

۵۶۔ گریہ عارضی حالت

فرمایا: ایک مرتبہ مولانا گنگوہیؒ نے حضرت حاجی صاحبؒ سے عرض کیا کہ مجھے رونا نہیں آتا حالانکہ اور ذاکرین پر کثرت سے گریہ طاری ہوتا ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا جی ہاں اختیاری بات نہیں۔ کبھی آنے بھی لگتا ہے۔ پھر تو یہ حال ہوا کہ جب مولانا ذکر کرنے بیٹھتے تاب نہ ہوتی۔ پسلیاں ٹوٹنے لگتیں۔ پھر حضرتؒ سے عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا ہاں یہ بھی ایک عارضی حالت ہے جاتی بھی رہتی ہے۔ پس پھر یہ گریہ یکدم موقوف ہو گیا۔ پھر حضرتؒ سے شکایت کی۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ پسلیاں ٹوٹ جائیں گی رو کر کیا کرو گے۔ (ارواحِ ثلاثہ ص ۲۲۹)

۵۷۔ نفس سے دُوری علامت قربِ حق

فرمایا: مولانا گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میرے اُستاد مولانا شاہ عبدالغنی صاحبؒ نے فرمایا جس قدر نفس سے دُوری ہے اسی طرح قرب حق تعالیٰ حاصل ہے۔

(ارواحِ ثلاثہ ص ۱۸۴)

۵۸۔ ایصالِ ثواب ملّاؤں سے نہ کراؤ

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ کسی مسجد میں ایک مُلّا رہتا تھا سب لوگ اسی سے فاتحہ وغیرہ دلاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک بُڑھیا کھانا لے کر آئی۔ اتفاق سے اس وقت مُلّاجی مسجد میں نہ تھے۔ ایک مسافر بیٹھا تھا وہ سمجھ کر کہ مقصود تو ثواب ہے۔ چلو مسافر ہی کو دے دو۔ اس کو کھانا دے کر چلی۔ مسجد کے دروازے سے نکلی ہی تھی کہ مُلّاجی مل گئے۔ پُوچھا کہ بڑھیا کیسے آئی؟ اُس نے سب واقعہ کہہ دیا۔ آپ فوراً مسجد میں آئے اور ایک لاٹھی لے کر تمام مسجد کے فرش کو خوب پیٹنا اور غل مچانا شروع کیا اور پیٹتے پیٹتے تھوڑی دیر میں مسجد کے فرش پر گر گئے۔ لوگوں نے جو شور و غل سُنا تو سب آکر جمع ہو گئے۔ پُوچھا کہ مُلّاجی کیا ہوا؟ کہنے لگے کہ بھائیو! مَیں تو مدت سے یہاں رہتا ہوں۔ سب مُردوں سے واقف ہوں انہی کو ثواب بخش دیتا ہوں۔ یہ نیا آدمی ہے۔

خدا جانے اس نے کس کس کو ثواب بخش دیا۔ یہاں کے سب مُردے مجھے آکر لپٹ گئے۔ مَیں نے اُن کو بہت کچھ بھگایا لیکن مَیں تنہا تھا کہاں تک لڑتا آخر تھک کر گر گیا۔ اگر دو چار دفعہ ایسا ہُوا تو میں تو مر ہی جاؤں گا اس لئے اور کہیں جاتا ہوں۔ لوگوں نے کہا مُلا جی آپ کہیں نہ جائیے ہم آپ ہی کو ہر چیز دیا کریں گے۔ (احسان التدبیر ص۲۲)

حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مَیں بطور لطیفہ کے اپنے ناصح دوستوں سے کہا کرتا ہوں کہ تم کو چاہیئے کہ عوام النّاس کو ان چیزوں سے دفعتاً منع نہ کرو کہ وہ بگڑتے ہیں بلکہ ان سے یُوں کہو کہ تم جو پیر جی کو حصّہ دے کر ان سے ثواب بخشواتے ہو یہ ثواب نہیں پہنچتا اس لئے کہ اُنھوں نے جو کچھ پڑھا ہے اُجرت لے کر پڑھا ہے اور اُجرت لینے کے بعد ثواب نہیں ملتا۔ تو جب پیر جی کو خود ہی ثواب نہیں ملا تو تمہارے مُردوں کو ثواب کیسے مل جائے گا؟ اس لئے تم پیر جی سے پڑھوا تو لیا کرو لیکن ان کو کچھ مت دیا کرو اور اسی طرح پیر جیوں سے بھی یہ کہا جائے کہ تم فاتحہ خوانی بھی کرو نیاز بھی لیکن اس پر نہ حصّہ لیا کرو نہ کوئی اُجرت لیا کرو۔ جب پیر جیوں پر محنت تو پڑی پوری اور ملا نہیں ایک پیسہ بھی تو دیکھ لینا انشاء اللہ خود یہ پیر جی ہی بہت جلدی اس کو حرام کہنے لگیں گے اور بدعت کا فتویٰ لگا دیں گے۔ کیونکہ ان کے نزدیک اس کام سے زیادہ بدعت کیا ہو گا۔ جس کو دس دس دفعہ دن میں کرنا پڑے اور ایک پیسہ بھی نہ ملے۔

ادّعا سُنّیت کا منشاء تو صرف یہ تھا کہ کچھ وصول ہو جاتا تھا اور وصول ہونے کے لئے زیادہ تر ان لوگوں نے اپنی ہوشیاری سے ایصالِ ثواب کے ایسے طریقے ایجاد کئے جن کو سوائے اُن کے دوسرا عامی آدمی جان ہی نہیں سکتا کہ اول قُلْ هُوَ اللّٰهُ ہو پھر تَبٰرَكَ الَّذِیْ ہو۔ پھر یہ ہو پھر وہ ہو، اور بعض سورتوں پر بسم اللہ پڑھی جاتی ہے اور بعض پر ایسی نہیں۔۔۔

یہ ایسی بات ہے کہ اس کو مولوی بھی نہیں جانتے، تو چُونکہ یہ طریقہ وہی لوگ جانتے ہیں اس لئے مجبوراً سب عوام اُن کے محتاج ہو کر انہی کے پاس جاتے ہیں اور اس طرح سے ان کو ملتا ہے۔ اور پھر غضب یہ کہ یہ لوگ اس میں اور بھی بڑی چالاکیاں کرتے ہیں۔ ایک سب انسپکٹر مجھ سے کہتے تھے کہ مَیں کسی تھانہ میں تھا کہ میرے پاس ایک شخص

یہ رپٹ لکھوانے آیا کہ کوئی آدمی میری فاتحہ چُرا کر لے گیا ہے۔ مَیں سخت پریشان ہُوا کہ فاتحہ چرانے کے کیا معنی ؟

اس شخص سے پُوچھا تو اُس نے کہا کہ موقع پر چلیئے۔ آخر موقع پر جا کر دریافت کیا تو معلوم ہُوا کہ ایک نلکی میں پیرجی ایک سال کے لئے فاتحہ پڑھ کر بند جاتے ہیں اور کہہ جاتے ہیں کہ جب ضرورت ہو اس میں سے تھوڑی سی جھاڑ لینا۔ فی نلکی دو روپیہ ان کا مقرر ہے۔ اتفاق سے کسی شخص کے پاس روپیہ تھا نہیں اور اس کو فاتحہ کی ضرورت ہُوئی تو اس نے اس شخص کی نلکی چُرا لی۔ (احسان التدبیر صلا)

۵۹۔ اتباعِ سُنت کی برکت سے جلد کامیابی

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہیؒ سے ایک شخص نے پوچھا کہ ذکر میں نیند بہت آتی ہے۔ فرمایا علاج یہ ہے کہ تکیہ رکھ کر سو رہا کرو جب نیند بھر جائے پھر اُٹھ کر کام میں لگ جاؤ۔ اللہ اکبر! کس قدر آسانی ہے اور پھر یہ کہ مقصد میں کامیابی بھی ہوتی ہے۔ یہ محض اس کی بدولت ہے کہ ان حضرات کا سلسلہ بالکل سُنت کے موافق اور یہ سب حضرات نہایت درجہ سُنت کے متبع ہیں تو چونکہ اس سلسلہ میں اتباع سُنت ہے اس سے اس میں لوگوں کو کامیابی تھوڑی سی توجہ میں ہو جاتی ہے۔

(رمضار المعصیت صلا)

۶۰۔ تعلق مع اللہ میں عجیب قوّت ہے

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہیؒ کے جوان صاحبزادے کا انتقال ہو گیا۔ لوگ تعزیت کے لئے آتے لیکن چُپ بیٹھے ہیں کہ کیا کہیں؟ اہل اللہ کا رُعب ہوتا ہے کسی کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ کچھ کہے اور آخر کہتے بھی تو کیا کہتے؟ اگر کہے رنج ہُوا تو اس کے اظہار کی کیا ضرورت؟ اگر کہے صبر کیجئے تو وہ خود ہی کئے بیٹھے ہیں۔ آخر ہر جملہ خبریہ کی کوئی نہ کوئی غایت تو ہونی چاہیئے۔ بڑی دیر کے بعد آخر ایک نے ہمت کر کے کہا کہ حضرت بڑا رنج ہُوا۔ فرمایا معلوم ہے کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ پھر سارا مجمع چپ ہو گیا۔ لوگ

آتے تھے اور چپ ہو کر بیٹھ کر چلے جاتے تھے۔

حضرت حاجی صاحبؒ کے انتقال کا صدمہ حضرت مولاناؒ کو اس درجہ ہُوا تھا کہ دست لگ گئے تھے اور کھانا موقوف ہو گیا تھا لیکن کیا مجال کہ کوئی ذکر کر دے۔ مَیں بھی اس موقع پر حاضر ہُوا۔ اب مَیں وہاں پہنچ کر متحیر کہ یا اللہ کیا کہوں؟ آخر چُپ ہو کر ایک طرف بیٹھ گیا۔ ایک مولانا ذوالفقار علی صاحبؒ تھے، حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ کے والد بڑے عاشق مزاج اور حضرت حاجی صاحبؒ کے دلدادہ و شیدا۔ ان کا یہ رنگ تھا کہ جب مَیں حضرت حاجی صاحبؒ کے انتقال کے بعد اول مرتبہ ان سے ملنے گیا تو میری صُورت دیکھتے ہی بڑے جوش کے ساتھ کہا ؎

بنال بلبل اگر با منت سر یاری ست
کہ ما دو عاشق زاریم و کار ما زاری ست

اور آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے۔ مَیں آبدیدہ ہو گیا خیر وہاں کچھ دل کی بھڑاس نکالی۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ پر اتنے بڑے صدمات پڑے لیکن کیا مجال کہ کسی معمول میں ذرا فرق آجائے۔ چاشت تہجّد، اوّابین کوئی معمولی قضا تو کبھی مؤخر بھی نہیں ہونے پایا۔ یہاں تک کہ کھانا بھی سامنے آیا تو اُسے بھی اللہ کی نعمت سمجھ کر کھا لیا۔

آنے والوں کو یہ حال دیکھ کر خیال ہوتا تھا کہ اُنہیں کچھ رنج نہیں حالانکہ رنج اس قدر ہوتا تھا کہ مَیں نے ایک عریضہ صاحبزادہ کی تعزیت کا لکھا تھا اس کے جواب میں مجھے فقط یہ لکھا کہ شدّتِ ضبط سے قلب و دماغ ماؤف ہو گیا ہے مجھ کو حیرت ہوئی تھی کہ یہ بھی کیسے ظاہر فرما دیا۔ بے حد عنایت تھی کہ اتنا لکھ دیا ورنہ وہاں ضبط کی یہ شان تھی کہ کسی طرز سے پتہ نہ چلتا تھا نہ چہرہ سے نہ زبان سے وہی معمولات وہی اذکار وہی تعلیم و تلقین کسی معمول میں ذرا فرق نہیں۔ واللہ یہ تعلق مع اللہ کی قوت ہے۔ یہ وہ قوت ہوتی ہے ؎

موحد چہ بر پائے ریزی زرش — چہ فولاد ہندی نہی بر سرش
اُمید و ہراسش نباشد ز کس — ہمیں است و بنیاد توحید و بس

(لمعت القلوب ص۲۵)

حضرت حکیم الامت محی الطریقتؒ نے فرمایا کہ جب شدتِ غم سے حضرت کا یہ حال ہوا یعنی قلب و دماغ ماؤف) جو علم و معرفت میں ہم سے بدرجہا زیادہ تھے تو ہم جیسے کا کہاں ٹھکانا رہے گا۔ اس لئے میری رائے یہ ہے کہ جب واقعۂ غم بالکل تازہ ہو تو غیر محقق کا وعظ نہ کہلایا جائے۔ کیونکہ واعظ صاحب تو صبر و ضبط ہی کی تعلیم دیں گے اور لوگوں کا دل گھونٹ دیں گے۔ ان کے نزدیک تو صبر اس کا نام ہے کہ آنسو نہ نکلیں آواز بھی نہ نکلے بلکہ ہر وقت اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن پڑھتا رہے۔ حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا تجربہ کیا گیا کہ بالکل آنسو نہ بہالے اور دل کو گھونٹ لینے سے بعد میں صحت کو نقصان پہنچتا ہے اور صحت کی حفاظت بھی مطلوب ہے اور تجربہ سے رونے کو اس میں بڑا دخل ہے تو اس سے ضرور کام لیا جائے۔

(آداب المصاب تسلیۃ الاحباب صہ۳۹)

بقیۃ السلف عارف کامل حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے حوالا بالا کے حاشیہ میں چند احادیث تحریر فرمائی ہیں۔ ان کا خلاصہ لکھا جاتا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سند صحیح سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جنازے پر گزر ہوا کہ اس پر رویا جا رہا تھا۔ میں اور عمرؓ بن خطاب بھی ہمراہ تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان عورتوں کو جھڑکا جو جنازہ کے ساتھ رو رہی تھیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن خطاب ان کو چھوڑ دو اس لئے کہ مصیبت زدہ آنکھ آنسو بہاتی ہے۔ زمانہ قریب ہی کا ہے یعنی غم تازہ ہے۔

ابن ابی شعبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول نقل کرتے ہیں کہ سعد بن معاذ کی وفات کی خبر سُن کر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ تشریف لائے تو میں نے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کے رونے کی آواز سُنی حالانکہ میں اپنے حجرہ میں تھی۔

۶۱۔ کچی دیواروں سے مدرسہ بنالو

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہیؒ کا قول یاد آتا ہے کہ اگر ان کے پاس کوئی فہرست مسجد کے چندہ وغیرہ کی لے کر آتا تو فرماتے کہ میاں کیوں لوگوں کے پیچھے پڑے ہو مسجد

یا مدرسہ بنانا ہی ہے تو کچی دیواریں اُٹھا کر بنالو۔ اگر وہ کہتا کہ حضرت کچی دیواریں گر جائیں گی، تو فرماتے کہ میاں پکی بھی آخر گریں گی تو جب گر جائیں گی دوسرا بنا دے گا۔ تم قیامت تک کا بندوبست کرنے کی فکر میں کیوں پڑے ہو؟ بات یہ ہے کہ ؎

آرزو میخواہ لیک اندازہ خواہ　　　برنتابد کوہ را یک برگ کاہ

چارہ پارا قدر طاقت بار نہ　　　بر ضعیفاں قدر ہمت کار نہ

(فضائل العلم والخشیۃ ص۲۳)

۶۲۔ وضو شرطِ صحتِ صلوٰۃ ہے

فرمایا: ایک معقولی طالب علم حضرت مولانا گنگوہیؒ کے یہاں درسِ حدیث میں شریک تھے مگر حدیث النفس میں بھی مشغول تھے۔ جب ترمذی کی اول حدیث آئی لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ صَلٰوۃً بِغَیْرِ طُھُوْرٍ یعنی اللہ تعالیٰ بغیر پاکی کے کوئی نماز قبول نہیں کرتے اور اس سے اشتراط وضو پر استدلال کیا گیا تو معقولی صاحب بولے کہ اس سے شرطِ صحت ہونا تو معلوم نہ ہوا صرف شرط قبولی ہونا معلوم ہوا۔ جو اس طرح بھی متحقق ہو سکتا ہے کہ نماز کی صحت تو بدوں وضو کے بھی ہو جائے مگر مقبول نہ ہو پھر نماز کے بعد وضو کرے جس سے اب نماز قبول ہو جائے۔

بس اس کا جواب بدوں اس کے اور کیا ہے کہ معقول کی وجہ سے ان کا ذوق لسان صحیح ہو گیا جس کو ذرا بھی زبان کا ذوق ہو گا وہ لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ صَلٰوۃً بِغَیْرِ طُھُوْرٍ سے تقدم ظہور کی ضرورت کو معاً سمجھ لے گا۔

(الرحیل الی الخلیل ص۲۱)

۶۳۔ مساکین کا تبرّک

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہیؒ ایک مرتبہ بیمار ہو گئے۔ جب تندرست ہوئے تو آپ کے صاحبزادے نے شکریہ میں بہت لوگوں کی دعوت کی۔ مولاناؒ نے اپنے ایک خاص خادم سے فرمایا کہ جب غریب لوگ کھانا کھا چکیں تو اُن کے سامنے کا بچا ہوا کھانا جو سقوں کو

دیا جاتا ہے وہ سب میرے پاس لے آنا کہ وہ تبرک کھاؤں گا۔ اور یہ خیال نہ کرنا کہ اُن کا بدن صاف نہیں، اُن کے کپڑے صاف نہیں اور اس کو تبرک اس لئے قرار دیا کہ وہ لوگ مومن ہیں، خدا کے محبوب ہیں۔ حدیث میں آیا ہے: یَا عَائِشَۃُ قَرِّبِی الْمَسَاکِیْنَ۔ چنانچہ وہ کھانا حضرت کے پاس لایا گیا اور حضرتؒ نے اُسے رغبت سے کھایا۔ تو کیا کسی نے ایسی قدر غریبوں کی کرکے دکھائی ہے۔ اس سے حضرت گنگوہیؒ کی اتباعِ سُنّت اور تواضع ظاہر ہے۔ (تجارت آخرت ص۱۷)

۶۴۔ آج کل کے پیروں کی حالتِ طمع

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ آج کل کے پیروں کی یہ حالت ہے کہ اگر کوئی دیہاتی اُن کے سامنے سر کھجانے لگے تو پیر صاحب کو خیال ہوتا ہے کہ پگڑی میں سے روپیہ نکال کر دے گا۔ واقعی بالکل سچ ہے۔ حرص و طمع نے ہماری وہی حالت بنادی۔ (تجارت آخرت ص۱۸، ذکرالرسولؐ ص۱۳)

۶۵۔ رضائے حق مطلوب ہے

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہیؒ جو اس قدر مضبوط اور قوی القلب تھے کہ بڑے سے بڑے فتنے اور فساد کے وقت بھی مستقل رہتے اور از جا رفتہ نہ ہوتے تھے اس کا راز یہی تھا کہ وہ صرف ایک ذات کی رضا پر نظر رکھتے تھے۔ ثمرات پر نظر رکھتے تھے۔ ایک زمانہ میں مدرسہ دیوبند کے خلاف دیوبند میں بڑی شورش تھی اور اہلِ قصبہ کا مطالبہ وہی تھا جو آج کل ہو رہا ہے کہ ایک ممبر ہماری مرضی کے موافق ممبران مدرسہ میں بڑھا دیا جائے۔ مولانا گنگوہیؒ اس کو منظور نہ فرماتے تھے۔ یہ فتنہ اس قدر بڑھا کہ اس زمانہ میں جو میرا دیوبند جانا ہوا تو مجھے مدرسہ کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہوا۔

میں نے حضرتؒ کو ایک خط لکھا کہ اگر اس وقت شہر والوں کا مطالبہ مان لیا جائے تو مدرسہ کا کچھ نقصان نہ ہوگا کیونکہ مجلسِ شوریٰ میں کثرت آپ کے خدام کی ہے اور کثرت رائے سے ہی فیصلہ ہوا کرتا ہے۔ ان کے ایک ممبر کی رائے سے فیصلہ پر کچھ اثر نہیں ہو سکتا اور مطالبہ نہ ماننے میں مجھے مدرسہ کے بند ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ تو حضرتؒ

نے جواب میں تحریر فرمایا کہ ہم کو مدرسہ مقصود نہیں، رضائے حق مقصود ہے اور نااہل کو ممبر بنانا معصیت ہے جو خلافِ رضائے حق ہے۔ اس لئے ہم اپنے اختیار سے ایسا نہیں کریں گے کیونکہ اس پر ہم سے مواخذہ ہوگا۔ اگر اہلِ شہر کے فتنہ سے مدرسہ بند ہوگیا تو اس کے جواب دہ وہ قیامت میں خود ہوں گے۔ کیونکہ ان کے ہی فعل کا یہ نتیجہ ہوگا ہم سے اس کا مواخذہ نہ ہوگا۔

الحمدللہ جو بات مجاہدوں سے برسوں میں بھی حاصل نہ ہوئی وہ بزرگوں کی جوتیوں کے طفیل ایک ساعت میں حاصل ہوگئی۔ حضرتؒ نے اس تحریر میں جس علم کی طرف اشارہ فرمایا ہے وہ بہت بڑا علم ہے جس کا عنوان یہ ہے کہ ثمرات مقصود نہیں صرف رضائے حق مقصود ہے۔ نہ مدرسہ مقصود ہے نہ طلباء کی کثرت مقصود ہے نہ عمارت مقصود ہے، صرف رضا مقصود ہے۔ اگر رضائے حق کے ساتھ یہ کام چلتے رہیں تو چلاؤ اور حسبِ ہمت و طاقت ان میں کام کرتے رہو اور جو کام طاقت سے زیادہ ہو اس کو الگ کرو۔ واللہ اس علم سے بہت سے پریشان حالوں کی پریشانیاں اور وساوس قطع ہوگئی ہیں۔ اس علم سے اعمال میں کام لے کر دیکھو تو اس کی قدر ہوگی۔

(دارضاء الحق حصہ دوم ص۵ ، ص۵)

۶۶۔ وسوسہ ریا، ریاء نہیں

فرمایا: صورت ریاء ریا نہیں ہے۔ اسی کی ایک فرع یہ بھی ہے کہ وسوسہ ریاء ریا نہیں ہے۔ بس ریاء وہ ہے کہ عمل دینی سے مقصود وہی غیر حق ہو اور غیر حق کو ارضاء حق کا واسطہ بھی نہ بنایا گیا ہو اور اگر مقصود عمل سے غیر حق ہو تو غیر کا وسوسہ آنا مضر نہیں رہا۔ رہا یہ کہ اس کا معیار کیا ہے جس سے معلوم ہو کہ وسوسہ ریا تھا نہ کہ حقیقت ریاء، تو ائمہ طریق نے اس کو بھی بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ریا یہ ہے کہ اس کے دیکھنے والے چلے جائیں تو یہ ذکر وغیرہ کو قطع کردے اور اگر ان کے جانے کے بعد ذکر کو قطع نہ کرے تو دیکھنے والوں کے ہوتے ہوئے جو اُن کی طرف خیال کیا تھا یہ وسوسہ رہا تھا، ریا نہ تھا۔ خوب سمجھ لو بعض لوگ اس حقیقت کے

نہ جاننے سے پس و پیش کرتے ہیں کہ اس میں تو ریاء ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے
ایک شخص کو ذکر جہر تعلیم فرمایا تو اس نے یہی کہا کہ اس میں تو ریا ہوگی خفی کر لیا کروں۔
مولاناؒ نے فرمایا جی ہاں اس میں تو ریا ہوگی اور خفی میں نہ ہوگی۔ ارے بیٹھو ذکرِ خفی میں
تو اس سے زیادہ ریا ہوگی۔ کیونکہ ذکر جہر میں تو لوگ یہی جانیں گے کہ بس اِلَّا اللّٰہ
اِلَّا اللّٰہ کر رہے ہیں۔ اور جب گردن جھکا کر بیٹھو گے تو لوگ سمجھیں گے کہ نہ معلوم کہاں
کہاں کی سیر کر رہا ہے۔ عرش کی کرسی کی، چاہے میاں سوتے ہی رہیں۔ چنانچہ مولاناؒ
سے فرمایا کہ جس زمانہ میں ہم تھانہ بھون حاجی صاحبؒ کی خدمت میں تھے۔ اُس وقت
ایک نقشبندی بزرگ بھی آئے ہوئے تھے رات کو ہم ذکرِ جہر کرتے تھے اور وہ ذکرِ خفی
مگر صبح کو وہ شکایت کرتے تھے کہ آدھا ذکر ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد نیند آگئی تھی۔
اور میں سر جھکائے سو رہا۔ اور ہم سب اپنا معمول پورا کر لیتے تھے تو حضرت ذکرِ خفی میں
بعض دفعہ آپ سوتے ہی رہیں گے اور لوگ سمجھیں گے کہ شیخ صاحب مراقب ہیں۔
تو یہ اچھا انسداد ریا ہوا کہ ذکر ہی سے رہ گئے۔ پس یہ وسوسہ لغو ہے۔

(ارضاء الحق حصہ دوم ص۶۷ ذم ہویٰ ص۱۹)

۶۷۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ کی تواضع کا واقعہ

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہیؒ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ اُن کے ہاں ایک بڑے
عہدہ دار کوئی شخص مہمان آئے۔ جب کھانے کا وقت ہوا تو حضرتؒ نے اپنے ساتھ
ان کو بٹھلایا کیونکہ وہ بڑے آدمی سمجھے جاتے تھے۔ ان کے ساتھ بیٹھا دیکھ کر دوسرے
غریب طلبہ مہمان پیچھے ہٹے۔ حضرت مولاناؒ نے فرمایا صاحبو! آپ لوگ کیوں ہٹ گئے
کیا اس وجہ سے کہ ایک عہدہ دار میرے ساتھ بیٹھا ہے۔ خوب سمجھ لیجئے کہ آپ لوگ
میرے عزیز ہیں۔ میں جس قدر آپ کو معزز سمجھتا ہوں۔ اس کے سامنے ان کی کچھ بھی
وقعت نہیں۔ چنانچہ سب غریب طلباء کو بھی ساتھ بٹھلا کر ساتھ کھلایا۔
شاید اس سے کسی کو یہ شبہ ہو کہ مولاناؒ نے اپنی شان جتلانے کو ایسا کہدیا
ہوگا۔ خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ وہاں شان اور بڑائی کا نام بھی نہ تھا۔ جن صاحبوں نے

مولاناؒ کو دیکھا ہے وہ تو خوب جانتے ہیں۔ مگر جن لوگوں نے نہیں دیکھا ہے اُن کے لئے ایک قصہ بیان کرتا ہوں۔ اس سے اندازہ ہو گا کہ وہاں شان اور بڑائی کتنی تھی۔

ایک مرتبہ حضرت مولاناؒ حدیث شریف کا درس دے رہے تھے ابر ہو رہا تھا کہ اچانک بوندیں پڑنا شروع ہو گئیں جس قدر طالب علم شریکِ درس تھے سب کتابوں کی حفاظت کے لئے کتابیں اُٹھا کر بھاگے اور سہ دری میں پناہ لی اور کتابیں رکھ کر جوتے اُٹھانے چلے۔ صحن کی طرف جو رُخ کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت مولاناؒ سب کے جوتے سمیٹ کر جمع کر رہے ہیں۔

اس واقعہ سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ وہاں کس قدر شان کو جتلایا جاتا تھا، شان نہ تھی بلکہ محض محبت دینی تھی کہ غربار کو امرار سے کچھ کم نہیں سمجھا۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کی بدولت دُنیا کا کارخانہ قائم اور نظام مسلسل ہے۔ جس دن یہ حضرات نہ رہیں گے قیامت قائم ہو جائے گی۔

(الکمال الصوم والعید ص۲۴)

۶۸۔ حضرت مرزا جانجاناں مظہرؒ کی ظرافت

فرمایا: میں نے حضرت مولانا گنگوہیؒ سے مرزا صاحبؒ (حضرت مرزا جانجاناں مظہرؒ) کی حکایت سنی ہے کہ تھانہ بھون کے ایک رئیس حضرت (مرزا صاحبؒ) کی خدمت میں زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ اُن کے ایک مصاحب بھی تھے جو کسی ضرورت سے اُٹھ کر گئے اور ادھر پشت ہوئی۔ مرزا صاحبؒ نے اس وقت ان کے پاجامہ کے نیفے میں سلوٹیں بے ڈھنگی طرح پڑی ہوئی دیکھیں، مرزا صاحبؒ نے ان رئیس سے فرمایا تمہارا ان کے ساتھ کیسے گزر ہوتا ہے؟ جن کو پاجامہ پہننا بھی نہیں آتا۔ دیکھو تو نیفے میں سلوٹیں کس طرح پڑی ہوئی ہیں کہ ایک طرف کم اور ایک طرف زیادہ۔

اس سے حضرت مرزا صاحبؒ کی لطافتِ مزاج کا اندازہ ہوتا ہے۔

☆

۶۹۔ حضرت حاجی صاحبؒ کی شان

فرمایا: مکّہ معظمہ میں حضرت مولانا گنگوہیؒ سے حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ فلاں جگہ مولود شریف ہے چلتے ہو؟ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے صاف انکار کر دیا نہیں حضرت میں نہیں جا سکتا کیونکہ میں ہندوستان میں اس کو منع کیا کرتا ہوں لوگ سند پکڑیں گے۔ حضرت حاجی صاحبؒ کی شان دیکھئے۔ فرمایا، جزاک اللہ! میں تمہارے جانے سے اتنا خوش نہ ہوتا جتنا کہ نہ جانے سے خوش ہوا۔ اور اگر کوئی پیر ہوتا تو سمجھتا کہ مریدی سے خارج ہو گئے۔ اس سے حضرت حاجی صاحبؒ کا مذاق معلوم ہو سکتا ہے کہ مولود میں نہ جانے کو پسند فرمایا۔ پھر خود تشریف لے گئے۔ اس قول اور فعل سے دونوں فریق اپنا اپنا مُدعا ثابت کر سکتے ہیں۔ حضرتؒ کا عجب رنگ تھا۔ تصوف غالب تھا۔ فرمایا کرتے تھے ہر شخص مجھ کو اپنا ہم رنگ سمجھتا ہے حالانکہ میرا کوئی رنگ نہیں۔

(حسن العزیز جلد ا صـ ۱۷۲)

۷۰۔ قلب جاری ہونا

فرمایا: انبہٹہ کے ایک صاحب منشی تجمل حسین، حضرت حاجی صاحبؒ سے بیعت تھے۔ ان کی عادت تھی کہ درویشوں سے بہت ملتے تھے۔ اِدھر اُدھر مارے مارے پھرتے تھے۔ اُن کی بی بی نے ایک دفعہ حضرت مولانا گنگوہیؒ سے شکایت کی۔ مولاناؒ نے فرمایا کیوں اِدھر اُدھر پھرتے ہو؟ عرض کیا کہ اس میں شک نہیں کہ ہمارے حضرات کے برابر کوئی کامل نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب کچھ موجود ہے لیکن میرا جی چاہتا ہے کہ میرا قلب جاری ہو جائے اس کی فکر میں اِدھر اُدھر پھرتا ہوں۔

مولاناؒ نے فرمایا کہ اس میں کیا رکھا ہے؟ عرض کیا کہ یہ میں خوب جانتا ہوں کہ اس میں واقعی کچھ نہیں رکھا لیکن میں اس کو کیا کروں کہ جی چاہتا ہے۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ اچھا جاؤ مسجد میں جا بیٹھو۔ ادھر مولانا وضو کر کے کھڑاؤں پہن کر مسجد کی طرف چلے۔ کھڑاؤں کی کھٹ کھٹ سُنی تھی کہ ادھر ان کا قلب جاری ہو گیا۔ دوڑ کر مولانا کے قدم

پکڑ لئے کہ الحمد للہ جو میں چاہتا تھا وہ حاصل ہو گیا اب میں کسی سے نہ ملوں گا۔ چنانچہ اس کے بعد انہوں نے اِدھر اُدھر پھرنا چھوڑ دیا۔

(احسن العزیز ص۳۹۱)

ا۷۔ پیر سے مناسبت ضروری ہے

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ نے مولانا گنگوہیؒ کو اجازت دی تھی تو یوں بھی فرما دیا تھا کہ اگر کوئی بیعت ہونا چاہے تو انکار مت کرنا۔ مولاناؒ نے عرض کیا کہ میں بیعت کے قابل نہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ تم کیا جانو ہم جو کہتے ہیں وہی کرنا جب مولانا گنگوہ پہنچے۔ گنگوہ میں ایک بی بی تھی، اُس نے حضرت گنگوہیؒ سے بیعت کی درخواست کی۔ حضرتؒ نے بیعت فرمانے سے انکار کر دیا۔ اتفاق سے حضرت حاجی صاحبؒ بھی گنگوہ تشریف لے گئے۔ اس بی بی نے حضرت سے بیعت نہ کرنے کی شکایت کی۔ حضرتؒ نے مولانا سے فرمایا ان کو بیعت کیوں نہیں کر لیتے۔ مولاناؒ نے عرض کیا اب تو حضرتؒ خود تشریف رکھتے ہیں۔ حضرت ہی بیعت فرمالیں۔ فرمایا یہ کیا ضروری ہے ایک شخص کو تم سے عقیدت ہے مجھ سے نہیں تم ہی کرو۔ غرضیکہ حضرتؒ نے ان بی بی کو اپنے سامنے مولاناؒ سے بیعت کرایا۔

یہاں ایک مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ مدار اس طریق میں مناسبت پر ہے سو اگر پیر سے مناسبت ہو اور پیر کے پیر سے مناسبت نہ ہو تو پیر ہی کی طرف توجہ کرے اس کے پیر کی طرف نہ کرے۔ گو ادب اور تعظیم اس کی بھی ضروری ہے۔

حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہٗ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجلس میں حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حاجی صاحبؒ دونوں ہوں تو ہم حضرت جنیدؒ کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھیں وہ حضرت حاجی صاحبؒ کے پیر ہوں گے۔ ہمارا تعلق تو حضرت حاجی صاحبؒ سے ہے۔ افسوس پھر بھی ان حضرات کو وہابی اور خشک کہتے ہیں۔ بڑا ظلم کرتے ہیں۔

(الافاضات الیومیہ جلد۲ ص۳۰۶، الاتعاظ بالغیر ص۱۶)

۲۷۔ پہلے زمانے کے مجانین

فرمایا: مولوی سالار بخش صاحب گو صحیح الادراک نہ تھے مگر ذہین بڑے تھے۔ ان کی باتیں عجیب و غریب ہوتی تھیں۔ باہر جب نکلتے تھے تو مُنہ پر نقاب ہوتا تھا کہ کہیں کافر کو ان کا چہرہ نظر نہ آئے۔ ایک شخص تھا قمرالدین نام کا اس سے کچھ خفا ہو گئے تھے۔ ایک روز وعظ میں بیان کیا کہ اس کو بعض لوگ کہتے ہیں کمرو یعنی بھونڈا مُنہ بعض کہتے ہیں خمرو یعنی ٹیڑھا، بعض کہتے ہیں قمرو یہ اصل میں قم رو ہے یعنی اُٹھ چلا جا۔

ایک مرتبہ کسی نے کہا کہ مولوی صاحب سالار بخش کیا نام ہے؟ جس کے معنی ہیں سالار کا بخشا ہُوا۔ یہ تو شرک ہے۔ کہتے ہیں یہ تو اللہ تعالیٰ کا نام ہے یہ اصل میں ہے سال آر یعنی سال کا لانے والا۔ وہ کون ہو بجز اللہ تعالیٰ کے۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ کو ان کی طرف سے خیال تھا کہ یہ میرے بتلاتے ہُوئے مسائل پر ناحق کے اعتراضات کریں گے۔ بس یہ تدبیر کی کہ ایک مرتبہ مولوی سالار بخش صاحب گنگوہ آئے ہُوئے تھے، حضرت مولاناؒ سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ آجکل مولوی سالار بخش صاحب آئے ہُوئے ہیں وہ ہم سب کے بڑے ہیں، ہم اُن کے ہوتے ہوئے مسئلہ کیا بتائیں؟ انہی سے جاکر دریافت کرو۔ یہ شخص وہاں پہنچا اور جاکر مولوی صاحب سے مسئلہ دریافت کیا اور حضرت کا یہ مقولہ بھی نقل کر دیا۔

مولوی صاحب اس کو سُن کر بہت خوش ہُوئے اور کہا کہ وہ بھی بڑے عالم ہیں اُن ہی سے جاکر دریافت کرو ہم نے یہ کام اُنہی کے سپرد کر دیا ہے۔ اب یہ سلسلہ ہو گیا کہ جو مولوی صاحب کے پاس مسئلہ پُوچھنے آتا حضرت کا نام بتلا دیتے۔

یہ حضرتؒ کی فراست تھی کس لطیف تدبیر سے کام نکال لیا۔ سچ یہ ہے کہ اس زمانے کے مجانین بھی اچھے ہی تھے۔ آج کل کے تو مجانین بھی شاید ایسے نہ ہوں۔ ایسا کوئی کر کے تو دکھلا دے اور ہمیشہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ثنا خواں رہے۔

(الافاضات الیومیہ جلد ۲ ص۶۵)

☆

۷۳۔ اوقافِ لازمہ

حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ اپنے رسالہ خوان خلیل جام ۱۲ کے واقعہ دوم میں تحریر فرماتے ہیں کہ" ایک بار خود حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ نے خود افادۃً فرمایا اور نہ زیادہ یاد یہ پڑتا ہے کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ سے نقل فرمایا تھا کہ قرآن مجید میں جو اوقاف لازمہ ہیں وہ ایسے ہی مواقع پر ہیں جہاں وصل کرنے سے ایہام خلاف کا مقصود ہوتا ہے چنانچہ ظاہر ہے مگر اس آیت میں کفار کا قول منقول ہے وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا سُبْحَانَہٗ اور وَلَدًا پر وقف نہیں حالانکہ قاعدہ مذکور کا مقتضا یہاں پر لزوم وقف تھا۔ کیونکہ وقف نہ ہونے سے ایہام ہوتا ہے کہ سبحانہٗ بھی ان قائلین کا قول ہے حالانکہ یہ ان کے قول اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا کا رد و ابطال ہے، سو اس میں نکتہ یہ ہے کہ تنزیہہ میں جہاں تک ہو جلدی کی جائے تاکہ تالی[1] یا سامع[2] کو مخالفین تنزیہہ کے قول کے بعد ذرا بھی انتظار نہ ہو کہ اس قول کے متعلق کیا فیصلہ فرمایا گیا ہے۔ انتہی

(ماہنامہ النور صد ۱۲ ذوالحجہ ۱۳۴۶ھ)

۷۴۔ اہل اللہ زیبائش کا اہتمام نہیں کرتے

فرمایا: ایک رئیس حضرت مولانا گنگوہیؒ کے واسطے ایک نہایت قیمتی خوشنما بھڑکدار پوستین لائے تھے کہ حضرتؒ اس کو پہنا کریں۔ مولاناؒ نے ایک نواب صاحب کو دے دیا اور فرمایا کہ نواب صاحب اس کو آپ پہن لیجئے۔ آپ کے کپڑوں پر یہ اچھی لگے گی کیونکہ آپ کا اور لباس بھی اس کے موافق قیمتی ہو گا۔ اور میں لٹھے، گاڑھے دھوتر کے اوپر اس کو پہن کر کیا اچھا لگوں گا۔ پھر اس کی حفاظت کیڑے سے کون کرے گا؟ مجھے اتنی فرصت نہیں فضول اس کو رکھ کر ضائع کروں۔ غرض اہل اللہ اپنے بدن کے واسطے یہ جھگڑے

---

[1] تلاوت کرنے والا [2] تلاوت سننے والا۔

پسند نہیں کرتے۔ (الفاظ القرآن ص۵۴)

۷۵۔ قلب پر وارد کو منجانب اللہ خیال کرو

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہیؒ نے میرے ایک عریضہ کے جواب میں فرمایا کہ جو کچھ قلب پر وارد ہو منجانب اللہ خیال کرو جو واہ دات مضر ہوں گے اس مراقبہ سے سب دفع ہو جائیں گے۔ (انفاس عیسیٰ حصہ دوم ص۴۹)

۷۶۔ شیخ سے نفع عقیدت کی صورت میں ہو سکتا ہے

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہیؒ نے ایک ڈاکو کی حکایت فرمائی کہ وہ کسی بستی میں لب دریا اپنا بھیس بدل کر جھونپڑی ڈال کر اللہ اللہ کرنے لگا۔ لوگوں کو اس سے عقیدت ہوئی اور اس کے پاس آنے لگے۔ بعضے مرید ہو کر وہیں ذکر و شغل میں مشغول ہو گئے۔ اللہ کی قدرت کہ بعضے ان میں صاحبِ مقام بھی ہو گئے۔ ایک دن ان پیر صاحب کے بعض مرید مراقب ہوئے کہ دیکھیں اپنے پیر کا مقام کیا ہے مگر وہاں کچھ نظر نہ آیا۔ ہر چند مراقبہ کیا مگر کچھ ہو تو نظر آوے۔ ناچار ہو کر اپنے پیر سے کہا۔ پیر میں چونکہ ذکر اللہ کی برکت سے صدیق کی شان پیدا ہو چکی تھی، سب قصہ صاف کہہ دیا کہ میں تو کچھ نہیں ایک ڈاکو ہوں۔ پھر انہوں نے سب نے مل کر دعا کی اللہ تعالےٰ نے پیر کو بھی صاحبِ مقام بنا دیا۔ دیکھئے یہاں صرف عقیدت ہی عقیدت تھی۔ باقی میدان صاف تھا۔ اس سے عقیدت کے نفع کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

(انفاس عیسیٰ حصہ دوم ص۱۰۳)

۷۷۔ دین کا بنانے کے لئے کس کے سپرد کرنا چاہیئے

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہیؒ اپنے ایک اُستاذ الاستاد کا قول نقل فرماتے تھے۔ کہ اگر کسی لڑکے کو دین کا بنانا ہو تو درویش کے سپرد کر دے اور دُنیا کا بنانا ہو تو طبیب کے سپرد کر دو۔ اگر دونوں سے کھونا ہو تو شاعر کے سپرد کر دو۔ میں نے

عرض کیا کہ چوتھی ایک صورت اور رہ گئی کہ اگر دونوں کا بنانا ہو، فرمایا یہ نہیں ہو سکتا۔
واقعی صحیح فرمایا ؎

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

(انفاس عیسیٰ صد۲۱)

۷۸۔ کشف کو وصول سے کوئی تعلق نہیں

فرمایا: ایک ہندو جو کسی بزرگ سے بیعت تھا اس کی وفات کے بعد حضرت مولانا گنگوہیؒ کی خدمت میں بغرض تجدید بیعت حاضر ہوا۔ حضرت مولاناؒ نے فرمایا پہلے اسلام لے آؤ۔ وہ مسلمان نہیں ہوا اور واپس چلا گیا۔ اس پر بعض حاضرین نے حضرت مولاناؒ سے عرض کیا کہ اگر حضرت بیعت فرما لیتے تو اسلام سے اس کو قرب ہو جاتا۔ حضرت مولاناؒ نے فرمایا کہ تم اس کو نہیں سمجھ سکتے۔ اس کو اسلام سے زیادہ بُعد ہو جاتا کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ذکر و شغل سے یکسوئی ہوتی ہے اس سے بعض اوقات کشف ہونے لگتا ہے جو کہ کوئی کمال مقصد نہیں اور ذاکر یہ سمجھتا ہے کہ وصول ہو گیا حالانکہ وصول سے ان چیزوں کو تعلق نہیں۔ اس طرح وہ ہندو سمجھتا کہ وصول الی اللہ کے لئے اسلام شرط نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس سے دوسرے لوگوں کے عقائد خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس طرح کہ بعض لوگ یہ سمجھتے کہ تصوف میں اسلام شرط نہیں۔

(الافاضات الیومیہ جلد۱ صد۳۴)

۷۹۔ دین کا فہم

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک گاؤں کا رہنے والا مرید ہونے کے لئے آیا۔ حضرتؒ نے کلماتِ بیعت جن کا حاصل معاصی سے توبہ ہے کہلا دیئے۔ جب توبہ کر لی تو کہتا ہے مولوی جی افیم سے تو توبہ کرائی نہیں۔

حضرتؒ نے فرمایا مجھے کیا خبر کہ تُو افیم کھاتا ہے۔ اچھا یہ بتلا کتنی کھاتا ہے؟ جس قدر کھاتا ہے میرے ہاتھ پر رکھ دے۔ مگر اس نے جیب میں سے افیون کی ڈبیہ نکال کر دُور پھینکی کہ مولوی جی توبہ ہی جب کر لی تو اب کیا کھائیں گے؟ گھر گیا تو دست شروع ہو گئے۔ اس کی خبر حضرت گنگوہیؒ کو پہنچی۔ مرتے مرتے بچا مگر اچھا ہو گیا۔ تندرست ہو کر حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ حضرتؒ نے پُوچھا کون؟ کہا میں ہوں افیم والا اور سارا قصہ بیان کیا۔

اس کے بعد دو روپے پیش کئے۔ مولاناؒ نے کسی قدر عُذر کے بعد دلجوئی کے لئے قبول فرمالئے تو آپ کہتے ہیں کہ اجی مولوی جی یہ تو تم نے پُوچھا ہی نہیں۔ یہ کیسے روپے ہیں؟ مولاناؒ نے فرمایا کہ بھائی اب بتلا دے کیسے روپے ہیں؟ اس نے کہا یہ روپے افیم کے ہیں؟ حضرتؒ نے پوچھا افیم کے کیسے؟ اس نے کہا کہ میں دو روپے کی افیم مہینہ میں کھاتا تھا۔ جب میں نے افیم سے توبہ کی نفس بڑا خوش ہُوا کہ اب دو روپے ماہوار بچیں گے۔ میں نے کہا یہ تو دین میں دُنیا مل گئی۔ بس میں نے نفس سے کہا کہ یاد رکھو کہ یہ روپیہ تیرے پاس نہ چھوڑوں گا یہ مت سمجھ کہ تجھے دوں گا بلکہ اسی وقت نیت کر لی تھی کہ جتنے کی افیم کھایا کرتا تھا وہ پیر کو دیا کروں گا۔ پس یہ دو روپیہ ماہوار آپ کو آیا کریں گے۔ دیکھا آپ نے یہ گنوار کی حکایت ہے جس کو لکھنا پڑھنا کچھ نہ آتا تھا مگر دین کی سمجھ ایسی تھی کہ دین دُنیا کی آمیزش کو فوراً سمجھ گیا۔

(خیر المال للرجال ص۲۴ الاستغفار ص۲۹ الاتعاظ بالغیر ص۱۳)

احقر نے شمس الاسلام حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی دامت برکاتہم سے سُنا کہ حضرت حکیم الامتؒ کے یہاں میں نے دیکھا کہ ایک دیہاتی نے دوسرے دیہاتی سے کہا کہ مسلمان ایک ہوں۔ دوسرے نے کہا کہ ایک ہوں اور نیک ہوں۔ حضرت افغانی مدظلہ نے فرمایا کہ یہ تعلیم کسی یونیورسٹی سے فارغ ہونے کے بعد بھی نہیں ملتی۔ یہ اہل اللہ کے قدموں میں رہنے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ دونوں ان پڑھ تھے مگر کیسی سمجھ کی بات کہی۔

باقی اس دیہاتی کے اندازِ گفتگو سے حضرت گنگوہیؒ کو ناگوار نہیں ہُوا کیونکہ اس

میں اخلاص اور سادگی تھی تصنع نہ تھا۔ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی اُن کا مرید تھا۔ ایک دفعہ جب حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہُوا تو استفسار فرمایا کہ فلاں شاہ صاحب کے پاس تم جاتے ہو۔ ایک فاسد العقیدہ بدعتی ان کے گاؤں آیا کرتا تھا۔ اس نے کہا ہاں۔ اس پر حضرت حکیم الامتؒ نے اُسے ڈانٹا۔ دوسری مرتبہ جب وہ حاضر ہُوا تو پُوچھا اب بھی کسی کے پاس جاتے ہو تو اس نے کہا "اب تو تیرا ہی پلڑا پکڑ لیا ہے۔"

حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں اس کے یہ کہنے سے مجھے آپ حضرت وغیرہ وغیرہ کہنے والوں سے زیادہ مسرت ہوتی اور مَیں نے بار بار اس سے یہی کہلوایا۔ سبب یہ ہے کہ اس میں تصنع نہ تھا۔

۸۰۔ شیخ کی معرفت اتباع سے حاصل ہوتی ہے

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص میرے ایک مرید کو ہٹا دے تو فی مرید ایک آنہ اور مولوی کے ہٹانے پر فی مولوی چار آنے لے لے۔ غرض یہ ہے کہ جو شخص نادان ہے اس کو شیخ سے بھی برائے نام محبت ہوگی۔ نادان کی دوستی رہ نہیں سکتی وہ معمولی بات کو بھی بزرگی کے خلاف سمجھے گا اور غیر معتقد ہو جائے گا۔ اس کی نظر جہل کے سبب اکثر عیوب کی طرف ہی زیادہ ہوگی اور کمالات کو تو وہ جانتا ہی نہیں ان پر تو اس کی نظر کیا ہوتی۔ سچی محبت اسی کو ہوگی جس کو شیخ کی معرفت ہوگی اور شیخ کی معرفت اس کے اتباع سے ہوگی۔

(ذخیرۃ المال للرجال صد ۱۳)

۸۱۔ قطبیت کی طلب منافیٔ اخلاص ہے

فرمایا: چھٹا طبقہ وہ ہے کہ اُنھوں نے عمل بھی وہی کئے جو اس کے لئے موضوع ہے لیکن فضائل وہ طلب کئے جن کا عطا ہونا عادت الٰہیہ کے خلاف ہے۔ ایسی تمنا بھی شرع کے خلاف ہے۔ ایک شخص ہم کو ملے جو قطبیت کے طالب تھے۔ حضرت مولانا

گنگوہیؒ کے یہاں وہ گئے وہ بھی پسند نہ آئے، جب میں گنگوہ گیا حضرتؒ نے فرمایا کہ بھائی وہ فلاں شخص آئے تھے قطبیت کے طالب تھے، یہاں قطبیت کہاں تھی؟ اس لئے چلے گئے۔ یاد رکھو قطبیت اور غوثیت مکتسب نہیں ہے۔

(اسباب الفضائل ص۲۳)

یعنی قطب اور غوث اللہ تعالیٰ کی رحمت خاصہ سے بنتے ہیں۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ باقی بزرگانِ بیعت و مجاہدہ اصلاحِ نفس و اخلاق کے لئے کراتے ہیں۔ قطب و غوث بنانا ان کے اختیار میں نہیں ؎

یہ رُتبہ بلند ملا جس کو مل گیا ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

سچ ہے ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اور جن کی قسمت ازل سے خراب ہے۔ بزرگوں اور کامل اولیاء کی سعی سے بھی ان کی اصلاح نہیں ہوتی ؎

تہی دستاں قسمت را چہ سود از رہبر کامل
خضر از آب حیواں تشنہ مے دارد سکندر را

ہاں شیخ وسیلہ ہوتا ہے۔ اسی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ انعامات کی بارش کرتے ہیں اسی لئے شیخ سے بیعت ہونے کے لئے کہا جاتا ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ کا ارشاد ہے کہ اگر مرید زور آور ہوگا تو ہم کو جنت میں لے جائے گا۔ اور اگر ہم زور آور ہوں گے تو مرید کو جنت میں لے جائیں گے۔

۸۲۔ کنایات سے کام لینا خلافِ ادب ہے

فرمایا: یہاں بعض لوگ آتے ہیں اور یہ نہیں بتلاتے کہ کس غرض سے آئے ہیں اور بار بار پوچھنے پر بھی یہی کہتے رہتے ہیں کہ زیارت کے لئے آئے ہیں۔ مولانا گنگوہیؒ اس کا خوب جواب دیا کرتے تھے کہ میاں زیارت تو ہو چکی۔ اب اصل بات کہو اور میں یہ کہہ دیتا ہوں کہ دیکھو کئی بار کے پوچھنے پر بھی تم نے یہی

جواب دیا تو بہت اچھا۔ اگر صرف زیارت کو آئے ہو تو اگر پھر کچھ کہو گے تو میں نہ سنوں گا۔ اب میں اپنے کام میں لگتا ہوں۔ اگر کچھ کہنا ہو تو اب بھی کہہ لو اس کے بعد وہ کہنا شروع کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف زیارت مطلوب نہ تھی اور اگر کوئی اس وقت بھی نہ بتلائے تو بعض اوقات میں پھر نہیں سنتا ہوں، کہنے سے روک دیتا ہوں۔ اس پر لوگ کہتے ہیں کہ بہت رُوکھے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ تم بہت سُوکھے ہو۔ سالن بغل میں دبا رکھا ہے۔ تر تو جب ہوتے کہ روٹی کے ساتھ سالن سامنے رکھ دیتے۔ پھر جب اُس کے بعد اصلی بات کہتے ہیں تو اس میں بھی کنایات سے کام لیتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے مجھے خادم بنا لیجئے یا غلامی میں لے لیجئے۔ پہلے تو لفظ ارادہ بیعت کے لئے کافی تھا مگر اب تجربہ ہوا کہ ناکافی ہے۔

(المورد الفرسخی فی المورد البرزخی ص ۲)

ہمیں چاہیئے کہ بزرگوں کو دِق نہ کریں۔ ان کے اوقات بہت مصروف ہوتے ہیں اس لئے ان کا وقت ضائع نہ کرنا چاہیئے۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا۔

۸۳۔ فقیہہ ہونے میں معقولات کو دخل نہیں

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہیؒ کے پاس ایک شخص آیا اور مسئلہ پوچھا کہ آدھا چُوہا کٹ کر کنوئیں میں گر پڑا۔ کتنے ڈول نکالے جائیں تو ایک معقولی صاحب جلدی سے بولے کہ تیرہ ڈول نکال دو۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ یہ تو احمق ہے، سارا پانی نکال دو۔ کنواں ناپاک ہو گیا۔ بعد میں معقولی صاحب نے حضرتؒ سے پوچھا کہ پورا چوہا گر پڑے اور مر جائے تو بیس سے تیس ڈول تک کا حکم ہے اور آدھی دُم گرنے پر آپ نے سارا پانی نکالنا واجب کر دیا۔ اس کی کیا دلیل ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ تم نے تیرہ ڈول کس دلیل سے بتلائے؟ کہا میں نے بیس اور تیس کا اوسط پچیس نکالا۔ پھر جب پُورا چُوہا گرتا تو پچیس ڈول ہُوئے اب آدھا گرا ہے تو پچیس کا آدھا ساڑھے بارہ ہوتے تھے میں نے کسر کو پُورا کر کے تیرہ ڈول بتلا دیئے اور پُورا نکالنا واجب ہو تو اَلْکُلُّ اَعْظَمُ مِنَ الْجُزْءِ کے خلاف لازم آتا ہے اور اپنی

حماقت سے یہ نہ سمجھا کہ کٹ کر گرا ہے تو کنوئیں میں دم مسفوح گرا اور دم مسفوح کا ایک قطرہ بھی کنوئیں کو ناپاک کرنے کے لئے کافی ہے۔ اگر معقولی صاحب کو اس کا ہوش ہوتا تو سمجھتے کہ واقعی میرا حساب غلط تھا۔ (الرحیل الی الخلیل صـ۲۱)

۸۴۔ مجاہدات وریاضات کا حاصل

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اتنے مجاہدات اور ریاضات کے بعد اگر یہ بات حاصل ہو جائے کہ ہم کو کچھ حاصل نہ ہوا ہو تو بس سب کچھ حاصل ہو گیا۔ (الافاضات الیومیہ جلد ۴ صـ۵۵)

۸۵۔ حضرت نانوتویؒ کے انتقال پر اظہار افسوس

فرمایا: جب حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی تو حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ ایسے الفاظ حسرت سے فرمایا کرتے تھے کہ اکیلے ہی رہ گئے۔ بقول مولانا رومؒ ؎

ہر کہ اُو را ہمزبانے شُد جُدا بے نوا شُد گرچہ دارد عد نوا

(التہذیب جلد ۴ صـ۳۸)

۸۶۔ آج کل کے مُرید طالبِ جاہ ہوتے ہیں

فرمایا: آج کل لوگ مرید نہیں بنتے گرو بنتے ہیں۔ جیسے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک شخص ایک گرو کے پاس گیا اور کہا مجھے اپنا چیلہ بنا لو۔ اس نے کہا چیلہ بننا بڑا مشکل ہے تو اُس نے کہا پھر گرو ہی بنا لو۔

(الاسراف صـ۲۹)

۸۷۔ شیخ کے ارشاد کی مخالفت سے دین و دُنیا کا نقصان ہوتا ہے

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہیؒ سے ایک مُرید نے عرض کیا کہ حضرت مجھ کو روشنی نظر

آتی ہے اور اس میں سنہری حروف میں کچھ لکھا ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا تم علاج کراؤ۔ اور ذکر و شغل وغیرہ چھوڑ دو۔ تمہارے دماغ میں یبوست ہے اور یہ مقدمہ ہے جنون کا۔ اس نے کہنا نہ مانا نہ علاج کرایا اور نہ کام کو چھوڑا۔ آخر خشکی بڑھی، جنون ہوگیا بلکہ برہنہ مارے مارے پھرتے تھے، نہ نماز نہ روزہ۔ اور میرے سامنے خود حضرت نے اُن کو وصیت فرمائی تھی کہ کھایا پیا کرو قوت آئے گی۔ اور یہ فرمایا تھا۔ دیکھو حدیث میں آیا ہے:

المؤمن القوی خیر من المومن الضعیف و فی کل خیر۔

"یعنی مومن قوی، مومن ضعیف سے بہتر ہے اور ہر ایک خیر ہے"

(الصیام ص۲۵)

۸۸- فاقہ کے بعد بکھیڑا

فرمایا: ہمارے استاد زادہ حکیم معین الدین صاحب کے یہاں مولانا گنگوہیؒ تشریف لائے۔ اس روز اُن کے گھر میں سناٹا تھا۔ عرض کیا میرے یہاں آج کچھ ہے نہیں۔ اگر آپ فرمائیں تو کسی اور کو دعوت کی ترغیب دوں۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ میں تمہارا مہمان ہوں تمہارے گھر فاقہ ہے تو میں بھی فاقہ کروں گا۔ یہ ہیں متبع سُنت لوگ۔ یہ نہیں کہ دو چار اختلافی مسئلوں میں شور کر دیا بس متبع سُنت ہو گئے۔ مولانا کی برکت سے شام کے وقت ایک شخص حکیم صاحب کو کچھ روپے نذر دے گیا۔ اب کیا تھا، مولانا نے فرمایا بکھیڑا نہ کرنا حکیم صاحب نے کہا واہ فاقہ کے بعد بھی بکھیڑا نہ ہو۔ غرض تکلف کا کھانا تیار کرایا۔ (احسان الاسلام ص۲۹)

۸۹- شکایت سُن کر کیا اثر ہوتا ہے؟

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہیؒ شکایت سُنتے ضرور تھے مگر کچھ نہ فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے سوال کیا کہ کیا حضرت پر کسی کی شکایت کا سُن کر کچھ اثر ہوتا ہے؟ فرمایا ہوتا ہے اور وہ اثر یہ ہوتا ہے کہ میں سمجھ جاتا ہوں کہ ان دونوں میں لڑائی ہے۔ (الافاضات الیومیہ ص۲۴۴ ج۵)

۹۰۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی سادگی

فرمایا: ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ پیدل سفر کر کے اس وقت گنگوہ پہنچے کہ جماعت کھڑی ہو چکی تھی۔ نماز شروع ہونے کو تھی کہ لوگوں نے دیکھ کر خوشی میں کہا مولانا آگئے! مولانا آگئے! حضرت مولانا گنگوہیؒ مصلے پر پہنچ چکے تھے۔ یہ سن کر نگاہ اٹھا کر مولانا کو دیکھا تو مصلے سے واپس ہو کر صف میں آکھڑے ہوئے اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے نماز پڑھانے کے لئے فرمایا۔

مولانا سیدھے مصلے پر پہنچے۔ چونکہ پیدل سفر کر کے تشریف لے گئے تھے پاجامہ کے پائنچے چڑھے ہوئے تھے اور پیر گرد آلود تھے۔ جب حضرت مولانا گنگوہیؒ کی جگہ پر پہنچے تو مولانا نے صف میں سے آگے بڑھ کر اپنے رومال سے پہلے پیروں کی گرد صاف کی اور پھر پائنچے اتارے اور فرمایا اب نماز پڑھائیے، اور خود واپس صف میں آکر کھڑے ہوئے اور مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے نماز پڑھائی حالانکہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ حضرت گنگوہیؒ کا اس قدر ادب کرتے تھے کہ جیسے استاد کا ادب کرتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت مولانا گنگوہیؒ نے کسی سے فرمایا کہ مجھ کو اس سے بیحد مسرت ہوئی کہ مولانا نے میری خدمت سے انکار نہیں فرمایا، قبول فرمالی۔

سچ تو یہ ہے کہ ایسے حضرات اور ایسی جماعت نظر سے نہیں گزری جنہوں نے عالم کی سیاحت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عالم میں ایسی جماعت نہیں۔

(الافاضات الیومیہ جلد ۵ ص۲۲۷)

۹۱۔ نسبت کوئی سلب نہیں کرسکتا

فرمایا: حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ نسبت قربِ الٰہی کا نام ہے اس کو کوئی سلب نہیں کرسکتا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک چیز حق تعالیٰ بندہ کو عطا فرماویں دوسرا کون ہے کہ جو اس سے سلب کرے۔ باقی یہ جو مشہور ہے کہ فلاں بزرگ نے فلاں کی نسبت سلب کرلی۔ حقیقت اس کی صرف یہ ہے کہ کسی تصرف سے کسی کیفیت

نفسانیہ کو مضمحل کر دے جس سے نشاط کی جگہ غباوت ہو جائے مگر وہ اس کا مقابلہ کر سکتا ہے لیکن اگر مقاومت نہ کی پھر اخلال عمل کے سبب اس کا اثر نسبت تک بھی پہنچ جاتا ہے۔

(الافاضات الیومیہ جلد ۱ صہ ۴۱)

۹۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم استغفار کس لئے فرماتے تھے؟

حضرت گنگوہیؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مغفرت چاہنا کس بات سے تھا جبکہ آپ کی ذات مبارکہ معصوم تھی؟ تو حضرتؒ نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ قرب کے درجات ہوتے ہیں جن کی حد نہیں ہے۔ نہ نبوت کے درجاتِ قرب ختم ہوتے ہیں نہ ولایت کے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار فرمانا کسی معصیت سے نہ تھا بلکہ آپ کو جو ترقی درجات قرب میں عطا ہوتی تھی تو ما سبق کے اعتبار سے استغفار فرماتے تھے یعنی قرب کا سبق درجہ ما بعد کے درجہ سے کمتر معلوم ہوتا تھا اور خیال ہوتا تھا کہ اب تک کون سی چیز قرب کے اس درجہ عالی پر پہنچنے سے مانع تھی۔ آپ اس چیز کو ذنب سے تعبیر فرما کر استغفار فرماتے تھے۔ (معرفتِ الٰہیہ صہ ۲۸۱)

۹۳۔ رضا ہمیشہ دائمی ہوتی ہے

ایک شخص کے خط کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ میں نے حضرت مولانا گنگوہیؒ سے عرض کیا کہ رضائے دائمی کی دعا فرما دیجئے۔ فرمایا رضا میں دوام کی قید کیسی؟ رضا تو دائم ہی ہوتی ہے۔ وہ راضی ہو کر پھر ناراض نہیں ہوتے۔ سبحان اللہ! کیسی کام کی بات فرمائی۔ یہ حضرات حکیم تھے جو بات فرماتے تھے جامع اور نافع ہوتی تھی۔

(الافاضات الیومیہ جلد ۸ صہ ۲۱)

معارف گنج مرادآبادی

مجذوب کامل، عارف باللہ حضرت مولانا شاہ
فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی کے عارفانہ
ملفوظات طیّبات اور کلماتِ حکمت کا مجموعہ

(بروایت)

حضرت حکیم الامّت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ

(ترتیب)

محمد اقبال قریشی

(ناشر)

ادارۂ اسلامیات ۱۹۰- انارکلی لاہور ۲

احوال وسوانح

حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادیؒ

ولادت حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادیؒ یکم رمضان المبارک ۱۲۱۲ھ کو پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام شیخ اہل اللہ تھا۔ گیارہ برس کی عمر میں والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا اور آپ کی تعلیم و تربیت کی جملہ ذمہ داریاں آپ کی والدہ محترمہ پر آپڑیں۔ والد مرحوم کا چھوڑا ہوا سرمایہ جلد ختم ہو گیا۔ اور اسی زمانہ میں خوفناک قحط پڑا۔ والدہ محترمہ نے پتے ابال ابال کر خود کھائے اور آپ کو کھلائے اور کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کیا حالانکہ آپ کے اعزہ میں باثروت اور مالدار لوگ موجود تھے۔

تعلیم و تربیت والد ماجد کے انتقال کے بعد انتہائی تنگدستی اور افلاس میں بھوکے رہ کر اور فاقے کاٹ کر برابر حصولِ علم دین کے لئے کوشاں رہے اور ہمت نہ ہاری۔ ابتدائی تعلیم اپنے قصبہ میں حاصل کی۔ پھر لکھنؤ جاکر وہاں کے جیّد علماء سے تعلیم حاصل کی۔ پھر تحصیلِ علم کے شوق میں پیدل ہی راستہ کی تکالیف اور صعوبتیں جھیلتے ہوئے دہلی پہنچے اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی سے حدیث پڑھنا شروع کی۔ دو ماہ بعد وطن واپس چلے گئے۔ دوبارہ جب دہلی تشریف لے گئے تو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ رحلت فرما چکے تھے اس لئے حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب قدس سرہٗ سے تکمیلِ حدیث کی۔ اس وقت عمر ۱۶، ۱۷ برس ہوگی۔ لیکن جیّد علماء میں شمار ہونے لگے۔

بیعت علومِ ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ نے منازلِ سلوک طے کرنے کے لئے حضرت شاہ محمد آفاق صاحبؒ سے بیعت کی جو اس زمانے میں روحانی کمالات میں مسلّم بزرگ اور ولی اللہ تھے۔

گنج مراد آباد میں سکونت

علومِ ظاہری اور علومِ باطنی سے آراستہ ہو کر آپ اپنے وطن قصبہ بلانواں تشریف لے گئے اور شادی کی۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد آپ کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا۔ اس لئے آپ گنج مراد آباد تشریف لے گئے اور تا آخر حیات وہیں رہے۔ اپنے وطن کو ترک کرنے کا سبب وہاں کا فسق و فجور تھا لیکن گنج مراد آباد بھی اس سے کم نہ تھا۔ یہاں کے باشندوں نے حق گوئی کی بنا پر آپ کی ایذا رسانی پر کمر باندھ لی لیکن آپ نے نہایت پامردی اور استقلال سے ان کا مقابلہ کیا اور آخر عمر تک خلق اللہ کو مستفید کرتے رہے اور ان کی اصلاح کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔

کرامات

بچپن ہی سے آپ کی کرامات کا ظہور ہونا شروع ہو گیا تھا۔ چنانچہ ماہ رمضان المبارک میں آپ دن کو والدہ کا دودھ نہیں پیتے تھے۔ بچپن میں کھیل کود میں کبھی وقت ضائع نہیں کیا اور لڑکوں سے یہی فرماتے کہ ہم دنیا میں کھیلنے نہیں آئے۔ بہت سے فاسق و فاجر آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کرنے سے سچے مسلمان ہو گئے۔ بہت سے غیر مسلم آپ کی تبلیغ سے مسلمان ہو گئے اور بہت سے لاعلاج مریض آپ کی دعا سے شفایاب ہو گئے۔ اس کے علاوہ مختلف مواقع پر آپ سے متعدد کرامات کا ظہور ہوا جس کی تفصیل "تذکرہ اولیائے پاک و ہند" میں موجود ہے۔

وصال مبارک

ماہ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ کے پہلے ہفتہ آپ پر بخار کا شدید حملہ ہوا جس کے بعد آپ کی طبیعت سنبھل نہ سکی بلکہ روز بروز حالت خراب ہوتی گئی اور بالآخر ۱۲ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ بروز جمعۃ المبارک بعد نماز مغرب اس دار فانی کو داغِ مفارقت دے گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

بڑی ہی مبارک اور قابلِ تقلید ہستی تھی۔ آپ کا پسندیدہ مشغلہ ذکر الٰہی اور عبادت و ریاضت تھا۔ دوسرا پسندیدہ مشغلہ درس حدیث و تفسیر تھا۔ فرماتے تھے مجھے اس میں اس قدر لذت و کیف محسوس ہوتی ہے کہ بیان نہیں کر سکتا۔ ساری زندگی نہایت سادگی سے گزاری۔ مکان کچا اور بوسیدہ تھا۔ اکثر باجرہ کی روٹی پر گزارہ کرتے۔ لباس بھی نہایت معمولی اور غریبانہ پہنتے تھے اور جو بھی تحائف آتے غربا اور محتاجوں میں تقسیم فرما دیتے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادیؒ

حضرت حکیم الامت تھانویؒ ربیع الثانی یا جمادی الثانی ۱۳۰۱ھ میں جامع العلوم کانپور کی بنیاد رکھنے سے قبل پہلی مرتبہ حضرت گنج مراد آبادی کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ دوسرے دن واپسی کے وقت حضرت حکیم الامتؒ نے رخصتی مصافحہ کیا اور دُعا کی درخواست کی تو فرمایا ہم نے تمہارے لئے دُعا کی ہے۔ اس کے بعد مولانا کبھی آنے جانے والوں کے ہاتھ حضرت حکیم الامتؒ کو سلام بھیجتے تھے۔ مولاناؒ تو ایسے آزاد تھے کہ کوئی چیز یاد نہ رہتی تھی نہ معلوم یہ کیسے یاد رہ گیا۔ عارف باللہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ تحریر فرماتے ہیں :۔

> "ایسے صاحب استغراق بزرگ کا حضرت حکیم الامتؒ کی تھوڑی سی ملاقات میں اتنا یاد رکھنا کہ سلام کہلا کہلا کر بھیجنا بہت بڑی خصوصیت اور غایت شفقت کی دلیل ہے" (اشرف السوانح)

چند سال کے بعد دوسری مرتبہ حکیم الامتؒ حضرت گنج مراد آبادی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پیڑے بطور ہدیہ ساتھ لے گئے۔ دوسرے لوگ حضرت گنج مراد آبادیؒ کی رغبت کی چیزیں تمباکو اور صابن لائے تھے۔ حضرت حکیم الامتؒ کو آپ کی مرغوب چیزوں کا علم نہ تھا اور وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ یہ ہدیہ پسند فرمائیں گے۔ لیکن جب حضرت حکیم الامتؒ نے اپنا ہدیہ پیش کیا تو خوش ہو کر فرمایا :۔

"انہیں اُٹھا کر رکھو ہم ان کا شربت پیا کریں گے"

خلافِ توقع معاملہ دیکھ کر اور لوگوں کو (جو رغبت کی چیزیں لائے تھے) تعجب ہوا اور حضرت حکیم الامتؒ نے خدا کا شکر ادا کیا۔

جب حضرت حکیم الامتؒ نے واپسی کی اجازت چاہی تو فرمایا اجی کیا جلدی ہے مدرسہ کی تعطیل ہے۔ رمضان شریف کا زمانہ ہے اور ٹھہرو۔ حضرت حکیم الامتؒ بھی دل سے یہی چاہتے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کو غنیمت سمجھا اور واپسی کے ارادہ کو ترک کیا اور "حصن حصین" پڑھنے کے لئے عرض کیا تو بڑی خوشی سے قبول فرمایا اور

حدیث پڑھائی۔ پڑھانے کے دوران مختلف وقتوں میں نعرے لگاتے جاتے تھے اور کہیں کہیں تحقیق بھی کہتے جاتے تھے اور اس دوران ذوق وشوق میں کھانا برابر تکلف کا آتا رہا۔ ایک دن حدیث کا سبق پڑھاکر یہ شعر پڑھا ؎

ما ہر چہ خوانده ایم فراموش کرده ایم
اِلّا حدیث یار کہ تکرار می کنیم

اس شعر کے لطف کو لفظ "حدیث" نے دوبالا کر دیا۔ حضرت حکیم الامتؒ نے "حصن حصین" پڑھنے کے بعد رخصت ہوتے وقت تبرکاً حدیث شریف کی اجازت چاہی تو فرمایا کہ ہاں جی اجازت ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ کبھی کبھی آیا کرو اور کچھ سُنا جایا کرو۔ لیکن اتفاق سے اس کے بعد حضرت حکیم الامت پھر تشریف نہ لے جاسکے۔ ان سب باتوں سے حضرت گنج مُراد آبادیؒ کا حضرت حکیم الامتؒ سے خصوصی برتاؤ التفات اور محبت وشفقت ظاہر ہے۔ بعد وفات حضرت گنج مراد آبادیؒ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب نے اشرف السوانح کی تصنیف کے دوران حضرت گنج مراد آبادی کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ مجھے وساوس شیطانیہ کی بہت کثرت رہتی ہے۔ دُعا فرمائیے کہ ایمان کامل نصیب ہو۔ تو فرمایا تمہارا پیر تو بڑا بھاری شیخ ہے تم مولوی اشرف علیؒ کے مرید ہو۔ پھر وساوس کے متعلق فرمایا کہ کبھی ریل تاریکی میں بھی چلتی ہے اس طرح سے کہ اُس کی کھڑکیاں بند ہوتی ہیں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے خواب کی اطلاع ایک پرچہ کے ذریعہ حضرت حکیم الامتؒ کو دی تو تحریر فرمایا :۔

"وساوس سے ایک گُونہ طبعی ظلمت ہوتی ہے مگر ہر تاریکی مانع قطع مسافت نہیں ہوتی جبکہ وسائط صحیح ہوں۔ چنانچہ ڈرائیور کا صاحبِ نُور ہونا اور ریل کا لائن پر ہونا کافی ہے۔"

حضرت حکیم الامتؒ کی حضرت گنج مراد آبادیؒ سے محبت

حضرت حکیم الامتؒ

اپنے مواعظِ حسنہ اور مجالس میں حضرت گنج مراد آبادی کے ملفوظات اور واقعات لُطف لے لے کر بیان فرماتے تھے۔ نیز فرماتے تھے۔ مولانا بظاہر ذرا مغلوب سے تھے،

ورنہ بڑے عالم اور بڑے متقی تھے۔ حدودِ شرعیہ سے خوب واقف تھے اور پُورے متبع سُنت تھے۔

حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرّہٗ جب سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جب مکہ معظمہ جانے لگے تو مقصود میں کامیابی کے لئے عریضہ لکھا تو حضرت گنج مراد آبادیؒ نے خط کے ایک گوشہ میں اپنے قلم سے تحریر فرمایا:۔

" از فضل رحمٰن ، سلام علیکم۔ دعائے خیر نمودم "

حضرت حکیم الامتؒ نے عرصہ تک اس خط کو محفوظ رکھا جس سے حضرت گنج مراد آبادی سے محبت اور تعلق ظاہر ہے۔ (مولانا ال[1] نہیں لکھتے تھے۔)

---

[1] یعنی فضل الرحمٰن کے بجائے فضل رحمان لکھتے تھے۔

ملفوظاتِ طیّبات

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مُراد آبادی رح

بروایت

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ خدا کی بڑی نعمت

فرمایا: ایک بار میں حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب قدس سرہٗ کے یہاں مہمان تھا۔ جب میں نے کھانا شروع کیا تو مولانا نے پوچھا کیا ہے؟ میں نے کہا ارہر کی دال اور روٹی ہے۔ فرمایا سبحان اللہ! خدا کی بڑی نعمت ہے۔ دیکھو مولانا نے ارہر کی دال کو بڑی نعمت فرمایا ہے اور فرمایا صحابہ کرام اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کھایا کرتے تھے۔ (کساء النساء صفحہ ۱۵)

۲۔ پُرانی جورو ماں ہو جاتی ہے

فرمایا: شاہ فضل الرحمٰن صاحبؒ سے کسی ذاکر نے شکایت کی کہ حضرت اب وہ پہلے سا جوش نہیں رہا۔ تو فرمایا کہ تم کو خبر بھی ہے پرانی جورو ماں ہو جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ محبت تو ماں کے ساتھ بھی ہوتی ہے مگر اس میں جوش نہیں ہُوا کرتا۔ پرانی جورو کے اماں ہونے پر ایک سرحدی نواب کی حکایت یاد آئی کہ بڑھاپے میں اُن کی بیوی کا انتقال ہو گیا تھا تو حاکمِ ضلع تعزیت کے لئے گئے تو نواب صاحب نے کہا وہ ہمارا بیوی نہ تھا اماں تھا، ہم کو روٹی کھلاتا تھا، پنکھا جھلتا تھا واقعی یہ کام تو پرانی بیوی کرتی ہے نئی دُلہن سے یہ کام کہاں ہو سکتے ہیں؟ وہ تو اپنے نخروں اور چونچلوں میں لاتی ہے مگر یہ سب چار دن کی باتیں ہیں، سال دو سال کے بعد سب کا جوش ختم ہو جاتا ہے اور بقول

مولانا کے پرانی جو روا ماں ہو جاتی ہے۔ ذکر کی یہی حالت ہے۔ اس میں اول ہی جوش و خروش ہوتا ہے پھر سکون ہو جاتا ہے۔ (العید والوعید صہ ۱۳)

۳۔ طویل حیات کی خواہش منافی ولایت نہیں

فرمایا: شاہ فضل الرحمٰن صاحبؒ ایک دفعہ بیمار ہوئے پھر اچھے ہو گئے ہم کو مرنے سے بہت ڈر لگتا ہے۔ حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا ہم نے دونوں قسم کے بزرگوں کو دیکھا ہے اُن کو جن پر حُبِ عقلی کا غلبہ نہ تھا اور زندگی نہ چاہتے تھے اور ان کو بھی جنہیں حبِ عقلی کا غلبہ تھا اور زندہ رہنا چاہتے تھے۔ ایک رات سیّدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو خواب میں دیکھا انہوں نے ہم کو چھاتی سے لگا لیا پس صبح ہی کو اچھے ہو گئے۔

مولانا بڑے صاف تھے تصنّع بالکل نہ تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا قصّہ تو حدیث میں آیا ہے کہ جب ملک الموت اُن کے پاس قبض روح کے لئے آئے تو آپ نے اُن کے ایک طمانچہ مارا۔ وہ بے چارے حق تعالیٰ کے پاس واپس گئے اور عرض کیا کہ آپ نے مجھے ایسے شخص کے پاس بھیجا ہے جو مرنا نہیں چاہتا ہے۔ طمانچہ مارنے کی خواہ کچھ ہی توجیہہ ہو لیکن ملک الموت کے قول سے موسیٰ علیہ السلام کی نیت لا یرید الموت کی تو معلوم ہوئی جس پر نکیر نہیں کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ طول حیات کی خواہش منافی کمال ولایت نہیں، وہ دنیا کی عمر کو موجبِ زیارتِ قرب سمجھ کر یہ چاہتے تھے کہ وہ زندہ رہیں تاکہ قرب میں اور ترقی ہو۔ (العید والوعید صہ ۳۱)

۴۔ ایمان کا اجمالی بیان

فرمایا: مَیں نے حضرت فضل الرحمٰن صاحب گنج مُراد آبادیؒ سے اس سے زیادہ ایک عجیب حکایت سُنی ہے جس میں توجیہہ کی بھی ضرورت ہے اور کوئی بیان کرتا تو شاید یقین ہونا بھی مشکل ہوتا اور بہت ممکن تھا کہ میں سُن کر رد کر دیتا۔ وہ یہ کہ دھوبی کا انتقال ہُوا جب دفن کر چکے تو منکر نکیر نے آکر سوال کیا من ربك من دينك من هذا الرجل۔ وہ جواب میں کہتا ہے کہ مجھ کو کچھ خبر نہیں مَیں تو حضرت غوث اعظمؒ کا دھوبی ہوں۔ اور

فی الحقیقت یہ جواب اپنے ایمان کا اجمالی بیان تھا۔ محض تعبیر اجمالی تھی ۔

(الافاضات الیومیہ جلد۲ صہ۲۱ ، جلد۲ صہ۳۰۲)

۵۔ سُنت نکاح کے عمل پر فائدہ

فرمایا: حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے آخروقت میں نکاح کیا تھا محض اس وجہ سے کہ حضرت کو ناسور کا مرض ہوگیا تھا۔ اس کی دیکھ بھال سوائے بیوی کے ہو نہیں سکتی۔ وہ بی بی بے چاری برابر اپنے ہاتھ سے شب و روز میں کئی کئی مرتبہ دھوتیں اور صاف کرتی تھیں۔ نہایت خوشی کے ساتھ کوئی گرانی یا نفرت ان کو نہ ہوتی تھی۔ دنیا میں اس تعلق کی کوئی نظیر نہیں پیش کر سکتا۔ (الافاضات الیومیہ ج ۲ صہ۱۴۱)

۶۔ اصولی بات

فرمایا: مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی نے مولوی محمد علی صاحب سے فرمایا تھا کہ کسی کو ساتھ مت لایا کرو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ حاصل یہ تھا کہ تمہارے ساتھ اور معاملہ ہے اور آنے والے کے ساتھ نہ معلوم کیا برتاؤ مناسب ہے۔ تمہارے ساتھ ہونے کی وجہ سے اس کی رعایت کرنا پڑتی ہے۔ کیسی اصولی بات فرمائی حالانکہ مجذوب تھے۔ مگر نہ معلوم کس طرح یہ اصول قلب میں آتے تھے۔ اب تجربہ کے بعد معلوم ہوا کہ واقعی ایسا ہی کرنا چاہیئے ۔

۷۔ شریعت کے سامنے احوال و مواجہ سب ہیچ ہیں

فرمایا: ایک صاحب حج کا ارادہ رکھتے تھے۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادیؒ کی خدمت میں اجازت لینے کے لئے حاضر ہوئے۔ مولانا کو ان کی بے سروسامانی معلوم تھی، فرمایا جہاں جاتے ہو اس کوچہ کی شرائط بھی جانتے ہو؟ ان صاحب نے بیساختہ یہ اشعار پڑھ دیئے ؎

اے دل بہ آں خواب کہ از مے گلگوں باشی ۔۔۔ بے زر و گنج بصد حشمت قاروں باشی

دررہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں ۔۔۔ شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

یہ صوفیانہ رنگ کا جواب تھا جس کا طبعی اثر مولاناؒ پر بھی ہوا کہ ایک چیخ نکل گئی۔ مگر پھر شیخ کامل تھے سنبھل کر فرمایا کہ شرعی شرائط کے مقابلہ میں سب ہیچ ہے۔ درحقیقت تصوف کو بھی ان حضرات نے پورا سمجھا تھا۔ احوال و مواجیہ سب اپنی جگہ مگر ان پر شرعی حدود کا پہرا لگا ہوا ہے۔ (مجالس حکیم الامتؒ صہ۶۶)

۸- ہم ذکرِ میلاد ہر وقت کرتے ہیں

فرمایا: کسی نے حضرت مولانا سے ذکر مولود کا پوچھا تو فرمایا یہاں ہم ہر وقت ذکر مولود کرتے ہیں اور کلمہ پڑھ کر سنا دیا اور فرمایا یہ بھی مولود ہو گیا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا نہ ہوتے تو ہم یہ کیوں پڑھتے۔ اس نے کہا کبھی بلا واسطہ بھی تو ذکر رسول ہونا چاہیئے۔ فرمایا لو ابھی کرتے ہیں اور یہ شعر پڑھ دیا ؎

تر ہوئی باراں سے سوکھی زمیں   یعنی آئے رحمۃ اللعالمینؐ

مطلب یہ تھا کہ ہم بلا قید رسوم، مٹھائی، جلسہ، چراغاں وغیرہ آپ کا ذکر کرتے ہیں۔

(الرحمت علی الامت صہ۱۱)

۹- حقیقی مُرید کی تعریف

فرمایا: مجھ سے اودھ کے ایک رئیس لوگ کہنے لگے کہ مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحبؒ کے یہاں تو مریدوں کی بڑی بے قدری ہوتی ہے۔ ہر وقت نکالنے کا حکم زبان پر رہتا ہے ایسا شیخ بتاؤ جہاں مریدوں کی قدر ہوتی ہو۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

لیجئے یہ طلب رہ گئی ہے کہ مریدین چاہتے ہیں کہ پیر ایسا ہو جو ہماری قدر کرے جس مرید کو اپنی قدر کرانے کی خواہش ہو گی وہ کیا خاک شیخ کی اطاعت کرے گا۔ طلب تو اس کا نام ہے کہ مرید اپنی طرف سے اس کے لئے آمادہ رہے کہ اگر شیخ بر سر بازار بھی جوتیاں مارے تو ذرا سا میل بھی دل میں نہ آئے۔ اگرچہ شیخ عمر بھر ایسا نہ کرے مگر مُرید کو ہر وقت اس کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔

۱۰۔ نیک کاموں میں خرچ کرنا فضول خرچی نہیں

فرمایا: حضرت گنج مراد آبادیؒ پر کسی نے اعتراض کیا لا خیر فی الاسراف فضول خرچی میں خیر نہیں تو برجستہ فرمایا لا اسراف فی الخیر یعنی خیر میں اسراف نہیں ۔

(خیر الافادات)

۱۱۔ عامل کو اللہ پر توکّل نہیں رہتا

فرمایا: حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادیؒ کا لوگ ذکر کرتے ہیں کہ فرماتے تھے کہ اگر صاحب نسبت عمل کرے تو نسبت سلب ہو جاتی ہے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ عامل کو خدا پر توکل نہیں رہتا اور عجب پیدا ہو جاتا ہے۔

(مہمات الدعا حصہ اول صـ۱۲)

۱۲۔ خلافِ سُنّت امور پر غصّہ

فرمایا: حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آباد میں ایک بزرگ تھے میں اُن کی خدمت میں دو دفعہ گیا۔ آخری مرتبہ اُن کی ایسی شفقت تھی کہ جب میں روانگی کی اجازت چاہتا تھا فرماتے تھے کیا جلدی ہے؟ مگر اوّل مرتبہ لہجہ تُند تھا اور خفگی نمایاں تھی اور اکثر خفگی و تندی کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات کو خلافِ سُنت تنگی ہوتی ہے۔ چنانچہ مسجد میں جاتے وقت کوئی بایاں پاؤں زمین پر رکھ دیتا تھا تو مولانا کو ناگوار ہوتا تھا اور غصّہ آجاتا تھا۔ مجھ سے جس مرتبہ تند لہجے میں بولے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ میں رات کو گیا تھا اور حدیث میں رات کو جانے کی ممانعت آئی ہے لہٰذا خفگی ہوئی۔ مگر میں نے یہ سمجھا کہ یہ خفگی میرے لئے علاج ہے اس لئے ذرا ناگوار نہیں ہوئی بلکہ دوبارہ پھر حاضر ہوا اس وقت مولانا نہایت شفقت سے پیش آئے اور حصن حصین پڑھانا شروع کرادیا اور حدیث وغیرہ کی اجازت دی اور بہت توجّہ فرمائی ۔

(تاسیس البنیان علی تقویٰ من اللہ رضوان صـ۴۶)

۱۳۔ ہر عمر میں بدنظری سے بچنے کیلئے احتیاط کی ضرورت ہے

فرمایا: گنج مراد آباد میں ایک بزرگ تھے۔ جناب مولانا فضل الرحمٰن صاحب تقریباً ایک سو دس برس کی اُن کی عمر ہوئی۔ میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جاڑے کا موسم تھا صبح کو اُٹھ کر خادم کو آواز دی ارے فلاں! مجھ کو کچھ شُبہ سا ہو گیا ہے جی چاہتا ہے کہ نہا لوں طبیعت صاف ہو جائے گی۔ چنانچہ خادم نے پانی رکھ دیا۔ اسی جاڑے میں غسل فرمایا۔ بتلائیے اگر کچھ نہ رہا تھا تو شُبہ کیسا؟ حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا آدمی خواہ کسی قدر بوڑھا ہو جائے لیکن مادہ تو اس کے اندر باقی رہتا ہے۔ وہ فرشتہ تو ہے نہیں ہاں اور بات ہے کہ کچھ نہ کر سکے لیکن نظر سے تو محفوظ نہیں رہ سکتا اور کیسے محفوظ رہ سکتا ہے؟ مرد کے اندر تو عورت کی طرف میلان خلقۃً پیدا کیا ہے۔ کوئی اس فطری جوش کو کیسے روک سکتا ہے۔ (غض البصر صـ۲۴)

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مَردوں اور عورتوں دونوں کو نگاہ نیچی رکھنے کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ عشق مجازی کی ابتداء یہی بدنظری ہے بقول شیخ ابراہیم ذوقؔ ؎

آنکھ سے آنکھ ہے لڑتی مجھے ڈر ہے دل کا
کہیں جائے نہ یہ اس جنگ و جدل میں مارا

۱۴۔ جنت میں معرفت کامل ہونیکے سبب توجہ الی الحق میں کمی نہ ہوگی

فرمایا: ایک بار مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ کے پاس میں تنہائی میں حاضر تھا۔ تنہائی کا وقت تھا، خاص مجمع تھا۔ ہر ایک کو آنے کی اجازت نہ تھی جب کوئی آتا تو اس پر ڈانٹ پڑتی تھی۔ غرض اس وقت ایسی تنہائی تھی کہ حضرت مولانا نے ایسی خاص باتیں فرمائیں جو لوگوں کے سامنے کہنے کی نہ تھیں۔ منجملہ ان میں ایک بات یہ فرمائی کہ جب ہم جنت میں جائیں گے (گویا اس کا اطمینان تھا) اور حُوریں ہمارے پاس آئیں گی تو ہم یہ بات کہہ دیں گے کہ بی اگر قرآن سناؤ تو ہمارے پاس بیٹھو ورنہ بس جاؤ۔ مگر مولانا نے یہ بات یہاں کے اعتبار سے فرمائی جس کو میں غلبہ حال پر محمول کرتا ہوں۔ اس وقت مولانا کی

نظر اس پر نہ تھی کہ جنت میں معرفت ایسی کامل ہوگی کہ حور کی طرف التفات کرنے سے بھی توجہ الی الحق میں کمی نہ آئے گی۔ عارفین کاملین حور سے بھی نظر اللہ تعالیٰ ہی پر کریں گے۔ اسی کو عارف فرماتے ہیں ؎

حُسن خویش از روئے خوباں آشکارا کردہ
پس بچشم عاشقاں خود را تماشا کردہ

اس کی مثال ایسی ہے کہ محبوب نے ایک وقت مقرر کر دیا ہو کہ اس وقت میں بلاواسطہ رویت ہوگی اور اس کو دوسرے وقت میں ایک آئینہ دے دیا کہ ہم کو اس میں سے دیکھو۔ اسی طرح حوریں عارفین کاملین کے لئے مرآۃ جمال حق ہوں گی تو جنت میں دو قسم کے لوگ ہوں گے۔ ایک کاملین، وہ تو دونوں صورتوں میں جمال حق ہی کا مشاہدہ کریں گے۔ دوسرے ناقصین وہ ایک رُخے ہوں گے کہ صرف اَرِنِی اَرِنِی (مجھ کو اپنا جلوہ دکھا) پکاریں گے۔ ان کی کسی دوسری شئے کی طرف توجہ نہ ہوگی مگر یہ ناقصین کاملین کے ساتھ ناقص ہیں۔ ہم سے آپ سے تو بہت بڑے ہوتے ہیں ؎

آسماں نسبت بعرش آمد فرود
ایک بس عالی ست پیش خاک تود

(مظاہر الاعمال ص۲)

۱۵۔ شریعت پر عمل میں حرج نہیں

فرمایا: مولانا فضل الرحمان علیہ الرحمۃ سے ایک شخص نے آکر پوچھا کہ ایک عورت کا شوہر گم ہو گیا ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ مرد کی نوے برس کی عمر تک انتظار کرو۔ کہنے لگا جناب اس میں تو بڑا حرج ہے۔ مولوی صاحبؒ نے فرمایا کہ بھائی اگر یہ حرج ہے تو جہاد میں بھی حرج ہے۔ سو حرج کے یہ معنی نہیں۔ حرج کہتے ہیں پریشانی اور اُلجھن کو، اسلام میں یہ نہیں، ہاں محنت و مشقت ہے تو کیا دُنیا کے کاموں میں محنت و مشقت نہیں؟ واللہ جو شخص شریعت پر عمل کرے گا تمام پریشانیوں سے نجات میں رہے گا۔

(فوائد الصحبت ص۴۳)

۱۶۔ تلاوتِ قرآن کا ایک فائدہ

فرمایا: بڑھاپے میں عموماً حواس خراب ہو جاتے ہیں اس سے بچنے کی تدبیر تلاوتِ قرآن ہے۔ اللہ والوں کو دیکھا ہو گا کہ باوجود بڑھاپا آنے کے بھی اُن کے حواس قائم رہتے ہیں۔ جیسے مولانا فضل الرحمٰن صاحب قدس سرہٗ کہ سو برس سے سن متجاوز تھا مگر حواس ویسے ہی تھے۔ یہ سب تلاوتِ قرآن کی برکت تھی اسے عقلاء نہیں جانتے اہل اللہ جانتے ہیں کہ راز اس میں کیا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

خود قوی تر مے شود خمرِ کہن
خاصہ آں خمرے کہ باشد من لدن

(الشریعت صلا)

۱۷۔ دُعا بہت بڑی نعمت ہے

فرمایا: مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ میرا مقدمہ ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ دُعا کروں گا۔ اس نے کہا دُعا نہیں کرانے آیا ہوں یہ تو میں بھی کر سکتا ہوں۔ یوں کہہ دیجئے کہ میں نے یہ کام کر دیا۔ مولانا ناخوش ہوئے۔

(طریق النجاۃ ص۴۷)

کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو ایسا مختار سمجھنا خلافِ توحید اور شرک ہے۔

۱۸۔ دُعا مانگنا رضا بالقضاء کے منافی نہیں

فرمایا: حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ کے صاحبزادہ پر ایک مقدمہ ہو گیا تھا۔ ایک حافظ صاحب لکھنؤ کے کہتے تھے کہ مجھ کو تعجب تھا کہ سب کے لئے تو یہ دُعا کرتے ہیں اپنے بیٹے کے معاملے میں کچھ نہیں کر سکتے۔ بس خواب میں دیکھا کہ مولانا آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھائے عرض کر رہے ہیں کہ "یا اللہ! میں احمد کے بارے میں تو کچھ نہ کہوں گا جو آپ کی مرضی ہو اس پر راضی ہوں۔" جس کی یہ شان ہو کہ جو خدا کی مرضی وہی اس کی

مرضی اس کو کوئی ناگواری کیوں پیش آئے گی۔

(تادیب المصیبت صـ۱۲)

اس مقام پر مولانا احمد حسن صاحب نے عربی میں حاشیہ لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالےٰ سے دُعا مانگنا رضا بالقضاء کے منافی نہیں لیکن چونکہ حضرت گنج مرادآبادی کو مقام رضا بالقضاء کا غلبہ تھا اور وہ صاحبِ حال تھے اس لئے دُعا نہیں مانگی اور صاحبِ حال معذور ہوتا ہے۔

۱۹۔ عارفین کے لئے قیامت کا دن نماز کے وقت کے برابر ہوگا

فرمایا: حدیث شریف میں آتا ہے کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کے برابر ہے مگر مومن کے لئے ایسا معلوم ہوگا جیسا نماز کا وقت عشّاق کے لئے، تو قیامت کا دن تماشاگاہ ہے۔ مَیں نے مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے ایک شعر سنا تھا جو اس وقت یاد آتا ہے ؎

عاشقاں را روزِ محشر با قیامت کار نیست
عاشقاں را جز تماشائے جمالِ یار نیست

یعنی عاشقوں کو محشر (قیامت) کے دن سے کام نہیں۔ عاشقوں کو سوائے دیدار محبوبِ حق تعالیٰ شانہٗ کے کوئی تماشا نہیں۔

(خیر الحیات و خیر الممات صـ۲۶ هم الاخرہ صـ۴)

۲۰۔ سجدے کا لُطف

فرمایا: مَیں نے حضرت مولانا فضل الرحمٰن سے خود سنا ہے۔ فرمایا بھائی جنّت کا مزہ برحق، حوضِ کوثر کا مزہ برحق مگر نماز میں جو مزہ ہے وہ کسی چیز میں نہیں جب مَیں سجدہ میں جاتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے پیار کر لیا سبحان اللہ جس شخص کو اعمال میں یہ لذت نصیب ہو اس کے لئے دُنیا ہی میں جنّت کیوں نہ ہوگی۔

(مظاہر الاعمال صـ۳۱)

ف :۔ اسی لئے حدیث میں ہے کہ انسان حق تعالیٰ شانہٗ کے قریب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے۔ اور قرآن عزیز میں ہے سجدہ کر اور قریب ہو جا۔ اسی لئے بعض عارفین نے سجدہ میں ہی جان دے دی ؎

جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پر
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

۲۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ مبارک اعظم مستحبات میں سے ہے

فرمایا: الحمد للہ! ہم کبھی کبھی بلاواسطہ بھی بلا قید رسم و منکرات سے احتراز کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر لیتے ہیں۔ کیونکہ یہ بھی اعظم مستحبات سے ہے۔ (اور بالواسطہ تو ہر وقت کرتے ہیں جیسا کہ ملفوظ نمبر ۱۲ میں گزر چکا ہے۔ کیونکہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث نہ ہوتے تو تلاوت، ذکر، نماز، روزہ، درس حدیث و فقہ ہم کہاں سے کرتے؟ یہ سب بھی آپ کے ذکر مبارک ہی میں داخل ہے۔) باقی اگر مطلقاً کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کا انکار کرے گو منکرات سے خالی ہو تو اس سے مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ کی طرح محاجہ کیا جائے گا۔ اس کا بھی واقعہ ہے کہ کسی نے آپ سے کہا کہ ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اچھا ہے مگر اس کی ضرورت ہی کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا جی ہاں نہ معلوم اللہ تعالیٰ کو مریم و ابن مریم علیہ السلام کے ذکر کی کیا ضرورت تھی کہ قرآن شریف میں جا بجا نہایت تاکید و تکرار سے آیا ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۔ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۔ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰى ۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ذکر کا امر فرماتے ہیں۔ بتلاؤ اس کی کیا ضرورت تھی ؟ بزرگوں کے کلام میں حکمتیں ہوتی ہیں۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ جس طرح مصلحت کی وجہ سے حضرت عیسیٰؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت ابراہیمؑ کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے۔ اسی طرح بعض مصالح کی وجہ سے ہم کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی ضرورت ہے۔

(الرحمت علی الامت ص ۱۱۱)

☆

معارف شیخ الہند رح

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہٗ

اسیر مالٹا

کے گراں قدر کلماتِ حکمت کا مجموعہ

بروایت

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب

محمد اقبال قریشی

ناشر

ادارۂ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور ۲

احوال وسوانح

حضرت شیخ العرب والعجم مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ولادت باسعادت حضرت شیخ العرب والعجم مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ بریلی میں جنگِ آزادی سے چھ سال قبل ۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۱ء کو پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا اسم گرامی حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحبؒ ہے جو ایک جیّد عالم اور صاحبِ باطن بزرگ ہونے کے علاوہ صاحب تصانیفِ کثیرہ بھی تھے۔

تعلیم و تربیّت مولانا محمود الحسن صاحبؒ نے قرآن مجید میاں جی منگلور صاحبؒ سے فارسی کی ابتدائی کتب اپنے چچا مولانا مہتاب علی صاحب سے پڑھیں۔ اس کے بعد ۱۲۸۳ھ میں جب دارالعلوم دیوبند کا چھتہ کی مسجد میں قیام ہُوا تو آپ اس مدرسہ کے سب سے پہلے طالب علم بنے۔ آپ نے مُلّا محمود صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور حضرت قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کی خدمت میں سفر و حضر میں ساتھ رہ کر صحاح ستہ اور دیگر علوم و فنون کی تکمیل کی۔ حدیث میں آپ کو امام ربّانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور شاہ عبدالغنی صاحب مہاجر مدنیؒ سے بھی اجازت حاصل ہے۔

سلوک و تصوّف آپ کو فقیہہ ملت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت بیعت وتلقین حاصل تھی۔ سید الطائفہ حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے بھی آپ کی روحانیت سے خوش ہو کر آپ کو دستارِ فضیلت اور اجازت نامہ بیعت عطا فرمایا تھا۔

درس و تدریس آپ نے تقریباً چالیس سال سے زیادہ عرصہ تک علومِ دینیہ کا درس دیا اور اشتغال بالحدیث رکھا۔

تصانیف سیاسی مشاغل اور درس و تدریس کے علاوہ مالٹا جیل میں قرآن مجید کا مکمل ترجمہ تحریر فرمایا اور سورۂ مائدہ تک تفسیر بھی لکھی جس کی تاریخ بھی خود یہ نکالی ؎

یادگارِ شہ عبد القادر ترجمہ موضع قرآن مجید
دہ کہ آں معدن صد خوبی را کرد ترمیم افل العبید
بے شش و پنج بگفتہ محمود سال او موضع فرقان حمید
۱۳۳۶ھ

اس کے علاوہ تراجم ابوابِ بخاری، حاشیہ ابوداؤد شریف، حاشیہ مختصر المعانی تقریر ترمذی، ایضاح الادلہ، حاشیہ مختصر المعانی اور شرح اوثق الھدیٰ فی تحقیق الجمعۃ فی القریٰ بھی تحریر فرمائیں۔

تحریک ریشمی رومال اس تحریک کے ذریعے آپ برطانوی حکومت کا تختہ اُلٹنا چاہتے تھے۔ مگر افسوس مخالفوں کی مخبری پر یہ خطوط پکڑ لئے گئے۔ جس کے سبب آپ کو مع رفقاء کے مالٹا جیل میں عرصہ پانچ سال تک مصائب برداشت کرنا پڑے۔

وصال مبارک ۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو دار فانی سے رحلت فرمائی۔ اور دارالعلوم دیوبند کے قبرستان میں اپنے شفیق استاد کے قدموں میں سپردِ خاک کر دیئے گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ اور حضرت شیخ الہندؒ حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے حضرت شیخ الہندؒ سے معقولات میں حمد اللہ، میر زاہد، حدیث میں متعدد کتب اور فقہ میں ہدایہ آخرین پڑھی تھی۔
(اشرف السوانح جلد ۱ صـ ۲۳۶)

مگر اس کے باوجود آپ حضرت حکیم الامتؒ کا اس قدر خیال اور احترام فرماتے کہ ہر خط میں مخدوم و محترم لکھا تھا۔ مکہ معظمہ سے جو والا نامہ ارسال فرمایا اس کے سرنامے پر یہ الفاظ تھے :-

"سراپا فضل وکمال شرفکم اللہ تعالیٰ وجعلکم فوق کثیر من الناس "۔
(اشرف السوانح جلد ۱ صہ ۲۳۴)

حضرت حکیم الامتؒ کے اس خط کے جواب کے بعد دیوبند سے جو خط لکھا اس کے شروع میں یہ القاب تھے :۔

"معدنِ حسنات وخیرات دام ظلکم "۔ (اشرف السوانح ج ۱ صہ ۲۳۴)

تحریکِ خلافت میں حضرت حکیم الامتؒ کی رائے حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ نہ تھی کسی نے اس بارے میں حضرت شیخ الہندؒ سے عرض کیا تو فرمایا :

"کیا تم سمجھتے ہو جو مَیں کہہ رہا ہوں وحی سے کہہ رہا ہوں میری بھی ایک رائے ہے اس کی بھی ایک رائے ہے "۔ (الافاضات الیومیہ جلد ۴ صہ ۶۱۱)

اسی طرح ایک اور شخص کے جواب میں فرمایا :۔

"ہمیں اس پر بھی فخر ہے کہ ایسا شخص جو ہندوستان بھر سے متاثر نہ ہُوا وہ بھی ہماری جماعت میں سے ہے "۔

(الافاضات الیومیہ جلد ۵ صہ ۲۴۴)

باوجود سیاسی اختلاف کے محبت کا یہ عالم تھا کہ خود حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں کہ " جب کبھی مَیں دیوبند جاتا مجھے یاد نہیں کہ مولاناؒ سے ملنے کی ابتداء کی ہو۔ ارادہ کرتا کہ ذرا سانس لے کر حاضر ہوں بس جھٹ مولانا تشریف لے آتے۔

(ارواحِ ثلاثہ صہ ۲۴۴)

حضرت حکیم الامت تھانویؒ بھی اپنے استاد حضرت شیخ الہندؒ کا بے حد احترام کرتے اور انہیں "مجسّم اخلاق کہا کرتے "۔ (مجالسِ حکیم الامتؒ)

اور فرماتے جب اُنہیں کوئی شیخ الہند کہتا ہے تو میرے دل پر تیر سا لگتا ہے کہ شیخ الاسلام کو شیخ الہند کہتے ہو۔ (الافاضات الیومیہ ج ۴ صہ ۴۲۶)

فرماتے تم بڑے فخر سے کہتے ہو اسیر مالٹا تھے ہم کہتے ہیں کہ امیرِ مالٹا تھے تم کہتے ہو شیخ الہند تھے ہم کہتے ہیں شیخ العالم تھے۔ بتلاؤ تو اب مولانا کا زیادہ معتقد کون ہے ؟

(ملفوظات ج ۱ صہ ۱۰۶)

ملفوظات

۱۔ مدارسِ اسلامیہ کے لئے چندہ جمع کرنے کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ مولانا مبارک علی صاحب سابق نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند سے مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت شیخ العرب والعجم مولانا سید محمود الحسن کے سامنے یہ مشکل پیش کی کہ مدارسِ عربیہ اسلامیہ کیلئے چندہ جمع کرنے میں بہت سے منکرات پیش آتے ہیں۔ لوگوں میں علم و علماء کی تحقیر پیدا ہوتی ہے وغیرہ، اور چندہ نہ کریں تو ان مدارس کا کام کیسے چلے؟ حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا: چندہ کرو مگر غریبوں سے۔ حضرتؒ نے یہ روایت نقل کر کے فرمایا کہ یہ بالکل صحیح علاج ہے۔ وجہ یہ ہے کہ غریب لوگ چندہ جمع کرنے والے علماء کو حقیر نہیں سمجھتے۔ تعظیم کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ ان پر بارِ خاطر بھی نہیں ہوتا۔ خوش دلی کے ساتھ دیتے ہیں جس میں برکت ہی برکت ہے مگر اس پر یہ سوال ہوگا کہ غریب لوگوں سے چندہ ملے گا ہی کتنا؟ مقدار چندہ بہت گھٹ جائے گی مگر یہ خیال اولاً تو یوں غلط ہے کہ دنیا میں ہمیشہ غریبوں کی تعداد زیادہ اور مالداروں کی کم رہی ہے۔ اگر فی الواقع چندہ کم وصول ہو تو کام کو اسی پیمانہ پر کرو، زیادہ نہ بڑھاؤ، کیا ضروری ہے کہ قدرت سے زیادہ بار اٹھایا جائے۔ (مجالس حکیم الامت صـ۳۱)

۲۔ اَشَدُّ کا ترجمہ

فرمایا: ایک مرتبہ حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ دیوبندی مراد آباد کے جلسہ میں تشریف لے گئے لوگوں نے وعظ کے لئے اصرار کیا۔ مولانا نے عذر کیا کہ مجھے عادت نہیں مگر لوگوں نے نہ مانا۔ آخر مولانا کھڑے ہو گئے اور حدیث فقیہ واحد اشد علی الشیطٰن من الف عابد پڑھی اور اس کا ترجمہ یہ کیا کہ "ایک عالم شیطان پر ہزار عابد سے بھاری ہے" وہاں ایک مشہور عالم تھے وہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ یہ ترجمہ غلط ہے اور جس کو ترجمہ بھی صحیح کرنا نہ آئے تو اس کو وعظ کہنا جائز نہیں۔ پس مولانا فوراً ہی بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ مجھے وعظ کی لیاقت نہیں ہے مگر ان لوگوں نے نہیں مانا۔ خیر اب میرے پاس عذر کی دلیل ہو گئی یعنی آپ کی شہادت۔ پھر حضرت مولانا نے اُن سے بطرزِ استفادہ پوچھا کہ

غلطی کیا ہے؟ تاکہ آئندہ بچوں۔ انہوں نے فرمایا کہ اَشَدّ کا ترجمہ اثقل نہیں بلکہ امر آتا ہے۔ مولانا نے فوراً فرمایا کہ حدیث وحی میں ہے:-

یأتینی مثل صلصلة الجرس وھو اشد علی (یعنی وحی مجھ پر مثل گھنٹی کی آواز کے نازل ہوتی ہے اور وہ مجھ پر بھاری ہوتی ہے"۔ کیا یہاں بھی امر کے معنی ہیں؟ وہ دم بخود رہ گئے۔ (ارواحِ ثلاثہ ص۴۴۸، ص۴۴۹)

۳- حدیث لدُود کا مفہوم

حضرت مولانا دیوبندیؒ نے حدیثِ لدُود کی تشریح اسی اصول کی بناء پر فرمائی ہے۔ لدُود اس دوا کو کہتے ہیں جو خاص طریقہ سے مریض کے حلق میں ڈالی جاتی ہے۔ واقعہ حدیث کا یہ ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے۔ صحابہ کرام میں باہم مشورہ ہوا کہ آپ کو لدود کیا جائے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔

بعد میں اتفاقاً آپ کو غشی ہو گئی۔ صحابہ کرامؓ نے یہ خیال کیا کہ آپ کا منع فرمانا ایک طبعی امر ہے کہ مریض کو دوا سے کراہت ہوا کرتی ہے واجب التعمیل حکم نہیں ہے اس لئے غشی کی حالت میں لدُود کر دیا۔ جب آپؐ کو افاقہ ہوا تو پوچھا کس کس نے مجھے لدُود کیا تھا؟ جس جس نے لدود میں شرکت کی تھی ان سب کو لدُود کیا جائے چنانچہ ایسا کر دیا گیا۔

اس واقعہ میں بظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخالفت کرنے والوں سے اپنا انتقام لے لیا ہے حالانکہ آپؐ کی عام عادت کسی سے اپنا انتقام لینے کی نہ تھی۔ حضرت شیخ الہند نے فرمایا کہ اس وقت غالباً انتقام لینا اس مصلحت سے تھا کہ یہ لوگ جن سے یہ مخالفانہ عمل سرزد ہو گیا ہے دنیا یا آخرت کے کسی عذاب سے دوچار نہ ہو جائیں۔ حضرت شیخ الہند نے وضاحت کے لئے مزید فرمایا:-

"ایک بزرگ راستہ پر تشریف لے جا رہے تھے ایک مُرید اُن کے ساتھ تھا۔ ایک کنوئیں پر اُن کا گذر ہوا جہاں لوگ پانی بھر رہے تھے ان میں ایک بڑھیا عورت بھی تھی، اس نے ان بزرگوں کو دیکھ کر کچھ ناشائستہ الفاظ بُرائی کے کہے۔ ان بزرگ نے مُرید سے کہا کہ اس کو مارو (مرید حیرت سے دیکھتا رہا کہ یہ بزرگ کسی سے بھی

انتقام نہیں لیتے اور اس وقت ایک عورت کو مارنے کے لئے فرما رہے ہیں۔ شاید میں اُن کی بات سمجھا نہیں۔ اس میں کچھ توقف ہُوا تو یہ بُڑھیا وہیں گر کر مَر گئی۔ ان بزرگ نے مُرید سے کہا ظالم تُو نے اس کا خُون کیا۔ جب اُس نے وہ کلمات کہے تو میں نے دیکھا کہ اللہ تعالےٰ کا قہر اُس کی طرف متوجہ ہُوا۔ اس کو اس قہر سے بچانے کا ایک ہی راستہ تھا کہ میں کچھ انتقام لے لوں، اس لئے مارنے کو کہا تھا تم نے تاخیر کر دی جس کی وجہ سے عذاب نے اُس کو پکڑ لیا۔ (مجالس حکیم الامتؒ صفحہ ۲۲۸، صفحہ ۲۲۹)

۴۔ انبیاءؑ کو عوام نے نہ پہچانا

فرمایا: مولانا دیوبندیؒ نے فرمایا کہ بڑوں کو بڑے پہچانتے ہیں اور چھوٹوں کو چھوٹے اولیاء متوسلین کو لوگوں نے پہچانا ہے اور کاملین کو عوام نے نہیں پہچانا۔ اسی طرح انبیاء کرام کو لوگوں نے کم پہچانا۔ اولیاء کاملین کا تعلق بھی انبیاء کرام علیہم السّلام سے ہوتا ہے۔ اس لئے عدم خفاء باعثِ اخفاء ہو گیا۔ (فیوض الرحمٰن صفحہ ۲۲)

۵۔ اصلاح کی خاطر سختی کرنا

فرمایا: حضرت مولانا دیوبندیؒ کی بھی آخر میں یہی رائے ہو گئی تھی کہ بعض کے لئے تشدد کی ضرورت ہے۔ چنانچہ ایک معتبر شخص مجھ سے حضرتؒ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ متکبرین کو تھانہ بھون بھیجنا چاہیئے۔ وہاں ہی درست ہو سکتے ہیں۔ (تھانہ بھون بھیجنے سے مراد میرے پاس بھیجنا تھا۔) (الافاضات الیومیہ جلد ۳ صفحہ ۱۱۴)

یہ اس کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت حکیم الامتؒ اصلاح کی خاطر دلسوزی سے متکبرین وغیرہم پر سختی فرماتے تھے۔ مگر اس سختی میں بھی دراصل شفقت پوشیدہ ہوتی تھی۔ بقول عارف باللہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ ؎

منبعِ صد کرم تیرا لُطف بھرا عتاب تھا
سالہ بے تعلقات کا وہی توفتح باب تھا

واقعی ایسی سختی پر ہزاروں شفقتیں قربان ہوں۔ اسی لئے آپ کے متعلقین اس سختی

سے بھاگتے نہ تھے بلکہ بزبانِ حال یہ کہتے ؎

ٹلوں گا میں نہ ہرگز لاکھ ہو تو خشمگیں ساقی
کہ جو مے سب سے بہتر ہے وہ ملتی ہے یہیں ساقی

۶- ایک حدیث کا مفہوم

فرمایا: ہمارے حضرت دیوبندیؒ نے فرمایا کہ حدیث : ما انا علیہ و اصحابی میں لفظِ ما عام ہے۔ عقائد، اخلاق، اعمال، معاشرت، سیاست سب چیزوں کو اور مطلب اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان تمام شعبہ ہائے زندگی میں مقبول اور مستقیم وہی راستہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہو، جو راستہ اس سے مختلف ہو وہ مستقیم نہیں خواہ عقائد کے متعلق ہو یا اعمال و اخلاق سے یا حکومت و سیاست اور عام معاشرت سے ہو۔ (مجالس حکیم الامتؒ، البلاغ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ)

۷- جیل میں رونے کا سبب مقبولیت کی فکر تھی

فرمایا: حضرت مولانا دیوبندیؒ جس وقت مالٹا میں تشریف فرما تھے کہ ایک روز بیٹھے ہوئے رو رہے تھے ساتھیوں نے پوچھا کہ کیا حضرت گھبرائے ہیں ؟ یہ لوگ سمجھے کہ گھربار یاد آرہا ہوگا یا جان جانے کا خوف ہوگا ؟ فرمایا :

"میں اس وجہ سے نہیں رو رہا ہوں بلکہ اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں یہ مقبول بھی ہے یا نہیں ؟"

(الافاضات الیومیہ ج ۳ صـ ۱۱۶)

۸- کلمۃ اللہ میں کلمہ سے کیا مراد ہے ؟

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ طالب علمی میں ایک عیسائی مناظر انگریز دیوبند آیا۔ دیوبند کے سٹیشن کے قریب ایک باغ ہے وہاں اس کا قیام ہوا اور میں خبر پاکر مناظرہ کے لئے وہاں پہنچا۔ حضرت مولانا دیوبندیؒ کو علم ہوا تو خیال ہوا کہ یہ ناتجربہ اور عیسائی کہنہ مشق، اس

لئے مناظرہ کے دوران تشریف لے آئے۔ اُس وقت عیسائی مناظر تقریر کر رہا تھا۔ میرے جواب دینے کی نوبت نہ آئی تھی۔ مولانا نے مجھ سے فرمایا کہ میں گفتگو کروں گا۔ میں الگ ہو گیا۔ وہ عیسائی مناظر یہ کہہ رہا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ تھے۔ مولانا نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ کلمہ کسے کہتے ہیں؟ اور اس کی کتنی قسمیں ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کونسی قسم میں داخل تھے؟ بس اس کے ہوش و حواس اُڑ گئے۔ بار بار یہی کہتا جاتا تھا کہ کلمہ تھے۔ مولانا فرماتے کونسا کلمہ، کلمہ تو بہت قسم کا ہوتا ہے۔ جب یہ بتلا نہ سکا اور اس کی میم نے خیمہ میں سے دیکھا کہ یہ جواب نہیں دے سکتا تو پرچہ بھیج دیا کہ مناظرہ بند کر دو۔ یہ عورتوں کے تابع ہوتے ہیں، مناظرہ چھوڑ کر چلا گیا۔ مزاحاً فرمایا کہ یہ لوگ مادیات ہی میں چلتے ہیں، نریات میں خاک بھی نہیں چلتے۔

(الافاضات الیومیہ جلد ۳ صہ ۱۴۳)

۹۔ ایک لطیفہ

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ مراد آباد اسٹیشن پر حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ کا اور میرا اجتماع ہو گیا۔ سیوہارہ کے بھی کچھ حضرات تھے۔ انہوں نے مجھے اور مولاناؒ کو سیوہارہ اُتارنا چاہا۔ میں نے اضمحلال طبع کا عذر کیا اور حضرت مولانا نے قبول فرما لیا۔ لوگوں نے میرے عذر پر کہا ہم واعظ کی درخواست نہ کریں گے جس سے اضمحلال میں تکلیف ہو۔ میں نے کہا کہ بدوں وعظ کئے تو مجھ کو کسی کی روٹی کھاتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ اس پر حضرتؒ نے بے ساختہ فرما دیا:

"ہاں بھائی ایسے بے شرم تو ہم ہی ہیں کہ جو بلا کام کئے کھا لیتے ہیں۔"

اس وقت میں بہت شرمندہ ہوا اور کوئی معذرت پیش کرنے کی بھی ہمت نہ ہوئی مگر مولانا بشاش تھے۔ (الافاضات الیومیہ جلد ۲ صہ ۱۶۵، صہ ۱۶۶)

۱۰۔ قربانی میں ایسا جانور ذبح کرو جس سے رنج طبعی ہو

ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نام پر جہاں تک ہو سکے عمدہ جانور ذبح کرو جس کو ذبح

کر کے کچھ تو دل دُکھے۔ جیسا کہ اپنی جان کو پیش کرتے یا بیٹے کو ذبح کرتے تو دُکھتا۔ اب تو ویسا کہاں دُکھے گا؟ لیکن کچھ تو مال ایسا ہو جس کو ذبح کر کے دل پر کچھ چوٹ لگے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں :۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۝

"یعنی بِرِّ کامل تم کو اس وقت تک حاصل نہ ہوگی جب تک کہ محبوب اشیاء کو خرچ نہ کرو۔"

انفاق محبوب کی صورت ایسی ہوتی ہے جیسے مولانا محمود حسن صاحب رح نے ایک بار قربانی کی تھی۔ آپ نے قربانی سے کئی مہینے پہلے ایک گائے خریدی اور اس کو خوب دانا کھلایا پلایا اور عصر کے بعد جنگل میں اپنے ساتھ لے جاکر دوڑایا کرتے تھے۔ قربانی تک وہ اتنی تیار ہوگئی کہ ارزانی کے اس زمانے میں بھی قصائی اس کی قیمت -/۸۰ روپے دے رہے تھے آج کل گرانی کے زمانے میں تو نہ معلوم کتنی قیمت ہوتی۔ مگر مولانا نے کسی کو نہ دی اور قربانی کے دن ذبح کیا۔ جب وہ ذبح ہوئی تو مولانا کے دل پر اثر ہوا اور آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کیونکہ عرصہ تک ساتھ رکھنے اور پرورش کرنے سے اُس کے ساتھ محبت ہوگئی تھی۔

اس پر کوئی یہ نہ کہے کہ رنج کے ساتھ ذبح کرنا تو اچھا نہیں خوشی کے ساتھ ذبح کرنا چاہیئے۔ کیونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالے عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

یا فاطمہ احضری اضحیتك وطیبی بہا نفسا۔

"یعنی اے فاطمہ رض! اپنی قربانی کے پاس آکر کھڑی ہوجاؤ اور اپنے دل کو خوش کر" لہٰذا ایسا جانور ذبح کرنا چاہیئے جس کے ذبح سے خوشی ہو ایسا نہ ہو کہ اچھا ہوا پاپ کٹا"۔ سو یہ خیال غلط ہے۔

حدیث میں طیب نفس کا امر ہے۔ وہ خوشِ عقلی ہے اور میں جو کہہ رہا ہوں کہ ایسا جانور ذبح کرے جس سے دل دُکھے یہ رنج طبعی ہے جو عقلی خوشی کے منافی نہیں۔

(تکمیل الانعام فی صورۃ ذبح الانعام ص ۳۲، ۳۳، ۳۴)

۱۱۔ گاندھی کی جے وغیرہ کا نعرہ شعارِ کفر ہے

فرمایا: جب مولانا محمود حسنؒ مالٹا سے تشریف لائے تو بمبئی کی بندرگاہ پر استقبالی گروہ بہت زیادہ تعداد میں موجود تھا۔ حضرت مولاناؒ کی موٹر چلی تو ایک دم اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا۔ اس کے بعد گاندھی جی کی جے، محمد علی، شوکت علی کی جے اور مولوی محمود حسن کی جے کے نعرے بلند ہوئے۔

حضرتؒ نے شوکت علی کا دامن پکڑ کر کہا یہ کیا؟ اس پر شوکت علی نے کچھ خیال نہ کیا تو حضرت نے دوبارہ سختی سے فرمایا کہ اس کو بند کرو۔ اس پر شوکت علی نے کہا حضرت جے کے معنی فتح کے ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ اگر یہ بات ہے تو رام رام کہا کرو۔ اور جو کچھ بھی ہو یہ شعارِ کفر ہے۔ (الافاضات الیومیہ جلد ۵ ص ۲۴۳)

۱۲۔ مذہبی احکام میں ذراسی ترمیم بھی ہمیں ہرگز گوارہ نہیں

فرمایا: حضرت دیوبندیؒ بعض اعذار کی وجہ سے دہلی کے جلسہ شوریٰ میں خود تشریف نہ لے جاسکے اور ایک مولوی صاحب کے ہاتھ خط بھیجا اور یہ ہدایت فرمائی کہ جو مسئلہ مذہبی پیش آئے اس میں اپنا خیال صاف صاف بدوں کسی خوف اور مداہنت کے ظاہر کردو۔ اس وقت گائے کی قربانی کے بند کرنے پر زور دیا جارہا تھا۔ حضرت نے فرمایا یہ مقاصدِ شرعیہ کے بالکل خلاف ہے۔ ہم مذہبی احکام میں ادنیٰ تصرف اور ذراسی ترمیم کو بھی برداشت نہیں کرسکتے۔ خواہ لوگ ہمارا ساتھ چھوڑ دیں۔ ہم سے جو خدمت اسلام کی بن پڑے گی کرتے رہیں گے۔

(الافاضات الیومیہ جلد ۱ ص ۹۳)

۱۳۔ واردات کی مخالفت سے دنیاوی ضرر ہوتا ہے

بروایت حضرت مولانا دیوبندی نقل فرمایا کہ ایک بزرگ کو معلوم ہوا کہ فلاں بزرگ اس بستی میں آئے ہیں۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ آنے والے بزرگ سے ملاقات کروں،

وارد ہُوا کہ مت ملو۔ اُن بزرگ نے خیال کیا کہ نہ ملنے کی کوئی وجہ نہیں۔ یہ حدیث النفس ہے کہ ملنا چاہیئے۔ اللہ کے بندہ ہیں اُن کی زیارت باعثِ سعادت ہے۔ غرضیکہ وارد کی مخالفت کی اور ملنے کا پھر ارادہ کیا۔ وارد میں پھر منع کیا گیا۔ انھوں نے وارد کی پھر مخالفت کی اور بالآخر چل دیئے۔ چلتے میں ٹھوکر لگی اور چلنے سے معذور ہو گئے۔ بعد میں وجہ معلوم ہوئی کہ وارد میں جو منع کیا گیا تھا اس کا سبب یہ تھا کہ وہ بدعتی بزرگ تھے جن سے ملنے کو منع کیا گیا۔

اس پر فرمایا کہ واردات کی مخالفت معصیت تو نہیں مگر دُنیاوی ضرر ضرور ہوتا ہے۔ یہ ضرر اضطراراً تو نہیں مگر اختیاراً کبھی مفضی ہو جاتا ہے۔ ضررِ دینی کی طرف اور وہ اس طرح ہوتا ہے کہ کسی معصیت کا وسوسہ ہُوا اور اس سے بچنے کے لئے کہ ہمت سے اس کی مقاومت ہو سکتی تھی۔ مگر طبعاً کسل ہو گیا اور اس سے غباوت ہو گئی۔ اس لئے اعمال میں کمی ہو گئی۔ اب اس میں دو ہی صُورتیں ہیں کہ اگر وہ عمل واجب تھا تو خسران ہُوا اور اگر واجب نہ تھا حرمان ہُوا۔ (الافاضات الیومیہ جلدا صا۴)

۱۴۔ قصبہ دیوبند میں نزولِ مصائب

فرمایا: دیوبند کے بعض لوگوں کا خیال ہُوا تھا کہ جب سے مدرسہ قائم ہُوا ہے ہم لوگوں پر غربت آگئی۔ حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ بات نہیں کہ مدرسہ تمہاری غرُبت کا سبب ہے بلکہ بات یہ ہے کہ پہلے لوگ اللہ تعالےٰ کے احکام کو نہیں جانتے تھے تو جُرم میں بھی تخفیف ہوتی تھی۔ اب چونکہ تم مدرسہ کی وجہ سے احکامِ خداوندی کو جان گئے ہو، اور جان کر بھی عمل نہیں کرتے ہو اس لئے تم پر اللہ تعالےٰ کا غُصّہ ہے۔ اگر عمل کرو گے پھر خوش حال ہو جاؤ گے۔

اس سے یہ نہ سمجھے کہ اس سے تو علم کا نہ پڑھنا ہی اچھا ہے۔ جاہل رہنا خود ایک جُرم ہے۔ اگر کسی کو کھانا کھا کر ہیضہ ہو جائے تو اس سے یہ لازم نہیں کہ وہ کھانا، کھانا ہی چھوڑ دے۔

(قصص الاکابر صا۲۰)

۱۵۔ مالٹا کی زندگی میں دو سبق

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ مالٹا کی قید سے واپس آنے کے بعد ایک رات بعد عشاء دارالعلوم دیوبند میں تشریف فرما تھے۔ علماء کا بڑا مجمع سامنے تھا اس وقت فرمایا کہ "ہم نے تو مالٹا کی زندگی میں دو سبق سیکھے ہیں (یہ الفاظ سن کر سارا مجمع ہمہ تن گوش ہوگیا کہ اس استاذ العلماء درویش نے اسّی سال علماء کو درس دینے کے بعد آخر عمر میں جو سبق سیکھے ہیں (کیا ہیں؟) فرمایا کہ میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہورہے ہیں تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے۔ ایک ان کا قرآن کو چھوڑ دینا۔ دوسرے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی۔ اس لئے میں وہاں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اسی کام میں صرف کروں کہ قرآن کریم کو لفظاً اور معناً عام کیا جائے۔ بچوں کے لئے لفظی تعلیم کے مکاتب ہر بستی میں قائم کئے جائیں۔ بڑوں کو عوامی درسِ قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لئے آمادہ کیا جائے اور مسلمانوں کے باہمی جنگ وجدال کو ہرگز برداشت نہ کیا جائے۔"

غور کیا جائے تو یہ آپس کی لڑائی بھی قرآن کو چھوڑنے ہی کا لازمی نتیجہ ہے۔ قرآن پر کسی درجہ میں بھی عمل ہو تو خانہ جنگی کی نوبت نہیں پہنچتی۔ (وحدت اُمت)

حق تعالیٰ سب مسلمانوں کو احکامِ قرآنی پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تمت بالخیر

رحمتِ دو عالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرتِ طیبہ پر

معروف و مستند کتاب کا اردو ترجمہ

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم (کامل)

ابنِ ہشام

جلد دوم

تالیف

محمد بن اسحاق بن یسار — م ۱۵۱ھ

ابو محمد عبدالملک بن ہشام — م ۲۱۳ھ

اردو ترجمہ

سید یسین علی حسنی نظامی دہلوی

تہذیب جدید

سعود اشرف عثمانی

ناشر: ادارۂ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور ۲